صحیفہ کربلا

ترجمہ اردو

مؤلف : حجۃ الاسلام والمسلمین علی نظری منفرد

مترجم : نثار احمد زین پوری

صحیفۂ کربلا

مؤلف
حجۃ الاسلام والمسلمین علی نظری منفرد

مترجم
نثار احمد زین پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظری منفرد، علی،
صحیفۂ کربلا / مؤلف علی نظری منفرد؛ مترجم نثار احمد زین پوری۔ قم: انصاریان، ۱۳۸۵۔
۶۳۳ ص۔
ISBN: 964-438-053-3
عنوان اصلی: قصہ کربلا۔
کتابنامہ بصورت زیر نویس
۱۔ واقعہ کربلا، ۶۱ق۔ ۲۔ حسین بن علی (ع)، ۴-۶۱ق۔ ۳۔ شیعہ۔ حشمتہا و قیامہا۔ ۴۔ مختار بن ابی عبید، ۱-۶۷ق۔
الف۔ زین پوری، نثار احمد، مترجم۔ ب۔ عنوان۔ ج۔ عنوان: قصہ کربلا۔
BP۴۱/۵/ن۶ق ۱۰۴۱
۲۹۷/۹۵۳۴

صحیفۂ کربلا ترجمہ اردو

مؤلف: حجۃ الاسلام والمسلمین علی نظری منفرد
مترجم: نثار احمد زین پوری
کتابت: جعفر خان سلطانپوری
ناشر: انصاریان پبلیکیشنز
طبع اول: ۱۹۹۹-۱۴۲۰-۱۳۷۸
طبع دوم: ۲۰۰۶-۱۴۲۷-۱۳۸۵
چھاپخانہ: قدس
تعداد صفحات: ۶۴۸ ص۔
تعداد: ۲۰۰۰
سایز: mm۲۲۹x۱۶۲
ISBN ۹۶۴-۴۳۸-۰۵۳-۳

انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷
قم۔ جمہوری اسلامی ایران
فون نمبر: ۷۷۴۱۷۴۴ ۷۷ فیکس نمبر: ۷۷۴۲۶۴۷-۲۵۱-۰۰۹۸
Email: ansarian@noornet.net
www.ansariyan.org&www.ansariyan.net

فہرست مطالب

عرض ناشر

کیا آپ نے آج تک اس سلسلے میں غور و فکر کیا ہے کہ : ہمیں ہر جگہ، ہر وقت اور ہر صورت میں امام حسینؑ کی یاد منانے، زیارت کرنے اور ان سے التماس کی کیوں وصیت کی گئی ہے؟ پندرہ شعبان، شب قدر، شب جمعہ، روز جمعہ اور ہر نماز کے بعد امام حسینؑ کی زیارت کرنے اور پڑھنے کی اتنی تاکید کیوں کی گئی ہے؟

کیا آج تک آپ نے یہ سوچا ہے کہ امام حسینؑ کے نام سے ان کے چاہنے والوں کے دل بلکہ کبھی کبھی نہ ماننے والوں کے دل بھی ایسے ہی لرز جاتے ہیں جیسے قرآن کی آیات سے : واذا تلیت آیة وجلت قلوبھم۔

کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اگر دن میں پانچ یا چھ بار ایک ہی مجلس اور ہر بار ایک ہی مجلس کی تکرار کریں تو بھی ہم محزون و مصاب ہوتے ہیں کیوں؟

کیا آپ نے کبھی اس راز کا انکشاف کرنے کی کوشش کی ہے کہ واقعہ کربلا اور امام حسینؑ، چودہ سو سال کے بعد بھی مومنوں، عاشقوں اور دل باختہ لوگوں کے لیے زندہ ہیں۔

اور ایسے ہی دسیوں سوال کا جواب امام جعفر صادقؑ نے اس طرح دیا ہے۔

نفس المھموم لظلمنا تسبیح و ہمہ لنا عبادہ

اگر ہم مصائب کی گہرائی کے بارے میں غور کریں اگر آل محمدؐ پر ہونے والے ظلم و ستم کا جائزہ لیں، اگر ہم صبر و شکیبائی کے حقیقی معنی سمجھنا چاہیں، اگر ہم اخلاص عمل اور تقویٰ کا حقیقی مفہوم جاننا چاہیں اگر ہم توحید و خدا شناسی

کو جاننا چاہیں تو یہ ہمیں امام حسینؑ اور کربلا میں مل جائے گا، رسولؐ فرماتے ہیں: حسینؑ منی و انا من حسینؑ، اہم جملہ "انا من حسینؑ" ہے یعنی حسینؑ میرے دین کو زندہ رکھنے، اسے حیات بخشنے والے اور اس کی علت مبقیہ ہیں، امام حسین علیہ السلام کے انقلاب سے صرف تشیع ہی "کہ یہی حقیقی اسلام ہے" باقی نہیں رہا بلکہ تسنن بھی بہر صورت باقی رہ گئی اگر امام حسینؑ کا انقلاب نہ ہوتا تو کچھ بھی باقی نہ بچتا کیونکہ خلافت ظاہری پر بیٹھنے والے نے شقاوت کی انتہا کردی تھی کہتا تھا:

لعبت ھاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل "

اگر انسان تھوڑا غور و فکر سے کام لے گا اور اجتماعی و فردی فساد کی تحقیق کرے گا تو سمجھ جائے گا کہ کتنا بڑا فاجعہ تھا اگر یہ تحریک اور دینی و ایمانی اور شرافت والا اقدام نہ ہوتا تو انسانیت بھی نہ ہوتی جیسا کہ خدا نے رسولؐ سے فرمایا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون "

اس مراد رسالت و پیغمبری امامت کو جاری رکھنا ہے، حضرت علیؑ کی مظلومیت سے غیبت امام زمانہ تک اس کی حفاظت کی ذمہ داری انھیں کے ہاتھ میں رہی لیکن امام حسینؑ کا قیام شہادت سے اور مقصد حسینیؑ کی تکمیل کرنے والی بہن زینبؑ کی اسیری تک نمایاں تھا اور ہے،

امید ہے کہ یہ کتاب، جو کہ ایک ممتاز عالم کی تالیف اور فاضل دانشور کا ترجمہ ہے، امام حسینؑ کے قیام کے بعض پہلوؤں کو واضح اور افکار کو روشن کرے گی اور ناشر کی طرف سے ایک خدمت ہوگی اور شفاعت کا ذریعہ قرار پائے گی۔

محمد تقی انصاریان

عرض مترجم

صحیفۂ کربلا کی ہر ہر داستان کو ہر مناسب موقع پر اور خاص طور پر ماہ محرم میں دہرانا مذہبی فریضہ ہی نہیں بلکہ انسانی اقدار اور اخلاقی فضائل و کمالات کی زندگی کا بھی ضامن ہے، جو درس ہمیں امام حسینؑ اور آپ کی تحریک سے ملتا ہے وہ اس وقت کی عالم اسلام کی بلند شخصیتوں میں سے کسی سے نہیں ملتا، امام حسینؑ اسلام اور اس کے تقدس کی خاطر جان قربان کر دیتے ہیں اور اس پر آنچ نہیں آنے دیتے، یہاں تک کہ فاسق و فاجر کے ہاتھ میں اس کی زمام دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اور مذہبی اماکن کا پورا پاس لحاظ رکھتے ہیں،

یزید کی بیعت کے مطالبہ کو آپ نے ٹھکرا دیا اور اس کی حقیقت کو آشکار کر دیا تو عبد اللہ بن زبیر نے بھی اس کی بیعت سے پہلوتہی کی اور آپ سے پہلے مدینہ سے مکہ پہونچ گیا، یزید نے امام حسینؑ کے قتل کیلئے حاجیوں کے لباس میں بہت سے ملحد بھیجدیئے فرزند رسولؐ نے خانہ کعبہ اور حرم خدا کے تحفظ کی خاطر مکہ چھوڑنا گوارا کر لیا اور عبد اللہ ابن زبیر جان بچانے کی خاطر حرم خدا اور خانہ کعبہ میں پناہ لی، شام کے نام نہاد مسلمانوں اور ان کے خلیفہ نے خانۂ خدا پر آگ اور پتھر برسائے اور دونوں نے جان و حکومت کے تحفظ کیلئے اسلام اور اسلامی اماکن کی حرمت و تقدس کو پامال کر دیا،

اہلبیتؑ نے قربانیاں دیکر اسلام کو بچایا، بنی امیہ، مروانیوں اور بنی عباس نے، ہوس پرستی، جاہ طلبی اور شکم پروری کیلئے اسلام کو ہتھکنڈا بنایا، اور اپنے سیاہ کارناموں کو شریعت کے مطابق ظاہر کرنے کیلئے درباری علماء کا سہارا لیا، علماء نے مال دنیا کے لالچ میں دین خدا میں حکام کے منشاء کے مطابق "بدلیاں کر ڈالیں اور نام نہاد خلیفۃ المسلمین کے سارے سیاہ کرتوت کو خدا کے ذمہ ڈال دیا اور کہا: "انسان تو محض مجبور ہے جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے، لہذا اگر خلیفہ سے کوئی فعل سرزد ہو جاتا ہے تو اس میں خلیفہ کا کوئی قصور نہیں ہے" اسے تو خدا نے مجبور پیدا کیا ہے جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے

علامہ اقبال نے "اسلام کی تشکیل جدید" میں تحریر کیا ہے کہ قضا و قدر کا غلط مفہوم بنی امیہ نے اپنے مظالم کی پردہ پوشی اور اسے شرعی رنگ دینے کی وجہ سے لوگوں کے ذہن میں بٹھایا تھا۔

استاد احمد امین مصری نے اپنی کتاب "ضحی الاسلام ج ۱ ص ۲۷" پر لکھا ہے: حق تو یہ ہے کہ اموی حکومت اسلامی نہیں تھی کہ جس میں مساوی طور پر لوگوں کے حقوق کا خیال رکھا جاتا اور عرب و عجم کو ایک آنکھ سے دیکھا جاتا، ان کی حکومت میں صرف عرب اپنے حکام اور خدمت گزاروں کو اہمیت دی جاتی تھی، ان کے احکام اور دستورات کی بنیاد جاہلی تعصبات پر ہوتی تھی، اسلام سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

تعجب کی بات ہے بنی امیہ کی حقیقت سے واقف مسلمان انھیں آج تک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور یزید ایسے فاسق و فاجر انسان پر کہ جس نے آل رسولؐ کا خون بہا کر رسولؐ اور ان کی بیٹی فاطمہؑ کا دل دکھایا اسے بھی قابل نفرین نہیں سمجھتے۔ اور دوسری طرف، حق کے نمائندہ اسلام کو زندگی عطا کرنے والے نواسۂ رسولؐ حسینؑ کا غم منانے والے شیعوں سے پرخاش رکھتے ہیں، جبکہ اس سے ظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور انسانی اقدار کا درس ملتا ہے۔ صحیفۂ کربلا کا ورق ورق، حریت، صدق و صداقت، حق و حقانیت ایثار و فداکاری، شہادت و قربانی کا درس دیتا ہے...۔

برسوں سے تمنا تھی کہ خدا مجھے مقتل حسینؑ کے ترجمہ کے شرف سے سرفراز کرے چنانچہ وہ تمنا اس سال پوری ہوگئی، شکر خدا کہ یہ ضخیم کتاب اپنے تمام مراحل طے کرکے اب طباعت کیلئے جارہی ہے، میں نے ان چیزوں کو قلم زد کرنے کی پوری کوشش کی ہے جو کہ برصغیر والوں کے نظریہ کے خلاف نظر آئیں اس کے باوجود اگر کوئی چیز وہاں کے مزاج کے خلاف نظر آئے تو اسے دامن عفو میں جگہ عنایت فرمائیں، پالنے والے حسینؑ کے صدقہ میں اس ناچیز کوشش کو قبول فرما مؤلف و مترجم اور ناشر اسلام و تشیع کی مزید خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

والسلام

نثار احمد

زیرِ نظر کتاب

واقعۂ عاشورہ تاریخ کے عظیم و جامع ترین واقعات میں سے ایک ہے، اس میں واقعۂ کربلا کے اور اس کے بعد ظریف نکات اور اس کے دقیق وقوعوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، تاریخ میں خصوصاً مغازی اور عہدِ رسول صؐ کی جنگوں میں ایسی روداد بہت کم ملتی ہے کہ جس میں ایسے ظریف نکات اور حساس و نازک نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہو،

بطورِ مثال جو مقاتل تحریک و حادثۂ عاشورہ کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں ان میں امام حسینؑ کے وہ شجاعانہ و دلیرانہ اشعار و رجز ملتے ہیں جو جنگ کے وقت یا خطبہ کے دوران آپ کی زبان پر جاری ہوئے تھے اسی طرح آپؑ کے اصحاب و انصار کے اشعار و رجز بھی ان مقاتل میں مرقوم ہیں جبکہ جنگوں اور غزوات میں ایسی جزئی چیزوں کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی ہے، امام حسینؑ کے اصحاب اور ان کے قاتلوں کے نام بھی درج ہیں یہاں تک کہ ان کے میدان میں جانے اور شہادت پانے کی ترتیب اور وہ جملے درج ہیں جو امام حسینؑ نے ان کے سرہانے بیان فرمائے تھے، نیز اہلبیتؑ کے وہ خطبات اور تقاریر ثبت ہیں جو سفر اور اسیری کے زمانہ میں کی تھیں،

یہ خصوصیات ہمیں صرف واقعۂ کربلا میں نظر آتی ہیں ان خصوصیات سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ۶۱ھ کے حادثۂ عاشورہ کو نقل کرنے والوں اور لکھنے والوں نے بہت زیادہ اہمیت

دی ہے۔

دوسری طرف اس عظیم تاریخی روداد کو، کہ جس میں صدیوں گزر جانے کے بعد آج بھی نیا پن کشش اور سبق آموز چیز نظر آتی ہے، مختلف انداز میں لکھا ہے، کہ یہ اس عظیم حادثہ کو مختلف زاویوں سے دیکھنے کا نتیجہ ہے۔ ہم یہاں ان میں سے چند اسالیب پیش کرتے ہیں۔

البتہ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ یہاں ان اسالیب پر تنقید یا ان کی تقویت کا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہم ان اسالیب کا انتخاب کرنا چاہتے، ان میں سے لکھنے والوں نے جو روش بھی اپنائی اور جس کے مطابق اپنی کتاب تالیف کی ہے وہ اسی نہج کے لحاظ قابل ستائش ہے کیونکہ امام حسینؑ کی تحریک کے مختلف پہلوؤں میں ان میں سے جس سے بھی مقتل لکھنے والا زیادہ متاثر ہوا ہے اس نے اس کی تحقیق اور شرح و وضاحت پر زور دیا ہے۔ ہم ان آثار میں سے بعض کے نام تحریر کرنا چاہتے ہیں کہ جو کربلا سے متعلق پیش کئے گئے ہیں تاکہ ان میں اور زیر نظر کتاب میں ایک موازنہ بھی ہو جائے۔

(۱) حادثہ کربلا کی جمع آوری اور نگارش صرف ایک تاریخی واقعہ کے عنوان سے ہوتی ہے جیسا کہ دوسری تاریخی رودادوں کو مناسب جگہ و زمانہ میں لکھا گیا ہے۔

البتہ بعض نے تفصیلی طور پر نقل کیا ہے، مثلاً "تاریخ طبری اور الکامل فی التاریخ اور بعض نے بہت ہی اختصار سے کام لیا ہے جیسے "تاریخ یعقوبی"، "مروج الذہب"۔ کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے حادثۂ کربلا کو نہ تفصیلی طور پر قلم بند کیا اور نہ اختصار کے ساتھ، بلکہ میانہ روی اختیار کی ہے۔ جیسے شیخ مفید نے ارشاد میں ابن نما نے مثیر الاحزان میں اور سید ابن طاؤس نے الملہوف میں، تحریر کیا ہے۔

(۲) بعض نے براہ راست مقتل ہی نہیں لکھے ہیں بلکہ امام حسینؑ کی سوانح عمری، سیرت اور آپ کے مناقب فضائل تحریر کئے ہیں اور ضمنی طور پر واقعہ کربلا کو بیان کیا ہے، جیسے علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں، بحرانی نے "عوالم" میں، شبّر نے "جلاء العیون" میں، اربلی نے "کشف الغمہ" میں اور ابن شہر آشوب نے "مناقب" میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

(۳) بعض اہل قلم نے تحریک کربلا کو تجزیہ و تحلیل کی نظر سے دیکھا ہے اور اس نظریہ کے تحت دیکھا

ہے کہ مکتب عاشورہ لوگوں کو شجاعت، صبر، ایثار، وفا، ایمان، اخلاص اور خدا سے عشق کا سبق دیتا ہے عاشورہ سے متعلق حوادث کو بھی جمع کیا ہے، جیسا کہ علائلی نے "موالذات" میں اور باقر شریف قرشی نے "حیات الحسین" میں لکھا ہے۔

④ بعض صاحبان قلم نے انقلاب کربلا کو ایک دلیرانہ تحریک کے عنوان سے پیش کیا اور واقعہ کربلا کے اس پہلو کو تحقیق کا موضوع بنایا کربلا کے شجاعانہ کارناموں کو جمع کیا ہے اور اس سے تعلق رکھنے والے نکات کو یکجا کیا ہے، جیسا کہ شہید مطہری نے "حماسہ حسینی" تحریر کی ہے۔

⑤ بعض صاحبان تالیف نے امام حسینؑ کے انقلاب کے اسباب وعلل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور آپ کی تحریک کے محرکات کو جمع کیا ہے۔ یہ تھے مقتل نویسی اور حادثہ عاشورہ کو روشن کرنے کے سلسلے میں صاحبان قلم کی روش کے چند نمونے۔

اسلوب نگارش

اس کتاب کی نگارش میں واقعہ کربلا کی ترتیب کے لحاظ سے، امام حسینؑ آپ کے اہلبیتؑ اور اصحاب کا سفر موضوع بحث ہے، یہ مدینہ سے شروع ہوتا ہے اور مدینہ ہی پر آکر ختم ہوجاتا ہے، اس سفر کی پانچ منزلیں ہیں،

پہلا سفر: مدینہ سے مکہ کی طرف یزید کی بیعت کو ٹھکرانے اور دنیا بھر کے مسلمانوں تک یہ پیغام پہونچانے کیلئے کیا، کہ یزید کی بیعت نہ کی جائے اس کے اندر مسلمانوں کا خلیفہ بننے کی صلاحیت نہیں ہے، ملاقاتوں، تقریروں اور خط وکتابت کے ذریعہ "جیسا کہ اہل کوفہ وبصرہ کے نام خط لکھے تھے" لوگوں تک اپنا پیغام پہنچایا۔

دوسرا سفر: مکہ سے عراق کی طرف، جو بظاہر اہل کوفہ کی دعوت پر کیا تھا، انہوں نے آپ کو ہزاروں خطوط لکھے تھے اور بہت سے قاصد بھی اہل کوفہ کا پیغام لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے

تھے، لیکن حقیقت یہ تھی کہ آپؑ کے دوش پر ایک عظیم پیغام کو پہونچانے کی ذمہ داری تھی یہ انسانوں کی سعادت، آگہی و بیداری اور اس فساد کو ختم کرنے کے سلسلے میں انقلاب بپا کرنا تھا، لوگ فساد میں مبتلا تھے جیسا کہ آپ نے اپنے انقلاب کے فلسفہ میں بیان کیا ہے،

«...اِنّي لَمْ اَخْرُجْ اَشِراً وَلا بَطِراً وَلا مُفْسِداً وَلا ظالِماً وَاِنَّما خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلاحِ فِي اُمَّةِ جَدّي ﷺ اُرِيدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَاَنْهىٰ عَنِ الْمُنْكَرِ...»(۱)

اس کا اختتام شہادت تھی، امام حسینؑ بھی اس سے اچھی طرح واقف تھے، چنانچہ فرماتے ہیں: رسولؐ کا ارشاد ہے: «شاءَ اللّٰهُ اَنْ يَراكَ قَتيلاً» ۲ نیز فرماتے ہیں: «اَمَرَني رَسُولُ اللّٰهِ بِاَمْرٍ وَاَنا ماضٍ فِيهِ» ۳

تیسرا سفر: شام کی طرف اہلبیتؑ کا سفر ہے اس میں تبلیغ اور امام حسینؑ کا پیغام پہونچانے کی ذمہ داری ہے،

چوتھا سفر: شام سے کربلا کی طرف، تاکہ اپنے امام، بیٹوں، عزیزوں اور انصار کے مرقد پر ماتم و عزاداری برپا کریں،

پانچواں سفر: مدینہ کی طرف بازگشت،

اس کتاب کو انہیں سفروں کے لحاظ سے مرتب کیا ہے اور چونکہ ان سفروں سے پہلے، بعد میں اور درمیان میں بہت سے حوادث رونما ہوئے ہیں لہٰذا کتاب کے پہلے حصّہ کو دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے اور ان فصلوں میں رونما ہونے والے حوادث کو بیان کیا ہے،

---

۱ میں ظلم و زیادتی فساد و تفریح اور تکبر کی وجہ سے نہیں نکلا ہوں بلکہ میں اپنے جد کی امت کی اصلاح چاہتا ہوں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو وجود میں لانا چاہتا ہوں،

۲ خدا تمہیں مقتول دیکھنا چاہتا ہے،

۳ رسولؐ نے مجھے ایک چیز کا حکم دیا ہے میں اس پر عمل کر کے رہوں گا،

اس کتاب کی خصوصیات

① کتاب کو امام حسینؑ اور اہلبیتؑ کے مدینہ سے مدینہ تک کے سفر کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔

② مکہ سے کربلا تک امام حسینؑ جن منزلوں سے گزرے ہیں اور ان منزلوں پر جن افراد سے ملاقات کی ہے ان کے اسماء اور ان کا مختصر تعارف لکھ دیا ہے۔

③ کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہادت پانے والے مشہور بہتر شہیدوں سے زیادہ افراد کے نام رقم کیئے ہیں۔

④ امام حسینؑ کے اصحاب وانصار میں سے ہر ایک کا مختصر تعارف مصادر سے اخذ کر کے یا حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔

⑤ ان لوگوں کا حال بھی قلم بند کر دیا ہے جن کا کسی مناسبت سے اس کتاب میں نام آیا ہے

⑥ ان لوگوں کے اسماء بھی درج کر دیئے ہیں جو امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے۔ لیکن مختلف اسباب کی بنا پر درجۂ شہادت پر فائز نہ ہو سکے۔

⑦ ان عورتوں اور بچوں کے اسماء بھی لکھ دیئے جو شہادت کے بعد امام زین العابدینؑ کے ساتھ اسیر ہوئے۔

⑧ شام جاتے ہوئے جن منزلوں سے اہلبیتؑ گذرے تھے ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

⑨ ان روایات و احادیث کو بھی نقل کیا گیا ہے جو اس بات کی حکایت کرتی ہیں کہ امام حسینؑ شہادت اور اسکے بعد رونما ہونے والے وقائع سے مطلع تھے۔

یاد رہے کہ مذکورہ مطالب دوسری کتابوں میں بھی بیان ہوئے ہیں لیکن ان مطالب کی ترتیب و جمع آوری اور دستہ بندی اس کتاب کی خصوصیات میں سے ہیں۔

نامِ کتاب

اس نکتہ کی طرف توجہ مبذول کرادینا ضروری ہے کہ اس کتاب کا نام ہم نے قرآن مجید سے نکالا کیونکہ خداوند عالم نے گذشتہ واقعات اور روداد کو قصہ سے تعبیر کیا ہے لفظ قصہ اور اس کے مشتقات قرآن میں نسبتاً زیادہ استعمال ہوئے ہیں، مثلاً اصحاب کہف کے بارے میں فرماتا ہے ﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ﴾[1] اسی طرح گذشتہ انبیاء کے حالات کو قصص کے عنوان سے پیش کرتا ہے مثلاً سورہ غافر میں ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ﴾[2]، نیز سورہ نساء میں فرماتا ہے: ﴿وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ﴾[3] اور سورہ ہود میں فرماتا ہے: ﴿وَكُلاًّ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ﴾[4]

یہاں تک کہ رسولؐ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں کے سامنے قصے بیان کیجئے تاکہ وہ غور کریں:

﴿فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

دیگر واقعات کو بھی اسی نام سے یاد کیا ہے فرماتا ہے: ﴿ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ﴾[5] اور ﴿كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ مَا قَدْ سَبَقَ﴾[6]

---

۱. سورہ کہف ۱۳،

۲. سورہ غافر ۷۸،

۳. سورہ نساء: ۱۶۴،

۴. سورہ ہود: ۱۲۰،

۵. سورہ ہود: ۱۰۰،

۶. سورہ طٰہٰ: ۹۹،

بہرحال لفظ قصہ کے معنی اثر کے تبع [۱] اور گذشتہ حوادث پر نظر ڈالنے کے ہیں اور سانحہ کربلا تاریخ اسلام کا بڑا حادثہ ہے، کہ جس پر غور کرنا چاہیئے اور جس طرح قرآن کے بیان کرنے کا مقصد صرف علم وآگہی نہیں ہے بلکہ قرآن نے ان کے بیان کرنے کی وجہ غور کرنا یا عبرت بیان کی ہے، اسی طرح قصہ کربلا بھی تاریخ اسلام کی اہم روداد وں میں اور بڑے الہٰی انقلابوں میں سے ایک ہے نیز یہ کہ ہر قاری کو غور و فکر میں مستغرق کردیتا ہے اور اپنے ان پہلوؤں سے جو کہ اس کے اندر ہیں، امتوں اور انسانی معاشروں کی ہدایت کرتا ہے،

زیر نظر کتاب کی تالیف میں مصادر و منابع سے استفادہ کیا گیا ہے اور حتی المقدور معتبر مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے ممکن ہے کہ مطالب کے ضمن میں بعض افراد کے نام مشہور کے خلاف نقل ہوئے ہوں اور دونوں میں مطابقت نہ ہو، ممکن ہے دوسری کتب میں نقل ہونے والوں سے بالکل مختلف ہوں بلکہ اسی کتاب میں دوسری جگہ دوسرے طریقہ سے نقل ہوئے ہوں اس کی وجہ مصدر سے نقل کرنے میں امانت کا تحفظ ہے،

علی نظری منفرد

---

[۱] مفردات راغب ص ۴۰۴،

پیش گفتار

جن افراد نے انسانیت کو تمام تاریخی مراحل میں پیش کیا اور اس کے بلند افکار کی بنیاد رکھی اور فردی و اجتماعی اقدار کو وجود بخشا ہے۔ ان میں سید الشہداء حضرت حسین بن علی سب سے نمایاں ہیں۔

آپ نے بشریت کی معنوی و تکاملی راہ پر چھائی ہوئی تاریکیوں کو نور ہدایت کے ذریعہ چھانٹ دیا اور حقیقت کے متلاشی اور راہ کمال پر چلنے والوں کو یہ بشارت دی کہ دلوں کے افق پر صبح ہدایت طلوع ہونے والی ہے۔

آپ ایسے سچے معلم تھے کہ جس نے اپنے جد "رسول" کے پیغام کو استحکام بخشنے کے سلسلے میں جہاد، فساد کے پیکر (یزید) سے جنگ اور ظلم و ستم کو نابود کیا ایمان و عدل کے مکتب کی بنیاد رکھ کر انسانوں کو سرنوشت ساز سبق دیا۔

آپ اپنے تاریخی انقلاب میں سیاسی حیثیت اور مادی فوائد نہیں حاصل کرنا چاہتے تھے، آپ کا مقصد تو صرف گمراہوں کو گمراہی کے گرداب سے نجات دلانا اور انہیں صراط مستقیم کی طرف بلانا تھا۔[1]

آپ تو اس لئے اٹھے تھے تاکہ امت اسلامیہ کی فلاح و صلاح کی طرف راہنمائی کریں اور

---

[1] مصباح المتہجد ص ۷۵۱، "زیارت اربعین"

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیکر حاکمیت خدا کا بول بالا کریں [1]

آپؑ کے مقصد کے تقدس اور نیت کے خلوص نے قوموں کے درمیان زندگی و رواج پایا ہے بشریت آپ کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گی کہ آپ تمام خوبیوں کا نمونہ ہیں،

امام حسینؑ تاریخ کے اس اہم و حساس موڑ پر اسلام کے مسلّم اصولوں کو پامال ہوتے بدعتوں کو پھیلتے اور فسادات کو بڑھتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ آپؑ ایک خدائی نمائندہ کی حیثیت سے خود کو بنی امیہ سے مقابلہ کرنے کا ذمہ دار سمجھتے تھے، چنانچہ پوری طاقت کے ساتھ آپ ان ظالم و سرکش اور شرک و فساد کے پیکروں کے مقابلہ میں آگئے ہو جو کہ آل ابی سفیان نے تراشے تھے، اس انقلاب کی زمین آپؑ کے والد حضرت علیؑ اور بھائی حسنؑ نے نہایت سخت اور طولانی زمانہ میں ہموار کی تھی،

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: وہ ایسے انسان ہیں جس نے ذلت و رسوائی کو قریب تک نہیں پھٹکنے دیا اور تلوار کے سایہ میں انحطاط و پستی اور ذلت پر جواں مردی اور شہادت کو انتخاب کیا، آپ اور آپ کے انصار کو امان دینے کی کوشش کی گئی لیکن آپؑ نے قبول نہیں کی [2]

اس پیش گفتار میں ہم اس کم نظیر شخصیت سے متعلق بعض موضوعات کا تفصیلی ترجمہ نہیں کریں گے ایسی شخصیت کہ جس کی یاد صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی دلوں میں موجزن اور زبانوں پر جاری ہے،

آپؑ کی پر افتخار تحریک قوموں کے لئے درس آموز ہے، آپ کی شہادت کا خون نامہ اسلام و قرآن کے صحیفہ حیات کی سرخی آپ کے اہلبیتؑ کی اسیری، دشمنوں کی رسوائی کا باعث، آپؑ کی فداکاری کے پہلو

---

[1] «إنّي لَمْ أخرُجْ أشِراً وَلا بَطِراً وَلا مُفْسِداً وَلا ظالِماً وَإنَّما خَرَجْتُ لِطَلَبِ الإصْلاحِ في أُمَّةِ جَدِّي صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أُريدُ أنْ آمُرَ بِالمَعْرُوفِ وَأنْهى عَنِ المُنْكَرِ» بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۹،

میں ظلم و زیادتی، فساد و تفریح اور بڑا بننے کیلئے نہیں نکلا ہوں بلکہ اپنے جد کی امت کی اصلاح کے لئے نکلا ہوں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل کرنا چاہتا ہوں،

[2] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۴۹،

دنیا کی حیرت کا سبب اور آپ کے صبر و شجاعت سے خدا کے ملائکہ محو حیرت ہیں [۱]

رسولؐ کے چچا عباس بن مطلب کی زوجہ ام الفضلؓ [۲] کہتی ہیں: میں نے خواب میں دیکھا گویا رسولؐ کے بدن کا ایک ٹکڑا جدا کر کے میرے دامن میں رکھ دیا گیا ہے، جب میں خواب سے بیدار ہوئی تو اس بات کا خوف لاحق ہوا کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے، رسولؐ کی خدمت میں آئی، آپؐ سے خواب نقل کیا، فرمایا: کتنا اچھا خواب ہے! انشاء اللہ فاطمہؑ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہارے زیر دامن پرورش پائے گا، چند دنوں کے بعد حسینؑ نے ولادت پائی اور رسولؐ کی پیشین گوئی کے مطابق آپ نے ام الفضل «لبابہ» کی آغوش میں تربیت پائی [۳]۔

رسولؐ اور ولادت حسینؑ

جب رسولؐ کو حسینؑ کی ولادت کی خبر ملی تو فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے، رنج و غم کے آثار چہرۂ مبارک سے عیاں تھے چنانچہ رقت آمیز لہجہ میں فرمایا: اے اسماء! ذرا میرے بیٹے کو لاؤ، اسماء نے سفید کپڑے میں لپیٹ کر بچہ رسولؐ کو دیا آپؐ نے بچہ آغوش میں لیا، بوسہ دیا اور رونے لگے، اسماء آپ کی یہ حالت دیکھ کر پریشان ہو گئیں اور عرض کی: اے رسولؐ خدا! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟

رسولؐ نے فرمایا: میں اپنے اس بیٹے کے لئے رو رہا ہوں، یہ بات سنکر اسماء اور زیادہ پریشان

۱۔ «قد عجبت من صبرك ملائكة السموات» زیارت ناحیہ مقدسہ۔

۲۔ یہ حارث بن حزن ہلالی کی بیٹی لبابہ ہیں اور ان کی بہن میمونہ رسولؐ کی زوجہ ہیں کہا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہؑ کے بعد رسولؐ پر ایمان لانے والی یہ دوسری عورت ہیں عباس سے ان کے سات بچے فضل، عبداللہ، عبیداللہ، معبد، قثم، عبدالرحمن اور ایک بیٹی ام حبیبہ ہیں، استیعاب ج ۴ ص ۱۹۰۷۔

۳۔ مستدرک الصحیحین، ج ۳ ص ۱۷۶۔

ہوگئیں اور عرض کی یہ بچہ تو ابھی ابھی پیدا ہوا ہے، رسولؐ نے فرمایا: اسے ظالم و سرکش لوگ شہید کریں گے خدا انہیں میری شفاعت نصیب نہ کرے۔[۱]

اس کے بعد رسولؐ اپنی جگہ سے اٹھے اور رقت آمیز لہجہ میں اسماء سے فرمایا: اس واقعہ کو فاطمہؑ سے نقل نہ کرنا کیونکہ ابھی ابھی ان کے بطن سے اس بچہ کی ولادت ہوئی ہے۔[۲]

رسم نام گذاری

حسینؑ نے ولادت پائی تو رسولؐ نے انھیں آغوش میں لیکر داہیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی[۳] اور آپؐ کے حکم سے ان کا نام حسینؑ رکھا گیا[۴]،

مورخین نے لکھا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عرب، حسن و حسین نام کو نہیں جانتے تھے چہ جائیکہ اپنے بچوں کا نام رکھتے، یہ دونوں نام رسولؐ کو خدا کی طرف سے وحی کے ذریعہ معلوم ہوئے اور فاطمہؑ کے بچوں کے نام رکھے گئے[۵]،

---

[۱] « تَقْتُلُهُ الفِئَةُ الباغِيَةُ مِنْ بَعْدِي لا أنالَهُمُ اللهُ شَفاعَتِي »

[۲] حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۱ ص ۲۷، اور شیخ صدوق کی امالی کی چھبیسویں مجلس حدیث ۵ میں آیا ہے کہ رسولؐ نے حسینؑ کو ولادت کے بعد صفیہ بنت عبد المطلب کو دیا، درانحالیکہ آپؐ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے اور فرما رہے تھے: خدا لعنت کرے اس گروہ پر جو تجھے قتل کرے گا یہی جملہ آپؐ نے تین بار کہا: تو صفیہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان انھیں کون قتل کرے گا، فرمایا: « بَقِيَّةُ الفِئَةِ الباغِيَةِ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ » امالی میں ہے: بقیۃ الفئۃ الباغیہ، لیکن بظاہر تقتله الفئة الباغية ہی ہونا چاہیئے،

[۳] کشف الغمہ ج ۲ ص ۳ و ۴،

[۴] کشف الغمہ ج ۲ ص ۴،   [۵] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۱،

سیوطی نے نقل کیا ہے کہ: حسنؑ و حسینؑ اہل بہشت کے اسماء میں سے دو نام ہیں، عرب اپنے بچوں کا یہ نام نہیں رکھتے تھے[۱]

سنت اسلامی کی بنیاد پر رسولؐ نے ولادت کے ساتویں روز دو گوسفند سے حسینؑ کا عقیقہ کیا، اس میں سے کچھ دائی کو دیا نیز حسینؑ کے بالوں کے برابر چاندی تصدق کی اور آپؑ کے سر پر معطر چیز کی مالش کی۔[۲]

شمائل

امیر المومنینؑ سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: حسنؑ سر سے سینہ تک سب سے زیادہ رسولؐ سے مشابہ تھے اور حسینؑ سینہ سے پاؤں تک سب سے زیادہ رسولؐ سے مشابہ تھے ان دونوں نے رسولؐ کی شباہت کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا[۳]۔

ابو رافع کہتے ہیں: فاطمہؑ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یہ حسنؑ و حسینؑ آپؐ کے بیٹے ہیں انہیں کچھ عطا کیجئے۔

رسولؐ نے فرمایا: میں نے اپنا حلم و حلیہ حسنؑ کو اور اپنی شجاعت حسینؑ کو عطا کی۔ فاطمہؑ نے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ! میں آپؐ کی عطا کردہ چیز وں سے خوش ہوں[۴]

شخصیت

ہر فرد کی شخصیت کی نقشہ کشی ان خصوصیات سے ہوتی ہے کہ جن میں نمایاں ترین، علم، ایمان،

۱۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۸۸۔

۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۱۷۔

۳۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۲۳۹۔

۴۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۱۸۔

جہاد، مبارزہ، ایثار، استقامت، پاکیزگی، اخلاص اور زہد وتقویٰ ہیں، ممکن ہے ان خصوصیات میں سے بعض کسی کے اندر ہوں لیکن ان سب کا غیر معصوم میں جمع ہونا ناممکن ہے، امام چونکہ معاشرہ کا رہبر ہوتا ہے اور قول وفعل میں لوگ اس کی اقتدا کرتے ہیں اس لئے اس میں ان خصوصیات کو بدرجہ اتم ہونا چاہیئے، سید الشہداءؑ کے صفات کمال اور اخلاقی فضائل زبان زد خاص وعام تھے، ہم یہاں اس عظیم شخصیت کی بعض تعریفیں سپرد قلم کرتے ہیں:

قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو کہ تصریح، تاویل وکنایہ کے طور پر خاندان عترت رسولؐ سے متعلق ہیں، ہم ان میں سے بعض کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں،

(۱) آیۂ مودت: ﴿قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾ [۱]

ابن عباس کہتے ہیں جب یہ آیۂ نازل ہوئی تو ہم نے رسولؐ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کے قرابت دار کون ہیں کہ جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ رسولؐ نے فرمایا: علیؑ وفاطمہؑ اور ان کے دو بیٹے ہیں، [۲]

(۲) آیۂ تطہیر: إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً [۳]

عائشہ نے بیان کیا ہے: ایک روز صبح کے وقت رسولؐ بردیمانی اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے اسی اثناء میں حسنؑ وحسینؑ اور فاطمہؑ وعلیؑ ترتیب سے مختصر فاصلہ کے بعد رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے رسولؐ نے بھی بہ ترتیب سب کو بردیمانی اڑھادی اور فرمایا: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾ [۴]

۱؎ سورہ شوریٰ: ۲۳،

۲؎ عمدہ ابن بطریق ص ۵۰،

۳؎ سورہ احزاب: ۳۳،

۴؎ صحیح مسلم ج ۷ ص ۱۳۰،

دوسری روایت میں ہے کہ باپ اور ایک بیٹا عائشہ کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت علیؑ کے بارے میں کچھ پوچھا عائشہ نے جواب دیا کہ تم اس مرد کے بارے میں پوچھ رہے ہو جو رسولؐ خدا کی نظروں میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور ان کی بیٹی فاطمہؑ ان کی زوجہ ہیں، میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسولؐ نے علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور ان پر ایک چادر ڈال کر فرمایا: اے اللہ یہی میرے اہلبیتؑ ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ اور پاک رکھ۔[۱] میں بھی ان کے قریب گئی اور عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ میں بھی تو آپ کے اہلبیتؑ میں سے ہوں، فرمایا: تم یہاں سے اٹھو اور چلی جاؤ۔[۲]

(۳) آیہ مباہلہ: ﴿فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ﴾[۳]

جن آیات کے بارے میں مسلمانوں کا یہ اتفاق ہے کہ وہ سید الشہداءؑ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک آیہ مباہلہ بھی ہے؛ اہلسنت کی تفاسیر اور محدثین مورخین کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نصارائے نجران سے مباہلہ میں رسولؐ کے ساتھ جو اشخاص شریک تھے وہ علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ تھے۔[۴]

یہ خود اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ خدا اور رسولؐ کی نظروں میں سب سے زیادہ محبوب تھے، آیہ مباہلہ خدا سے ان کے خاص تقرب و جلالت کو نمایاں کرتی ہے اور حسینؑ بن علیؑ کے لئے یہ فضیلت کافی ہے۔

۱۔ «اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيراً»

۲۔ مختصر تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۹۳،

۳۔ سورہ آل عمران: ۶۱،

۴۔ تفسیر فخر رازی ج ۸ ص ۸۰، مختصر تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۸۹۔

روایات کی روشنی میں

(۱) رسولؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں[۱]

(۲) دوسری روایت میں ہے کہ چند اشخاص رسولؐ کے ہمراہ مہمانی میں جا رہے تھے، آگے آگے رسولؐ چل رہے تھے راستے میں حسینؑ کو دیکھا، رسولؐ نے انھیں پکڑنا چاہا لیکن حسینؑ ادھر ادھر دوڑنے لگے اس پر رسولؐ مسکراتے رہے یہاں تک حسینؑ کو آغوش میں اٹھا لیا اور ایک ہاتھ گدی کے پیچھے اور دوسرا ٹھڈی کے نیچے لگایا اور اپنے لبوں سے حسینؑ کے لبوں کا بوسہ لیا اور فرمایا: حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں اے اللہ جو اسے دوست رکھے تو اسے دوست رکھ[۲]

(۳) نیز رسولؐ سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص حسنؑ و حسینؑ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جو ان کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے[۳]

(۴) راوی کہتا ہے کہ میں رسولؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ ان کے دوش پر سوار ہیں، میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ ان دونوں کو دوست رکھتے ہیں فرمایا: کیوں دوست نہ رکھوں کہ باغ دنیا سے میرے دو پھول ہیں[۴]

(۵) دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں میں ایک دوسرے پر برتری کے سلسلے میں اختلاف ہو گیا وقضیہ کے فیصلہ کیلئے ایک ان کے درمیان سے مدینہ گیا، حذیفہ یمان سے ملاقات کی ان سے واقعہ بیان

۱۔ «الحسنُ والحسينُ سيّدا شبابِ أهلِ الجنّة» طبقات ابن سعد ترجمہ امام حسینؑ ص ۲۸،

۲۔ «حسينٌ منّي وأنا منه أحبّ اللهُ مَن أحبّ حسيناً» طبقات ابن سعد ترجمہ امام حسینؑ ص ۲۷،

۳۔ «مَن أحبّ الحسنَ والحسينَ فقد أحبّني ومَن أبغضهما فقد أبغضني» طبقات ابن سعد ترجمہ امام حسینؑ ص ۲۰

۴۔ کنز العمال ج ۱۳ ص ۱۷۱ حدیث ۳۷۷۱۲،

کیا حذیفہ نے جواب دیا : تم نے علم و آگہی رکھنے والے آدمی سے سوال کیا ہے میں تمہارے سامنے واقعہ نقل کرتا ہوں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا اور ذہن نشین کر لیا ہے، ایک روز رسولؐ گھر سے باہر آئے اور میں نے انھیں بالکل اسی طرح دیکھا جس طرح تمہیں دیکھ رہا ہوں میں نے دیکھا کہ حسینؑ کو اپنے ہاتھ پر سوار کئے ہوئے ہیں اور اپنا ہاتھ ان کے پاؤں کے نیچے رکھ رکھا ہے اور انھیں سینے سے لگا کر دبا رہے ہیں اسکے بعد مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اگر میرے بعد تم نے بہترین شخص کے بارے میں اختلاف کیا تو میں اس کا تعارف کراتا ہوں ،

یہ حسینؑ بن علیؑ جد اور جدہ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے بہتر ہیں ، کیونکہ ان کے جد سید الانبیاء رسولؐ اللہ ہیں اور ان کی نانی اللہ اور اس کے رسولؐ کی رسالت پر ایمان لانے والی اولین عورت خدیجہ بنت خویلد ہیں ،

یہ حسینؑ بن علیؑ باپ اور ماں کے لحاظ سے سب سے افضل و بہتر ہیں کیونکہ ان کے والد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں جو کہ رسولؐ کے بھائی اور جانشین ہیں ، جو رسولؐ پر سب مردوں سے پہلے ایمان لائے اور ان کی والدہ تمام عورتوں کی سردار فاطمہؑ ہیں ،

یہ حسینؑ بن علیؑ چچا اور پھوپھی کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں کیونکہ دو پر والے جعفر بن ابی طالب ان کے چچا ہیں اور ابو طالب کی بیٹی ام ہانی ان کی پھوپھی ہیں ،

اس کے بعد انھیں ہاتھ سے اتارا اور فرمایا : اے لوگو! یہ حسینؑ بن علیؑ ہیں ان کے نانا ، نانی ، ماں باپ اور چچا و پھوپھی جنتی ہیں یہ خود اور ان کے بھائی جنت میں جائیں گے جو حسینؑ کو عطا ہوا ہے وہ انبیاء کی اولاد میں سے کسی کو نہیں ملا ہے مگر یوسف بن یعقوب کو[1]

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۲۸

شہادت کی پیشین گوئی

(۱) رسولؐ ام سلمہ کے گھر تھے ام سلمہ سے فرمایا: کسی کو بھی میرے پاس آنے کی اجازت نہ دینا اسی اثنا میں حسینؑ آگئے کہ اس زمانہ میں بچہ تھے، ام سلمہ انہیں رسولؐ کے پاس جانے سے نہ روک سکیں اور حسینؑ حجرہ میں داخل ہو گئے، ام سلمہ بھی ان کے پیچھے پیچھے حجرہ میں داخل ہو گئیں دیکھا کہ حسینؑ رسولؐ کے سینہ پر لیٹے ہیں اور رسولؐ خدا ہاتھ میں کوئی چیز لئے ہیں اور رو رہے ہیں، اس کے بعد ان کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے ام سلمہ! جبریل نے ابھی مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ قتل کیا جائے گا، پھر جو مٹی آپؐ کے ہاتھ میں تھی وہ ام سلمہ کو دی اور کہا: اسے اپنے پاس حفاظت سے رکھو جب تم یہ دیکھو کہ مٹی خون ہو گئی ہے تو سمجھنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے ہیں،

ام سلمہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ! خدا سے درخواست کیجئے کہ انھیں قتل ہونے سے بچالے، رسولؐ نے فرمایا: میں نے درخواست کی تھی لیکن وحی نازل ہوئی کہ حسینؑ کے لئے ایک درجہ ہے جس پر آدمیوں میں سے کوئی نہیں پہونچے گا وہ اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے، مہدیؑ ان کی اولاد میں ہونگے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حسینؑ کے شیعہ ہیں خدا کی قسم ان کے شیعہ قیامت کے دن رستگار ہوں گے۔[1]

(۲) عبد اللہ بن یحییٰ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ہم علیؑ کے ہمراہ صفین کی طرف جا رہے تھے جب نینوا پر پہونچے تو علیؑ نے فرمایا: اے ابو عبد اللہ صبر کرو! اے ابو عبد اللہ فرات کے کنارے صبر کرنا، میں نے عرض کی: ان کلمات سے آپؑ کی مراد کیا ہے؟ فرمایا: ایک دن میں رسولؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوا دیکھا کہ گریہ فرما رہے ہیں میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا: جبریل ابھی یہاں تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ حسینؑ فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے اس کے بعد کہا کیا آپؐ ان کی قبر

---

[1] امالی شیخ صدوق مجلس ۲۹ حدیث ۳، البدایہ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۱۹ پر مختصر اختلاف کے ساتھ ام سلمہ سے یہ روایت مرقوم ہے۔

کی خاک سونگھنا چاہتے ہیں؟ پھر ایک مشت خاک مجھے دی اسلئے رو رہا ہوں [۱]

(۳) انس بن حارث کہتے ہیں: میں نے سنا کہ رسولؐ نے فرمایا: یقیناً میرا بیٹا حسینؑ سرزمین عراق پر قتل کیا جائے گا اس وقت ان کے زمانہ کے ہر شخص کو ان کی مدد کرنا چاہیئے [۲]

(۴) ابو وائل شقیق بن سلمہ نے ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حسنؑ و حسینؑ میرے حجرے میں رسول خداؐ کے پاس تھے کہ پیغمبرؐ پر جبرئیل نازل ہوئے اور حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا، اے محمدؐ آپؐ کی امت آپؐ کے بعد آپؐ کے بیٹے کو قتل کرے گی، یہ سنکر رسولؐ رونے لگے اور حسینؑ کو سینہ سے لگایا، پھر رسولؐ نے فرمایا: یہ خاک تمہارے پاس ودیعت ہے، اسے سونگھا اور فرمایا: افسوس کرب و بلا پر،

ام سلمہ کہتی ہیں: رسولؐ نے مجھ سے فرمایا: اے ام سلمہ جب تم یہ دیکھنا یہ خاک خون ہو گئی ہے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسینؑ قتل کر دیا گیا ہے،

ام سلمہ نے اس خاک کو شیشی میں رکھ دیا اور ہر روز اسے دیکھتی اور کہتی تھیں اے خاک! جس دن تو خون میں بدل جائیگی وہ بڑا مصیبت ناک دن ہوگا، [۳]

---

[۱] مسند احمد حنبل ج ۱ ص ۸۵،

[۲] دلائل النبوۃ ابی نعیم ج ۲ ص ۵۵۴، ح ۴۹۳،

[۳] معجم کبیر طبرانی ج ۳ ص ۱۱۴، ح ۲۸۱۷،

إِنِّي لا أَرَى الْمَوْتَ إِلَّا سَعَادَةً

وَ الْحَيَاةَ مَعَ الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَماً

بے شک میں موت کو سعادت و کامیابی اور ظالموں

کے ساتھ زندہ رہنے کو ذلت و عار سمجھتا ہوں۔

پہلا حصّہ

مدینہ سے مدینہ تک

فصل اول

مدینہ میں

اہل کوفہ کا خط

امام حسن مجتبیٰ ؑ کی وفات کے بعد کوفہ کے شیعہ ۔ جن میں جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کے بیٹے بھی شامل تھے ۔ سلیمان بن صرد کے گھر میں جمع ہوئے اور امام حسین ؑ کو امام حسن ؑ کی وفات کی مناسبت سے تعزیت نامہ کے ضمن میں لکھا کہ خدائے متعال نے آپ کو گذشتگان کا خلیفہ و جانشین قرار دیا ہے اور ہم آپ کے غم سے مغموم اور حزن سے محزون ہیں ، آپ کی مسرت ہماری خوشی ہے اور ہم آپ کے حکم کے منتظر ہیں ۔

۔ جعدہ بن ہبیرہ کے بیٹے [1]

[1] جعدہ بن ہبیرہ حضرت علی ؑ کے بھانجے ، ام ہانی بنت ابوطالب کے بیٹے ، تھے کہتے ہیں کہ جعدہ زمانۂ رسول ؐ میں پیدا ہو چکے تھے لیکن ان کا شمار اصحاب رسول ؐ میں نہیں ہوتا ہے انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی ، ابن عبد البر ابونعیم اور ابن اثیر نے انہیں صحابی تسلیم کیا ہے ، ابن حجر نے "تقریب" میں انہیں ثقہ مانا ہے ، جنگ صفین میں اپنے ماموں علی ؑ سے دفاع میں انہوں نے جس ثابت قدمی سے کام لیا اسے دیکھ کر ان کے قوی ایمان کا اندازہ ہوتا ہے ۔

جعدہ کے بیٹوں نے امام حسین علیہ السلام کو دوسرا خط ارسال اور اس میں لکھا کہ اہل کوفہ آپکے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں، ان کی خواہش ہے کہ آپ کوفہ تشریف لائیں، نیز لکھا: ہم نے آپ کے چاہنے والوں سے ملاقات کی ہے، ان کے درمیان ایسے لوگ ہیں جن کی باتوں پر ہمیں اعتبار و اطمینان ہے، وہ دشمن سے لڑنے میں مشہور ہیں، ابوسفیان کے بیٹے سے بیزار ہیں، اسی خط میں امام حسینؑ سے یہ خواہش بھی کی ہے کہ خط کے ذریعہ ہمیں اپنے ارادہ سے مطلع کیجئے،

امامؑ کا خط اہل کوفہ کے نام

امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے خط کے جواب میں لکھا: صلح کے سلسلے میں میرے بھائی کی رائے اور ظالموں سے جہاد کرنے میں میری رائے دونوں ہی فلاح و نجات کی راہ ہیں، لیکن اس بات کو دشمنوں اور غیروں سے مخفی رکھنا، اور جب تک معاویہ زندہ ہے اس وقت تک کوئی قدم نہ اٹھانا، اگر وہ میری حینِ حیات مر گیا تو میں اپنا نظریہ و ارادہ بتاؤں گا انشاء اللہ [1]

عراق و حجاز سے کچھ شرفاء امام حسین علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کے اخلاقی فضائل و مکارم بیان کرنے کے بعد اپنے یہاں آنے کی دعوت دی اور کہا:

ہم آپؑ کے دست و بازو ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ معاویہ کے مرنے کے بعد کوئی آپ کا ثانی نہیں رہیگا

جب امام حسین علیہ السلام کے پاس ان کی آمد و رفت کا سلسلہ بڑھ گیا تو عمرو بن عثمان بن عفان حاکم مدینہ مروان بن حکم کے پاس گیا اور کہا: حسینؑ کے پاس لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بہت زیادہ بڑھ گیا ہے، خدا کی قسم وہ اور ان کے انصار تمہارے لئے مشکلیں کھڑی کریں گے،

مروان نے اس سلسلے میں معاویہ کو خط لکھا معاویہ نے اس کے جواب میں لکھا:

---

[1] ارشاد مفید شیخ ۲/۳۲ و انساب الاشراف ۳/۱۵۱

جب تک حسین کھلم کھلا ہم سے دشمنی کا اظہار نہیں کرتے اور ہمیں کچھ نہیں کہتے اس وقت تک تم انہیں کچھ نہ کہنا لیکن دور سے ان پر نگاہ رکھنا۔[1]

حجر بن عدی کی شہادت[2]

اسی زمانہ میں معاویہ کے حکم سے اس کے کارندے شیعوں پر خصوصاً کوفے کے شیعوں پر زیادہ سختی کرنے لگے اور شیعوں میں سے بعض نمایاں افراد کو بے بنیاد باتوں پر گرفتار کرلیا، زیاد ابن ابیہ نے حجر بن عدی اور ان کے بعض وفاداروں کا جعلی فائل تیار کر کے معاویہ کے پاس دمشق بھیج دیا اور معاویہ کے حکم سے انہیں دمشق، مرج العذراء[3] میں شہید کر دیا گیا۔[4] اس ماجرہ کو شیعہ و سنی مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

معاویہ پر تنقید

حجر کی شہادت نے لوگوں کے دلوں پر بہت زیادہ اثر کیا پورے اسلامی معاشرے میں امویوں کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی یہاں تک کہ جب حج کے زمانہ میں عائشہ نے معاویہ سے ملاقات کی تو اس سے

---

[1] انساب الاشراف ۳/۱۵۱،   [2] حجر بن عدی بڑے صحابی تھے اور جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے قبیلۂ کندہ کے سپہ سالار تھے اور جنگ نہروان میں آپ کے لشکر کے میسرہ میں تھے ۵۱ھ میں معاویہ نے انہیں مقام مرج عذرا میں شہید کیا، احمد کہتے ہیں: میں نے یحیٰی بن سلیمان سے کہا کیا تمہیں کسی نے یہ خبر دی ہے کہ حجر بن عدی مستجاب الدعوات تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں اور وہ رسولؐ کے عظیم المرتبت صحابہ میں سے تھے۔

[3] مرج عذراء، دمشق کے نزدیک ایک قریہ ہے یہیں حجر بن عدی نے شہادت پائی اور یہیں آپ کی قبر ہے، معجم البلدان ۴/۹۱،

[4] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۰، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۷۲،

کہا: تم نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا، صبر سے کیوں کام نہ لیا؟ تمہاری اطلاع کے لئے کہتی ہوں کہ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

مقام مرج عذرا پر کچھ لوگ شہید کئے جائیں گے جن کے قتل سے آسمان کے فرشتے غضبناک ہوں گے۔

معاویہ نے اپنے اس جرم کی توجیہ کرتے ہوئے کہا: اس زمانہ میں میرے پاس کوئی عقلمند آدمی موجود نہ تھا کہ جو مجھے اس فعل سے باز رکھتا۔[1]

بہر حال معاویہ کے اس ظلم اور اس کے نتیجہ میں اسلامی معاشرہ میں معاویہ کی حکومت سے بیزاری کو امام حسین علیہ السلام کے انقلاب و قیام کا ایک محرک قرار دیا جاسکتا ہے۔

سنہ ۵۱ھ کے حوادث میں ابن اثیر نے لکھا ہے: اس سن میں حجر بن عدی اور ان کے اصحاب نے شہادت پائی۔[2]

معاویہ نے حسین بن علیؑ سے ملاقات کی اور کہا: اے ابا عبداللہ! آپؑ جانتے ہیں کہ ہم نے آپؑ کے والد کے شیعوں کو قتل کیا، انہیں حنوط و کفن دیا اور ان پر نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

کعبہ کے رب کی قسم اگر ہم تمہارے چاہنے والوں کو قتل کریں گے تو نہ انہیں حنوط و کفن دیں گے نہ نماز پڑھیں گے اور نہ دفن کریں گے۔[3]

شہادت عمرو بن الحمق خزاعی

حجر بن عدی کی شہادت کے بعد معاویہ نے عمرو بن الحمق خزاعیؓ[4] جو کہ رسولؐ کے صحابی علیؑ کے ناصر

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۰، [2] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۴۲، [3] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۱،

[4] عمرو بن الحمق اکثر کے نزدیک قبیلہ خزاعہ سے ہیں وہ حدیبیہ والے سال یا حجۃ الوداع میں رسولؐ کی خدمت میں حاضر

اور حجر بن عدی کے دوست ، کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا اور معاویہ کے حکم سے انھیں موصل کے اطراف میں شہید کر دیا گیا ، ان کا سر قلم کر کے نیزہ پر چڑھایا اور ہر ایک کو دکھانے کے لئے شاہراہ عام پر پھرایا گیا اس کے بعد شام لے گئے اور ان کی ہمشیرہ ، جو کہ معاویہ کی قید میں تھیں ، کی گود میں ڈال دیا : ان کی جرأت مند اور وفادار بہن نے معاویہ کے پاس یہ پیغام بھیجا ، تم بہت بڑے جرم کے مرتکب ہوئے ہو اور تم نے نیکوکار اور پاکیزہ انسان کو قتل کیا ہے !¹

اس عظیم صحابی کی شہادت سے بھی اموی حکومت کے خلاف عام لوگوں میں اور زیادہ نفرت کی لہر دوڑ گئی

نیرنگ معاویہ

معاویہ نے جو ناشائستہ افعال انجام دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ تھا کہ اس نے زیاد بن ابیہ کو ، کہ جس کے باپ کا پتہ نہیں تھا ، اپنا بھائی بنایا اور لوگوں میں اسے اپنا پدری بھائی قرار دیا ، اس عمل سے معاویہ نے اسلامی احکام کی مخالفت کی ، ابن اثیر کہتے ہیں کہ اسلامی احکام کو محو کرنے کے سلسلہ میں معاویہ کا یہ پہلا قدم تھا کیونکہ رسول ص نے فرمایا تھا صاحب فراش سے ملحق ہے ۔²

ہوئے اور مسلمان ہو گئے ، آپ ص سے حدیث سنیں اور بعد میں حضرت علی ع کے شیعوں میں شامل ہوئے ، کوفہ میں سکونت تھی ، جنگ جمل ، صفین ، اور نہروان میں شریک ہوئے ، حضرت علی ع کی شہادت کے بعد علی ع کے چاہنے والوں کے قائد حجر بن عدی کا تعاون کرتے تھے ، حجر بن عدی کے قتل کے بعد کوفہ سے موصل چلے گئے اور وہاں ایک غار میں رہنے لگے ، موصل کے حاکم نے ان کی گرفتاری کیلئے کسی کو بھیجا اس نے سر قلم کر کے زیاد کے پاس بھیجدیا اس نے حکم دیا کہ شہر شہر پھرا کر معاویہ کے پاس لے جاؤ ، عالم اسلام میں یہ پہلا سر تھا جو شہر بہ شہر لے جایا گیا ، الاستیعاب ج ۳ ص ۱۷۳ ، اردبیلی نے نقل کیا ہے کہ معاویہ کے حکم سے ان کے سر کو نیزہ پر نصب کیا گیا ، جامع الرواۃ ،

۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۲ ، ۲۔ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۴۴ ،

سنہ ۵۶ھ میں معاویہ کے حکم سے لوگوں نے ولی عہد کے عنوان سے یزید کی بیعت کی[1] اور خلافت وحکومت کو موروثی بنانے کا نظریہ معاویہ کے زمانہ میں سامنے آیا گذشتہ خلفاء میں سے کسی نے بھی یہ کام نہیں کیا تھا،

جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو[2] یہ خبر ملی کہ لوگوں نے یزید کی بیعت کرلی ہے تو انہوں نے " حاکم مدینہ " مروان بن حکم سے کہا: اس منصوبہ میں تم نے اور معاویہ نے امت محمدؐ کی فلاح و بہبود کو مدنظر نہیں رکھا بلکہ تمہارا مقصد روم کے[3] بادشاہوں کی طرح حکومت کو موروثی بنانا ہے[4]،

خلافت کو موروثی بنانے کا نظریہ کوفہ میں معاویہ کے حاکم مغیرہ بن شعبہ[5] نے اپنی کرسی بچانے کیلئے پیش کیا تھا کیونکہ اسے معاویہ معزول کرنا چاہتا تھا،

اس سلسلے میں ابن اثیر لکھتے ہیں:

---

[1] ابن اثیر نے کامل ج ۳ ص ۵۳ اور یعقوبی نے اپنی تاریخ جلد ۲ ص ۲۲۸ پر یزید کی بیعت لینے کا واقعہ حسن ابن علیؑ کی وفات کے بعد لکھا ہے تاریخ کا ذکر نہیں کیا ہے،

[2] یہ ابوبکر کے بیٹے ہیں، عائشہ اور یہ ابومی ہیں، جنگ احد میں مشرکین کے ساتھ بعد میں مسلمان ہوئے، جنگ جمل میں اپنی بہن عائشہ کے ساتھ تھے، جب معاویہ نے لوگوں سے یزید کی بیعت طلب کی تو انہوں نے کہا: خدا کی قسم میں ایسا نہیں کرونگا معاویہ نے ان کے لئے ایک لاکھ درہم بھیج دیئے، انہوں نے ٹھکراتے ہوئے کہا: کیا اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کردوں پھر مکہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ ہی میں انتقال ہوگیا، الاستیعاب ج ۲ ص ۸۲۶،

[3] ما الخیار اردتما لامة محمد ولکنکم تریدون ان تجعلوها هرقلیة کلما مات هرقل قام هرقل،

[4] تاریخ کامل ج ۳ ص ۵۰۶،

[5] مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر قبیلہ ثقیف سے ہے، جنگ خندق والے سال اسلام قبول کیا، دراز قد اور بارعب تھا جنگ یرموک میں ایک آنکھ کھو بیٹھا تھا، عمر اور ان کے بعد عثمان کی طرف سے کوفہ کا حاکم رہا جنگ صفین کے موقع پر عزلت گزین ہوگیا تھا قضیہ حکمین کے بعد معاویہ سے ملحق ہوا، معاویہ نے پھر اسے کوفہ کا حاکم مقرر کردیا سنہ ۵۰ھ یا سنہ ۵۱ھ میں کوفہ میں مرا، الاستیعاب ج ۴ ص ۱۴۴۶،

مغیرہ معاویہ کی طرف سے کوفہ کا فرمانروا تھا معاویہ اسے معزول کر کے سعد بن عاص کو کوفہ بھیجنا چاہتا تھا، مغیرہ کو بھی معاویہ کا ارادہ معلوم ہو گیا اس نے سوچا: بہتری اسی میں ہے کہ میں اپنی عزت بچانے کی خاطر معاویہ کے پاس جاؤں اور کوفہ کی فرمانروائی سے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہوئے یہ درخواست کروں کہ میرا استعفا منظور کرلیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ میں نے خود کوفہ کی فرمانروائی سے کنارہ کشی کی ہے

اسی خیال سے شام کی طرف روانہ ہوا، شام میں پہلے اپنے قریبی اور جان پہچان والوں سے ملاقات کی اور ان سے کہا: اگر میں ان حالات میں کوفہ کی فرمانروائی نہ بچا سکا تو پھر کبھی حاصل نہ ہو سکے گی، اس کے بعد یزید بن معاویہ کے پاس گیا اور اس سے کہا: رسولؐ کے اکثر صحابہ دنیا سے چلے گئے ان کے بیٹے موجود ہیں دین و سیاست اور رائے وفضیلت کے لحاظ سے تم ان سب سے بہتر ہو لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ تمہارے والد معاویہ لوگوں سے تمہارے لئے بیعت کیوں نہیں لیتے؟

یزید نے کہا: کیا تمہاری نظروں میں یہ امر شدنی ہے؟

مغیرہ نے کہا: بالکل،

چونکہ یزید پر مغیرہ کی باتوں کا جادو چل گیا تھا لہٰذا وہ اپنے باپ معاویہ کے پاس گیا اور مغیرہ کی باتیں اس کے گوش گزار کیں، معاویہ نے حکم دیا کہ مغیرہ کو حاضر کیا جائے، مغیرہ نے معاویہ کے سامنے اپنے نظریہ کی وضاحت کی اور مزید کہا: تم جانتے ہو کہ قتل عثمان کے بعد امت اسلامی کے درمیان کتنے شدید اختلافات پیدا ہو گئے، کتنا خون بہا ہے، یزید تمہارا بہترین جانشین اور تمہارے بعد لوگوں کی پناہ گاہ ثابت ہوگا اس طرح فتنہ و خونریزی کا بھی سدباب ہو جائے گا،

معاویہ نے کہا: اس سلسلے میں کون لوگ میری مدد کریں گے؟

مغیرہ نے کہا: میں اہل کوفہ سے یزید کی بیعت لینے کی ذمہ داری لیتا ہوں اور زیاد بن ابیہ اہل مصر سے یزید کی ولیعہدی کے لئے بیعت لے گا اور ان دو شہروں کے بعد کسی بھی شہر کے لوگ یزید کی بیعت کی مخالفت نہیں کریں گے،

معاویہ نے مغیرہ کو کوفہ کی فرمانروائی پر برقرار رکھا اور یزید کی بیعت لینے کی وجہ سے اسے معزول

نہیں کیا،

مغیرہ اپنے دوستوں کے پاس لوٹ آیا، انہوں نے اس کی معزولی کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا: میں نے معاویہ کو ایسی راہ بتادی ہے کہ سالہاسال اموی حکومت کا جھنڈا لہراتا رہے گا اور میں نے ایسا شگاف ڈال دیا ہے جو کسی بھی چیز سے پر نہیں ہوسکے گا،

اس کے بعد مغیرہ کوفہ واپس آیا اور اپنے ہمنواؤں کے سامنے بیعت یزید کا مسئلہ چھیڑا انہوں نے اس کی بات مان لی پھر اس نے اپنے بیٹے موسیٰ ابن مغیرہ کی سرکردگی میں دس ؍ ایک قول کے مطابق دس سے زیادہ ؍ افراد پر مشتمل ایک وفد شام بھیجا، انھیں تیس ہزار درہم بھی دیئے، وفد والوں نے معاویہ کے پاس جاکر یزید کی بیعت سے متعلق گفتگو کی اور کہا جتنی جلد ہوسکے اس کام کو انجام دیجئے، معاویہ نے کہا: فی الحال اس کا کسی سے اظہار نہ کرنا لیکن اسی موقف پر قائم رہنا، اس کے بعد معاویہ نے مغیرہ کے بیٹے سے پوچھا ان لوگوں کا دین تمہارے باپ نے کتنے میں خریدا ہے؟ کہا تیس ہزار درہم میں اس پر معاویہ نے کہا: یقیناً ان لوگوں کیلئے دین کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس لئے معمولی قیمت پر فروخت کردیا[1]

معاویہ کا خط امامؑ کے نام

معاویہ نے امامؑ کے پاس خط لکھا اس کے بعض حصہ کا مفہوم یہ ہے،

میرے پاس آپ کی فعالیت کی خبریں پہنچی ہیں اگر یہ خبریں سچ ہیں... تو مجھے آپؑ سے ایسی توقع نہیں تھی اور اگر غلط ہیں تو بجا ہے کیونکہ میں ایسی باتوں سے آپ کو بری سمجھتا ہوں جو عہد آپؑ نے خدا سے کیا ہے اسے پورا کریں اور مجھے بھی ایسا کرنے پر مجبور نہ کریں اگر آپ میری اور میری حکومت کی تائید نہیں کریں گے تو میں بھی آپ کو

---

[1] تاریخ کامل ج ۳ ص ۵۰۳ و ص ۵۰۴،

جھٹلانے کی کوشش کروں گا اور اگر مجھ سے چال بازی سے پیش آئیں گے تو میں بھی ایسا ہی کرونگا خدا سے ڈریئے اور امت اسلامی کو اختلاف و فتنہ سے بچائیے ۱؎

امام علیہ السلام کا جواب معاویہ کے نام

امامؑ نے معاویہ کو جو خط لکھا تھا اس کا بعض حصہ یہ ہے :

... تمہارا خط ملا، لکھا ہے کہ تمہیں میرے بارے میں ایسی خبریں ملی ہیں جن کی تمہیں مجھ سے توقع نہیں تھی، میری طرف جن باتوں کی نسبت دی گئی ہے میں ان سے بری ہوں، صرف خدا نیکیوں کی طرف آدمی کی ہدایت کرتا ہے،

ایسی رپورٹ پہونچانا ان سخن چین لوگوں کا کام ہے جو امت اسلامی کے درمیان اختلاف پھیلانا چاہتے ہیں،

میں نے تم سے جنگ اور مخالفت کا کھلم کھلا اعلان نہیں کیا ہے میں اپنے خدا سے ڈرتا ہوں جبکہ تم نے عہد شکنی کی ہے، تم نے خدا کے صالح اور نماز گزار بندے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا ہے حالانکہ تم نے یہ قسم کھائی تھی کہ وہ امان میں رہیں گے، یہی لوگ تھے جنہوں نے ظالموں اور بدعتیوں سے جنگ کی اور امت اسلامیہ کو اچھی باتوں کا حکم دیا، برائیوں سے روکا اور اچھائی و نجات کی طرف بلایا اور اس سلسلے میں نادان لوگوں کی کھڑی کی ہوئی مشکلوں اور ان کی ملامت کو جان کے بدلے خرید اتھا،

اللہ کے صالح بندے جس کا بدن عبادت کی وجہ سے لاغر اور چہرہ کا رنگ زرد

۱؎ انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۵۳،

ہوگیا تھا۔ رسولؐ کے صحابی عمرو بن الحمق کو تو نے قتل نہیں کیا؟ کیا تو نے دی ہوئی امان سے چشم پوشی نہیں کی۔؟

اگر آسمان کے پرندوں کو تیرے امان نامہ کی خبر ملی ہوتی تو وہ اپنے آشیانے چھوڑ دیتے اور پہاڑوں کی بلندی سے اتر آتے! لیکن تو نے عرب کی اس ممدوح خصلت سے "کہ وہ عہد کی پابندی کرتے تھے" فریب کاری اور سوچے سمجھے منصوبے کے تحت "چشم پوشی کی، عہد توڑنے والوں پر جوانمردی کا لباس زیب نہیں دیتا کیا تو نے اپنے ناپاک مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کی خاطر زیاد بن سمیہ کو، "جس کا یہی معلوم نہیں کہ کس کا ہے[1] اپنے باپ کا بیٹا نہیں کہا اور اسے اپنا بھائی نہیں سمجھا ہے؟

جب ان لوگوں کے بارے میں کہ جن کے باپ کا پتہ نہیں ہے رسولؐ کی طرف سے پہلے ہی اعلان کر دیا گیا تھا[2] لیکن تو نے رسولؐ کے فرمان کے برخلاف کینہ کی بنا پر جان بوجھ کر اسے اپنے باپ کی طرف منسوب کیا چنانچہ اس نے تیرے اس احسان کی وجہ سے تیرے فرمانروا ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے ان کی آنکھیں نکالیں اور انھیں خرموں کے درختوں پر لٹکایا! لگتا ہے کہ تم اس امت میں سے نہیں ہو اور وہ بھی تجھ سے نہیں ہے۔

---

[1] چونکہ معلوم نہیں ہے کہ اس کا باپ کون ہے اس لئے اسے ابن سمیہ کہتے تھے اس کی ماں عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ کی کنیز تھی اس شخص کو کبھی زیاد بن ابیہ اور کبھی زیاد بن امہ کہتے تھے اور جب معاویہ نے اسے خود سے ملحق کرلیا تو زیاد بن ابی سفیان کہنے لگے سنہ ولادت کے بارے میں اختلاف ہے کہ ہجرت سے پہلے پیدا ہوا یا بعد میں، عمر نے اسے بصرہ کے صدقات کی ذمہ داری سونپی تھی ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ ابوموسیٰ اشعری کا منشی، کاتب تھا معاویہ نے اسے بصرہ وکوفہ کا گورنر مقرر کیا ۵۳ھ میں کوفہ میں ہلاک ہوا۔ استیعاب ج ۲ ص ۵۲۳۔ [2] الولد للفراش وللعاھر الحجر۔

کیا تو نے حضرمی کے ، جو کہ زیاد کی تحریر کے لحاظ سے حضرت علیؑ کے مخلص شیعہ تھے، قتل کا حکم نہیں دیا اور پھر اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہ فرمان بھی جاری کیا جو بھی علیؑ کا پیرو ہو اسے تہہ تیغ کر دو اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ کیا علیؑ کا دین ان کے ابن عم رسولؐ خدا کے دین سے جدا ہے؟ اگر اس دین کی حرمت نہ ہوتی تو تم اور تمہارے باپ دادا تپتے صحرا میں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے۔

تم نے اپنے خط میں لکھا ہے: اگر آپ میرا انکار کریں گے تو میں آپ کا انکار کروں گا اگر میرے ساتھ مکر کریں گے تو آپ کے ساتھ مکر کروں گا تو میں اطمینان کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمہاری حیلہ بازی مجھے کوئی نقصان نہیں پہونچا سکے گی بلکہ تمہارے فریب کا تمہیں کو زیادہ نقصان پہونچے گا تم تو اپنے جہل کے مرکب "سواری" پر سوار ہو گئے ہو اور اپنے کئے ہوئے عہد کو یکے بعد دیگرے توڑ رہے ہو۔ اپنی قسم! تم نے جو عہد کئے تھے وہ وفا نہیں کئے ہیں اور ان نیکوکار اور خدا ترس لوگوں کو قتل کر کے اپنے کئے ہوئے عہد کی اہمیت ختم کر دی ہے۔ یہ بہادر اور بے گناہ مسلمان تمہارے حکم سے شہید کئے گئے ہیں نہ انہوں نے تم سے جنگ کرنے کا اعلان کیا تھا اور نہ ان کی گردن پر کسی کا خون تھا، تم نے انھیں اس لئے قتل کیا ہے کہ وہ حق کے طرفدار تھے اور ان فضیلتوں کے اعتراف میں شک نہیں کرتے تھے جو تم میں نہیں ہیں۔

ہاں اے معاویہ اپنے نفس کو قصاص کی بشارت دو اور روز حساب کا یقین رکھو، تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا کی کتاب میں اس کے بندے کے چھوٹے بڑے اعمال مرقوم ہیں، اور خدا انہیں ہرگز فراموش نہیں کرے گا، تم نے اس کے دوستوں کو اسیر اور ایسے بہانوں کی بنا پر ان کے قتل کا حکم دیا یا جلا وطن کیا کہ جن کا عقل و منطق سے کوئی ربط نہیں ہے اور اپنے بیٹے یزید کے لئے ناحق لوگوں سے

بیعت لی جبکہ وہ ناتجربہ کار ہے، کھلم کھلا شراب پیتا ہے، کتوں سے کھیلنا اسکا دلچسپ مشغلہ ہے میری نظروں میں تم نے ایسے ناشائستہ افعال انجام دے کر اپنے دین اور دنیا کو برباد کر لیا ہے اور اپنی عوام کے حق میں ظلم کیا ہے اور اس بے وقوف[1] جاہل کی یاوہ گوئیوں پر کان دھرے اور اللہ کے حکم کو حقیر سمجھا ہے۔

والسلام[2]

بلاذری لکھتے ہیں: کہ امام حسینؑ نے معاویہ کو بہت سخت خط لکھا اور اس خط میں زیاد بن ابیہ اور حجر ابن عدی کے بارے میں اس کے ناشائستہ کردار کی طرف اشارہ کیا نیز لکھا کہ جس دن سے تم پیدا ہوئے ہو صالح لوگوں کو فریب دینے ہی میں خوش ہو۔ مجھ سے بھی جو حیلہ کرنا چاہتے ہو کرو اور مغیرہ بن شعبہ اور ہمارے دشمنوں کی باتوں کو اپنا دستور العمل بنالو خط کے آخر میں لکھا:

والسلام علی من اتبع الھدیٰ[3]

مکہ میں اجتماع

سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ معاویہ کے انتقال سے ایک سال قبل حسین بن علیؑ، عبداللہ ابن عباس، اور عبداللہ ابن جعفر کے ہمراہ حج کیلئے تشریف لائے، اس سفر میں امام حسینؑ نے بنی ہاشم کے

---

[1] ہماری گذشتہ تحریر کی رو سے بے وقوف جاہل سے مراد مغیرہ بن شعبہ ہے، حضرت علیؑ نے عمار سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ مغیرہ بن شعبہ سے گفتگو کر رہے تھے دعہ یا عمار فانہ لم یاخذ من الدین الا ما قاربہ من الدنیا وعلی عمد لبس علی نفسہ لیجعل الشبہات عاذراً لسقطاتہ۔ نہج البلاغہ کلمات حکمت ۴۰۵،

[2] الامامہ وسیاستہ ج ۱ ص ۱۵۵،

[3] انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۵۳،

سبھی مرد اور عورتوں اور اپنے چاہنے والوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ رسولؐ کے ان اصحاب کو بلا کے لاؤ جن کی نیک نامی کا شہرہ ہے اس جلسہ میں جو کہ منیٰ میں منعقد ہوا تھا ایک خیمہ میں سات سو سے زائد افراد نے شرکت کی ان میں تابعین کی اکثریت تھی[1] تقریباً دو سو رسولؐ کے صحابی[2] بھی شریک ہوئے تھے امام حسین علیہ السلام نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فصیح و بلیغ خطبہ شروع کیا،

اس سرکش انسان "معاویہ" نے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے حق میں جو کچھ کیا ہے اس سے آپ واقف ہیں لیکن یہاں میں آپ حضرات سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اگر صحیح ہے تو تصدیق کرنا اور اگر صحیح نہ ہو تو رد کرنا، میری تقریر سنو اور لکھ لو اور حج سے واپسی پر قابل اعتماد لوگوں تک پہنچا دینا اور انہیں ہماری مدد کرنے اور حق سے دفاع کرنے کی دعوت دینا کیونکہ مجھے احکام اسلامی کے مٹ جانے کا خوف ہے، خدا اپنی عنایت کو نور ہدایت کے ذریعہ کامل کرکے رہے گا اگرچہ یہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو،

اس کے بعد آپؑ نے اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہونے والی بعض آیات پڑھیں اور اسی طرح رسولؐ کی وہ حدیثیں نقل کیں جو کہ آپ کے والد، بھائی اور خود آپ کے اور آپؑ کے اہلبیتؑ سے متعلق تھیں، جو چیزیں امام حسینؑ نے اس خطبہ میں بیان کیں حاضرین نے ان سب کی تصدیق کی،

نیز فرمایا:

میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے مجھ سے سنا اور جس کی تصدیق کی ہے اسے مومن و معتمد لوگوں سے بیان کرنا[3]

---

[1] تابعین کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے رسولؐ کو درک نہیں لیکن آپؐ کے اصحاب کو دیکھا ہے،

[2] جمہور اہل حدیث کے لحاظ سے صحابی اسے کہتے ہیں جس نے رسولؐ کو دیکھا اور اسلام قبول کیا سفینۃ البحار صحف،،

[3] کتاب سلیم بن قیس ص ۲۰۹،

مغیرہ بن شعبہ نے جو منصوبہ معاویہ کے سامنے رکھا تھا وہ خود اور معاویہ کے دوسرے کارندے اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہے تھے اور مختلف شہروں سے نمایاں افراد پر مشتمل وفود شام بھیج رہے تھے ان وفود کی تشکیل اور انہیں شام بھیجنے میں خود معاویہ کا ہاتھ تھا تاکہ یزید کی ولیعہدی کے سلسلے میں وہ ان سے بیعت لے سکے ،

اس نے ضحاک بن قیس[1] سے کہا : جب یہ نمایاں اور مشہور چار اشخاص یہاں آئیں گے تو پہلے میں ان سے گفتگو شروع کروں گا اور جب میری باتوں کا سلسلہ ختم ہو جائے تو تم لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دینا اور مجھ سے کہنا کہ آپ اس سلسلے میں کوتاہی نہ کریں ،

معاویہ نے عظمت اسلام اور حرمت خلافت کے سلسلے میں کچھ باتیں کہیں اور کہا : تم لوگوں کو میرے کارندوں کی اطاعت کرنی چاہیئے کیونکہ یہ خدا کا فرمان ہے . اسی وقت یزید کے علم و فضل اور سیاست کے بارے میں بھی بہت کچھ کہا اور اس کی بیعت کا مسئلہ چھیڑا اسی اثناء میں ضحاک بن قیس اٹھا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد معاویہ کو مخاطب کر کے کہا : اے امیر آپ کے بعد لوگوں کا کوئی امیر ہونا چاہیئے اور ہمارا تجربہ ہے کہ جو منصوبہ ایک اجتماع میں بنا جاتا ہے اس کے بہت اچھے اثرات رونما ہوتے ہیں اور اس سے اختلاف و خونریزی کا سد باب ہو جاتا ہے یزید آپ کا بیٹا ہے وہ اخلاق و کردار علم ، دور اندیشی اور بردباری میں ہم جیسے امت کے برگزیدہ لوگوں پر فوقیت رکھتا ہے آپ کیلئے ضروری ہے کہ اپنے جانشین کے عنوان سے اس کا تعارف کرائیں تاکہ آپ کے بعد ہم اور ملت اسلامیہ اس کے سایہ میں آرام و عزت کی زندگی بسر کر سکیں ،

---

[1] ضحاک بن قیس وفات رسول سے قبل پیدا ہوا اور زیاد کے بعد معاویہ کی طرف سے چار سال کوفہ کا گورنر رہا اور معاویہ کی موت تک معاویہ کے ساتھ رہا معاویہ کی نماز جنازہ بھی اسی نے پڑھائی یزید کی ولی عہدی سے قبل ہی معاویہ کا جانشین تھا معاویہ کے بعد یزید اور اس کے بیٹے معاویہ کے ساتھ رہا جب حکومت مروان کے ہاتھوں میں چلی گئی تو اس نے شام کے اکثر لوگوں کے ساتھ عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کر لی اور مرج راہط میں مروان کی فوج سے لڑتے ہوئے مارا گیا ، استیعاب ج ص ۷۷ ،

اس کے بعد عمرو بن سعید الاشرف کھڑا ہوا اور ضحاک جیسی ہی باتیں کہیں پھر یزید بن مقنع عذری کھڑا ہوا اور معاویہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ امیر المومنین ہے اور یزید کی طرف اشارہ کر کے کہا ان کے بعد یہ ہیں، اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اور تلوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اگر کوئی اس پر راضی نہ ہوگا تو ہمارے اور اس کے درمیان تلوار ہے،

معاویہ نے جواب میں کہا: بیٹھ جاؤ کے تم خطیبوں کے سردار ہو،

اس کے بعد شرکاء جلسہ میں سے بعض دیگر افراد نے ستائش آمیز باتیں کہیں اور یزید کی بیعت پر زور دیا،

احنف بن قیس[۱]

اپنے مقصد کے حصول کیلئے معاویہ حالات کو مکمل طور پر سازگار محسوس کر رہا تھا لہٰذا اس نے احنف کو مخاطب کر کے کہا: تم کیا کہتے ہو!

احنف نے کہا: اگر میں تمہاری بات کی تصدیق کرتا ہوں تو تمہارے خوف کی بناپر اور اگر نہیں جھٹلاتا ہوں تو خوف خدا کی خاطر اور پھر تم سے بہتر یزید کو کون جانتا ہے اگر تمہاری نظر میں وہ ولی عہدی کی قابلیت واہلیت رکھتا ہے تو مشورہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تم اسے خلافت کے لائق نہیں سمجھتے ہو، تو ایسا نہ کرو کیونکہ ایک روز دنیا سے جانا ہے اور ہمارا کام تو یہ کہنا ہے کہ سنیں گے اور اطاعت کرینگے،

۱۔ الاحنف تمیمی تھا موصوف کے سرگردہ افراد اور نمایاں تابعین میں تھے انہوں نے رسولؐ کا زمانہ درک کیا ہے لیکن صحابہ کے زمرہ میں نہیں آئے، اپنی قوم کے سردار اور عقل و خرد حلم وعلم میں مشہور تھے جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے جبکہ جنگ جمل میں کسی کا ساتھ نہیں دیا تھا مصعب بن زبیر کے زمانہ تک کوفہ میں زندہ رہے ۷۲ھ میں وفات پائی مصعب نے جنازہ میں شرکت کی کوفہ کے نزدیک «ثویہ» میں دفن ہوئے الکنی والالقاب ۲ ر ۱۲، مروج الذہب ج ۳ ص ۷۰،

اس موقع پر ایک شامی نے کھڑے ہو کر کہا: یہ عراقی کیا کہتا ہے ہم نہیں سمجھ سکے؟ ہمارا فرض تو سننا اور اطاعت کرنا ہے اور پھر مخالفوں کے حساس مرکزوں پر حملہ کرنا ہے [1]

معاویہ کا خط حاکم مدینہ کے نام

معاویہ نے مروان بن حکم کو "جو کہ اس کی طرف سے مدینہ پر حاکم تھا" خط لکھا کہ یزید کیلئے لوگوں سے بیعت لے لو، نیز اس بات کا ذکر کیا کہ اہل عراق و شام نے یزید کی بیعت کر لی ہے، مروان نے مسجد میں خطبہ کے دوران معاویہ کی اطاعت پر اور اختلاف و خونریزی سے بچنے پر زور دیا اور لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دی مزید کہا: یہ ابوبکر کا طریقہ ہے،

مروان کی یہ بات سنکر مجمع کے بیچ سے عبدالرحمن بن ابوبکر اٹھے اور کہا: تم جھوٹے ہو کیونکہ انہوں نے خاندان عدی کے ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے خاندان کو نظر انداز کیا،

اس کے بعد حسین بن علیؑ، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر نے کچھ باتیں کہیں اور یزید کی بیعت کی مخالفت کی اس صورت حال کو مروان نے تفصیل کے ساتھ لکھا [2]

معاویہ کا سفر مدینہ کی طرف

بیعت یزید کے سلسلے میں معاویہ اہل عراق اور شام والوں کی طرف سے مطمئن ہو گیا تھا لیکن

---

[1] مروج الذہب ج ۳ ص ۲۷،

[2] العقد الفرید ج ۴ ص ۱۶۳،

مدینہ والوں کی حالت اور بیعت سے ان کی پہلو تہی کی وجہ سے بہت پریشان تھا ہزار لوگوں کے ساتھ اس نے حجاز کا رخ کیا مدینہ میں خطبہ کے دوران یزید کی مدح کرتے ہوئے کہا :

خلافت کے لئے یزید سے بہتر کوئی نہیں ہے اور عقل و درایت میں بھی کوئی اس کے برابر نہیں ہے اس کے بعد مخالفوں کو دھمکی دی انھیں دھمکی آمیز باتوں کے آخر میں کچھ رجز یہ قسم کے اشعار پڑھے [1]

عائشہ سے ملاقات

اس کے بعد معاویہ عائشہ سے ملاقات کیلئے گیا ، عائشہ کو معاویہ کی دھمکیوں کی اطلاع مل چکی تھی اس لئے انہوں نے معاویہ کو نصیحت کرنا شروع کی اور کہا : سنا ہے کہ تم نے اپنے مخالفوں کو قتل کرنے کی دھمکی دی ہے یہ تمہارے اور تمہاری حکومت کیلئے نقصان دہ ہے ،

معاویہ نے کہا : میں نے یزید کیلئے بیعت لے لی ہے ، ان چند افراد کے علاوہ سب نے اس کی بیعت کرلی ہے اب آپ یہ چاہتی ہیں جو بیعت ہو چکی ہے میں اس سے چشم پوشی کرلوں ؟

عائشہ نے کہا : ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ گے تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے ،

معاویہ نے جواب دیا : ایسا ہی کروں گا ،

اس کے بعد عائشہ نے معاویہ سے کہا : اگر میں کسی کو یہ حکم دیتی کہ معاویہ کو قتل کردو تو تم کیا کرتے تونے میرے بھائی " محمد " کو قتل کیا ہے [2]

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۰۸ ،

[2] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۰۹ ، لیکن البدایۃ والنہایۃ کی ج ۸ کے ص ۹۶ پر ابن کثیر نے مروان سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا : حجر بن عدی کے قتل کے بعد میں اور معاویہ عائشہ کے پاس گئے عائشہ نے معاویہ سے کہا تمہیں اس طرح میرے پاس آنے میں خوف محسوس نہیں ہوا ؟ ممکن ہے میں نے کسی کو تمہارے قتل کا حکم دیا ہو معاویہ نے کہا : میں امن کے گھر میں ہوں ،

معاویہ کا سفر مکہ کی طرف

مدینہ کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد معاویہ مکہ کی طرف چلا حج کے اعمال کے بعد اس نے حکم دیا کہ کعبہ کے نزدیک ایک منبر بنایا جائے اس کے بعد کسی کو حسین بن علیؑ، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ ابن عمر اور ابن زبیر کے پاس بھیجا، وہ آئے تو معاویہ نے کہا: آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے تمہارے حق میں نیکی کی ہے! یزید تمہارا بھائی ہے، تمہارے چچا کا بیٹا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ خلیفہ بن جائے اور تم امر و نہی کے فرائض انجام دو،

عبداللہ ابن زبیر نے معاویہ کے جواب میں کچھ باتیں کہیں جو اسے پسند نہیں آئیں معاویہ نے کہا: دو آدمی تلوار لیکر ان کے پیچھے کھڑے ہو جائیں اس کے بعد کہا: زبان ہلاؤ گے تو گردن ماردی جائے گی،

معاویہ کے ساتھ آنے والے افراد منبر کے چاروں طرف بیٹھے تھے، معاویہ منبر پر گیا اور کہا: حسینؑ، عبدالرحمن بن ابی بکر، ابن عمر اور ابن زبیر نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے اور یہ مسلمانوں میں سر برآوردہ ہیں ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا اگر میں یہاں آپ حضرات کے سامنے ان سے یزید کیلئے بیعت طلب کروں تو وہ ضرور بات پر کان دھریں گے اور میری اطاعت کریں گے۔

اس کے بعد ان حضرات کو مخاطب کر کے کہا: یزید کی بیعت کر لو اور اس امر کے سامنے سر جھکا دو!

شام والوں نے کہا: اے معاویہ: اجازت ہے کہ ہم ان لوگوں کے سر قلم کریں کیونکہ ہم اسی وقت راضی ہوں گے جب یہ کھلم کھلا یزید کی بیعت کریں گے معاویہ اسی طرح لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دیتا رہا گویا اپنے شامیوں کی یہ بات سنی ہی نہیں، لوگ بیعت کرتے رہے،

معاویہ کی زندگی کا خاتمہ

مورخین نے لکھا ہے کہ اپنی بیماری کے ابتدائی زمانہ میں غسل خانہ میں گیا جب اس نے اپنے بدن کو دیکھا کہ بیماری کی وجہ سے کمزور ہوگیا ہے تو رونے لگا اور یہ شعر پڑھا۔

أَرَى اللَّيَالِي أَسْرَعَتْ فِي نَقْضِي   أَخَذْنَ بَعْضِي وَتَرَكْنَ بَعْضِي [۱]

اور جب مرض میں شدت پیدا ہوگئی اور موت کے ہولناک سائے اسے اپنی طرف بلانے لگے تو کہا:

فَيَالَيْتَنِي لَمْ أَغْنَ فِي الْمُلْكِ سَاعَةً   وَلَمْ أَكُ فِي اللَّذَّاتِ أَعْشَى النَّوَاظِرِ

وَكُنْتُ لِذِي طِمْرَيْنِ عَاشَ بِبُلْغَةٍ   مِنَ الدَّهْرِ حَتَّى زَارَ أَهْلَ الْمَقَابِرِ [۲]

ابن خلدون کہتے ہیں کہ جمعہ کا روز تھا ہم میثم تمار کے ساتھ کشتی پر سوار تھے [۳] کہ اچانک طوفانی ہوائیں چلنے لگیں میثم تمار نے کھڑے ہو کر طوفان کو دیکھا اور کہا: کشتی روک لو، لنگر ڈال دو، کہ تیز ہوا

---

[۱] راتیں میرے بدن کو نوچ رہی ہیں کچھ نوچ چکی ہیں کچھ چھوڑ دیا ہے۔

[۲] کاش میں حکومت و سلطنت حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا کاش دنیا کی لذتوں کو دیکھتے ہی اندھا ہوگیا ہوتا اور اس شخص جیسا ہوتا جو دنیا سے صرف پھٹا پرانا لباس اور معمولی خوراک لیتا ہے اور اسی حال میں اہل قبور سے ملاقات کرتا۔ مروج الذہب ج ۳ ص ۴۹، یہی اشعار تھوڑے سے فرق کے ساتھ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ کی جلد ۸ ص ۱۵۱، پر اضافہ کے ساتھ نقل کئے ہیں۔

[۳] میثم تمار امیر المومنینؑ کے خاص اصحاب میں سے بلکہ آپؑ کے حواریوں میں سے تھے آپ نے انہیں ان کی استعداد کے مطابق علم سکھایا تھا، منجملہ زہاد و عباد میں سے ہیں، میثم غلام تھے حضرت علیؑ نے انہیں خرید کر آزاد کیا تھا، مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد عبید اللہ ابن زیاد نے انہیں اور مختار کو گرفتار کر کے قید کر دیا تھا، قید خانہ میں میثم نے مختار سے کہا: آپ خون حسینؑ کا انتقام لیں گے اور عبید اللہ ابن زیاد کو، جو کہ مجھے قتل کرے گا، تہ تیغ کریں گے اور ایسا ہی ہوا عبید اللہ ابن زیاد نے انہیں امام حسینؑ

ایک پیام لائی ہے، پیام یہ ہے کہ معاویہ نے اپنے باشکوہ قصر میں شام میں دم توڑ دیا ہے، ہفتہ گزرنے کے بعد جمعہ کے دن جب شام سے قاصد آیا تو معلوم ہوا کہ گذشتہ جمعہ کو معاویہ مر گیا اور لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی [۱]

معاویہ کے مرنے کے بعد ضحاک بن قیس فہری دوش پر کپڑا ڈالے ہوئے مسجد میں آیا اور منبر کے پاس کھڑا ہوا اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: معاویہ عرب کا بادشاہ تھا اس کے ذریعہ خدا نے فتنوں کے شعلوں کو بجھایا اور سنت رسولؐ کو زندہ رکھا ہے، میرے کاندھے پر پڑا ہوا یہ کپڑا اسکا کفن ہے ہم اسے اس میں لپیٹیں گے تاکہ وہ خدا کے دیدار کو چلا جائے جو نماز جنازہ پڑھنا چاہتا ہے وہ آجائے اس کے بعد اس پر نماز پڑھی [۲]

معاویہ کا خط یزید کے نام

جب معاویہ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور اس نے یزید کو اپنے پاس نہ پایا تو یزید کے نام ایک خط لکھا اسے اپنی بیماری سے آگاہ کیا، یزید نے مضمون خط پڑھنے کے بعد کہا:

قاصد آج میرا خط لایا، جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور دل ابھی تک دھڑک رہا ہے میں نے دل سے کہا: اس خط میں کیا لکھا ہے کہ جس سے تو بے قرار ہے ؟ اس نے کہا: خلیفہ شدید طور پر بیمار ہو گیا ہے [۳]

کے عراق آنے سے دس روز قبل عمرو بن حریث کے گھر کے سامنے پھانسی دیکر شہید کر دیا، نفس المہموم، ص ۱۲۶،

[۱] جلاء العیون شبر ج ۲ ص ۱۰۴،

[۲] العقد الفرید ج ۴ ص ۱۴۴،

[۳] جاءَ البَرِيدُ بِقِرطاسٍ يَخُبُّ بِهِ فَأَوجَسَ القَلبُ مِن قِرطاسِهِ فَزَعا
قُلنا لَكَ الوَيلُ ماذا فِي صَحِيفَتِكُم قالُوا: الخَلِيفَةُ أَمسى مُثبَتاً وَجِعا

یزید بلا تامل دمشق کی طرف چل دیا وہاں پہونچا تو معلوم ہوا کہ معاویہ کو دفن کئے ہوئے تین روز گزر چکے ہیں، ضحاک بن قیس اور چند لوگوں نے یزید کا استقبال کیا یزید معاویہ کی قبر پر گیا اس پر نماز پڑھی اور پھر مسجد میں منبر پر گیا،

باپ کے بعد یزید کا خطبہ

لوگو! معاویہ خدا کا بندہ تھا، خدا نے انہیں نعمتوں سے نوازہ اور پھر اپنے پاس بلالیا، وہ آنے والی نسلوں سے افضل اور گذشتہ لوگوں سے مرتبہ کے لحاظ سے کم تھے۔ میں اپنے باپ کے بڑے صفات کا تزکیہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ خدا ان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے، اگر انہیں بخشے گا تو اپنی رحمت کی بنا پر بخشے گا اور اگر عذاب میں مبتلا کرے گا تو یہ ان کے گناہوں کے سبب ہوگا، اپنے باپ کے بعد میں نے مسلمانوں کے امور کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لی ہے، اور جو کچھ ہوتا ہے وہی خدا کا ارادہ ہوتا ہے اگر میرے باپ معاویہ نے تمہیں جنگوں میں ڈھکیلا لیکن میں ایسا نہیں کرونگا،

دشمن سے جنگ کیلئے سردی کے زمانہ میں اگر انہوں نے تمہیں روم بھیجا تھا لیکن تم مجھ سے ایسی چیز نہ دیکھو گے، میرے والد سال میں تین بار تمہارا اکرام کرتے اور مال دنیا سے تمہیں فائدہ پہنچاتے تو میں ایک ہی جگہ تمہیں ساری عزتوں سے نواز دوں گا،

یہ سارے وعدے اس لئے تھے تا کہ لوگوں کے دل جیت نے اور ملت اسلامیہ کی مخالفت سے امان میں رہے، ماہ رجب ۶۰ھ میں یزید تخت حکومت پر بیٹھا، اس کی ماں میسون بنت بجدل کلبی[۲] ہے،

۱؎ البدایۃ والنہایہ ج ۸، ص ۱۵۳، ۲؎ میسون بنت بجدل قبیلہ بنی کلب سے تھی اسلام سے پہلے یہ قبیلہ عیسائی تھا یزید کی تربیت اسی قبیلہ میں ہوئی تھی جو ابھی تک مسیحیت کے عادات و افکار کا پابند تھا اس کے علاوہ بعض مورخین کا نظریہ ہے کہ یزید کے بعض استاد بھی مسیحی تھے، پرتوے از عظمت حسین ص ۲۹۰، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۴۱،

تعزیت

باپ کے مرنے پر یزید کو ابتداء میں عبداللہ بن ہمام سلولی نے تعزیت دی اور کہا کہ اس مصیبت پر صبر و شکیبائی کا مظاہرہ کرے اور اس خدا کی حمد و سپاس میں کوشاں رہے کہ جس نے زمام حکومت آپ کے سپرد کی اور منصب خلافت عطا کیا ہے! نیز کہا: اگرچہ آپ پر بہت بڑی مصیبت پڑی ہے لیکن اس کے عوض وہ منصب بھی تو ملا ہے جس کی عرصۂ دراز سے آپ کو تمنا تھی خدائے متعال آپ کے والد معاویہ، کو عیش و آرام کی جگہ عطا کرے گا اور اس اہم ذمہ داری کو پورا کرنے میں آپکو کامیاب کرے گا اس کے بعد یہ شعر پڑھا،

اِصْبِرْ يَزِيدُ فَقَدْ فَارَقْتَ ذَا كَرَمٍ   وَاشْكُرْ حَبَاءَ الَّذِي بِالْمُلْكِ أَصْفَاكَ [1]

ان مراسم کے بعد یزید محل میں داخل ہوا تین دن آرام کرنے کے بعد باہر نکلا، منبر پر گیا چہرہ سے رنج و غم کے آثار نمایاں تھے ضحاک بن قیس آیا اور منبر کے کنارے بیٹھ گیا کیونکہ اسے یہ خوف تھا کہ ممکن ہے یزید تقریر نہ کر سکے، یزید نے اس سے کہا: اے ضحاک تم آگئے ہو تو مجھے عبدالشمس کی تقریر کا طریقہ بتاؤ [2]

یزید کا خواب

یزید نے منبر سے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: ہم دین خدا کے مددگار ہیں اور اے شام والو!

---

[1] اے یزید صبر کر تو ایک سخی و کریم سے جدا ہو گیا ہے اور جس نے تجھے بادشاہت دی ہے اس کی شکر گزاری کر،

مقتل الحسینؑ، مقرم، ص ۱۲۷،

[2] العقد الفرید ج ۴ ص ۱۳۳،

تمہیں مبارک ہو کہ تمہارے درمیان خیر و خوبی کے آثار موجود ہیں، یاد رکھو! میرے اور عراق والوں کے درمیان عنقریب شدید جنگ ہوگی[1] تین روز قبل میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے اور اہل عراق کے درمیان خون کا دریا بہہ رہا ہے میں نے اسے پار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن نہ کر سکا یہاں تک کہ عبیداللہ ابن زیاد اس خون کے دریا سے گزر گیا، میں خواب میں یہ منظر دیکھتا رہا۔

شام والوں نے۔ جو کہ یزید کی تقریر سے مکمل طور پر خوش ہو چکے تھے، کہا: اے یزید ہمیں آپ جس طرف چاہیں لے چلیں، انھیں تلواروں سے آپ کے ساتھ ہیں جن سے ہم نے صفین میں عراق والوں کا مقابلہ کیا تھا، اس پر یزید نے ان کے لئے دعا کی اور حکم دیا کہ ان کی اس وفاداری کے صلہ میں ان کے درمیان وافر مقدار میں مال تقسیم کیا جائے۔

اس کے بعد شہروں کے حکام کو معاویہ کے مرنے کی خبر دی اور انہیں ان کے منصب پر باقی رکھا اور سرجون "معاویہ کے غلام" کے اشارہ سے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ و بصرہ کا حاکم بنا دیا کہ حکومت کے مخالف انہیں دونوں شہروں میں آباد تھے اور دونوں ہی شہر بہت زیادہ حساس تھے[2]

مدینہ کے حاکم کے نام یزید کا خط

معاویہ کے مرنے کے بعد یزید نے دمشق پہونچتے ہی ایک خط کے ذیل میں حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو حکم دیا: حسین بن علیؑ اور عبداللہ بن زبیر کو دربار میں بلا کر ان سے میرے لئے بیعت لے لو اور اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان کے سر قلم کر کے میرے پاس بھیجدو اہل مدینہ سے بھی میرے لئے بیعت لے لو اور اگر کوئی بیعت کرنے سے انکار کرے تو اس کے لئے بھی اسی حکم پر عمل کرنا جو میں نے لکھا ہے[3]

---

[1] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۲۸۔

[2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۴۱۔

مورخین نے لکھا ہے کہ یزید نے اس خط کے ساتھ ایک چھوٹا سا خط اور پیوست کیا تھا اور اس میں لکھا تھا: حسینؑ و عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر[1] اور عبداللہ بن زبیر کو دربار میں طلب کرو اور ان سے بیعت لے لو اور اگر ان میں سے کوئی بیعت نہ کرے تو اس کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیجدو۔

ولید نے یزید کا خط پڑھ کر اپنے آپ سے کہا: اے کاش میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہی نہ ہوتا کیونکہ مجھے بہت بڑی چیز کا حکم دیا ہے اور میں ہرگز اسے انجام نہ دوں گا۔[2]

مروان سے مشورہ

ولید یزید کے خط کے مضمون سے پریشان ہو گیا اور رات ہی میں کسی کو مروان بن حکم کی تلاش میں بھیجا۔ اس سے پہلے وہی مدینہ کا حاکم تھا۔ مروان ولید کے پاس آگیا اگرچہ اس ملاقات سے وہ خوش نہیں تھا ولید نے اس سے یزید کے خط کا تذکرہ کیا اور پوچھا کہ اس سلسلے میں ان لوگوں سے کس طرح پیش آیا جائے؟

مروان نے کہا: انہیں اسی وقت طلب کرو اور یزید کے لئے بیعت لے لو، اگر وہ خوشی سے بیعت کر لیں تو فبہا ورنہ انہیں مرگ معاویہ کی اطلاع ملنے سے پہلے ان کے سر قلم کر لو کیونکہ اگر انہیں معاویہ کے انتقال کی خبر مل گئی تو ہر ایک جداگانہ راستہ اختیار کرے گا اور لوگوں کو یزید کے خلاف بھڑکائے گا اور انہیں اپنی طرف دعوت دے گا، رہے عبداللہ ابن عمر تو وہ جنگ و جدل

۱۔ محدث قمی نے نفس المہموم کے ص ۷۴ پر لکھا ہے، یہ روایت کہ جس میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا نام، صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ معاویہ سے پہلے مر چکے تھے اسی لئے بلاذری نے انساب الاشراف کی ج ۳ ص ۱۵۵ پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر کا ذکر نہیں کیا ہے۔

۲۔ مثیر الاحزان ابن نما ص ۲۳۔

والے آدمی نہیں ہیں نہ وہ لوگوں پر حاکم بننا چاہتے ہیں مگر یہ کہ لوگ ان سے درخواست کریں،

ولید نے فوراً ہی عبداللہ ابن عمر، اور ابن عثمان کو امام حسینؑ اور ابن زبیر کے پاس بھیجا اور انہیں اپنے پاس بلایا۔[۱]

امام حسین علیہ السلام اور ابن زبیر مسجد میں بیٹھے تھے کہ ولید کا قاصد آیا اور اس کا پیغام پہونچایا دونوں نے جواب دیا: تم جاؤ، ہم خود آجائیں گے۔ ابن زبیر نے حسینؑ سے کہا: اتنی رات گئے ولید نے ہمیں کیوں بلایا ہے، یہ تو اس سے ملنے اور گفتگو کرنے کا وقت نہیں ہے۔[۲]؟

حسینؑ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ معاویہ اپنے کیفر کردار کو پہونچا[۳] اور ولید نے ہمیں شہر میں معاویہ کے انتقال کی خبر پھیلنے سے پہلے یزید کی بیعت کیلئے بلایا ہے۔

عبداللہ ابن زبیر نے کہا: میرا خیال بھی یہی ہے اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟ حسینؑ نے فرمایا: میں اپنے اندر یزید کی بیعت کو ٹھکرانے کی جرأت رکھتا ہوں۔[۴]

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اپنے باوفا مددگاروں اور جاں بر کف آشناؤں کے ساتھ دار الامارہ کی طرف روانہ ہوئے، ساتھیوں سے فرمایا: میں اندر جاتا ہوں جب میں تمہیں آواز دوں یا تم سنو کہ میری آواز بلند ہوگئی ہے تو تم فوراً دار الامارہ کے اندر داخل ہوجانا اور جب تک میں دار الامارہ سے نکل نہ آؤں اس وقت تک متفرق نہ ہونا امام حسین علیہ السلام کے ولید کے پاس

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۹،

۲۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۲۹،

۳۔ کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ معاویہ کا منبر الٹ گیا ہے اور اس کا گھر آگ میں جل رہا ہے، مثیر الاحزان، ص ۲۴،

۴۔ امام حسینؑ کی اس بات سے کہ میں اپنے جوانوں کو جمع کرتا ہوں انہیں قصر کے دروازے پر بٹھاتا ہوں میں اپنے اندر بیعت یزید کو ٹھکرانے کی جرأت رکھتا ہوں، واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ ہرگز یزید سے سمجھوتہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔

پہونچے، مروان بھی اس کے پاس موجود تھا[۱]

ولید سے ملاقات

جب حاکم مدینہ ولید بن عتبہ نے امام حسینؑ کے سامنے یزید کا خط پڑھا تو آپؑ نے فرمایا:
میں ہرگز یزید کی بیعت نہیں کروں گا[۲]
مروان، جو کہ امامؑ کے اس طرز سے ناراض تھا، نے کہا: امیر المومنین کی بیعت کرو!
امام حسینؑ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر کہ فضول کہتا ہے، یزید کو کس نے امیر المومنین بنایا ہے؟
مروان: "جو کہ غصہ کے مارے آپے سے باہر ہو گیا تھا" اٹھا اور قبضۂ شمشیر کو مضبوطی سے پکڑ کر ولید سے کہا کہ حکومت کے کارندوں کو حکم دو کہ قبل اس کے کہ یہ دار الامارہ سے باہر نکلیں انکا سر قلم کریں ان کے خون کا میں ذمہ دار ہوں،
اس موقع پر امام حسین علیہ السلام کی آواز بلند ہوئی تو آپؑ کے انیس انصار ننگی تلواریں لیکر دار الامارہ میں داخل ہو گئے اور امام کو اپنے حلقہ میں لیکر قصر سے نکل آئے[۳]
بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام، مروان کی باتوں سے سخت برہم ہوئے اور فرمایا: زرقاء کے بیٹے تو میرے قتل کا حکم دیتا ہے؟ ہم نبوت کے اہلبیت ہیں اور یزید ایک فاسق آدمی ہے جو کھلم کھلا شراب پیتا ہے بے گناہوں کے قتل کا حکم دیتا ہے مجھ جیسا اس جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا اور یہ تو وقت بتائے گا کہ ہم میں سے کون خلافت اور لوگوں سے بیعت لینے کے لائق ہے

---

۱ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۴؛

۲ ما کنت ابایع لیزید،

۳ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۸۸؛

دارالامارہ سے امام حسین علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد مروان نے ولید کو مخاطب کرکے کہا: تم نے میری بات پر کان نہیں دھرے، خدا کی قسم اب حسین تمہارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔
ولید نے کہا: تمہارے مشورہ سے میرا دین تباہ ہو جاتا، خدا کی قسم اگر مجھے پوری دنیا بھی دیدی جائے تو بھی میں حسینؑ کو قتل نہیں کروں گا ان کے خون سے میں اپنے ہاتھ کو رنگین کرنے کے سلسلے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں وہ بھی اس جرم میں کہ وہ یزید کی بیعت میں پہلوتہی کرتے ہیں خدا کی قسم جو شخص قتلِ حسینؑ میں شریک ہوگا وہ خدا کے نزدیک حقیر و ذلیل ہے۔
مروان ولید کی باتوں سے راضی تو نہیں تھا لیکن بظاہر اسی کو حق بجانب قرار دیا اور کہا: اگر حسینؑ کے بارے میں تمہارا ایسا نظریہ ہے تو ان سے گفتگو کیلئے تم نے بہترین طریقہ کا انتخاب کیا تھا۱

مروان کی ملاقات

اگلے دن راستہ میں مروان نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی اور عرض کی: اگر آپ قبول کریں تو میں آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں، امامؑ نے فرمایا: تمہاری نصیحت کیا ہے؟
مروان نے کہا: میری نصیحت یہ ہے کہ آپ امیرالمومنین یزید کی بیعت کرلیں کیونکہ یہ بیعت آپ کے دین اور دنیا دونوں کیلئے مفید ہے۔
امام حسینؑ نے تاسف کے ساتھ کلمہ استرجاع پڑھا اور فرمایا: اگر امت کا امیر یزید جیسا بن بیٹھے تو اسلام کا خدا حافظ، افسوس ہے مروان تیری حالت پر کہ تو مجھے یزید کی بیعت کا مشورہ دیتا ہے حالانکہ وہ ایک فاسق آدمی ہے کیوں ایسی فضول اور ناروا باتیں کہتا ہے؟

---

۱ ارشاد مفید، ۲/۳۳، ۲ «علی الاسلام السلام اذ قد بلیت الامة براع مثل یزید، ویحک یا مروان اتامرنی ببیعة یزید وهو رجل فاسق»

تمہاری ان باتوں کے سبب میں تمہیں ملامت نہیں کرتا کہ تم وہی ہو کہ رسولؐ نے تم پر اس وقت لعنت کی تھی کہ جب تم اپنے باپ "حکم بن العاص" کے صلب میں ہی تھے، پھر اسے مخاطب کر کے فرمایا: دور ہو اے دشمن خدا، ہم رسول خداؐ کے اہلبیت ہیں اور حق ہمارے ساتھ اور ہمارے درمیان ہے اور ہماری زبان سے بس حق ہی نکلتا ہے، میں نے خود رسولؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

ابوسفیان کے بیٹوں پوتوں اور ان کے غلاموں پر خلافت حرام ہے، نیز فرمایا: اگر معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو بے دھڑک اس کا پیٹ چاک کر دو، خدا کی قسم مدینہ والوں نے اسے میرے جد رسولؐ خدا کے منبر پر دیکھا لیکن جس کا حکم دیا گیا تھا انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔

اس وقت مروان نے غصہ سے چلا کر کہا: میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا مگر یہ کہ آپ یزید کی بیعت کر لیں، آپ آل علیؑ، ابوسفیان کی اولاد کی طرف سے دلوں میں کینہ رکھتے ہیں اسلئے ان کے دلمیں آپ لوگوں کے درمیان دشمنی ہوتی ہی چاہیئے۔

امام حسین علیہ السلام نے با آواز بلند فرمایا: دور ہو ناپاک! کہ ہم اہلبیت طہارت ہیں خدا نے ہمارے ہی متعلق رسولؐ پر وحی نازل کی تھی:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾[1]

امام حسین علیہ السلام کے بیان کے بعد مروان میں لب کشائی کی ہمت باقی نہ رہی، لیکن امامؑ نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: زرقاء کے بیٹے چونکہ تم رسولؐ سے ناراض ہو اس لیے میں تمہیں اس دن کے بارے میں دردناک عذاب کی بشارت دیتا ہوں جس دن تم خدا کی بارگاہ میں جاؤ گے اور میرے جد رسولؐ تم سے میرے اور یزید کے بارے میں سوال کریں گے[2]۔

جب یزید کو اس صورتحال کی اطلاع ملی تو اس نے ولید کو معزول کر کے مروان کو اس کی جگہ مدینہ کا حاکم مقرر کر دیا[3]۔

۱۔ سورہ احزاب ۳۳۔

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب ۴/۸۸۔

۳۔ الفتوح ج ۵ ص ۱۴۔

قبر رسولؐ سے رخصت

امام حسین علیہ السلام نے یہ طے کیا کہ حجاز کو خیر باد کہکر عراق چلے جائیں رات کے وقت رسولؐ کے مرقد مطہر پر حاضر ہوئے تاکہ اپنے جد سے رخصت ہولیں جب آپ مزار رسولؐ کے قریب پہونچے تو آپؑ نے دیکھا کہ قبر رسولؐ سے ایک نور نکلتا ہے اور پھر اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے۔

بعد والی رات میں امام حسینؑ پھر حرم نبویؐ میں تشریف لائے نماز ادا کی سجدہ رکوع کو اتنا طول دیا کہ ،،میں غنودگی طاری ہوگئی آپ نے خواب دیکھا کہ آپ رسولؐ کی آغوش میں ہیں آنحضرتؐ نے آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: میرے باپ تم پر قربان جائیں میں تمہیں ان لوگوں کے بیچ اپنے خون میں آغشتہ دیکھ رہا ہوں کہ جو میری شفاعت کی امید رکھتے ہیں لیکن انہیں میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی، بیٹا: تم عنقریب اپنے والدین اور بھائی کے پاس پہونچوگے وہ تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں اور خدا نے بہشت میں جو مقام تمہارے لئے معین کیا ہے وہ شہادت کے بغیر نہیں مل سکے گا[۱]

اسی وقت روتے ہوئے بیدار ہوئے گھر آئے خاندان والوں اور عزیزوں کے سامنے اپنا خواب بیان کیا[۲]

والدہ اور بھائیؑ سے رخصت

امام حسین علیہ السلام رات کی تاریکی میں اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا کی قبر پر آئے اور قبر کے

۱۔ «وإنّ لكَ في الجنّةِ دَرَجاتٍ لا تنالُها إلّا بالشّهادةِ»۔

۲۔ امالی شیخ صدوق مجلس ۳۰ حدیث ۱،

پاس کھڑے ہوئے اور اپنی والدہ کی فداکاریوں، شفقتوں اور عظمتوں کو یاد کیا اور آخری بار روتے ہوئے والدہ سے رخصت ہوئے پھر اپنے بھائی امام حسن علیہ السلام کے مزار پر گئے قبر سے لپٹ گئے اور غم و اندوہ کے ساتھ واپس گھر لوٹے [۱]

محمد بن حنفیہ کو وصیت

روانگی سے قبل امام حسین علیہ السلام نے وصیت کے عنوان سے ایک خط لکھا اس میں لکھا:

... وَانّي لَمْ اَخْرُجْ اَشِراً وَلا بَطِراً وَلا مُفْسِداً وَلا ظالِماً وَاِنّما خَرَجْتُ لِطَلَبِ الاِصْلاحِ فِي اُمَّةِ جَدّي ﷺ اُريدُ اَنْ آمُرَ بِالمَعْرُوفِ وَاَنْهى عَنِ المُنْكَرِ وَاَسيرَ بِسيرَةِ جَدّي وَاَبِي عَلِيِّ بنِ اَبِي طالِبٍ ؑ، فَمَنْ قَبِلَني بِقَبُولِ الحَقِّ فَاللّهُ اَوْلى بِالحَقِّ وَمَنْ رَدَّ عَلَيَّ هذا اَصْبِرُ حَتّى يَقْضِيَ اللّهُ بَيْني وَبَيْنَ القَوْمِ بِالحَقِّ وَهُوَ خَيْرُ الحاكِمينَ.

یہ وہ چیز ہے کہ جس کی امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کو وصیت کی ہے:
بے شک حسینؑ گواہی دیتا ہے کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور محمد اس کے بندہ اور رسول ؐ ہیں خدا کی طرف سے حق لائے ہیں، جنت و جہنم حق ہیں، قیامت ضرور آئیگی اور خدائے متعال مردوں کو زندہ کرے گا،
اما بعد: میں فتنہ و فساد برپا کرنے یا اپنی شہرت کیلئے نہیں نکل رہا ہوں بلکہ میں تو اپنے جد رسول ؐ کی امت کے امور کی اصلاح کیلئے نکل رہا ہوں،
میں نے نیکیوں کا حکم دینے برائیوں سے روکنے اور اپنے جد و والد علی بن ابی طالبؑ کی

---

[۱] حیات الامام الحسین ج ۲ ص ۲۶۱،

سیرت کی پیروی کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اگر حق کی طرف دعوت کو کوئی قبول کرے گا تو خدا حق قبول کرنے کیلئے زیادہ سزاوار ہے اور اگر کسی نے اسے قبول نہ کیا تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ خدا میرے اور اس جماعت کے درمیان فیصلہ کرے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

بھائی یہ تمہارے لئے میری وصیت ہے توفیق صرف خدا کی مدد سے حاصل ہوتی ہے میں اس پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف انابت کرتا ہوں۔

اس کے بعد خط ختم کر کے مہر لگائی اور اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کو دیدیا[1]

محمد بن حنفیہ کی پیشکش[2]

جب محمد بن حنفیہ کو یہ اطلاع ملی کہ امام حسین علیہ السلام مدینہ کو خیرباد کہنے کا ارادہ کر چکے ہیں تو وہ امام حسینؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: بھائی: آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہیں اور میں ہر ایک کو بے دریغ مشورہ دیتا ہوں، آپ کی تو بات ہی دوسری ہے آپ کو اس سے بے نیاز سمجھتا ہوں، یزید کی بیعت سے پہلوتہی کیجیئے اور جہاں تک ہو سکے شہروں میں سکونت سے بچیئے اور پھر لوگوں کے پاس اپنے نمائندے بھیجیئے اور انہیں اپنی طرف دعوت دیجئے اگر وہ آپؑ کی دعوت قبول کریں اور آپ کی بیعت کرلیں تو اس عطیہ پر خدا کا شکر ادا کیجئے اور اگر وہ بیعت کے لئے

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۲۹۔

[2] حنفیہ ان کی والدہ کا لقب تھا اور ماں کا نام خولہ تھا جو جعفر بن قیس کی بیٹی تھیں، حضرت علیؑ نے فرمایا: محمد اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ خدا کا عصیان ہو، ان محمدوں میں سے محمد بن حنفیہ ہیں، لیکن محمد بن حنفیہ عراق میں حسینؑ کے ہمراہ کسی عذر کی بنا پر نہیں آئے تھے ان کے سال وفات اور محل دفن کے بارے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے ۸۱ھ میں انتقال کیا اور جبل رضوی میں دفن ہوئے بعض کہتے ہیں کہ طائف میں دفن ہوئے ہیں۔ تنقیح المقال ج ۳ ص ۱۱۲۔

کسی دوسرے کا انتخاب کریں تو اس غلط انتخاب سے آپؑ کی عظمت وحیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اگر آپؑ کسی شہر میں وارد ہوں اور وہاں کے لوگ آپ کی بیعت کے سلسلے میں تردد کا شکار ہو جائیں، بعض آپؑ کی بیعت کریں اور کچھ مخالفت کریں اور نتیجہ میں فتنہ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے اور بے گناہ لوگوں کا خون بہہ جائے گا تو پھر وہ آپ کو بیچ سے ہٹا دینا چاہیں گے،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بھائی تم ہی بتاؤ! میں کہاں جاؤں؟

محمد بن حنفیہ نے عرض کی: مکہ تشریف لے جائیں اور اگر دیکھیں کہ یہ شہر اقامت کے لئے مناسب ہے تو وہیں سکونت اختیار کر لیجئے اور اگر یہ محسوس کریں کہ مکہ بھی آپ کے لئے امن کی جگہ نہیں ہے تو بیابانوں اور کوہساروں کی طرف نکل جائیے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے رہیئے یہاں تک کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں،

امامؑ کا جواب

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: بھائی! تم نے مجھے مشفقانہ مشوروں سے نوازا دعا ہے کہ آپ کے مشورے مقبول وپسندیدہ قرار پائیں [1]

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے فرمایا: بھائی! اگر پوری دنیا میں مجھے کہیں کوئی پناہ نہیں ملے گی تو بھی یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کروں گا [2]

محمد بن حنفیہ یہ سنکر رونے لگے کیونکہ جانتے تھے کہ ان کے بھائی امام حسین علیہ السلام نے اس

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۳۴،

[2] فقال الحسين عليه السلام: «يا أخي والله لو لم يكن ملجأ ولا مأوى لما بايعت يزيد بن معاوية»

راستے کا انتخاب جان بوجھ کر کیا ہے اور اس سلسلے میں پیش آنے والے مصائب کو جان کے عوض خریدا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے ان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا: اے بھائی خدا تمہیں جزائے خیر عطا کرے کہ تم نے اچھا مشورہ دیا۔ فی الحال میں مکہ کی طرف جا رہا ہوں خود میری، میرے بھائیوں اور ان کے اتباع کرنے والوں کی یہی رائے ہے لیکن آپ مدینہ میں رہ کر ہمارے پاس ضروری خبریں بھیج سکتے ہیں مجھ سے کسی چیز کو نہ چھپانا[۱]

بعض افراد نے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے عراق کی طرف روانہ ہوتے وقت زوجۂ رسولؐ ام سلمہ کو بلایا اور جو کتابیں اور وصیتیں آپ کے پاس تھیں انہیں امانت کے طور پر ان کے سپرد کیا چنانچہ جب امام زین العابدین علیہ السلام کربلا سے واپس آئے تو ام سلمہ نے وہ وصیتیں اور کتابیں آپ کو لوٹا دیں[۲]

بنی ہاشم کی عورتوں کا گریہ

بنی ہاشم کی عورتوں کو اس خبر سے بہت زیادہ قلق ہوا کہ امام حسین علیہ السلام مدینے سے مکہ جا رہے ہیں چنانچہ وہ نوحہ گری کیلئے جمع ہوئیں امام حسینؑ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں جزع فزع سے منع کیا اور فرمایا: تمہیں خدا کی قسم کہ نوحہ و گریہ نہ کرو کہ اس سے خدا و رسولؐ ناراض ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا: اے پاک باز لوگوں کے محبوب خدا ہمیں آپ کا فدیہ قرار دے۔

ہم کیوں کر گریہ نہ کریں کیسے آہ و بکا نہ کریں کہ آج کا دن ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسا رسولؐ کی وفات کا دن تھا، آنحضرتؐ کی رحلت کے کچھ دنوں کے بعد فاطمہؑ، علیؑ اور حسنؑ بھی داغ جدائی دے گئے

---

[۱] بحار الانوار ۴۴ ص ۳۲۹ [۲] کافی ۱ ص ۳۰۴

نیز لکھا ہے کہ امامؑ کی ایک پھوپھی نے کہا: میں نے ہاتف کی آواز سنی ہے کہ کہتا ہے:

وَاِنَّ قَتِیلَ الطَّفِّ مِنْ آلِ هاشِمٍ اَذَلَّ رِقاباً مِنْ قُرَیْشٍ فَذَلَّتِ [1]

امام حسینؑ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور فرمایا: یہ خدا کا حتمی فیصلہ ہے یہ ہو کے رہے گا [2]

شہادت سے آگہی

(۱) عبداللہ بن عباس نقل کرتے ہیں: جس وقت امام حسین علیہ السلام عراق جا رہے تھے میں آپ سے ملاقات کے لئے گیا اور عرض کی: اے فرزند رسولؐ: میں آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ عراق نہ جائیے اس سفر کو ترک کر دیجئے،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے عباس کے بیٹے! کیا تم نہیں جانتے کہ سرزمین عراق میرے باوفا اصحاب کی جائے شہادت ہے، میں نے عرض کی: یہ خبر آپ کو کہاں سے ملی ہے؟ فرمایا: یہ ان رازوں میں سے ایک راز ہے جن سے میں آگاہ ہوں اور یہ ایسا علم ہے جو مجھے عطا ہوا ہے [3]

(۲) بیہقی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ رسولؐ نے حسینؑ سے فرمایا: بہشت میں تمہارے لئے ایک درجہ ہے کہ جس پر شہید ہو کر ہی پہونچو گے [4]، لہٰذا جب دشمن کی فوج امام حسینؑ سے جنگ کی تیاری کر رہی تھی آپ کو اس وقت یہ علم تھا کہ شہید ہوں گے اس لئے صبر سے کام لیا اور ہرگز بے قرار اور بے تاب نہ ہوئے یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے خدا آپ پر رحمت نازل کرے [5]

---

[1] آل ہاشم میں سے کربلا میں شہید ہونے والے نے قریش کے سرغناؤں کو ذلیل کر دیا اور وہ ذلیل ہو گئے،

[2] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۳۷،

[3] دلائل الامامۃ ص ۷۴،

[4] «اِنَّ لَكَ فِي الْجَنَّةِ دَرَجَةً لا تَنالُها اِلّا بِالشَّهادَةِ».

[5] مقتل الحسینؑ خوارزمی ص ۱۷۰،

(۳) مرحوم علامہ مجلسی کہتے ہیں: مدینہ سے مکہ کی طرف روانگی کے وقت ام سلمہ امام حسین ؑ کے پاس آئیں اور کہا: بیٹا عراق کی طرف سفر کر کے مجھے غمزدہ نہ کرو، بے شک میں نے تمہارے جد رسول ؐ سے سنا ہے کہ فرمایا: میرا بیٹا عراق میں اس سرزمین پر قتل کیا جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں۔[۱]

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: نانی جان! خدا کی قسم میں اس کام کے نتیجہ سے بخوبی واقف ہوں لیکن اس راہ کو جاری رکھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ مجھے کہاں اور کس دن شہید کیا جائے گا میں اس شخص کا نام بھی جانتا ہوں کہ جو مجھے شہید کرے گا اس جگہ سے بھی واقف ہوں کہ جہاں مجھے دفن کیا جائے گا بلکہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے اہلبیت اور شیعوں میں سے کون کون میرے ساتھ شہید ہوگا اگر آپ "کربلا کا" یہ منظر دیکھنا چاہتی ہیں تو دیکھئے اس کے بعد امام حسین ؑ نے اپنے دست مبارک سے کربلا کی طرف اشارہ کیا[۲] ام سلمہ بے قرار ہوگئی اور گریہ وزاری کے ساتھ کہا: خدا حافظ[۳]

(۴) روایت ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کربلا میں وارد ہوئے تو اس سرزمین کا نام معلوم کیا، بتایا گیا کہ اس وادی کو کربلا کہتے ہیں فرمایا: کرب و بلا ہے جب ہم اپنے والد کے ہمراہ صفین جاتے وقت اس سرزمین پر پہونچے تھے تو والد نے یہاں ٹھہر کر اس کا نام معلوم کیا تھا لوگوں نے بتایا تھا کہ یہ کربلا ہے۔

والد ؑ نے فرمایا: یہ زمین ان کے اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ اور ان کا مقتل ہے اور جب ساتھیوں نے اس جملہ کے معنی معلوم کئے تو فرمایا: اس سرزمین پر آل محمد میں سے ایک جماعت آئے گی[۴]

(۵) امام حسین ؑ نے عبداللہ بن زبیر سے فرمایا: خدا کی قسم اگر میں کسی سوراخ میں بھی پنہاں ہو جاؤں گا تو وہ مجھے وہاں سے بھی نکال کر قتل کردینگے خدا کی قسم وہ میرے اوپر اسی طرح ستم روا رکھیں گے

---

۱. «يُقْتَلُ وَلَدِي الْحُسَيْنُ عليه السلام بِأَرْضِ الْعِرَاقِ فِي أَرْضٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاء».

۲. یقیناً امام حسین ؑ نے ام سلمہ کو کربلا کا منظر دکھا یا تھا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ دیکھ لیا تھا جو آنکھیں دیکھتی ہیں۔

۳. بحار الانوار ج ۴۴ / ۳۳۲۔ ۴. اخبار الطوال ص ۲۵۳۔

کہ جس طرح قوم یہود شنبہ کے دن سرکشی و فرمانی پر اصرار رکھتی تھی ۱؎

(۶) روایت ہے کہ امام حسین علیہ السلام بار بار فرماتے تھے، خدا کی قسم مجھے یہ گروہ، بنی امیہ، اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک میری کٹی ہوئی رگوں سے خون نہ بہہ جائے گا اور جب وہ ایسا کریں گے تو پھر خدا ان پر ایسے آدمی کو مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل کرے گا ۲؎

(۷) ابراہیم بن سعید نے، جو کہ زہیر بن قین کے ساتھیوں میں سے تھے، جب اثناء راہ میں وہ امام حسین ؑ سے آملے تو، ،سنا کہ امام حسین ؑ نے زہیر سے فرمایا: اے زہیر میں اپنی جائے شہادت سے واقف ہوں ،، اور اپنے سر اقدس کی طرف اشارہ کیا ،، اور فرمایا: اسے زحر بن قیس انعام پانے کی امید میں یزید کے پاس شام لے جائے گا لیکن یزید اسے کچھ نہ دے گا ۳؎

۱؎ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۸،

۲؎ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۹،

۳؎ دلائل الامامہ ص ۸۴،

دوسری فصل

مدینہ سے مکہ تک

امامؑ کی روانگی مدینہ سے مکہ کی طرف

امام حسین علیہ السلام اتوار کے دن ۲۸ رجب ۶۰ھ کو مدینہ سے مکہ کی طرف چلے اور تین شعبان کو شب جمعہ مکہ پہونچ گئے اور "ابتدائے شعبان سے آخر ذی قعدہ تک" مکہ معظمہ میں چار ماہ پانچ روز مقیم رہنے کے بعد آٹھویں ذی الحجہ یوم ترویہ کے روز مکہ سے عراق کی سمت روانہ ہوئے اسی دن مسلم بن عقیل نے کوفہ میں انقلاب کا نعرہ بلند کیا تھا۔[1]

امام حسین علیہ السلام نے مکہ اس وقت چھوڑا جب آپ کو یہ خبر ملی کہ یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کی سرکردگی میں مکہ ایک لشکر بھیجا ہے اور اسے امیر الحاج مقرر کیا ہے نیز اسے تاکید ہے کہ جہاں بھی حسینؑ کو پاؤ بے دریغ قتل کر دو۔[2] دوسری طرف امام حسینؑ کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ آپ کو

---

[1] سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ امام حسین ۳ ذی الحجہ بروز منگل مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ الملہوف ص ۶۰ لیکن سیوطی نے دن کی تعیین کے بغیر لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام دس ذی الحجہ کو مکہ سے عراق کی سمت روانہ ہوئے۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۷، انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۶۰۔

[2] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۶۵۔

قتل کرنے کے لیے یزید نے تیس ہزار آدمی بھیجے ہیں[۱] یہاں یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ اہل حجاز کو اہلبیت سے دیرینہ دشمنی تھی وہ حضرت علی کی شان میں گستاخی کرتے تھے چنانچہ زین العابدین فرماتے ہیں: مکہ و مدینہ میں بیس آدمی بھی ہمارے طرفدار نہیں ہیں[۲] بہر حال جب امام حسین کو یزید کی اس سازش کی اطلاع ملی تو خانہ خدا کی حرمت کے تحفظ کی خاطر طواف وسعی کے بعد حج کو عمرۂ مفردہ سے بدلا[۳] اور مکہ مکرمہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔

محمد حنفیہ کے علاوہ بیٹے بھائی بھتیجے اور اکثر اہلبیت امام حسین کے ہمراہ تھے[۴] سفر کے دوران امام حسین علیہ السلام مسلسل اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے:

﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴾ [۵]

مکہ جانے کے لئے امام حسین علیہ السلام نے عام راہ کا انتخاب کیا تھا اور جب اہلبیت نے یہ کہا تھا کہ اگر ابن زبیر کی طرح غیر معروف راہ اختیار کرتے تو دشمن کے تعاقب سے بچ جاتے تو امام نے فرمایا تھا: ہرگز نہیں! خدا کی قسم میں اسی راہ سے جاؤں گا تاکہ جو مشیت خدا ہے وہ ہو جائے[۶]۔

---

۱ تظلم الزہرا ص ۱۵۳۔

۲ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۱۰۴۔

۳ مشہور یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حج کو عمرہ سے بدلا لیکن یہ بات تحقیق طلب ہے کیونکہ جب امام حسین کو یہ علم تھا کہ حج پورا نہیں کر سکیں گے تو آٹھویں ذی الحجہ کو احرام کیسے باندھا اور پھر اسے عمرہ سے بدلا؟ ول تو آپ نے ماہ شعبان میں عمرہ کیا تھا اور چونکہ عمرہ حج کے مہینوں میں نہیں ہوا تھا اس لئے یہ عمرہ حج تمتع کیلئے کافی نہیں ہے بلکہ حج کے مہینوں میں میقات سے احرام باندھکر عمرہ تمتع کرنا پڑتا ہے۔

۴ ارشاد شیخ مفید ۲/۳۴۔

۵ سورہ قصص ۲۱ ۶ ارشاد شیخ مفید ۲/۳۵۔

ایک ملاقات

درمیان راہ عبداللہ بن مطیع [۱] نے امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کی اور عرض کی: قربان جاؤں کہاں کا ارادہ ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: فی الحال تو مکہ کا قصد ہے اور خدا سے خیر طلب کرتا ہوں۔

عبداللہ بن مطیع نے کہا: قربان جاؤں میں بھی آپؑ کیلئے خدا سے خیر چاہتا ہوں لیکن ایسا نہ ہو کہ آپؑ مکہ سے کوفہ چلے جائیں کیونکہ کوفہ وہی شہر ہے جہاں آپ کے والد کو قتل کیا گیا اور آپ کے بھائی حسنؑ کو دشمن کے چنگل میں چھوڑ دیا گیا تھا اور ان پر اتنا کاری زخم لگایا تھا کہ قریب تھا کہ شہید ہو جاتے خانہ خدا میں رہیئے آپؑ عرب میں بڑے خاندان سے ہیں اور رتبہ و عظمت کے اعتبار سے حجاز میں کوئی بھی آپؑ کے برابر نہیں ہے وہیں رہیئے تاکہ اطراف کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو جائیں خدا کی قسم آپؑ کے بعد ہمیں زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔ [۲]

---

[۱] تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام سے عبداللہ ابن مطیع نے راہ مکہ میں ملاقات کی تھی لیکن دیگر مورخین جیسے شیخ مفید نے لکھا ہے کہ یہ ملاقات مکہ سے عراق آتے وقت ہوئی تھی، بعض نے یہ احتمال دیا ہے کہ دو بار ملاقات ہوئی ہے ایک دفعہ مکہ جاتے وقت اور دوسری دفعہ مکہ سے عراق جاتے وقت۔ "الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۱۳۳"۔

[۲] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۹۔

تیسری فصل

مکّہ میں

مکّہ میں داخلہ

امام حسین علیہ السلام تین شعبان شب جمعہ کو مکہ میں داخل ہوئے اور آپ کی ورد زبان یہ آیت تھی

﴿وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَنْ يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾[1]

امام حسین علیہ السلام مکہ اقامت گزیں ہوگئے تو دیگر لوگوں کے ساتھ وہ لوگ بھی آپ کی خدمت میں شرفیاب ہونے لگے جو عمرہ کے لئے مکہ میں مقیم تھے، عبداللہ ابن زبیر نے بھی جوار کعبہ میں قیام کیا اور نماز و طواف میں مشغول ہوگیا وہ ہر روز یا دو دن میں ایک بار امام حسین علیہ السلام سے ملاقات کے لئے آتا تھا بہت زیادہ مضطرب و پریشان رہتا تھا اسلئے جانتا تھا کہ جب تک امام حسین علیہ السلام مکہ میں موجود ہیں اس وقت تک اہل حجاز اس کے ہاتھوں پر بیعت نہیں کریں گے کیونکہ امام حسین علیہ السلام ایک خاص اجتماعی حیثیت کے مالک تھے زیادہ تر لوگ آپ کی اطاعت کرتے تھے[2] عبادت کے تظاہر سے عبداللہ ابن زبیر کا مقصد لوگوں کو فریب دینا تھا امیرالمومنین علیہ السلام

---

۱ سورہ قصص ۲۲،   ۲ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۳۵،

نے اس کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس نے دنیا حاصل کرنے کے لئے دین کا جال بچھایا ہے۔[۱] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اموی حکومت سے جنگ کرنے میں عبداللہ ابن زبیر کا مقصد رضائے خدا کا حصول تھا بلکہ وہ زمام حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے اور قدرت پر پہونچنے کی فکر میں زندگی گذار رہا تھا، عبداللہ بن عمر نے اس حقیقت سے اس وقت پردہ اٹھایا جب ان کی بیوی نے شوہر سے تاکید کے ساتھ کہا کہ: عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرلیں، عبداللہ بن عمر نے بیوی سے کہا: کیا تم نے وہ سواری نہیں دیکھی تھی جس پر حج کے موقع پر معاویہ سوار تھا؟ مجھے یقین ہے کہ ابن زبیر صرف اس شان و شوکت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں عبادت و طاعت خدا سے مدد لے رہا ہے۔[۲]

قبر خدیجہ کی زیارت

مکہ میں قیام کے دوران امام حسین علیہ السلام اپنی نانی حضرت خدیجہؑ کی قبر کی زیارت کے لئے گئے وہاں نماز ادا کی اور اپنے خدا سے مناجات کی۔[۳]

اہل بصرہ کے نام خط

امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے بصرہ کے تمام سربرآوردہ افراد کے نام ایک ہی مضمون کے خط لکھے جن لوگوں تک امامؑ کے غلام سلیمانؓ کے ذریعہ خط پہونچے وہ مالک بن مسمع بکری، احنف بن قیس، منذر بن

۱۔ «ينصب حبالة الدين لاصطياد الدنيا»   ۲۔ حياة الامام الحسينؑ ج ۲ ص ۳۱۰۔

۳۔ تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۰۰، حیاۃ الامام حسینؑ ج ۲ ص ۲۴۳۔   ۴۔ منذر بن جارود عبدی کا باپ رسولؐ کے صحابہ میں سے تھا حضرت علیؑ نے اسے بعض علاقوں کا امیر بنا دیا تھا لیکن اس نے کچھ اس طرح کام کیا کہ علیؑ نے اس کی مذمت میں خط تحریر کیا اور اس کے باپ جارود کی مدح کی اہل رجال نے منذر کو ضعیف قرار دیا ہے، تنقیح المقال ج ۳ ص ۲۴۸۔

جارود، مسعود بن عمر، قیس بن ھیثم، عمرو بن عبید بن معمر۔ ہیں اس خط میں لکھا تھا،
بے شک خدا نے محمدؐ کو لوگوں کے درمیان سے منتخب کیا اور ان کے سر پر تاج نبوت رکھا
انہیں رسولؐ بنایا چنانچہ جب آپؐ کا پیغام پہنچا چکے اور معاشرہ کی ہدایت کا فریضہ انجام دے چکے تو
حق کی دعوت پر لبیک کہا اور عالم ابد و البقا کی طرف چلے گئے۔
کے وارث ہیں باوجودیکہ ہم خلافت و امامت کے سب سے زیادہ لائق تھے لوگوں نے ہمارے اس حق
کو چھین لیا چونکہ ہمیں اختلاف پسند نہیں ہے اور امت اسلامیہ کی بھلائی کے پیش نظر، اس زمانہ میں، ہم
خاموش رہے اب سنت رسولؐ کو پس پشت ڈال دیا، بدعتیں ایک کے بعد دوسری ظاہر ہو رہی ہیں
اس خط کے ساتھ میں اپنا نمائندہ تمہارے پاس بھیج رہا ہوں میں تمہیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر عمل
کرنے کی دعوت دیتا ہوں اگر تم نے میری بات مان لی تو میں تمہیں صحیح راستہ پر لے چلوں گا۔[1]

منذر بن جارود کا ردعمل[2]

منذر بن جارود عبدی، امام حسین علیہ السلام کے قاصد سلیمان کو ابن زیاد کے پاس لے گیا اور
عبیداللہ نے، جو کہ اسی شب میں کوفہ جانے والا تھا، انہیں دار پر چڑھا دیا اور پھر کوفہ چلا گیا تا کہ امام حسینؑ

---

[1] «اما بعد فان الله اصطفى محمداً ﷺ من خلقه واكرمه بنبوته واختاره لرسالته ثم قبضه الله اليه وقد نصح لعباده وبلّغ ما أرسل به، وكنا اهله واولياءه وورثته واحق الناس بمقامه في الناس فاستأثر علينا قومنا بذلك فرضينا وكرهنا الفرقة واحببنا العافية ونحن نعلم انا احق بذلك الحق المستحق علينا ممن تولاه وقد بعثت رسولي اليكم بهذا الكتاب وانا ادعوكم الى كتاب الله وسنة نبيه فان السنة قد أميتت والبدعة قد أحييت، فان تسمعوا قولي اهدكم الى سبيل الرشاد».

[2] منذر بن جارود عبدی کا باپ رسولؐ کے صحابہ میں سے تھا، حضرت علیؑ نے بعض علاقوں کا امیر بنا دیا تھا لیکن اس نے کچھ اس طرح کام کیا کہ
علیؑ نے اس کی مذمت میں خط تحریر کیا اور اس کے باپ جارود کی مدح کی اہل رجال نے منذر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ تنقیح المقال ج ۳ ص ۲۴۴۔

کی آمد سے پہلے وہاں پہونچ جائے،

لکھا ہے کہ ، بحریہ ، بنت منذر بن جارود ، عبید اللہ بن زیاد کی بیوی کا گمان یہ تھا کہ یہ منصوبہ عبید اللہ بن زیاد کے اشارہ سے بنایا گیا اور سلیمان کو امام حسین علیہ السلام کا جھوٹا قاصد قرار دیکر عبید اللہ کے پاس بھیج دیا تاکہ اس کی حیلہ بازی سے امان میں رہے،

احنف بن قیس نے جواب لکھا: صبر سے کام لو ! خدا کا وعدہ حق ہے اور خود کو بے ایمان لوگوں کے ہاتھوں مذلت میں نہ ڈالو ط

یزید بن مسعود کا ردعمل

اس نے بنی تمیم بنی حنظلہ اور بنی سعد کے قبیلوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: بنی تمیم والو ! تمہاری نظروں میں میری کیا قدر و منزلت ہے ؟ انہوں نے کہا: آپ ہماری عظمت کا نشان ہیں اور شرافت و منزلت کے لحاظ سے ہم سب سے بلند ہیں،

یزید بن مسعود نے کہا: میں نے تمہیں اپنے کام کے لئے زحمت دی ہے تاکہ اس کے بارے میں تم سے مشورہ کروں اور تم سے مدد لوں، انہوں نے کہا بتائیے کیا ہے تاکہ عمل کریں ،

اس نے کہا: معاویہ دنیا سے چلا گیا : ظلم و گناہ کے دروازے ٹوٹ گئے اور ستم کے پیروں میں تزلزل پیدا ہو گیا ہے اس نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تھی وہ یہ گمان کرتا تھا کہ اس نے خلافت کے پایوں کو مضبوط و محکم بنا دیا ہے جبکہ اس کی یہ کوشش رائیگاں اور اس سلسلے کے مشورے اس کے حق میں مضر ثابت ہوئے اور اس کے بعد اسکے بیٹے یزید نے جو کہ کھلم کھلا شراب پیتا ہے اور کسی بھی غلط کام سے پرہیز نہیں کرتا ہے . یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کا خلیفہ ہے وہ خود کو مسلمانوں کا امیر خیال کرتا ہے جبکہ مسلمان اس

ط ﴿فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ﴾

امر سے راضی نہیں ہیں، وہ اتنا بیوقوف آدمی ہے کہ حق کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا، خدا کی قسم دین کے تحفظ کے لئے اس سے جہاد کرنا مشرکین سے جہاد کرنے سے افضل ہے، اور یہ حسین ؑ بن علی ؑ رسول ؐ کے نواسے ایسے اصیل و شریف اور صاحب فضل و نظر ہیں، کہ تعریف نہیں کی جاسکتی علم کا دریا ہیں خلافت کا استحقاق صرف انہیں کو ہے کیونکہ ان کا ماضی روشن معتد بہ مبارزات رسول ؐ سے رشتہ اور ان کی محبت و مہربانی کو عام و خاص سبھی جانتے ہیں، انہوں نے خط لکھا ہے اور تم پر حجت تمام کر دی ہے نور حق سے منہ نہ موڑو کہ تاریکیوں میں گھر جاؤ گے اور باطل کے گرداب میں پھنس جاؤ گے جنگ جمل میں تم نے صخرہ بن قیس[۱] کی وجہ سے حق کا دامن چھوڑ دیا تھا اور باطل کو اختیار کر لیا تھا آج نواسۂ رسول ؐ کی مدد و حمایت کر کے اپنے دامن سے اس داغ کو دھو ڈالو! خدا کی قسم تم میں سے جو بھی ان کی مدد سے پہلو تہی کرے گا اور ان کی نصرت میں کوتاہی کرے گا اس کی اولاد اور قبیلہ میں خدا ذلت و پستی کو میراث کے طور پر جاری کر دے گا اب میں نے جنگ کا لباس پہن لیا ہے اور ان سے دفاع کرنے کے لئے تیار ہوں، واضح رہے کہ اگر ہم آج نہیں مارے جائیں گے تو کل خود مر جائیں گے، میدان جنگ سے فرار نہ کرو کہ موت تمہارے تعاقب میں ہے خدا تمہاری مغفرت کرے ہوش میں آجاؤ، صحیح جواب دو!

بنی حنظلہ والوں نے کہا: اے ابو خالد ہم آپ کے ترکش کے تیر ہیں اور آپ کے قبیلہ کے سوار گنے جاتے ہیں اور اگر آپ ہماری طرف تیر چلائیں گے تو نشانہ پر لگے گا، اگر ہم میدان جنگ میں قدم رکھیں گے تو فتح آپ کے قدم چومے گی مشکلوں اور دشواریوں میں ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم تلواروں سے آپ کی مدد کریں گے اور جب بھی آپ چاہیں گے ہم اپنے سینوں کو آپ کی سپر بنا دیں گے،

اس کے بعد قبیلۂ بنو عامر نے لب کشائی کی اور کہا: اے ابو خالد! ہم آپ کے بھائی اور حلیف و ہم پیمان ہیں آپ کے غیظ میں آجانے سے غضبناک ہو جاتے ہیں اگر آپ کوچ کا ارادہ کر چکے ہیں تو ہم توقف

---

[۱] ایسا لگتا ہے کہ صخرہ بن قیس سے مراد احنف بن قیس ہے کیونکہ احنف کے دو اور نام صخرہ و ضحاک بھی ہیں اس نے جنگ جمل میں شرکت نہیں کی تھی، الکنی والالقاب ج ۲ ص ۱۱

کرتے ہماری طرف سے آپ کو پورا اختیار ہے جب آپ چاہیں ہمیں بلائیں،

پھر بنی سعد کے قبیلہ نے کہا: اے ابوخالد! آپ کی مخالفت کرنا اور آپ کے حکم کی اطاعت نہ کرنا ہمارے نزدیک بہت بری اور غلط بات ہے، جنگ جمل کے دن صخر بن قیس نے ہم کو جنگ ترک کرنے کا حکم دیا ہم نے اطاعت کی اور اس نتیجہ میں ہم کامیاب رہے اور ہمارے قبیلہ میں عزت باقی رہی اس سلسلے میں ہمیں مشورہ کرنے کی مہلت دیجئے،

یزید بن مسعود نے انہیں مخاطب کرکے کہا: اگر تم نے بنی امیہ سے جنگ نہ کی خدا تمہارے خاندان سے ضرور انتقام لے گا اور ہمیشہ تمہارے درمیان جنگ و خونریزی ہوتی رہے گی۔[۱]

یزید بن مسعود کا خط امام حسینؑ کے نام

یزید بن مسعود نے امام حسینؑ کے نام خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: آپ کا خط موصول ہوا، جس چیز کی مجھے دعوت دی، اس سے مطلع ہوا، میں آپ کی مدد کرنے میں اپنی کامیابی دیکھ رہا ہوں اور آپ کی اطاعت میں حق کی اطاعت ہے، خدا زمین کو ہرگز ایسے امام و رہبر سے خالی نہیں رکھتا ہے جو کہ لوگوں کو نیکیوں کا حکم دے اور راہ نجات کی طرف ان کی راہنمائی کرے، آپ مخلوق پر خدا کی حجت اور روئے زمین پر اس کی امانت ہیں آپ شجر رسالت کی سرسبز شاخ کی مانند ہیں ہمارے قبیلہ بنی تمیم کے ساتھ رہیئے جو کہ آپ کی اطاعت اور حکم پر عمل کرنے اور آپ کی چوکھٹ پر جبہ سائی کے لئے تیار ہے قبیلہ بنی اسعد نے بھی آپ کی دعوت کا اثبات میں جواب دیا ہے میں نے آپ کے پیغام کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں سے کدورت کے غبار کو بارش کے پانی کی مانند دھو دیا ہے، اور آپ کی مہربانی سے دلوں سے تاریکی کو دور کردیا ہے،

۱۔ نفس المہموم ص ۸۷،

جب امام حسین علیہ السلام کو ان کا خط ملا تو آپ نے ان کے حق میں دعا کی اور فرمایا:

خدا تمہیں خوف و ہراس سے محفوظ رکھے اور خدا تمہیں اس روز سرفراز و سیراب کرے کہ جس دن پیاس کی شدت سے دہن سوکھ جائیں گے ۱

یزید بن مسعود تیار تھے کہ قافلۂ کربلا سے جا ملیں کہ آپ کو امام حسین ؑ اور ان کے وفادار انصار کی خبر شہادت ملی جس سے ان کے اور ان کے قبیلہ والوں کے دل شعلۂ غم سے جلنے لگے اور آخری عمر تک اسی غم میں جلتے رہے اور اس سعادت آفریں موقع کے ہاتھ سے نکل جانے پر کہ جس کے نتیجہ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوتے، ہمیشہ افسوس کرتے رہے ۲

یزید بن بنیط ۳

جب امام حسین علیہ السلام کا عام اور تقدیر ساز پیغام بصرہ پہونچا تو یزید بن بنیط نے، جو کہ بصرہ کے سربرآوردہ افراد میں سے تھے، امام حسین علیہ السلام کے خط کا اثبات میں جواب دیا اور معاملہ کو صحیح طریقہ سے سمجھنے کے لئے سعد کی بیٹی ماریہ کے گھر گئے ۴ کہ یہ گھر شیعی تحریکوں اور امام ؑ کے انصار اسی گھر میں جمع ہوتے تھے ۵،

یزید بن بنیط نے، کہ جن کا تعلق قبیلۂ عبد القیس سے تھا اور دس شجاع و دلیر بیٹوں کے باپ تھے اسی گھر میں اپنے بیٹوں اور چاہنے والوں کو مخاطب کر کے کہا: میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور عنقریب

---

۱. «آمَنَكَ اللهُ مِنَ الخَوْفِ وَأَعَزَّكَ وَأَرْوَاكَ يَوْمَ الْعَطَشِ الْأَكْبَرِ»۔ ۲ اللہوف: ۱۷، مقتل حسین مقرم ص ۱۴۱،

۳ بعض کتب جیسے ابصار العین، «یزید بن ثبیط» نقل ہوا ہے اور تاریخ کامل ج ۴ کے ص ۲۱ پر یزید بن بنیط لکھا ہے۔

۴ مامقانی نے رجال میں ان کے والد کا نام منقذ یا سعید لکھا ہے کہتے ہیں کہ: ماریہ بنت منقذ یا سعید العبدیہ شیعہ امامی تھیں پرہیزگار متقی عورت تھیں،

۵ تاریخ کامل ج ۴ ص ۱۲،

بصرہ سے مکہ روانہ ہو جاؤں گا اور امام حسین ؑ سے ملحق ہو جاؤں گا اس پر ان کے بیٹوں میں سے دو عبداللہ اور عبیداللہ نے اس پر خطر سفر میں ان کے ساتھ چلنے اور ان کی مدد کرنے کے سلسلے میں مکمل طور پر اپنی آمادگی کا اظہار کیا، دوسرے مددگاروں نے کہا: ہم عبیداللہ ابن زیاد کی فوج سے ڈرتے ہیں وہ انہیں اور ان کے انصار کو قتل کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرے گا اس پر انہوں نے اپنے چاہنے والوں سے کہا: خدا کی قسم میں اپنے ان دو سعادتمند بیٹوں کے ساتھ دشمن کے چابک سواروں سے کوئی خوف محسوس نہیں کرتا ہوں۔

یزید بن نبیط اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ بصرہ سے مکہ چلے گئے وہاں یہ معلوم ہوا کہ امام حسین علیہ السلام مکہ کے مضافات میں الابطح میں قیام پذیر ہیں لہذا وہ ابطح کی طرف روانہ ہو گئے، وہاں پہونچے تو قافلہ والوں نے بتایا کہ امام حسین ؑ تم سے ملنے کے لئے گئے ہیں، وہ امام ؑ کی عظمت کے باوجود اس خاکساری کو سن کر فوراً مکہ لوٹ گئے اور اپنی منزل پر امام ؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے چونکہ امام حسین ؑ نے ان کے آنے تک انتظار کیا تھا اس لئے ان کے دل میں اور محبت بڑھ گئی اور زبان پر یہ آیۃ جاری کی

﴿بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا﴾[1]

سلام کے بعد امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں بصرہ کے عام حالات اور اپنے مکہ آنے کے مقصد کو بیان کیا، آپ ؑ نے ان کے لئے دعائے خیر کی، یزید بن نبیط اپنے دونوں دلاور بیٹوں کی معیت میں امام حسین کے ہمراہ کربلا کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ امام حسین ؑ کی نصرت میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔[2]

اہل کوفہ کے خطوط

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب اہل کوفہ کو یہ معلوم ہوا کہ معاویہ مر گیا ہے اور امام حسین ؑ نے یزید کی بیعت

۱۔ یونس ۵۸، ۲۔ نفس المہموم ص ۹۲،

نہیں کی ہے تو انہوں نے بھی یزید کی اطاعت قبول نہ کی اور آپ کے وفادار شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی[1] کے گھر جمع ہوئے اور مذاکرہ و مشورہ کے بعد اس بات پر اتفاق ہوا کہ امام حسینؑ کو خط بھیج کر کوفہ آنے کی دعوت دی جائے چنانچہ عبداللہ بن مسمع[2] اور عبداللہ بن وال[3] کو اس بات پر مامور کیا گیا کہ وہ سرعت کے ساتھ مکہ جائیں اور امام حسینؑ کی خدمت میں خطوط پہونچائیں، دس رمضان کو اہل کوفہ کے دو قاصد مکہ پہونچے اور خطوط امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر کیئے، دو روز بھی نہیں گزرے تھے کہ اہل کوفہ نے قیس بن مسہر صیداوی[4] اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ ارحبی[5] کے ذریعہ دیگر خطوط امام حسینؑ کی خدمت میں ارسال کیئے، دو دن کے بعد ہانی بن ہانی سبیعی[6]، سعید بن عبداللہ حنفی[7]۔ اہل کوفہ کے نئے خط لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہاں تک کہ کوفیوں کے بھیجے ہوئے خطوط کی تعداد بارہ ہزار تک پہونچ گئی[8]۔

نمایاں اور باحیثیت لوگوں نے امام حسینؑ کو خط لکھے اور کوفہ آنے کی دعوت دی مثلاً:

۱؎ سلیمان بن صرد کوفہ کے سر برآوردہ شیعوں اور تحریک توابین کے سربراہوں میں سے ایک تھے، عین الوردہ میں شہید ہوئے شیخ طوسی نے اپنی کتاب رجال میں انہیں رسولؐ کے صحابہ میں شمار کیا ہے، ان کی شہادت ۶۵ھ میں واقع ہوئی ہے، تنقیح المقال ج ۲ ص ۶۳

۲؎ عبداللہ بن مسمع ہمدانی سبیعی تحریک توابین کے رکن تھے، ابصار العین ص ۱۳۱، ۳؎ عبداللہ بن وال کوفہ کے شرفاء میں سے ایک اور فقیہ و عابد نیز تحریک توابین کے رکن تھے عین الوردہ میں سلیمان بن صرد کے ساتھ شہید ہوئے، نفس المہموم ص ۵۶۲۔

۴؎ قیس بن مسہر صیداوی امام حسینؑ کے ناصروں میں سے ایک تھے، شہدائے کربلا میں یہ بھی شامل ہیں ان کی شہادت کا ماجرا اس کتاب میں آئندہ بیان ہوگا، ۵؎ عبدالرحمٰن ۱۲ رمضان کو اہل کوفہ کے ۵۳ خطوط لیکر مکہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے یہ بھی شہدائے کربلا میں شامل ہیں، ابصار العین ص ۷۷، ۶؎ ہانی ابن ہانی سبیعی قبیلۂ ہمدان سے تھے تحریک توابین کے سرگرم رکن تھے ابصار العین ص ۱۳۱،

۷؎ سعید بن عبداللہ حنفی بھی شہدائے کربلا میں سے ہیں، ۸؎ کوفیوں نے پانچ ہزار امام حسینؑ کی خدمت میں ۱۲ ہزار خط ارسال کیئے اور ان سب کا مضمون یہ تھا کہ لوگ اموی حکومت سے بیزار ہیں اور اہل کوفہ نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے آپ جلد تشریف لائیے، ظاہراً انہوں نے امام حسینؑ پر حجت تمام کر دی تھی،

حبیب ابن مظاہر، مسلم بن عوسجہ، سلیمان بن صرد، رفاعہ بن شدّاد، مسیب بن نجبہ، شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، یزید بن حارث بن رویم، عروہ بن قیس، عمرو بن حجاج، اور محمد بن عمیر، ان میں سرفہرست تھے، بعض معتبر کتابوں میں اہل کوفہ کے ارسال کردہ خطوط کا یہ مفہوم درج ہوا ہے:

اما بعد، لائق حمد ہے وہ خدا جس نے ظالم وجابر آپ کے دشمن کی کمر توڑ دی وہ دشمن کہ جس نے مکر وحیلہ کے ذریعہ امت کے امور کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لی اور ان کے اموال کو غصب کر لیا اور لوگوں کی مرضی کے خلاف ان پر حکومت کی، اس امت کے بہترین افراد کو تہ تیغ کیا برے لوگوں کو امان وتحفظ دیا، مالداروں اور ظالموں کے درمیان بیت المال تقسیم کیا، وہ قوم ثمود کی مانند رحمت حق سے محروم رہے گا،

یقین کیجئے کہ ہمارا کوئی امام اور رہبر نہیں ہے ہماری طرف آئیے ہو سکتا ہے کہ خدا ہمیں آپ کے ذریعہ صراط اور راہ حق پر لگا دے، کوفہ کے دار الامارہ میں نعمان بن بشیر مستقر ہو گیا ہے اور ہم اس کی امامت میں ہونے والی نماز جمعہ اور نماز عید میں شرکت نہیں کرتے اگر ہمیں اطمینان بخش طریقہ سے یہ خبر مل جائے کہ آپ کوفہ تشریف لائیں گے تو ہم اسے شہر سے نکال دیں گے تاکہ شام چلا جائے "انشاء اللہ"

کوفہ کے باحیثیت افراد نے یہ خط عبد بن مسمع ہمدانی اور عبد اللہ بن وال کو دیا اور انہیں تاکید کی کہ جلد از جلد اسے امام حسین ؑ کی خدمت میں پہنچا دو چنانچہ یہ دونوں قاصد دس رمضان المبارک کو مکہ میں امام حسین ؑ کی خدمت میں پہونچے [1]

آخری خط جو امام حسین ؑ کو موصول ہوا وہ ہانی بن ہانی اور سعید بن عبد اللہ خثعمی کا خط تھا انہوں نے لکھا تھا:

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۳۷،

بسم اللہ الرحمن الرحیم :

یہ خط با ایمان شیعوں کی طرف سے حسین ابن علیؑ کے نام ہے۔

اما بعد ! عراق کی سمت روانگی میں جلد کیجئے کہ لوگ انتظار میں لحظہ شماری کر رہے ہیں کیونکہ آپ کے سوا ان کا کوئی رہبر نہیں ہے، جلد کیجئے جلد کیجئے [1]

بھیجے گئے خطوط کا چند بنیادی نکات میں خلاصہ ہوتا ہے۔

(۱) معاویہ کی موت پر مسرت کا اظہار ،

(۲) یزید میں حکومت و خلافت کی صلاحیت نہیں ہے

(۳) امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت ،

(۴) اہل کوفہ کا راہ امام میں فداکاری وجانبازی کا عہد۔

امام حسینؑ کا خط اہل کوفہ کے نام

اہل کوفہ کے بھیجے ہوئے خطوط کی تعداد امام حسینؑ کے پاس بہت زیادہ ہوگئی تھی ان خطوط میں اہل کوفہ نے آپؑ سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ کوفہ آجائیے لیکن امام حسینؑ نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا تھا ، یہاں تک کہ آپؑ کے پاس ایک روز چھ سو خط پہونچے اس مضمون کے خط مسلسل امام حسینؑ کی طرف ارسال کئے جارہے تھے چنانچہ مختصر مدت میں ان خطوط کی تعداد بارہ ہزار سے بھی زائد ہوگئی [2]

امام حسینؑ نے اہل کوفہ کے خطوط کے جواب میں ایک خط لکھنے پر اکتفا کی انھیں لکھا :

حسین بن علیؑ کی طرف سے مسلمانوں اور مومنوں کی ایک جماعت کے نام

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۴۱ ، [2] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۳۸، تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۹۸ ، « فلعمری ما الامام الا الحاکم بالکتاب القائم بالقسط الدائن بدین الحق الحابس نفسه علی ذات الله والسلام »

امابعد: ہانی وسعید تمہارے خط لیکر میرے پاس پہونچے یہ تمہارے آخری قاصد تھے جو میرے پاس آئے تمہاری تحریر سے میں مطلع ہوا تم نے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام ورہبر نہیں ہے ہمارے پاس آنے میں جلد کیجئے ہو سکتا ہے کہ خدائے متعال آپ کے ذریعہ ہمیں راہ حق کی ہدایت کردے میں اپنے چچا زاد بھائی "مسلم بن عقیل" کو جو کہ میرے معتمد ہیں تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اگر انہوں نے مجھے یہ اطلاع دی کہ اہل فضل و عقل تمہارے خطوط اور تمہارے قاصدوں کے پیغام کی تائید کرتے ہیں تو میں عنقریب تمہارے پاس پہونچ رہا ہوں، انشاء اللہ،

خط کے آخر میں تحریر فرمایا: قسم اپنی جان کی امام صرف وہ ہے جو کتاب خدا سے حکم کرتا ہے عدل اختیار کرتا ہے، دین خدا کو قبول کرتا ہے اور خود کو رضائے خدا کے لئے وقف کر دیتا ہے [1]

مسلم ابن عقیل کی کوفہ روانگی

امام حسین علیہ السلام نے رکن و مقام کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی، خدا سے طلب خیر کی پھر مسلم ابن عقیل کو بلایا [2] انہیں اہل کوفہ کی دعوت اور ان کے اظہار خیال سے آگاہ کیا، اہل کوفہ کے نام انہیں ایک خط دیا تاکہ وہ کوفہ کی طرف روانہ ہو جائیں [3] اور مسلم ابن عقیل سے فرمایا: میں تمہیں اہل کوفہ کی طرف بھیج رہا ہوں خدائے متعال کی جو رضا ہوگی اور تمہارے لئے جو پسند کرے گا اسے انجام دے گا دعا ہے کہ میں اور تم شہیدوں کے زمرے میں شامل ہو جائیں [4] تم خدا سے مدد طلب کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور کوفہ پہنچ کر وہاں کے معتبر ترین آدمی کے یہاں قیام کرنا [5]

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۳۸، تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۹۸، [2] ابن قتیبہ نے آپ کی والدہ کا نام "نبطیہ" لکھا ہے نبط وہ لوگ تھے جو بلاد عرب کے اواسط میں، اجاء، سلمی (پہاڑ) کے کنار قبیلۂ طے کے ساتھ گزر بسر کرتا تھا بعد میں یہ لوگ عراق میں اقامت گزیں ہو گئے تھے، مسلم بن عقیل کی والدہ کا نام ابو الفرج نے علیہ لکھا ہے، الشہید مسلم بن عقیل مقرم ص ۹۳، [3] اللہوف ص ۳۱، [4] مقتل الحسین مقرم

مسلم ابن عقیل مکہ سے مدینہ آئے پہلے مسجد رسول میں گئے نماز ادا کی اور پھر خاندان والوں سے رخصت ہوئے اور پھر قبیلہ قیس کے دو آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو گئے جو کہ راستہ سے واقف تھے۔ لیکن وہ راستہ بھول گئے، مسلم کے ساتھ شدید تشنگی کی وجہ سے ناتواں ہو گئے اور سفر جاری نہ رکھ سکے اب وہ مسلم کی مدد نہیں کر سکتے تھے اس طرح مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے بے پناہ کوشش کے بعد علامتوں کے ذریعہ راستہ ملا اور امام حسین ع کے حکم پر عمل کرنے کی غرض سے کوفہ کی سمت روانہ ہو گئے ۱۔

مسلم ع کا خط امام حسین ع کے نام

مسلم بن عقیل نے اثنائے سفر میں امام حسین ع کے نام خط لکھا اور جن مراحل سے گزرے تھے ان سے آپ ع کو مطلع کیا نیز لکھا میں « بطن الخبیت » ۲ میں جو کہ پانی کے کنارے واقع ہے قیام پذیر ہوں چونکہ اس سفر میں بدشگونی کے آثار نظر آتے ہیں لہٰذا مجھے اس سے معاف رکھا جائے اور کسی دوسرے آدمی کو کوفہ روانہ کر دیجیے ۳

امام حسین ع کا خط

امام حسین علیہ السلام نے مسلم کو جواب لکھا: اما بعد! ڈرتا ہوں کہ اس خط کو لکھنے کا محرک کہیں خوف نہ ہو، جس منزل کی طرف تمہیں بھیجا گیا ہے اس کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

والسلام ۴ ۵

---

۱ مقتل الحسین ع خوارزمی ص ۱۹۶ ج ۱، ۲ ارشاد مفید ج ۲ ص ۳۹، مقتل الحسین ع مقرم ص ۱۴۷، ۳ یہ ہم نے ابن اثیر کی تحریر کی بنیاد پر لکھا ہے، بعض نے اسے « بطن الخبیر » مضیق الخبیت لکھا ہے، جیسا کہ ارشاد ج ۲ ص ۴۰ پر مرقوم ہے، ۴ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۱، ۵ بعض محققین کا نظریہ ہے کہ راستہ سے مسلم کے خط لکھنے اور پھر امام حسین ع کے جواب لکھنے والا قضیہ صحیح نہیں ہے، بلکہ جعلی ہے ملاحظہ

جب مسلم نے خط پڑھا تو کہا: مجھے کوئی خوف و ہراس نہیں ہے، اس کے بعد راہی کوفہ ہوئے یہاں تک کہ قبیلہ طے کے چشمہ تک پہونچ گئے وہاں کچھ توقف کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے اچانک دیکھا کہ ایک شکاری نے ایک ہرن کو تیر مارا اور ہرن تیر کھاتے ہی مر گیا، مسلم نے کہا: انشاء اللہ ہم دشمن کو ماریں گے ۱؎

بہر حال مسلم نصف رمضان المبارک کو مکہ سے روانہ ہوئے اور شوال کو کوفہ پہونچے ۲؎ اور مختار بن عبید ثقفی کے گھر قیام پذیر ہوئے ۳؎

مختار کے گھر

مختار اپنے خاندان والوں میں سب سے زیادہ شریف، باہمت اور قوی ارادہ انسان تھے اہلبیتؑ کے دشمنوں کی شدید مخالفت کرتے تھے، لوگ انہیں عقلمند اور صائب الرائے سمجھتے، انہوں نے دشمنوں سے جدا اور اہلبیتؑ سے متصل ہو کر ایسے بلند اخلاق اور انسانی کمالات حاصل کئے تھے کہ ان کے ظاہر و باطن سے اہلبیتؑ کی محبت او خلوص آشکار تھا ۴؎

مختار کے گھر قیام کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مختار شیعوں کے سربرآوردہ افراد میں شمار ہوتے تھے اور مسلم کو بھی یہ یقین تھا کہ وہ امام حسینؑ کے مخلص اور ان کے وفادار ہیں اور پھر مختار "حاکم کوفہ" نعمان بن بشیر کے بہنوئی تھے، جب تک مسلم مختار کے گھر میں قیام پذیر رہتے اس وقت نعمان بن بشیر مسلم کو نہیں چھیڑ سکتے تھے، مسلم کے اس انتخاب سے آپ کی اجتماعی حالات سے آگہی واضح ہو جاتی ہے ۵؎

۱؎ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۴۰، ۲؎ مروج الذہب ج ۳ ص ۵۴ فرمائیں، حیات الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۴۳،

۳؎ تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۹۹،

۴؎ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۴۷،

۵؎ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۴۵،

جب شیعوں کو یہ معلوم ہوا کہ مسلم کوفہ میں داخل ہو چکے ہیں تو وہ مختار کے گھر آپ سے ملاقات کیلئے گئے جب سب جمع ہو گئے تو مسلم بن عقیل نے ان لوگوں کے سامنے امام حسینؑ کا خط پڑھا یہ عظیم جماعت امام حسینؑ کے پیغام سے بہت متاثر ہوئی اٹھارہ ہزار افراد نے مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ا؎ ۲؎

عابس بن ابی شبیب شاکری کی تقریر ۳؎

عابس بن ابی شبیب جو کہ اس مجمع میں موجود تھے، اٹھے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا: اے کوفہ والو! مجھے آپ حضرات کے بارے میں کچھ نہیں کہنا ہے، میں نہیں جانتا کہ تمہارے دل میں کیا ہے، نہ میں آپ حضرات کو فریب دینا چاہتا ہوں لیکن جو میں کہہ رہا ہوں خدا کی قسم وہ میرے ضمیر کی آواز ہے اور اسی کو تسلیم کرتا ہوں اور وہ یہ کہ میں پورے طریقہ سے تیار ہوں جب بھی میری ضرورت پڑے گی میں دریغ نہیں کروں گا، آپ کی رکاب میں اس شمشیر کے ساتھ جو کہ میرے ہاتھ ہے دشمنوں سے جنگ کروں گا اس سے میرا مقصد صرف رضائے خدا اور اس کی جزا ہے۔

اس کے بعد حبیب ابن مظاہر کھڑے ہوئے اور کہا: خدا تم پر رحم کرے جو تمہارے دل میں تھا اسے مختصر جملوں کے پیرائے میں زبان سے ادا کر دیا انہوں نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: خدا کی قسم میں بھی عابس کی مانند آپ کی مدد کیلئے تیار ہوں ان کے بعد سعید بن عبداللہ حنفی کھڑے ہوئے

۱؎ اللہوف ص ۱۷، ۲؎ بعض مورخین نے مسلمؑ کی بیعت کرنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار لکھی ہے، ارشاد مفید ج ۲ ص ۴۱، بعض نے بیعت کرنے والوں کی تعداد پچیس ہزار تحریر کی ہے، نفس المہموم ص ۹۵، اسی طرح بعض نے اٹھائیس ہزار اور بعض نے تیس ہزار لکھی ہے۔ حیات الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۴۳، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ بیعت کرنے والوں کی تعداد چالیس ہزار سے بھی زائد تھی۔ حوالہ سابق۔

۳؎ عابس ابن ابی شبیب کے حالات شہدائے کربلا کے عنوان کے ذیل میں بیان ہونگے۔

اور عابس و حبیب جیسے کلمات ادا کئے۔[۱]

ان ولولہ انگیز تقریروں کا اثر یہ ہوا کہ شیعہ مسلم کی بیعت کرنے اور امام حسینؑ کی آواز پر لبیک کہنے کے سلسلے میں ہمیشہ سے زیادہ سخت اور استوار ہوگئے اور درج ذیل سات شرائط پر مسلم ابن عقیل کی بیعت کا اعلان کیا:

۱) لوگوں کو کتاب خدا اور سنتِ رسولؐ کی طرف دعوت دیں گے،
۲) ظالموں سے جنگ کریں گے،
۳) مستضعفین سے دفاع اور معاشرہ کے محروم لوگوں کی دستگیری کریں گے
۴) مال غنیمت مسلمانوں کے درمیان مساوی طور پر تقسیم کیا جائے گا،
۵) حق، حقدار تک پہونچایا جائے گا،
۶) اہل بیت کی مدد کی جائے گی،
۷) صلح پسند افراد سے صلح اور زیادتی کرنے والوں سے جنگ کریں گے۔[۲]

مسلم کا خط

جب لوگوں کی اتنی بڑی تعداد نے مسلم کی بیعت کر لی اور مسلم بن عقیل کو اس الٰہی انقلاب کی کامیابی کا یقین ہوگیا تو آپ نے امام حسینؑ کے نام خط لکھا کہ: اہل کوفہ میں سے اٹھارہ ہزار نے میری بیعت کر لی ہے، امام حسینؑ سے تقاضہ کیا کہ میرا خط ملتے ہی کوفہ کے لئے روانہ ہو جائیے کیونکہ لوگ آپؑ کو

---

[۱] حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۴۵،
[۲] بحار الانوار ۴۴/۳۳۶، البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۶۳،

چاہتے ہیں اور امویوں سے بیزار ہیں ۔ مسلم بن عقیل نے یہ خط ، کہ جسکے ساتھ اہل کوفہ کا خط بھی تھا ۔ قیس بن مسہر صیداوی اور عابس بن ابی شبیب شاکری کے ذریعہ روانہ کیا۔[1]

حاکم کوفہ کی تقریر

دوسری طرف حاکم کوفہ نعمان بن بشیر کو جب مسلم کی آمد اور ان کے ہاتھ پر لوگوں کے بیعت کرنے کی خبر ملی تو وہ منبر پر گیا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد اہل کوفہ کو مخاطب کر کے کہا : خدا کے بندو ! خدا سے ڈرو ! تفرقہ اندازی اور فتنہ پروری سے بچو کیونکہ اس سے لوگوں کا کشت و خون ہوتا ہے اور ان کے اموال برباد و غارت ہوتے ہیں ، میں اس سے نہیں لڑوں گا جو مجھ سے جنگ نہیں کرے گا اور نہ تمہیں ایک دوسرے کی جان لینے کی فکر میں مبتلا کردوں گا ، صرف اتہام کی بنا پر کسی کو گرفتار نہیں کرونگا لیکن اگر مجھ سے دشمنی کروگے اور اس عہد سے چشم پوشی کروگے جو تم نے کیا ہے ، اور یزید کی مخالفت کروگے تو خدا کی قسم میں اس وقت تک جنگ کروں گا جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے خواہ تم میں سے کوئی بھی میری مدد کے لئے نہ اٹھے مجھے یقین ہے کہ تمہارے درمیان حق کو پہچاننے والوں کی تعداد باطل پرستوں سے زیادہ ہے۔[2]

نعمان بن بشیر کی تقریر کے بعد بنی امیہ کا حلیف و ہم پیمان عبداللہ بن سعید حضرمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا : جو طریقۂ کار آپ نے اختیار کیا ہے یہ آپ کو کہیں کا نہ چھوڑے گا ، اس فتنہ کا علاج صرف اسے کچل دینا ہے اے نعمان تمہاری رائے کمزور و ناتواں لوگوں کی سی ہے ،

حاکم کوفہ عبداللہ بن سعید حضرمی کی باتوں سے غیظ میں آگیا اور کہا : اگر میں خدا کی اطاعت میں رہتے ہوئے کمزور شمار کیا جاؤں تو یہ میرے لئے خدا کی نافرمانی کی حالت میں باعزت شمار ہونے سے بہتر ہے[3] یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا ،

---

[1] بحار الانوار ، ۴۴ ر ۳۳۶ ، البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۶۳ ، [2] مثیر الاحزان ص ۲۲ ، [3] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲ ،

عبداللہ ابن مسلم جو اموی حکومت کا نمک خوار تھا سب سے پہلے اس نے یزید کو خط لکھا اور کوفہ میں امام حسینؑ کے نمائندہ مسلم بن عقیلؑ کی آمد اور ان کے ہاتھ پر اکثر لوگوں کے بیعت کرنے کی خبر دی اور تشویش کا اظہار کرتے ہوئے لکھا: اگر کوفہ پر اپنی حکومت برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو کسی عزم بالجزم آدمی کو بھیجئے تاکہ آپ کے فرمان کے مطابق عمل کرے اور آپ کے دشمنوں سے اسی طرح نمٹے جس طرح آپ خود نمٹتے، نعمان بن بشیر ایک بزدل و کاہل آدمی ہے یا پھر بزدلی و سستی کا اظہار کر رہا ہے وہ گورنری کے لائق نہیں ہے، اس کے بعد عبداللہ بن مسلم اور حکومت کے تمام وظیفہ خوار افراد، جیسے عمارہ بن ولید، عمر بن سعد بن ابی وقاص نے یزید کو اسی مضمون کے خط لکھے [1]

سرجون معاویہ کا غلام

جب یہ خطوط یزید کو ملے تو اس نے " اپنے باپ کے وفادار غلام " سرجون[2] کو بلایا اور اس کے سامنے کوفہ میں مسلم بن عقیل کی آمد، ان کے ہاتھ پر اہل کوفہ کی بیعت اور نعمان بن بشیر کی تساہلی کا ذکر کیا اور کوفہ کے نئے گورنر کے انتخاب کے سلسلے میں اس کی رائے طلب کی، اگر اس وقت تمہارا باپ معاویہ زندہ ہوتا تو اس سلسلے میں تم اس کی بات پر عمل کرتے،

یزید نے کہا: بالکل،

سرجون جانتا تھا کہ یزید عبداللہ بن زیاد سے بدظن ہے اس لئے اس نے یزید کو ٹھنڈا کرنے

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۴۱،

[2] سرجون بن منصور شام کے نصاریٰ میں سے تھا معاویہ نے اپنی حکومت مضبوط کرنے میں اس سے بہت کام لیا تھا سرجون کا باپ منصور شام فتح ہونے سے قبل ہرقل کی طرف سے بیت المال کا خزانچی تھا اس کا بیٹا سرجون بھی اموی حکومت میں عہدہ پر رہا ہے باوجودیکہ عمر بن خطاب نے یہ حکم دیا تھا کہ عیسائیوں کو سرکاری عہدوں پر نہ رکھا جائے مگر یہ کہ مسلمان ہو جائیں، حاشیہ مقتل الحسین مقرم ص ۱۴۸،

کرنے کے لئے معاویہ کا وہ فرمان نکالا جو اس نے اس کے مرنے سے قبل لکھوایا تھا اور اس میں کوفہ کی گورنری عبیداللہ بن زیاد کے نام لکھ لی تھی، جیب سے نکال کر یزید کو دکھایا اور کہا: عبیداللہ بن زیاد کے بارے میں یہ تھا معاویہ کا نظریہ اور اب چونکہ پورا کوفہ بحران کا شکار ہے لہٰذا بصرہ و کوفہ دونوں کا گورنر عبیداللہ بن زیاد کو بنا دو تاکہ وہ حکومت کے ان دونوں مراکز میں مخالفوں کو کچل دے۔

یزید نے سرجون کا مشورہ قبول کر لیا اور کوفہ کی حکومت کا پروانہ عبیداللہ بن زیاد جو کہ اس وقت بصرہ کا حاکم تھا، کے نام لکھا اور پروانۂ حکومت سے پیوستہ خط مسلم بن عمرو باہلی[1] کے ذریعہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا[2]۔

یزید کا خط عبیداللہ بن زیاد کے نام

عبیداللہ بن زیاد کے نام یزید نے جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا، بعض لوگ ایسے ہیں کہ ایک روز ان کی مدح و ستائش ہوتی ہے اور دوسرے دن ان پر نفرین و لعنت ہوتی ہے بہت سی ناپسند چیزیں دل پسند بن جاتی ہیں[3] تم جس منصب و مقام پر ہو اس کے لئے شائستہ ہو عرب شاعر کے بقول تم بہت بلند ہوئے اور بادلوں سے بھی اوپر پہونچ گئے مسند آفتاب کے علاوہ تمہارے شایان شان کوئی اور جگہ نہیں ہے[4]۔

---

[1] مسلم بن عمرو باہلی قتیبہ کا باپ ہے، قتیبہ مسلم کا باپ ہے اور مسلم عبیداللہ کا باپ ہے کہ الامامۃ والسیاسۃ اس کی مشہور کتاب ہے، نفس المہموم ص ۷۰، [2] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲،

[3] یہی جملہ عبیداللہ ابن زیاد سے یزید کی بدظنی کو آشکار کر دیتا ہے۔

[4] رفعت وجاوزت السحاب وفوقہ، فمالک الا مرقب الشمس مقعدہ،

اس خط میں اسے حکم دیا کہ جلد از جلد کوفہ پہونچو اور مسلم بن عقیل کو گرفتار کر کے قتل کر دو یا شہر بدر کر دو۔[۱]

عبیداللہ بن زیاد کی تقریر

عبیداللہ بن زیاد کو جب بصرہ میں یزید کا خط ملا تو اس نے امام حسینؑ کے اس قاصد کو قتل کرنے کا حکم دیا جو بصرہ کے شرفاء و سربرآوردہ افراد کے نام خط لے گیا تھا اس کے بعد شہر کی مسجد میں منبر پر گیا اور کہا: یزید نے مجھے کوفہ کا گورنر مقرر کیا ہے اور میں کل کوفہ چلا جاؤں گا۔ خدا کی قسم سختیاں میرے پاس بھی نہیں آسکیں گی اور زمانہ کے حوادث مجھے متزلزل نہیں کر سکیں گے جو مجھ سے دشمنی کرتا ہے میں اس سے خصومت رکھتا ہوں جو مجھ سے جنگ کرے گا میں بھی اس سے جنگ کروں گا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا میں نے اپنی عدم موجودگی میں بصرہ کا حاکم اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو مقرر کیا ہے اس کی مخالفت نہ کرنا خدا کی قسم میں مخالفوں کو قتل کرنے میں بے باک ہوں قریب والوں کو دور والوں جیسی سزا دیتا ہوں میرے ساتھ صحیح طرح پیش آؤ میری مخالفت نہ کرو۔[۲]

کوفہ کی سمت عبیداللہ کی روانگی

عبیداللہ بن زیاد مسلم بن عمرو باہلی، منذر بن جارود شریک بن اعور حارثی[۳]،

---

[۱] مقتل الحسین مقرم ص ۱۴۸، [۲] حیات الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۵۵، [۳] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۳۔

[۳] شریک بن اعور امیرالمومنینؑ کے خاص اصحاب میں سے تھے جنگ جمل و صفین میں آپؑ کے ساتھ تھے، ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں کہ ابن زیاد ان کی عزت و تعظیم کرتا تھا شیعیت کے بڑے سخت تھے صاحب مناقب نے انہیں ہمدانی لکھا ہے جبکہ دیگر مورخین نے حارثی تحریر کیا ہے، تنقیح المقال ج ۲ ص ۸۲، اختصار کے ساتھ، شریک علیؑ کی اطاعت میں ثابت قدم رہے اور جنگ صفین میں عمار یاسر ←

عبداللہ بن حارث بن نوفل اور اہل بصرہ میں سے پانچ سو افراد کے ساتھ تیزی کے ساتھ کوفہ کا راستہ طے کرنے لگا جب اس نے یہ دیکھا کہ شریک بن اعور اور عبداللہ بن حارث اس کے ساتھ نہیں چل پا رہے ہیں تو وہ انہیں اثنائے راہ میں تنہا چھوڑ کر دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کوفہ کی سمت چلا گیا ان دونوں کی دلی خواہش یہ تھی کہ ابن زیاد دیر سے کوفہ جائے ہوسکتا ہے کہ حالات بدل جائیں لیکن ابن زیاد کو یہ خوف تھا امام حسینؑ اس سے پہلے کوفہ نہ پہونچ جائیں اس لئے وہ جلد از جلد کوفہ میں داخل ہونا چاہتا تھا چنانچہ وہ نہایت سرعت کے ساتھ بصرہ سے کوفہ تک کا فاصلہ طے کر رہا تھا یہاں تک کہ "قادسیہ" میں اسکا غلام مہران بھی اس سے بچھڑ گیا اور درہم و دینار کے لالچ دینے کے باوجود ابن زیاد اسے اپنے ساتھ نہ لے جاسکا مجبوراً اسے بھی راستہ میں تنہا چھوڑا اور لباس بدل کر اپنا سفر جاری رکھا۔

لکھا ہے کہ ابن زیاد نے یمانی لباس پہنا، سر پر کالا عمامہ رکھا تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور امام حسینؑ کے چاہنے والے اسے امام سمجھیں اس بھیس میں وہ ہر چیک پوسٹ سے نکلتا چلا گیا، لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ حسینؑ بن علیؑ ہے اسے مرحبا کہہ رہے تھے اور ابن زیاد آنکھیں ملائے بغیر خاموشی سے چلا جا رہا تھا۔[۱]

کوفہ میں عبیداللہ کا داخلہ

ابن زیاد کوفہ کے نزدیک پہونچکر رات ہونے کے انتظار میں ٹھہر گیا اور پھر نجف سے قریب والے علاقہ سے کوفہ میں داخل ہوا اسی اثناء میں ایک عورت چلائی: خدا کی قسم یہ فرزند رسولؐ ہیں قریب کے افراد بھی چلانے لگے اور اس کے چاروں طرف جمع ہو کر کہنے لگے ہم چالیس ہزار سے زیادہ افراد آپ کے ساتھ ہیں[۲]

کے ساتھ تلوار چلاتے رہے اور معاویہ سے جو ان کی گفتگو ہوئی تھی وہ تاریخ میں مرقوم ہے، نفس المہموم ص ۹۶، لکھا ہے کہ ہانی بن عروہ سے ان کی دوستی تھی، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۵۳۔

۱۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۴۹، ۲۔ مثیر الاحزان ص ۳۰۔

لیکن جب یہ سادہ لوح لوگ ہوش میں آئے اور ابن زیاد نے اپنے چہرے سے پردہ اٹھایا اور انہیں مخاطب کر کے کہا: میں عبید اللہ بن زیاد ہوں،

اہل کوفہ کہ جن پر غفلت طاری ہوگئی تھی ایک دوسرے پر گرنے لگے بہت سے کچلے گئے اور عبید اللہ ابن زیاد دارالامارہ میں داخل ہوگیا[1]

لکھا ہے کہ جب مسلم بن عمرو باہلی نے ابن زیاد کے چاروں طرف کوفہ کے فریب خوردہ لوگوں کا جم غفیر دیکھا تو چلایا کہ پیچھے ہٹ جاؤ یہ امیر عبید اللہ ابن زیاد ہے ابن زیاد چلتا رہا یہاں تک دارالامارہ کے پیچھے پہونچ گیا[2]

ابن زیاد کے ساتھیوں نے دارالامارہ میں موجود نعمان بن بشیر اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ دروازہ کھولو! نعمان بن بشیر نے سوچا کہ یہ امام حسین ؑ ہیں جو کہ اپنے حامیوں کے ساتھ دارالامارہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اس لئے ابن زیاد کو مخاطب کر کے کہا: میں آپ کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ دارالامارہ کے قریب نہ آئیے خدا کی قسم جو امانت میرے سپرد کی گئی ہے وہ میں ہرگز آپ کو نہ دوں گا لیکن میرا یہ ارادہ نہیں ہے کہ آپ سے جنگ کروں وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کا مخاطب امام حسین ؑ ہیں،

اسی درمیان میں مجمع میں سے ایک آدمی چلایا یہ ابن مرجانہ عبید اللہ بن زیاد ہے یہ سنتے ہی لوگ ابن زیاد سے دور ہٹ گئے اور متفرق ہوگئے نعمان بن بشیر نے گھبرا کر دروازہ کھول دیا اور ابن زیاد دارالامارہ میں داخل ہوگیا[3]

کوفہ میں عبید اللہ کا خطبہ

دوسرے دن ابن زیاد نے حکم دیا کہ اہل کوفہ مسجد میں جمع ہوجائیں، خطبہ دیتے ہوئے کہا یزید نے تمہارا شہر میرے سپرد کیا ہے تاکہ بیت المال کی حفاظت اور مظلوموں و محروم طبقہ کی حمایت کروں

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۴۰، [2] کوفہ کا دارالامارہ قدیم اسلامی عمارتوں میں سے ہے جسے سعد بن ابی وقاص نے تعمیر کرایا تھا، [3] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۴۴،

اور جو لوگ صادر ہونے والے فرامین کی اطاعت کرتے ہیں ان کے ساتھ مہربان باپ جیسا سلوک روا رکھوں، میں ان لوگوں پر تلوار چلاؤں گا جو میرے حکم سے سرکشی کرے گا، میرے غضب سے ڈرو، اجان لو کہ میں کہنے ہی پر اکتفا نہیں کرتا ہوں بلکہ کر کے دکھاتا ہوں۔[۱]

دھمکی اور دہشت گردی

ابن زیاد نے کوفہ کی حکومت مسند پر بیٹھتے ہی اہل کوفہ پر خوف طاری کرنے اور رعب میں لینے کے لئے کوفہ کے سربرآوردہ لوگوں میں سے بعض کی گرفتاری اور بعض کے قتل کا حکم صادر کیا اس طرح وہ لوگوں کے انقلابی ارادہ کو متزلزل اور ان کی شورش کے منصوبے کو پامال کرنا چاہتا تھا چنانچہ کوفہ میں داخل ہونے کے بعد دوسرے دن حکم دیا کہ لوگ شہر کی جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔ خود ایسی عجیب وغریب صورت بنا کر منبر پر گیا کہ جس میں عام طور پر لوگوں کے سامنے نہیں آتا تھا اور دھمکی آمیز خطبہ دیتے ہوئے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ اس بحران کو ختم کرنے کے لئے بڑی سختی سے کام لینا پڑے گا دیکھو: میں مجرم کے عوض بے گناہ کو اور مفرور و غائب کی جگہ موجودہ لوگوں کو سزا دوں گا اور تمہیں گھروں میں بٹھا دوں گا،

اسی اثناء میں اہل کوفہ میں سے اسد بن عبداللہ المری کھڑے ہوئے اور ابن زیاد کی تقریر کا جواب دیتے ہوئے کہا: اے امیر خدا تو فرماتا ہے " ولا تزر وازرۃ وزر اخری[۲] " کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا ہر شخص کو اپنے کئے کا جواب دینا پڑے گا آپ کا فرض کہنا ہے اور ہمارا فرض سننا ہے لیکن ہمارے ساتھ برا سلوک نہ کر جبکہ ابھی تو ہم نے آپ سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی ہے۔

ابن زیاد اپنا خطبہ روک کر منبر سے اتر آیا اور دارالامارہ میں چلا گیا[۳] مورخین نے لکھا ہے کہ خطبہ کے درمیان ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ اس ہاشمی سے کہہ دو کہ میرے غضب سے بچتا رہے اور اس سے اس کی مراد مسلم ابن عقیل تھے[۴]

---

[۱] اعلام الوریٰ ص ۲۲۲، [۲] سورہ انعام ۱۶۴، [۳] الفتوح ص ۴۷، ج ۵۰، [۴] مثیر الاحزان ص ۳۰،

حکومت کا جاسوسوں اور ملازموں سے برتاؤ

عبیداللہ بن زیاد نے حکومت کے جاسوسوں اور بادشاہ تک قبیلوں کی رپورٹ پہونچانے والوں پر سختی کرنا شروع کردی اور ان سے کہا کہ شہر میں داخل ہونے والے اجنبیوں، یزید کے حکومت کے خلاف اس کی خلافت کی حقانیت میں شک کرنے والوں اور مخالفت و تفرقہ انگیزی کرنے والوں کے نام کے ساتھ رپورٹ پیش کرو اور اگر کسی نے اس کے خلاف عمل کیا وقت پر ضروری رپورٹ نہ دی اور یزید کے دشمنوں کی نشاندھی نہ کی تو بیت المال سے اس کا وظیفہ ہی بند نہیں ہوگا بلکہ اسکا خون ومال بھی مباح سمجھا جائے گا اور اسے اس کے گھر کے سامنے پھانسی دی جائے گی یا اسے زارہ[1] میں جلا وطن کردیا جائے گا[2]

ہانی کے گھر

جب کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد کی آمد اور جامع مسجد میں جاسوسوں سے اس کی گفتگو کی اطلاع مسلم بن عقیلؑ کو ہوئی تو آپ مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہوگئے[3] اور امام حسینؑ کا اتباع کرنے

---

[1] زارہ عمان میں ایک جگہ ہے جہاں مرتفع بن ثمامہ اسدی کو جلا وطن کیا گیا تھا، مرتفع کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ تھے جب ان کے سارے تیر ختم ہوگئے تو انہوں نے تلوار سے جنگ کی، ان کے قبیلہ کے جو لوگ عمر بن سعد کے لشکر میں تھے انہوں نے انہیں امان دی اور وہ ان کے پاس چلے گئے جب عمر بن سعد اسیروں کو کوفہ لایا اور مرتفع کے بارے میں عبیداللہ کو بتایا تو اس نے انہیں زارہ میں جلا وطن کردیا۔

[2] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳، ارشاد مفید ج ۲ ص ۴۵،

[3] ہانی ابن عروہ مذحجی پکے شیعہ تھے اور کوفہ کے سربرآوردہ افراد میں شمار ہوتے تھے بہت سے لوگوں کے رہبر تھے جب وہ سوار ہوتے تھے تو ان کے ساتھ چار ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادہ آدمی چلتے تھے جب وہ اپنے ہم پیمان و حلیف قبیلہ کندہ کو بلا لیتے تھے تو تیس ہزار آدمی ہو جاتے تھے ہانی امیرالمومنینؑ کے خاص اصحاب میں شمار ہوتے تھے جنگ جمل و صفین اور نہروان میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے رسولؐ کی زیارت کی تھی آنحضرت کے صحابہ میں بھی شمار ہوتے تھے جبکہ انہیں عبیداللہ بن زیاد نے شہید کیا تو اسوقت انکی عمر نوے سال تھی، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۵۱،

والے آپ سے ملاقات کے لئے ہانی کے گھر آنے لگے اور ایک دوسرے سے اس بات کی تاکید کرتے کہ غیروں سے اس بات کو پوشیدہ رکھیں [۱]

ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی وجہ مسلم کی قیام گاہ کو مخفی رکھنا تھا کیونکہ انہیں یہ خوف تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے سے قبل ہی گرفتار نہ کر لئے جائیں [۲]

لکھا ہے کہ: جب مسلم بن عقیل ؑ ہانی ابن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے اور بیعت کرنے والوں کی تعداد پچیس ہزار ہو گئی تو آپ نے خروج و انقلاب کا ارادہ کیا لیکن ہانی نے کہا: اس کام میں عجلت سے کام نہ لیجئے [۳]

کوفہ میں شریک ابن اعور کی آمد

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شریک ابن اعور بصرہ سے کوفہ والے سفر میں ابن زیاد کے ساتھ تھے اثنا سفر میں راستہ چلنے سے معذور ہو گئے تھے ان کا خیال تھا کہ ابن زیاد انہیں راستہ میں تنہا نہیں چھوڑے گا اور اس طرح ابن زیاد کے کوفہ پہونچنے میں تاخیر ہو جائے گی ،

جب شریک کوفہ پہونچے اور وہاں کے حالات سے مطلع ہوئے تو ہانی ابن عروہ کے گھر گئے اور وہیں قیام پذیر ہو گئے [۴] اور ہانی کو اس بات کی ترغیب دلانے لگے کہ مسلم کے دستورات پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کی جائے اور کاروائی کے اسباب فراہم کئے جائیں [۵]

ہانی اور شریک کی عیادت کیلئے ...

جب ہانی بن عروہ بیمار ہو گئے تو عبید اللہ ابن زیاد آپ کی عیادت کے لئے آیا اس موقع پر عمارہ بن عبد السلولی نے ہانی سے کہا: ایک مقصد موی حکومت کے گماشتہ کو راستہ سے ہٹانا ہے اور اب خدائے متعال نے ہمارے

---

[۱] بحار ج ۴۴ ص ۳۴۱ ، [۲] اللہوف ص ۱۹ ، [۳] مناقب ابن شہر آشوب ۴ / ۹۱ ، [۴] مقاتل الطالبین ص ۶۵ ، [۵] نفس المہموم ص ۹۲ ،

نے موقع فراہم کر دیا ہے، تمہارا اپنے پیروں سے چلکر قربان گاہ میں آگیا ہے ہم اس کا قصہ پاک کر کے یزید کی حکومت پر کاری ضرب لگانا چاہتے ہیں،

ہانی اخلاقی اصول کے پابند تھے انہوں نے کہا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ وہ میرے گھر میں قتل ہو کیونکہ مہمان ہے، ابن زیاد ہانی کی عیادت کے لئے آیا اور صحیح و سالم واپس چلا گیا، اس کے چند روز بعد ہی شریک ابن اعور بیمار ہو گئے وہ بھی ہانی ہی کے گھر قیام پذیر تھے، عبیداللہ ابن زیاد اور حکومت کے دوسرے حکام ان کا احترام کرتے تھے لہذا عبیداللہ نے شریک کے پاس آدمی بھیج کر یہ کہلایا کہ آج رات کو عبیداللہ ابن زیاد عیادت کے لئے آئے گا شریک نے سوچا کہ عبیداللہ ابن زیاد کو موت کے گھاٹ اتارنے کا یہ بہترین موقع ہے انہوں نے مسلم ابن عقیل ع سے کہا: آج کی رات عبیداللہ ابن زیاد میری عیادت کے لئے آئے گا جب وہ گھر میں داخل ہو کر میرے بستر کے پاس بیٹھ جائے تو آپ بے خبری میں اسے قتل کر دے، دار الامارہ پر قبضہ کر لیں مطمئن رہیے اس سلسلہ میں کوئی بھی آپ کی مخالفت نہیں کرے گا اور طبیعت صحیح ہو جانے کے بعد میں بصرہ کو آپ کا طرفدار بنا دوں گا۔[1]

شریک اور عبیداللہ کے قتل کا منصوبہ

ابھی شریک مسلم ابن عقیل ع کو گفتگو کر ہی رہے تھے کہ دق الباب ہوا، معلوم ہوا کہ دروازہ پر امیر ہیں، مسلم گھر کے کسی کونے میں چھپ گئے، عبیداللہ اور اس کا غلام مہران گھر کے اندر آئے شریک کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے مزاج پرسی کرنے لگے،

شریک لحظہ شماری کر رہے تھے کہ مسلم ابن عقیل ع پردہ سے باہر آئیں اور زیاد پر حملہ کر کے اسے ہلاک کر دیں، لیکن ان کے انتظار سے کوئی فائدہ نہ ہوا شریک غصہ میں تھے انہوں نے سر سے اپنا عمامہ اتار کر زمین پر رکھ دیا پھر اسے سر پر رکھ لیا کئی بار ایسا ہی کیا پھر بھی مسلم نہ آئے تو انہوں نے مسلم کو خبردار کرنے کے لئے اشعار

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۶۰ء

پڑھنا شروع کئے اور کہا: اے ابن زیاد کو سیراب کرو خواہ اس سلسلہ میں میری موت ہی کیوں نہ ہو جائے

عبید اللہ نے جو کہ شریک کی حرکتوں سے حیرت زدہ تھا ہانی ابن عروۃ سے کہا: گویا تمہارا چچازاد بھائی ہذیان بک رہا ہے، ہانی نے کہا: شریک جس دن سے بیمار ہوئے ہیں اسی دن سے ایسے ہی بولتے رہتے ہیں نہیں سمجھتے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں،

شریک نے گفتگو کے دوران مسلم بن عقیل سے یہ کہا تھا کہ جب میں پانی طلب کروں تو آپ نکل کر عبید اللہ کو قتل کر دیجئے گا جب شریک کی عیادت کے لئے عبید اللہ ہانی کے گھر میں داخل ہوا اور شریک کے پاس بیٹھ گیا تو مہران احتراماً عبید اللہ کے پیچھے کھڑا رہا شریک نے موقع مناسب دیکھ کر کہا: مجھے پانی پلا دو،

چھوٹی کنیز شریک کے لئے پانی لائی تو اس نے پردہ میں چھپے ہوئے مسلم کو دیکھ لیا، اس کا پیر پھسل گیا شریک نے دوبارہ کہا: مجھے سیراب کرو، اس پر بھی مسلمؑ باہر نہ آئے تو شریک نے پھر آواز دی اور کہا:

افسوس ہے تم پر مجھے سیراب کرو اگرچہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ جائے،

اس سے ابن زیاد کا غلام تاڑ گیا کہ کوئی سازش ہے اس نے عبید اللہ کا ہاتھ دبایا اور وہ جلدی سے اٹھا شریک نے کہا: اے امیر: میں آپ کو کچھ وصیتیں کرنا چاہتا تھا، عبید اللہ نے کہا: دوبارہ عیادت کیلئے آؤں گا،

مہران نے گھر سے باہر نکلنے کے بعد عبید اللہ سے کہا: آپ کے قتل کا منصوبہ تھا عبید اللہ نے یقین نہ کیا اور کہا: وہ میرے بارے میں ایسا نہیں سوچ سکتے میں ان سے محبت رکھتا ہوں اور میرے والد بھی ان کے والد سے محبت رکھتے تھے، مہران نے اسے اطمینان دلایا کہ حقیقت یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں،

قتل نہ کرنے کی وجہ

جب عبید اللہ ہانی کے گھر سے چلا گیا اور مسلم پردہ سے باہر آئے تو شریک نے تشنگی کی حالت میں پوچھا کہ:

۱ـ
ما تنظرون بسلمی لا تحیّوها — حیّوا سُلیمی وحیّوا من یحیّیها
هل شربة عذبة أسقی علی ظمأ — ولو تلفتُ وکانت منیتی فیها
وإن تخشیت من سلمی مراقبة — فلست تأمن یوماً من دواهیها

عبیداللہ کو کیوں قتل نہ کیا؟ مسلم نے فرمایا: دو چیزوں نے مجھے قتل سے باز رکھا اول یہ کہ ہانی کو یہ بات پسند نہ تھی کہ عبیداللہ ابن زیاد ان کے گھر میں قتل ہو، دوسرے وہ حدیث جو لوگوں نے رسولؐ سے نقل کی ہے کہ:

ایمان مکر و حیلہ سے باز رکھتا ہے اور مومن حیلہ باز نہیں ہوتا[1]

شریک نے کہا: خدا کی قسم اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو ایک فاسق و کافر اور بدکار آدمی کو قتل کرتے[2]

بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ: جب عبیداللہ ابن زیاد ہانی ابن عروہ کے گھر سے چلا گیا تو مسلم پردہ کے پیچھے سے تلوار لیے ہوئے باہر نکلے تو شریک نے پوچھا کہ: عبیداللہ ابن زیاد کو قتل کرنے سے آپ کو کس چیز نے باز رکھا؟

مسلم نے کہا: جب میں پردہ سے باہر آیا تو اسی وقت ایک عورت "شاید وہی کنیز تھی جسکے ہاتھ میں پانی کا جام تھا" قریب آئی اور کہا: میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ عبیداللہ ابن زیاد کو ہمارے گھر میں قتل نہ کیجئے یہ کہکر رونے لگی میں بھی تلوار رکھ کر بیٹھ گیا،

ہانی نے کہا: اس سے خدا سمجھے اس نے مجھے بھی قتل کیا اور خود کو بھی جو میں نہیں چاہتا تھا وہی سامنے آگیا[3]

شریک ابن اعور کا انتقال

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے تین روز بعد شریک ابن اعور کا انتقال ہو گیا اور عبیداللہ ابن زیاد نے انکے جنازہ کی نماز پڑھائی لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ شریک مسلم کو اس کے قتل کرنے کی ترغیب دلا رہے تھے تو کہا خدا کی قسم اب میں کسی عراقی کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھاؤں گا اگر وہاں میرے باپ زیاد[4] کی قبر نہ ہوتی

---

[1] ان الایمان قید الفتک فلا یفتک مومن، تاریخ کامل ہے کہ مومن مومن کو فریب نہیں دیتا، [2] مقاتل الطالبیین ص ۹۹،

[3] مثیر الاحزان ص ۳۲، [4] عبیداللہ کا باپ زیاد ابن ابیہ ثوبیہ میں تھا جو کہ کوفہ سے نزدیک ایک جگہ ہے مغیرہ و ابوموسیٰ وہیں دفن ہیں کہتے ہیں کہ اسی جگہ نعمان کا قید خانہ تھا، مراصد الاطلاع ۱/۳۰۲۔

جہاں شریک دفن ہوا ہے تو میں قبر کھدوا کر اس کا جنازہ نکال لیتا ۔[1]

نیز لکھا ہے کہ: جب عبید اللہ ابن زیاد دار الامارہ میں واپس پہونچا تو مالک بن یربوع تمیمی نے اسے ایک خط دیا جو کہ عبداللہ ابن یقطر کے ہاتھ سے لیا تھا، اس خط میں امام حسینؑ کے لئے لکھا تھا اہل کوفہ کی ایک جماعت نے آپ کی بیعت کر لی ہے لہذا خط ملتے ہی آپ آنے میں جلد کیجئے، کیونکر لوگ یزید سے متنفّر ہیں اور صرف آپ کو چاہتے ہیں[2] عبید اللہ نے عبداللہ بن یقطر کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔[3]

معقل عبید اللہ بن زیاد کا جاسوس

عبید اللہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ مسلم کہاں چھپے ہوئے ہیں اس نے معقل کو بلایا اور اسے تین ہزار درہم دیکر کہا: تم شیعوں سے تعلقات بڑھاؤ اور یہ کہو کر میں شامی ہوں، ذوالکلاع کا غلام ہوں خدا نے مجھے اہلبیتؑ رسولؐ کی دولت سے نوازا ہے، نیز کہنا: سنا ہے کہ کوئی آدمی امام حسینؑ کی طرف سے اس شہر میں آیا ہے میں اس سے ملاقات کر کے یہ درہم اسے دینا چاہتا ہوں،

معقل دار الامارہ سے باہر چلا گیا اور کوفہ کی جامع مسجد میں پہونچا دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ اسدیؒ نماز میں مشغول ہیں جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو معقل نے ان سے وہی باتیں کہیں جو سیکھکر آیا تھا مسلم بن عوسجہ نے اس کیلئے دعائے خیر کی اور اسے مسلم بن عقیل کے پاس لے گئے۔

معقل نے وہ درہم مسلم بن عقیل کے سپرد کر دیئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، مسلم بن عقیلؑ نے وہ درہم ابو ثمامہ صائدی کے سپرد کر دیئے، ابو ثمامہ عقلمند دلیر اور باحیثیت شیعوں میں سے تھے مسلم نے انہیں اموال جمع کرنے اور اسلحہ خریدنے پر مامور کر رکھا تھا، اب معقل روز اس جگہ آنے جانے لگا جہاں مسلم چھپے ہوئے تھے اسے کوئی روکنے والا نہیں تھا وہ دن بھر وہاں کے حالات پر نظر رکھتا اور شام کو ابن زیاد سے بیان کر دیتا تھا۔[4]

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر ۴/۲۷، [2] لیکن آئندہ بیان ہوگا کہ عبداللہ بن یقطر امام حسینؑ کا خط لائے تھے اور گرفتار ہوگئے تھے، [3] مناقب ابن شہر آشوب ۴/۹۳، [4] ابن نما نقل کیا ہے کہ عبید اللہ نے معقل سے کہا: خود کو اہل حمص سے بتانا اور کہنا کہ میں یہ درہم دینے اور بیعت کرنے کیلئے آیا ہوں، مثیر الاحزان

ہانی ابن عروہ کے خلاف سازش

جب عبید اللہ کو یہ معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیلؑ ہانی ابن عروہ کے گھر میں چھپے ہوئے ہیں تو اس نے ہانی بن عروہ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ بنایا کیونکہ ہانی کا گھر شیعوں کے جمع ہونے کا مرکز اور سفیر حسینی کی قیام گاہ تھا۔ وہ بھی بیماری کا بہانہ بنا کر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس جانے سے بچتے تھے، ابن زیاد نے محمد بن اشعث[۲] اور اسماء بن خارجہ کو، ایک روایت کے مطابق عمرو بن حجاج زبیدی کو[۳] دربار میں بلایا اور ان سے پوچھا کہ ہانی دربار میں کیوں نہیں آتے انہوں نے کہا کہ وہ بیمار ہیں، عبید اللہ نے کہا: کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ صحت یاب ہو گئے ہیں لیکن گھر سے نہیں نکلتے تم جاؤ اور انہیں مطمئن کر کے دربار میں لاؤ[۱]

ہانیؒ کی گرفتاری

یہ لوگ ہانی سے ملاقات کیلئے ان کے گھر گئے وہ شام کے وقت اپنے گھر کے سامنے بیٹھے تھے انہوں نے ہانی سے کہا: آپ امیر سے ملاقات کیلئے کیوں نہیں جاتے، وہ ہمیشہ آپ کو یاد کرتے ہیں ہم سے کہہ رہے

۱۔ حیات الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۷۔ ۲۔ اس کا باپ اشعث بن قیس کندی تھا اس کی شادی ابوبکر کی بہن ام فروہ سے ہوئی تھی امیر المومنین علیؑ نے اس پر لعنت کی ہے، ابن ابی الحدید کہتے ہیں: حضرت علیؑ کی حکومت میں رونما ہونے والے ہر فتنہ کی جڑ اشعث تھا کلینی نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اشعث بن قیس علیؑ کے قتل میں شریک تھا اور اس کی بیٹی نے امام حسنؑ کو زہر دیا اور محمد بن اشعث امام حسینؑ کے قتل میں شریک تھا، الکنی والالقاب ۲ ر ۳۴۔ ۳۔ عمرو بن حجاج زبیدی قبیلہ زبیدہ کا رئیس تھا اپنے قبیلہ میں اس کی بڑی عزت تھی اور جنگوں میں اس کا نام آتا تھا جن لوگوں نے امام حسینؑ کو خط لکھے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا اور پھر آپؑ سے جنگ بھی کی اور گھاٹ روکنے والے پانچ سو سپاہیوں میں شامل تھا اس کی بہن روعہ، ہانی کی زوجہ اور یحییٰ بن ہانی کی ماں ہیں۔ مقتل الحسین مقرم ص ۱۵۵، کامل ابن اثیر ج ۳

تھے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ بیمار ہیں تو میں ان کی عیادت کے لئے جاؤں گا ہانی نے کہا: بیماری مجھے مہلت نہیں دیتی کہ میں عبید اللہ کے پاس جاؤں،

انہوں نے کہا: عبید اللہ کو یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ ہر روز شام کے وقت اپنے گھر کے سامنے بیٹھتے ہیں اور امیر سے ملاقات میں تاخیر سے وہ غضبناک ہوں گے، ہماری گزارش ہے کہ آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ امیر سے ملاقات کیلئے چلیئے، اب ہانی کے پاس کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا لباس پہنا اور اپنی سواری پر سوار ہوئے اور ان کے ساتھ دار الامارہ کی طرف روانہ ہوئے، دار الامارہ پہونچے تو انہیں یہ محسوس ہوا کہ ان کے خلاف سازش کی گئی ہے لہٰذا انہوں نے حسان اسماء بن خارجہ سے کہا کہ: بھتیجے! مجھے اس شخص "عبید اللہ ابن زیاد" سے ڈر لگتا ہے تمہارا کیا خیال ہے؟ چچا! خدا کی قسم مجھے آپ کے بارے میں کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا اور اپنے بارے میں امیر کو بدگمان مت کیجئے، حسان نہیں جانتا تھا کہ عبید اللہ نے ہانی کو کس لئے بلایا ہے مختصر یہ کہ ہانی عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہونچے، ابن زیاد نے انہیں دیکھکر زمزمہ کیا کہ اپنے پاؤں سے اپنی قربان گاہ تک آگئے ہیں [1]

أُرِيدُ حِبَاءَهُ وَيُرِيدُ قَتْلِي　　　عَذِيرَكَ مِنْ خَلِيلِكَ مِنْ مُرَادِ [2]

اس کے بعد نہایت لطف و محبت کے ساتھ پیش آیا، ہانی نے کہا: اے امیر خیریت تو ہے اس قسم کی باتیں کیوں کہہ رہے ہیں، عبید اللہ نے کہا: یہ تم نے اپنے گھر میں یزید اور مسلمانوں کے خلاف کیا فتنہ پروری کی ہے؟ مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں جگہ دی ہے اور پڑاوس کے گھروں میں ان کیلئے اسلحہ اور فوجی ساز و سامان فراہم کر رکھا ہے اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ چیزیں میری تیز بین نگاہوں اور حکومت کے جاسوسوں سے پوشیدہ رہیں گی،

ہانی نے اسکی ان باتوں کی تردید کی اور کہا: مسلم میرے گھر میں نہیں ہیں، ہانی اور عبید اللہ کی گفتگو جب طول پکڑ گئی اور بحث میں تبدیل ہوگئی تو حکومت کے جاسوس معقل کو بلایا گیا،

---

[1] اتتک بحائن رجلاہ،

[2] میں اس کی عزت کا خواہاں ہوں اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تباؤ تمہارا دوست ہے اس سے ستم ظریفی کا کیا بہانہ ہے۔

معقل آیا تو عبید اللہ نے ہانی سے کہا: اسے پہچانتے ہو؟ ہانی نے جب معقل کو دیکھا تو انہیں سخت دھچکا لگا اور کہا: ہاں! پہچانتا ہوں اسی وقت ہانی کو اپنے دوستوں سے سرزد ہونے والی غلطی کا احساس ہوا اور وہ یہ سمجھ گئے کہ معقل نے عبید اللہ کے لئے جاسوسی کی ہے، تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد ہانی نے ابن زیاد سے کہا: میری بات کا یقین کرو خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں میں نے انہیں اپنے گھر میں نہیں بلایا ہے اور نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ وہ کس ذمہ داری کے تحت آئے ہیں وہ میرے پاس آئے اور میرے گھر میں سکونت اختیار کرنے کے لئے کہا مجھے بھی مہمان کو اپنے گھر سے واپس کرنے میں شرم محسوس ہوئی یہ ہے حقیقت لیکن آپ کو رائی کا پہاڑ بنا کر بتایا گیا ہے اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں گھر جا کر انہیں اپنے گھر سے نکال دوں گا جہاں چاہیں چلے جائیں،

عبید اللہ نے کہا: خدا کی قسم میں تمہیں اس وقت تک واپس نہ جانے دوں گا جب تک مسلم کو میرے پاس حاضر نہیں کروگے، ہانی نے کہا: خدا کی قسم میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنے مہمان کو تمہارے سپرد کر دوں گا کہ تم ان کے قتل کا فرمان جاری کر دو، عبید اللہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا، ہانی بھی اپنا یہی جواب دہرا رہے تھے[۱]

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ہانی نے عبید اللہ سے کہا: اگر مسلم میرے جنگل میں بھی ہوتے تو بھی خدا کی قسم میں تمہارے حوالے نہ کرتا[۲] بعض نے لکھا ہے کہ ہانی نے عبید اللہ کے جواب میں سختی سے کہا: تم اپنے خاندان اور خادموں کے ساتھ شام چلے جاؤ کیونکہ جو اس شہر میں آیا ہے وہ تم سے اور یزید سے کہیں زیادہ حکومت کے لائق ہے[۳]

ہانی اور مسلم ابن عمرو باہلی

جب ہانی اور عبید اللہ کے درمیان بحث طول پکڑ گئی تو مسلم بن عمرو باہلی جو کہ اموی حکومت کا

۱۔ ارشاد مفید ۲ / ۴۸، ۲۔ مثیر الاحزان ص ۱۴۳، ۳۔ مروج الذہب ج ۳ ص ۷۔

ہتھکنڈا تھا یزید نے شام سے اسے عبیداللہ بن زیاد کے پاس بھیجا تھا۔ نے کہا: مجھے اجازت دیجئے کہ میں ہانی سے گفتگو کروں اور انہیں قانع کروں تاکہ وہ مسلم کو حوالے کر دیں، عبیداللہ نے اسے اجازت دیدی وہ ہانی کو ایک گوشہ میں لے گیا عبیداللہ بھی دور سے انہیں دیکھ رہا تھا اور ان کے درمیان بلند آواز میں ہونے والی گفتگو بھی سن رہا تھا اس نے ترغیب و تہدید کے انداز میں عبیداللہ سے مصالحت کرنے کے لئے کہا: اور ہانی کو حاکم کے غضب سے ڈرایا۔

مسلم بن عمرو باہلی نے ہانی سے کہا: آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ خود کو خواہ مخواہ ہلاکت میں نہ ڈالیں اپنے کو اور اپنے خاندان کو بلا میں مبتلا نہ کرو۔ یہ شخص۔ مسلم بن عقیل۔ ان کے چچا زاد ہیں یہ انہیں قتل نہیں کریں گے انہیں کوئی اذیت نہیں پہونچے گی آپ مسلم کو ان کے حوالے کر دیں اس سے آپ کی بے عزتی نہیں ہوگی ہانی جانتے تھے کہ مسلم بن عقیل کو حوالے کرنا بہت مذموم فعل ہے اور اگر مسلم حکومتی کارندوں کے ہاتھ لگ گئے تو وہ انہیں ضرور قتل کر دیں گے اس سے میری اور میرے خاندان کی بے عزتی ہوگی کہ اپنے مہمان کو دشمن کے حوالے کر دیا لہذا باہلی کو جواب دیا: خدا کی قسم میرے لئے اس سے بڑی کوئی بے عزتی نہیں ہے کہ میں فرزندِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد اپنے مہمان مسلم بن عقیل کو عبیداللہ کے حوالے کر دوں، ابھی تو میں زندہ ہوں میرے بازوؤں میں دم ہے میرے بہت سے مددگار ہیں اگر میں تنہا بھی ہوتا، کوئی میرا مددگار نہ ہوتا تو بھی میں انہیں حوالے نہ کرتا۔

ایسی باتیں وہ آزاد مرد کہتے ہیں جو انسانی اقدار پر اپنی زندگی فدا کر دیتے ہیں وہ اس چیز کے سامنے نرم نہیں پڑتے کہ جس سے ان کی شرافت پر حرف آتا ہو۔[۱]

ہانی کی اہانت

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب ہانی نے عبیداللہ سے یہ کہا: تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ اپنے چشم و

۱۔ حیات الامام الحسین ج ۲ ص ۳۴۹، اس کتاب میں مسلم بن عمر لکھا ہے لیکن کتاب الفتوح میں کہ جس سے مصنف نے یہ بات نقل کی ہے مسلم بن عمرو ہے

خدم کے ساتھ شام چلے جاؤ تمہارے لئے امان ہے جدھر چاہو چلے جاؤ ، مہران ، عبید اللہ کے غلام نے کہا: یہ کتنی ذلت کی بات ہے کہ یہ شخص ، ہانی ، آپ کی حکومت میں آپ کو امان دے رہا ہے ،

عبید اللہ نے چلا کر کہا اسے پکڑ لو ، مہران نے ہانی کے گیسو پکڑ لیئے اور عبید اللہ نے ان کی پیشانی و چہرہ پر اتنی چھڑی ماری کہ ناک ٹوٹ گئی لباس لہو لہان ہوگیا اور گوشت داڑھی پر لٹک آیا ضرب کی شدت سے ابن زیاد کی چھڑی ٹوٹ گئی ہانی نے اپنا دفاع کرنے کے لئے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا اور نیام سے باہر کھینچ لی لیکن عبید اللہ نے کہا : کیا تم حروری [1] ہو کہ یزید کی حکومت کے خلاف خروج کر رہے ہو اور تلوار کھینچ رہے ہو اس کام سے تم نے اپنا خون حلال کر لیا اور اپنا قتل مباح قرار دے دیا ہے اس کے بعد ہانی کو دار الامارہ ہی میں قید کرنے کا حکم دیدیا ،

اسماء بن خارجہ کو عبید اللہ کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا اس نے اپنی جگہ سے اٹھکر کہا اے پیمان شکن انہیں رہا کر دے ، ہم سے کہا تھا کہ انہیں تمہارے پاس لائیں اور تم ان کی جان کی فکر میں پڑ گئے اور ان کو قتل کرنا چاہتے ہو ، عبید اللہ نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ اس کی بھی خبر لو ، محمد بن اشعث جو کہ اسماء کے ساتھیوں میں سے ایک تھا ، اس نے حالات کو دیکھ کر ہمیں امیر کی رائے سے اتفاق کرنا چاہیئے خواہ وہ ہمارے نفع میں ہو یا ضرر میں [2]

قبیلہ مذحج کی شورش

جب عمرو بن حجاج نے یہ افواہ سنی کہ عبید اللہ بن زیاد نے ہانی کو قتل کر دیا ہے تو وہ قبیلہ مذحج کے لوگوں کے ساتھ دار الامارہ پہونچا ، دار الامارہ کا محاصرہ کر لیا اور بلند آواز سے کہا : میں عمرو بن حجاج ہوں

---

[1] حروراء ، قصر و مد کے ساتھ ایک گاؤں کا نام ہے جو کہ کوفہ کے نزدیک واقع ہے اصطلاح میں خوارج کو کہتے ہیں کیونکہ ان سب کا پہلا اجتماع یہیں ہوا تھا ، مجمع البحرین ج ۳ ص ۲۶۳ ،

[2] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۹ ،

میرے ساتھ قبیلہ مذحج کے بزرگ اور سوار ہیں وہ دائرہ اطاعت سے باہر نہیں ہیں اور جماعت سے علیحدگی اختیار نہیں کی ہے، انہیں یہ خبر ملی ہے کہ ان کا سردار قتل کر دیا گیا ہے یہ ان کے لئے بہت گراں ہے۔

عبید اللہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو شریح قاضی سے کہا کہ وہ ہانی سے ملاقات کرے اور ہانی کے خاندان والوں کو بتائے کہ وہ زندہ ہیں، شریح ہانی کے پاس پہونچا تو ہانی نے فریاد بلند کی اے خدا اے مسلمانو! کیا میرے قبیلہ والے مر گئے ہیں؟ کہاں ہیں مومن لوگ؟ کہاں ہیں اہل بصیرت؟ اس وقت ان کی سفید داڑھی سے خون ٹپک رہا تھا۔

اسی اثنا میں باہر سے ہانی کے کان میں نعرہ بازی کی صدا پہونچی کہنے لگے: میرے خیال میں یہ شور وہنگامہ کرنے والے قبیلہ مذحج سے میرے پیرو کار ہیں اگر ان میں سے دس آدمی دار الامارہ میں داخل ہو جائیں تو مجھے نجات دلادیں گے یہ بات سنکر شریح باہر گیا اور مذحج والوں کو مخاطب کر کے کہا: میں نے امیر کے حکم سے ہانی سے ملاقات کی ہے وہ زندہ ہیں، عمرو بن حجاج اور اس کے مددگاروں نے شریح سے وضاحت طلب کئے ہوئے کہا: خدا کا شکر ہے کہ ہانی زندہ ہیں، اس کے بعد دار الامارہ کا محاصرہ توڑ کر اپنے اپنے گھر لوٹ گئے [۱]

ابن زیاد کی تقریر

ہانی کو گرفتار کرنے کے بعد عبید اللہ حکومتی حکام اور بعض کوفہ کے سربرآوردہ افراد کے ساتھ شہر کی مسجد میں گیا تقریر کی اور اپنی تقریر کے ذیل میں کہا: لوگو! خدا کی طاعت اور اپنے پیشواؤں کی طاعت سے غافل مت رہو اور اتفاق واتحاد کو چھوڑ کر تفرقہ وجدائی اختیار نہ کرو اس سے تمہاری عزت وآبرو اور جان ومال محفوظ رہے گا جو تم سے سچی سچی بات کہے اور تمہیں تمہارے امور کے نتائج سے آگاہ کرے وہ تمہارا بھائی ہے،

---

[۱] ارشاد مفید ج ۲ ص ۵۰۔

ابھی عبیداللہ منبر سے نیچے نہیں اترا تھا کہ بعض لوگوں نے شور مچایا کہ مسلم ابن عقیل ؑ آگئے مسلم بن عقیل آگئے! عبیداللہ جان کے خوف سے فوراً مسجد سے بھاگ گیا اور دارالامارہ میں پہونچکر سانس لیا، خادموں کو حکم دیا کہ قصر کے دروازے بند کردو، عبداللہ بن حازم کہتے ہیں: میں مسلم بن عقیل کی طرف سے عبیداللہ کے قصر اور ہانی بن عروہ کے حالات کی کھوج لگانے پر مامور تھا، سب سے پہلے میں نے مسلم بن عقیل کو اس بات کی خبر دی تھی کہ قبیلہ مراد کی بعض عورتیں یہ فریاد کر رہی ہیں یا عبرتاہ یا ثکلاہ،

میں مسلم بن عقیل کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ ہانی کو گرفتار کر لیا گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ: اطراف کے گھروں میں جو ہمارے مددگار سکونت پذیر ہیں انہیں بلاؤ چنانچہ اس نعرہ "یا منصور امتی" کے ساتھ چار ہزار مددگار مسلم ؑ کے پاس جمع ہو گئے،

مسلم ؑ کا قیام اور دارالامارہ کا محاصرہ

مسلم ابن عقیل ؑ نے عبیداللہ سے مقابلہ کرنے کیلئے، عبدالرحمٰن بن عزیز کندی کو قبیلہ ربیعہ کے سواروں کا اور مسلم بن عوسجہ کو قبیلہ مذحج و اسد کے پیادہ سپاہیوں کا کمانڈر مقرر کیا اور ابوثمامہ صائدی کے سپرد قبیلہ تمیم و ہمدان کی سپہ سالاری کی اور اہل مدینہ کو منظم و آمادہ کرنے کی ذمہ داری عباس بن جعدہ جدلی کو سونپی اور خود اپنے انصار کے ساتھ دارالامارہ کی طرف روانہ ہوئے اسے محاصرہ میں لے لیا،

عبداللہ بن حازم جو کہ واقعہ کا عینی شاہد ہے، وہ قسم کھا کے کہتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں مسجد و بازار مجمع سے چھلکنے لگا، عبیداللہ نے جان کے خوف سے دارالامارہ میں پناہ لی اور حکم دیا: دیکھو قصر کا کوئی دروازہ کھل نہ جائے [۲]

---

[۱] اس نعرہ سے فوجیوں کو جنگ اور دشمن پر غلبہ پانے کے لئے لگایا جارہا تھا اس میں دشمن کی نابودی اور اپنی کامیابی کی بشارت تھی،

[۲] مقاتل الطالبیین ص ۱۰۰،

محاصرہ شکنی کیلئے عبیداللہ کا منصوبہ

جب حضرت مسلم اور ان کے انصار نے دار الامارہ کا محاصرہ کیا تھا اس وقت عبیداللہ کے قصر میں تیس فوجی اور بیس افراد کوفہ کے شرفاء میں سے تھے جو قصر کی چھت سے اس جم غفیر کو دیکھ رہے تھے، محاصرہ کرنے والے عبیداللہ اور اس کے ساتھیوں پر سنگ باری کر رہے تھے، ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کر رہے تھے [۱] محاصرہ توڑنے کیلئے ابن زیاد نے سوچا کہ نفسیاتی جنگ چھیڑ دی جائے لہذا اس نے چند باحیثیت افراد سے کہا: تم لوگوں کے پاس جاؤ اور ان سے گفتگو کرو اور اس کام کے نتیجے سے ڈراؤ تاکہ وہ مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیں اس کام پر کثیر بن شہاب حارثی، قعقاع بن شور ذہلی، شبث بن ربعی تمیمی، حجار بن ابجر اور شمر بن ذی الجوشن ضبابی مقرر تھا۔

ان لوگوں نے جناب مسلم کے قریبی افراد سے رابطہ قائم کیا اور خیر خواہ کے طور پر انہیں مسلم کی مدد کرنے سے ڈرایا انہوں نے خیر خواہ کی صورت میں ان سے جھوٹ بولا اور کہا کہ یزید کا لشکر شام سے آرہا ہے وہ تمہیں بے دردی سے کچل دے گا، اپنی جان و مال کو خطرہ میں نہ ڈالو، ان جھوٹ بولنے والوں نے انہیں یہ اطمینان دلایا کہ عبیداللہ نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر رات تک تم لوگوں نے محاصرہ نہ توڑا اور اپنے اپنے گھروں کو واپس نہ گئے تو بیت المال سے تمہارا اور تمہارے بچوں کا وظیفہ بند کر دے گا اور تم میں سے گناہگاروں کی جگہ بے گناہوں اور غائب لوگوں کی بجائے حاضرین کو ایسی عبرتناک سزا دے گا کہ کوفہ میں ایسا کوئی سرکش نہیں بچے گا کہ جو اپنے کئے کی سزا پائے [۲]

محاصرہ توڑنے والا عبیداللہ کا منصوبہ کامیاب ہوگیا اور اہل کوفہ جو خود کو عبیداللہ کی سزا سے محفوظ نہیں سمجھ رہے تھے، ان منافقوں کی باتوں میں آگئے اور مسلم بن عقیل کا ساتھ چھوڑ دیا اور اپنے دل میں یہ خیال

۱۔ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۵۲، ۲۔ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۴۳،

کیا کہ ہمیں خطرہ نہیں مول لینا چاہیئے، ابھی سویرا ہے، اپنے گھروں کو لوٹ چلیں جو خدا کو منظور ہوگا ہو جائیگا[۱]

عبید اللہ نے اس قومی انقلاب اور خدائی تحریک کو کچلنے کی دوسری چال چلی اور اہل کوفہ میں سے جو سرکردہ افراد اس کے ساتھ دار الامارہ میں وقت گذاری کر رہے تھے انہیں حکم دیا کہ لوگوں کو فریب دینے اور مسلم سے جدا کرنے کیلئے، تم امان کے پرچم ہاتھ میں لو اور ان سادہ لوح افراد کو امان دو جو عبید اللہ کی سزا سے ڈرے ہوئے تھے باقی[۲] لوگوں کو اپنی حفاظت کیلئے دار الامارہ ہی میں روک لیا[۳]

کثیر ابن شہاب، جو کہ حکومت کا خاص پٹھو تھا۔ شام تک مسلم عؑ کے مددگاروں سے بات کرتا رہا آخر کار لوگوں کو مبارزہ سے روکنے میں اور انہیں مسلم بن عقیل سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوگیا

اس عظیم عوامی انقلاب کو کچلنے کیلئے عبید اللہ کی نیرنگیوں نے اتنا اثر کیا کہ ماں بیٹے کے پاس آئی یا بھائی آیا اور اس کا دامن پکڑ کر کہنے لگا کل یزید کی فوج شام سے کوفہ پہونچ رہی ہے وہ ان انقلابیوں پر غضب ڈھائے گی، چلو گھر لوٹ چلو، چنانچہ جو جس کو پہچانتا تھا وہ مجمع میں سے اسے پکڑے جاتا تھا اور اپنے خیال میں اسے یقینی خطرہ سے نجات دلاتا تھا اس طرح رات ہونے سے پہلے ہی سارا مجمع پراکندہ ہوگیا اور مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے[۴]

آخر کار عبید اللہ اہل کوفہ کے ان پچاس سرکردہ لوگوں کے ساتھ جو کہ جان کے خوف سے دار الامارہ میں پناہ لئے ہوئے تھے، کامیاب ہوگیا اور چند گھنٹوں میں ان چار ہزار لوگوں کو واپس گھروں کو لوٹا دیا جنہوں نے مسلم عؑ بن عقیل کی قیادت میں یزید کی حکومت کے خلاف شورش کی تھی اس جم غفیر میں سے صرف تین سو آدمی باقی بچے، احنف بن قیس نے اہل کوفہ کے بارے میں کہا ہے، کوفہ والو! تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جسے روز نیا شوہر چاہیئے[۵]

۱۔ الفتوح ۵ ص ۸۷، ۲۔ باقی رہنے والوں میں محمد بن اشعث قعقاع ذہلی، شبث بن ربعی، حجار بن ابجر، سلمی و شمر بن ذی الجوشن تھے، ۳۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۴۹،

۴۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۵۰، ۵۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۵۶،

لوگوں کی گرفتاری

جب کثیر بن شہاب لوگوں کو فریب دے چکا تو عبید اللہ نے اسے حکم دیا کہ جہاں بھی تمہیں کوئی مسلمؑ کا طرفدار نظر آئے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دو اس نے بھی اس ذمہ داری کو اچھی طرح پورا کیا[۱]

مورخین لکھتے ہیں: کوفہ میں رہنے والے امیرالمومنینؑ کے حق چاہنے والوں نے امام حسینؑ کو خط لکھے تھے عبید اللہ نے ان سب کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا، قید کئے جانے والوں میں سلیمان بن صرد خزاعی، ابراہیم بن مالک اشتر، ابن صفوان، یحییٰ بن عوف، صعصعہ بن صوحان عبدی بھی شامل تھے، یہ بزرگوار یزید کے ہلاک ہو جانے کے بعد بھی قید ہی میں تھے بعد میں لوگوں کی تحریک سے آزاد ہوئے اور خون حسینؑ کا انتقام لینے کیلئے قیام کیا[۲]

مسلمؑ کی بے چارگی

رات ہو گئی تو اس جم غفیر میں سے مسلم بن عقیل کے ساتھ صرف تیس وفادار بچے تھے بقیہ فریب کھا کر اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے یا گرفتار کر لئے گئے تھے، مسلمؑ نے نماز مغرب ادا کی اور محلہ کندہ ''جہاں آپ قیام پذیر تھے'' کی طرف روانہ ہوئے ابھی محلہ کندہ تک نہیں پہونچے تھے کہ بیس آدمی اور آپ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور فقط دس آدمی آپ کے ساتھ باقی بچے اور جب اس محلہ تک پہونچے تو آپ کے ساتھ کوئی فرد نہیں تھا مسلم کوفہ کی گلی کوچوں میں پھر رہے تھے سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس کے در پہ دستک دیں[۳]

اس رات کی تاریکی میں ایک آدمی کی آواز نے مسلمؑ کی توجہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا وہ کہہ رہا تھا: مولا شب میں کہاں کا قصد ہے، کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ یہ سعید بن احنف تھے، مسلمؑ نے کہا: میں

۱۔ ابصار العین ص ۲۰۴، ۲۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۴۳، ۳۔ مقاتل الطالبین ص ۱۰۲،

امن و اطمینان کی جگہ جانا چاہتا ہوں تاکہ وہاں اپنی بیعت کرنے والوں میں سے کچھ لوگوں کو جمع کرکے مبارزہ کروں،

سعید بن احنف کو حالات بدل جانے کی خبر تھی لہٰذا انہوں نے افسوس کے ساتھ کہا: ہرگز ایسا نہیں ہوسکے گا کیونکہ شہر کے دروازے بند کردیئے گئے ہیں شہر کے اطراف میں جاسوس مقرر کیئے گئے ہیں تاکہ وہ آپ کو گرفتار کریں اور معاملہ ہی ختم کردیا جائے، آیئے میرے ساتھ محمد بن کثیر کے گھر چلیئے یہ امن کی جگہ ہے وہ یقیناً آپ کو پناہ دیں گے،

مسلمؑ ان کے ساتھ روانہ ہوئے ابن کثیر کے گھر پہونچے محمد بن کثیر نے جب امام حسینؑ کے قاصد کو اپنے گھر دیکھا تو مسلم کے پاؤں چومے اور اس خدائی عطا پر شکر ادا کیا اور اپنے گھر میں ایسی جگہ ٹھہرایا کہ جہاں عام لوگوں کی نظر نہیں پہونچتی تھی،

محمد بن کثیر کی گرفتاری

عبیداللہ کے جاسوس سایہ کی طرح مسلمؑ کا تعاقب کر رہے تھے انہوں نے ابن زیاد کو صورتحال کی خبر دی ابن زیاد نے اپنے بیٹے خالد کو حکم دیا کہ وہ رات میں ایک گروہ کے ساتھ محمد بن کثیر کے گھر کا محاصرہ کرے اور مسلمؑ و محمد بن کثیر، دونوں کو گرفتار کرکے دار الامارہ میں حاضر کرے، لیکن جب خالد نے محمد بن کثیر کے گھر کی تلاشی لی اور مسلمؑ ابن عقیل کو گھر میں نہ پایا تو وہ محمد بن کثیر اور ان کے بیٹے کو اسیر کرکے دار الامارہ لے گیا

جب سلیمان ابن صرد خزاعی، ابی عبیدہ ثقفی اور ورقا بن عازب کو محمد بن کثیر اور ان کے بیٹے کے گرفتار ہونے کی خبر ملی تو انہوں نے آپس میں طے کیا کہ کچھ فوج فراہم کرکے ابن زیاد پر حملہ کیا جائے اور محمد بن کثیر اور ان کے بیٹے کو ابن زیاد کے چنگل سے نجات دلائی جائے اور اس کے بعد کوفہ کو خیرباد کہہ کے امام حسینؑ سے متصل ہوجائیں،

صبح ہوئی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ محمد بن کثیر اور اس کے بیٹے کو حاضر کیا جائے، محمد بن کثیر کو ڈرانے

اور برا بھلا کہنے کے بعد کہا: جہاں مسلمؑ چھپے ہوئے ہیں اس جگہ کا پتہ بتاؤ اور انہیں ہمارے حوالے کرو، جب انہوں نے پہلوتہی کی تو ابن زیاد نے سامنے رکھی ہوئی دوات انکی پیشانی پر دے ماری جس سے وہ زخمی ہوگئے لیکن جب اپنا دفاع کرنے کیلئے ابن کثیر نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ مارا تو دربار میں موجود شرفاء کوفہ اس کے چاروں طرف جمع ہوگئے اور ابن زیاد اور ابن کثیر کے درمیان آگئے اسی اثناء میں ابن زیاد کے جاسوس معقل نے ابن کثیر پر حملہ کردیا، جواب میں محمد نے بھی اپنی تلوار سے اس پر وار کیا اور اس کا قصہ پاک کردیا ابن زیاد نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ سب محمد بن کثیر پر حملہ کردو، محمد جب خود کو حملہ کے لیے آمادہ کر رہے تھے اس وقت ان کا پاؤں کسی چیز سے الجھا زمین پر گرے اور ابن زیاد کے غلاموں نے انہیں شہید کر دیا اس کے بعد ان کے جوان و دلیر بیٹے پر حملہ کیا اور اسے شہید کردیا اس سانحہ کی خبر جب مسلم بن عقیل کو ملی تو محمد بن کثیر کا گھر چھوڑ دیا[1]

طوعہ کے گھر

محمد بن کثیر کے گھر سے نکل کر مسلم دوسری پناہ گاہ تلاش کرنے لگے کہ جہاں ابن زیاد کے جاسوس کی دسترس نہ ہوسکے، کوفہ کی گلیوں میں پریشان پھر رہے تھے[2] یہاں تک کہ طوعہ کے دروازے پر پہونچے۔

طوعہ ایک کنیز تھی جسے اشعث نے آزاد کیا تھا، سعید حضرمی نے اس سے نکاح کرلیا تھا اس نکاح کا ثمرہ ایک لڑکا تھا جسے بلال کہتے تھے، طوعہ اپنے دروازے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی، مسلمؑ نے طوعہ کو سلام کیا اور پانی طلب کیا، طوعہ مسلمؑ کیلئے پانی لائی، مسلمؑ نے پانی پی کر ظرف طوعہ کو دیا طوعہ ظرف لیکر گھر کے اندر چلی گئی لیکن جب لوٹ کر آئی تو دیکھا کہ مسلمؑ ابھی تک وہیں موجود ہیں، طوعہ نے کہا: کیا آپ نے پانی نہیں پیا؟ کہا ہاں، طوعہ نے کہا تو اٹھو اور اپنے گھر جاؤ! مسلمؑ نے

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۸۰، کا خلاصہ، [2] الشہید مسلم بن عقیل مقرم ص ۱۵۰،

کوئی جواب نہ دیا، طوعہ نے پھر اپنی پہلی بات دوہرائی لیکن اس بار بھی مسلمؑ نے کوئی جواب نہ دیا تیسری دفعہ طوعہ نے کہا: آپ اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟ مسلمؑ اس دفعہ بھی خاموش رہے اس پر طوعہ کو غصہ آگیا اور کہا: اٹھیے اور اپنے گھر جائیے یہ صحیح نہیں ہے کہ اجنبی مرد میرے دروازے پر بیٹھے مجھے یہ بات پسند نہیں ہے،

مسلم اپنی جگہ سے اٹھے اور طوعہ سے کہا: اللہ کی کنیز! میں مسافر ہوں اس شہر میں میرا گھر نہیں ہے کیا تم نیک کام کر کے اس کا اجر لینا چاہتی ہو ہو سکتا ہے کہ میں تیری خدمت کا صلہ دے سکوں طوعہ نے کہا: خدا کے بندے میں کیا کر سکتی ہوں؟

مسلمؑ نے کہا: میں مسلم ابن عقیل ہوں اہل کوفہ نے مجھ سے دغا و بے وفائی کی ہے طوعہ نے کہا: آپ مسلم بن عقیل ہیں؟ جی ہاں! طوعہ انہیں گھر کے اندر لے گئی، بستر لگایا اور کھانا تیار کیا، طوعہ کا لڑکا آیا اس نے دیکھا کہ آج اس کی ماں بہت اہتمام سے کام کر رہی ہے اور لمحہ بھر کے لئے آرام سے نہیں بیٹھتی ہیں کبھی ادھر جاتی ہیں کبھی ادھر جاتی ہیں اس نے اپنی ماں سے پوچھا: قصہ کیا ہے،

شروع میں طوعہ نے حقیقت چھپائی لیکن جب ماں نے بیٹے کا زیادہ اصرار دیکھا تو اسے واقعہ بتا دیا اور کہا کہ اس کی کسی کو خبر نہ ہو بلال نے قسم کھائی کہ میں کسی سے ذکر نہیں کروں گا[1]

جامع مسجد میں ابن زیاد کی تقریر

اگرچہ مسلمؑ کے چاہنے والوں کو متفرق ہوئے اور کنارہ کشی کیے ہوئے تھوڑی دیر گذری تھی اور یہ ناقابل تصور حادثہ مختصر سی مدت میں رونما ہو گیا تھا لیکن عبید اللہ کو اس کا یقین نہیں تھا ابھی تک اس کا دل دہل رہا تھا اس نے حکومت کے کارندوں، ضمیر فروش بزرگ اور کوفہ کے دین فروش لوگوں کو حکم دیا ہوشیار ایسا نہ ہو کہ تم رات کی تاریکی میں مسلم کے ساتھیوں کے جال میں پھنس جاؤ! جب انہیں تلاش بسیار کے باوجود

۱۔ مقاتل الطالبیین ص ۱۰۳۔

مسلمؑ کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نظر آیا تو انہوں نے عبیداللہ کو یقین دلایا کہ آپ کا حربہ کامیاب ہو گیا ہے اور اب مسلمؑ تن تنہا رہ گئے ہیں لیکن کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔

عبیداللہ نے مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے ان سے کہا: کہ لکڑیوں پر رسیاں باندھ کر شہر کی مسجد کے گوشہ گوشہ کو دیکھو، کارندوں نے ایسا ہی کیا مگر کسی کو نہ پایا، آخر کار عبیداللہ کو یقین ہو گیا کہ مسلم کے چاہنے والے متفرق ہو گئے ہیں اس نے کہا: کہ مسجد کا دروازہ کھولا جائے یہ مسجد دارالامارہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر واقع تھی ابن زیاد اپنے قصر سے نکل کر مسجد میں آیا، عمرو بن نافع کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو تنبیہ کر دو کہ وہ عشاء کی نماز ابن زیاد کی امامت میں مسجد میں ادا کریں اور جو شخص مسجد میں نماز نہیں پڑھے گا وہ اسلام سے خارج ہے اور اس کی جان مال عزت مباح ہے۔

لوگ ابن زیاد کی اقتدا میں نماز عشاء پڑھ لینے کے بعد منتظر تھے کہ وہ اپنے دل کی باتیں زبان پر لائے اور ان کے مضطرب دلوں کو سکون بخشے، ابن زیاد کہ جس کو ابھی تک اپنی جان کی پڑی تھی اس نے حکم دیا کہ نماز عشاء پڑھاتے وقت اس کے پیچھے نگہبان کھڑے کئے جائیں اور اسے مسلمؑ کے چاہنے والوں کے احتمالی حملوں سے بچایا جائے، نماز عشاء پڑھانے کے بعد وہ منبر پر گیا اور لوگوں کے سامنے مسلم کے بارے میں رکیک باتیں کہیں نیز کہا: مسلم اپنے نفاق آمیز کردار کی وجہ سے خدا سے دور ہو گئے ہیں جو شخص انہیں پناہ دے گا اس کا وہی حشر ہو گا جو مسلمؑ کا ہو گا اور جو بھی انہیں گرفتار کر کے ہمارے حوالے کرے گا اس کو بہت بڑا انعام دیا جائے گا اس کے بعد لوگوں کو خدا سے ڈرنے کی دعوت دی، نیز کہا: کہ اپنی اطاعت و بیعت و پائیداری کا ثبوت دیں[1]

نئے احکام کا صدور

عبیداللہ مسجد سے دارالامارہ میں آیا اور حصین بن نمیر کو حکم دیا کہ اپنے تمام جاسوسوں سے شہر کی ناکہ بندی

1- ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۵۲۔

کر دو تاکہ مسلمؑ فرار نہ کر سکیں اور یہ دھمکی دی کہ اگر تمہارے خون آشام جاسوسوں سے بچکر مسلم نکل گئے تو سخت سزا دی جائے گی اور دیکھو کل پورے شہر کی تلاشی لیکر مسلم بن عقیل کو گرفتار کرو اور دار الامارہ میں حاضر کرو[۱]

حصین بن نمیر نے جو کہ خود کو عبید اللہ کی سزا سے محفوظ نہیں سمجھتا تھا حسن کارکردگی دکھانے کیلئے حکم دیا کہ خفیہ پولیس اور معتمد جاسوسوں کو شہر کے راستوں پر معین کیا جائے اور کوفہ کے جن بزرگوں نے مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ان کے ہمنوائی کی تھی انہیں گرفتار کیا جائے اس فرمان کے اجراء میں عبد الاعلیٰ بن یزید کلبی عمارہ بن صلخب ازدی کو گرفتار کیا گیا کچھ دن قید خانہ میں رکھا گیا اور پھر تہہ تیغ کر دیا گیا، اسی پر اکتفاء نہ کی گئی بلکہ کوفہ کے بعض ان لوگوں کو بھی گرفتار کیا گیا جن کا بظاہر جناب مسلمؑ سے کوئی ربط نہ تھا لیکن چونکہ وہ حکومت کی اس شدت پسندی، قتل و غارت گری اور گرفتاریوں پر ردعمل کے طور پر کچھ کر سکتے تھے اس لئے انہیں بھی قید میں ڈال دیا گیا،

دوسری طرف مختار ثقفی[۲]، عبد اللہ بن نوفل بن حارث بن عبد المطلب جو کہ مسلمؑ کے خروج کے وقت اپنے انصار کے ساتھ باب الفیل تک پہونچے تھے اس وقت مختار سبز رنگ کا اور عبد اللہ بن نوفل سرخ رنگ کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے، لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ مسلم وہاں شہید کر دیئے گئے ہیں تو ان سے یہ کہا گیا کہ وہ عمرو بن حریث کے پرچم کے نیچے آجائیں انہوں نے بھی یہ پیش کش قبول کر لی، عمرو بن حریث نے یہ گواہی دی کہ یہ دونوں مسلمؑ سے علیحدہ ہو گئے تھے لیکن عبید اللہ کے حکم سے دونوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا[۳]

عبید اللہ نے مختار کو گرفتار کر کے برا بھلا کہا اور ہاتھ کی چھڑی سے مختار کا چہرہ لہولہان کر دیا یہاں تک کہ ان کی آنکھ کی پلک پھٹ گئی مختار و عبد اللہ بن نوفل سانحۂ کربلا رونما ہونے تک قید ہی میں رہے[۴]

۱؎ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۵۱،

۲؎ جس زمانہ میں جناب مسلمؑ نے خروج کیا تھا مختار اس زمانہ میں لقفا۔ نامی گاؤں میں زندگی بسر کر رہے تھے، مرحوم سید عبد الرزاق نے اس قریہ کا نام، بلاذری کی انساب الاشراف کے حوالے سے خطوانیہ نقل کیا ہے، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۵۷،

۳؎ باب الفیل مسجد کوفہ کا ایک دروازہ ہے،

۴؎ لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کے اہل بیتؑ کو عبید اللہ کے دربار میں لایا گیا تو اس نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ مختار کو قید سے باہر ←

مسلمؑ کا خواب

مسلمؑ بن عقیلؑ طوعہ کے گھر میں پناہ لیئے ہوئے تھے اس نے انہیں گھر کے ایک گوشہ میں چھپا رکھا تھا، طوعہ کے گھر میں مسلمؑ کافی رات تک عبادت و طاعت خدا میں مشغول رہنے کے بعد جب سوئے تو اپنے چچا حضرت امیرالمومنینؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں، بہت جلد تم ہمارے پاس پہونچو گے،

بیدار ہوئے تو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا[1] صبح طلوع ہوئی طوعہ وضو کے لئے پانی لیکر حاضر ہوئی عرض کی مولا! شاید آج کی رات آپ کو نیند نہیں آئی ہے، فرمایا: تھوڑی دیر سویا تو خواب میں اپنے چچا امیرالمومنین علیؑ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں: جلد کرو جلد کرو اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ میری زندگی کے آخری دن ہیں[2]

لاکر شکنجہ دیا جائے، عبیداللہ مختار کو اپنی فتح سے آگاہ کرنا چاہتا تھا مختار کو سزا دی جا رہی تھی کہ اچانک ان کی نگاہ امام حسینؑ کے سر پر پڑی اس منظر کو دیکھ کر انہیں غصہ آیا قریب تھا کہ ان کی روح پرواز کر جائے لیکن انہوں نے خود کو سنبھالا اور ثابت قدم و استوار رہے اور ابن زیاد کو مخاطب کر کے سخت لہجہ میں کہا: میں نے معتمد لوگوں سے سنا ہے کہ تیری ظاہری حکومت کی عظمت کمزور ہو کر ذلت و رسوائی میں بدل جائے گی اور یہ سب کچھ مختار کے ذریعہ ہوگا، عبیداللہ بن زیاد نے غرور کے انداز میں مختار کی طرف دیکھا گویا یہ کہنا چاہتا تھا کہ یہ خبر صحیح نہیں ہے اس نے اپنے سپاہیوں سے کہا: مختار کو واپس قیدخانہ میں لے جاؤ کافی عرصہ کے بعد اپنے بہنوئی عبداللہ ابن عمر کی سفارش اور یزید کی موافقت پر قید سے رہا ہوئے، الشہید مسلم ابن عقیل مقرم ص ۱۵۸،

[1] حیات الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۳۸۸،

[2] نفس المہموم ص ۱۰۹،

طوعہ کا بیٹا بلال

جب طوعہ کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ گھر میں مسلم بن عقیل قیام پذیر ہیں تو اس نے انعلم حاصل کرنے کی غرض سے محمد بن اشعث کے بیٹے عبدالرحمٰن سے یہ بات بتادی حالانکہ اس نے اپنی ماں سے یہ راز فاش نہ کرنے کی قسم کھائی تھی لیکن شیطانی وسوسہ نے اپنا کام کیا، عبدالرحمٰن دارالامارہ پہونچا اور اپنے باپ محمد بن اشعث سے واقعہ نقل کیا اس نے یہ خبر عبیداللہ کو سنائی، اس نے محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ مسلمؑ کو گرفتار کر کے دارالامارہ میں حاضر کرو، تعمیل حکم میں محمد بن اشعث نے عبیداللہ بن عباس سلمیٰ اور حکومت کے ستر سپاہیوں کے ساتھ طوعہ کے گھر کا محاصرہ کرلیا،

گھوڑے کی ٹاپوں اور حملہ آوروں کے شور وغل سے جناب مسلمؑ چونکے آپ شمشیر بکف اپنی قیام گاہ سے باہر نکلے تاکہ جو گھر کے اندر گھس گئے ہیں انہیں نکال دیں[1] مسلمؑ نے سوچا کہ باہر نکلو! اس موت کی طرف بڑھو کہ جس سے فرار ممکن نہیں ہے[2]

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب ابن زیاد کی بھیجی ہوئی فوج طوعہ کے گھر کے پیچھے پہونچی تو مسلمؑ اس خوف کے مارے گھر سے باہر نکل آئے کہ فوج گھر کو آگ نہ لگا دے[3]

شجاعت مسلمؑ

منقول ہے کہ عبیداللہ بن زیاد کی فوج محمد بن اشعث کی سرکردگی میں طوعہ کے گھر میں داخل ہوگئی تو مسلمؑ نے پوری فوج کو گھر سے باہر نکال دیا، فوج دوبارہ گھر میں گھس گئی پھر جناب مسلمؑ نے باہر بھگا دیا یہاں

---

[1] اعلام الوریٰ طبرسی ص ۲۲۵، [2] مقاتل الطالبیین ص ۱۰۳، [3] نفس المہموم ص ۱۰۹،

تک کہ بکر بن حمران حمری نے جناب مسلمؑ کے دہن پر تلوار سے ضرب لگائی جس سے آپ کا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور سامنے کے دو دانت ٹوٹ کر گر پڑے جناب مسلمؑ نے بھی بکر بن حمران پر حملہ کر کے اس کے سر اور شانوں کو زخمی کر دیا ،

جب محمد بن اشعث کے سپاہیوں کو یہ محسوس ہوا کہ اس طرح مسلم کا مقابلہ نہیں کیا جا سکے گا تو وہ چھت پر چڑھ گئے اور وہاں سے مسلمؑ پر پتھر اور آگ برسانے لگے ، مسلمؑ یہ صورت حال دیکھ کر تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے گھر سے کوچہ میں نکل آئے اور جنگ کرنے لگے۔[۱] فوج سے جنگ کرتے وقت مسلمؑ کی زبان پر یہ اشعار تھے

هُوَ المَوْتُ فَاصْنَعْ وَيْكَ ما أَنْتَ صانِعٌ   فَأَنْتَ بِكَأْسِ المَوْتِ لا شَكَّ جارِعٌ

فَـصَبْراً لِأَمْرِ اللهِ جَـلَّ جَلالُهُ   فَحُكْمُ قَضاءِ اللهِ فِي الخَلْقِ ذائِعٌ[۲]

ایک قول کی بنا پر ۴۱ اور دوسرے قول کی بنا پر آپ نے دشمن کے ۴۲ سپاہی تہ تیغ کئے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا : تم مجھ پر اس طرح سنگ باری کر رہے ہو جس طرح کافروں پر کی جاتی ہے حالانکہ میں رسولؐ کے اہلبیتؑ سے ہوں کیا تمہیں آل رسولؐ کا پاس و لحاظ نہیں ہے اور تم نے رسولؐ کے اس حق سے آنکھیں بند کر لی ہیں جو تمہاری گردن پر ہے ،

محمد بن اشعث نے جواب میں کہا : خواہ مخواہ کیوں جان سے ہاتھ دھونا چاہتے ہو میری پناہ میں آجاؤ ، مسلمؑ نے غیظ میں فرمایا : جب تک میرے بازوؤں میں دم ہے اور میرے بدن میں جان ہے اس وقت میں خود کو تمہارے سپرد نہیں کروں گا یہ کہہ کر اشعث بن قیس پر حملہ کر دیا وہ بھاگ نکلا ، مسلم پر پیاس کا غلبہ تھا کہ پشت مسلمؑ پر ایک نیزہ لگا گھوڑے سے زمین پر گر پڑے فوج نے گرفتار کر لیا ،

لکھا ہے کہ محمد بن اشعث نے عبید اللہ بن زیاد سے کہا : اے امیر مجھے آپ نے مرد میدان ، دلیر

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۳، ۲۔ موت سامنے کھڑی ہے جو کچھ کرنا ہے کر گزر ، بے شک تجھے موت کا جام پینا ہے لیکن خدا کی مشیت کے سامنے صبر سے کام لو کیونکہ کائنات میں خدا کا حکم جاری ہے ،

طاقتور جنگجو اور تیز دھار تلوار کے مقابلہ میں بھیجا ہے نیز لکھا ہے کہ جب محمد بن اشعث نے مسلم عؑ سے کہا کہ میں آپ کو امان دیتا ہوں تو مسلم عؑ نے جواب دیا مجھے تمہاری امان کی ضرورت نہیں ہے اور یہ رجز پڑھا۔

أَقْسَمْتُ لا أُقْتَلُ إِلاّ حُرّا ۔۔۔ وَإِنْ رَأَيْتُ الْمَوْتَ شَيْئاً نُكْرا

أَكْرَهُ أَنْ أُخْدَعَ أَوْ أُغَرّا ۔۔۔ كُلُّ امْرِئٍ يَوْماً يُلاقِي شَرّا

أَضْرِبُكُمْ وَلا أَخافُ ضُرّا ۔۔۔ ضَرْبَ غُلامٍ قَطُّ لَمْ يَفِرّا [1]

مسلم بن عقیل عؑ کی شجاعت و دلاوری کے بارے میں لکھا ہے کہ طاقتور اور شجاع آدمی تھے دشمن کے آدمیوں کو ہاتھ پکڑ کر چھت پر پھینک دیتے تھے جنگ صفین میں عبداللہ بن جعفر کے ہمراہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کی رکاب میں امیرالمومنین علی عؑ کی فوج کے دائیں پرے میں شمشیر زن تھے [2]

مسلم عؑ کی گرفتاری

مسلم ابن عقیل عؑ کی گرفتاری کے بارے میں مختلف اقوال ہیں،

(۱) ابن اعثم کوفی لکھتے ہیں: جب مسلم عؑ نے پے در پے حملے کر کے تھوڑا آرام لینے کے لئے حملہ روک لیا تھا اس وقت ایک کوفی نے پشت پر ایک نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر گر پڑے اور گرفتار کر لئے گئے،

(۲) شیخ مفید لکھتے ہیں: جب مسلم بن عقیلؑ نے یہ محسوس کیا کہ اب حملہ جاری رکھنے کی طاقت نہیں ہے تو آپ آرام کی غرض سے دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے، محمد بن اشعث نے کہا: میں آپ کو امان

---

[1] میں نے آزاد اور سربلندی کے ساتھ مرنے کی قسم کھائی ہے اگرچہ میں موت کو پسند نہیں کرتا مجھے دھوکہ دیا جائے یہ مجھے پسند نہیں ہر شخص کو ایک روز شر کو دیکھنا ہے میں تمہیں تہ تیغ کروں گا اور مجھے آنے والی بلا سے کوئی خوف نہیں ہے میں وہ شمشیر زن ہوں جو میدان سے نہیں بھاگتا ہے، مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۹۳، [2] سفینۃ البحار ج ۱ ص ۶۵۳،

دیتا ہوں، مسلمؑ نے پوچھا: کیا میں امان میں ہوں؟ اس نے کہا ہاں آپ امان میں ہیں، لیکن عبیداللہ بن عباس سلمی نے مسلمؑ کو امان نہ دی تو مسلمؑ نے کہا: اگر تم مجھے امان نہیں دو گے تو میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھوں گا خود کو تمہارے سپرد نہیں کروں گا، اس کے بعد انہیں سوار کیا تلوار چھین لی اپنے محاصرہ میں لے لیا مسلمؑ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو مایوس ہو کر کہا: یہ دغابازی اور دھوکہ دہی کی ابتدا ہے۔

(۳) ابو مخنف لکھتے ہیں: مسلمؑ پر فتح پانے کے لئے دشمنوں نے گڑھا کھودا تھا اور اسے خس و خاشاک سے چھپا دیا تھا جب مسلمؑ نے ان پر حملہ شروع کئے تو وہ پیچھے ہٹے، مسلمؑ اسے گڑھے میں گر پڑے نتیجہ میں گرفتار کر لئے گئے۔[1]

مسلمؑ ناامید ہو گئے تو ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے اور جن لوگوں نے آپ کو امان دی تھی ان سے کہا: یہ دغابازی، دھوکہ دہی اور پیمان شکنی کی ابتدا ہے، محمد بن اشعث نے کہا: آپ خوف زدہ نہ ہوں، حضرت مسلمؑ نے کہا: تمہاری امان کیا ہے؟ پھر انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر آپ رونے لگے۔

عبداللہ بن عباس سلمی نے کہا: جو شخص اتنا بڑا کام انجام دیتا ہے اسے حوادث سے گھبرا کر رونا نہیں چاہیئے، مسلمؑ نے جواب دیا: خدا کی قسم میں اپنے اوپر نہیں رو رہا ہوں مجھے اپنے مارے جانے کی پروا نہیں ہے اگرچہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں بغیر اس ذمہ داری کو پورا کئے ہوئے مارا جاؤں جو کہ میرے سپرد کی گئی ہے میں تو امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر رو رہا ہوں کہ وہ تمہارے خطوط پر اعتماد کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اس کے بعد محمد ابن اشعث کی طرف رخ کر کے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ تم مجھے امان دینے اور مجھے بچا لینے سے عاجز ہو کیا تم سے کسی نیکی کی امید کی جا سکتی ہے؟ کیا تم میری طرف سے امام حسینؑ کے پاس قاصد بھیج کر یہ خبر پہونچا سکتے ہو کہ میں دشمنوں کے نرغہ میں گرفتار ہوں، شاید رات ہونے تک مجھے قتل کر دیا جائے یقیناً یہ لوگ مجھے قتل کریں گے، امام حسینؑ تک قاصد میرا پیغام پہونچا دے گا کہ: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ واپس لوٹ جائیں، اپنے اہلبیتؑ کو بھی اپنے ہمراہ لے جائیں تاکہ آپ اہل کوفہ کے

---

[1] حیات الامام الحسین ۲/ ۳۵۸۔

فریب سے بچے رہیں، ان لوگوں نے آپ کے والد کے مددگاروں کو قتل کر دیا، جبکہ علیؑ ان سے موت یا شہادت کے ذریعہ ان سے جدائی کی آرزو رکھتے تھے، کوفیوں نے اپنا عہد توڑ دیا ہے اور وہ آپ کے قتل کے درپے ہیں، محمد بن اشعث نے جناب مسلمؑ سے وعدہ کیا وہ اس کلام کو انجام دے گا اور ابن زیاد سے ان کیلئے امان حاصل کرے گا۔[1]

مسلم بن عمرو باہلی

جب محمد بن اشعث مسلم ابن عقیل کے ساتھ دار الامارہ میں عبید اللہ کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ میں نے انہیں امان دی ہے تو عبید اللہ، جو کہ اخلاقی اقدار کا پابند نہیں تھا، نے کہا: تمہیں امان دینے کا اختیار نہیں تھا، ہم نے تمہیں مسلم کو امان دینے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ مسلم کو حاضر کرو!

محمد بن اشعث کے پاس سکوت کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

مسلمؑ دار الامارہ میں بیٹھے تھے، شدید پیاس لگ رہی تھی چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی آپؑ کی نظر پانی کے کوزے پر پڑی، پانی مانگا لیکن مسلم بن عمرو باہلی جو کہ بد طینتی میں عبید اللہ سے کم نہ تھا اس نے کہا: خدا کی قسم تمہیں اس ٹھنڈے پانی سے ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا اب تم دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی سے سیراب ہوگے۔

مسلمؑ نے معلوم کیا تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں وہی ہوں جس نے اس وقت حق کو پہچانا تھا جب تم اس سے دست بردار ہوئے تھے، میں اپنے امام کا خیر خواہ ہوں جبکہ تم نے ان کے بارے میں اچھا نہیں کیا ہے میں ان کی اطاعت کرتا ہوں جبکہ تم نے ان کے خلاف خروج کیا ہے میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں

مسلم بن عقیل نے جواب دیا تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے باہلہ کے بیٹے تو کتنا کھٹور اور سنگ دل وبے حس ہے جہنم کا کھولتا ہوا پانی پینے اور ہمیشہ جہنم میں رہنے کے تم مستحق ہو،[2] اسی اثناء میں عمرو بن حریث[3]

---

[1] ارشاد شیخ مفید، ۲/ ۵۹، [2] تاریخ کامل ابن اثیر ۴/ ۳۳ و ۳۴، [3] عمرو بن حریث مخزومی قرشی ہے رسولؐ کی وفات کے

نے غلام کو حکم دیا کہ ایک کاسہ پانی مسلم بن عقیلؑ کو دے، مسلمؑ نے کاسہ ہاتھ میں لیا جب پینا چاہا تو پانی خون سے رنگین ہو گیا، مسلمؑ پیاسے ہی رہ گئے[۱] تین بار آپ کو پانی دیا گیا تیسری بار سامنے کے دانت بھی کاسہ میں گر پڑے مسلمؑ نے کہا: تمام تعریفیں خدا ہی سے مخصوص ہیں اگر پانی میری قسمت میں ہوتا میں پیتا[۲]

دربار ابن زیاد میں

جس وقت عبیداللہ کے غلام مسلمؑ کو اس کے پاس لے گئے، مسلمؑ نے ابن زیاد کو سلام نہیں کیا قصر کے نگہبان نے مسلمؑ سے کہا: کیا امیر کو سلام نہیں کریں گے، مسلمؑ نے کہا: چپ رہو وہ میرا امیر نہیں ہے[۳]

لکھا ہے کہ مسلمؑ نے قصر کے نگہبان کے جواب میں فرمایا: سلام ہو ہدایت کی پیروی کرنے والے پر جو برے نتیجہ سے ڈرتا رہا اور خدا کی اطاعت کی،

عبید اللہ ابن زیاد نے زبردستی مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے مسلمؑ سے کہا: سلام کرو یا نہ کرو قتل کئے جاؤ گے، مسلمؑ نے کہا: اگر میں تمہارے ہاتھ سے قتل کیا جاؤں تو یہ تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ مجھ سے بہتر افراد تجھ سے بدتر لوگوں کے ہاتھوں قتل کئے گئے ہیں لوگوں کو ہولناک طریقہ سے قتل کرنا اور انہیں مثلہ کرنا پست فطرت اشخاص کا طریقہ ہے تیرے لئے بھی یہی مناسب ہے، تو غیر انسانی صفات کا حامل ہونے کا مستحق ہے[۴]

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے مسلم بن عقیل سے کہا: اے عقیل کے بیٹے! تم کوفہ آئے لوگوں

وقت وہ بارہ سال کا تھا اس نے سب سے پہلے کوفہ میں گھر بنایا تھا، بنی امیہ کا طرفدار تھا قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوا تھا،

ابو نعیم نے لکھا ہے کہ ۸۵ سال کی عمر میں مرا ہے، تنقیح المقال ج ۳ ص ۲۰۷،

[۱] بکر بن حمران نے مسلم بن عقیلؑ کے دہن پر جو ضرب لگائی تھی اس کی وجہ سے دانت ٹوٹ کر گرے تھے،

[۲] ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۰،

[۳] مثیر الاحزان ص ۳۶، [۴] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۷۱،

کے درمیان تفرقہ اندازی کی ان کا آرام وچین برباد کیا انہیں ایک دوسرے کی جان کی فکر میں ڈال دیا تاکہ دوسرے کو قتل کر ڈالے ،

مسلمؑ نے عزت نفس اور پوری دلیری کے ساتھ ابن زیاد کو جواب دیا : جیسا تم کہتے ہو ایسا نہیں ہے چونکہ اہل کوفہ جانتے ہیں کہ ان کے بزرگوں اور بڑے لوگوں کو تیرے باپ نے تہ تیغ کیا ہے اور ان کے درمیان قیصرو کسریٰ کی طرح حکومت کی ہے، لہذا انہوں نے ہم سے درخواست کی کہ یہاں پہنچ کر لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کریں اور انہیں احکام خدا کی طرف بلائیں ، عبیداللہ نے کہا : تم کہاں اور یہ عظیم ذمہ داری کہاں ؟

اس کے بعد اس نے مسلمؑ کی شان میں گستاخی کی ، مسلمؑ نے کہا : خدا گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے بے شک جو شخص شراب پیتا ہے اس کے ہاتھ حریت پسند مسلمانوں کے خون سے آلودہ ہیں وہ بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنے سے پرہیز نہیں کرتا ہے بدگمانی کی بنا پر ان کے قتل کا حکم صادر کرتا ہے کوئی برا کام ایسا نہیں ہے جو تم نے انجام نہ دیا ہو ،

ابن زیاد نے کہا : خدا نے تمہارے اور تمہاری تمناؤں کے درمیان فاصلہ پیدا کر دیا کیونکہ اس نے تمہیں اس کے لائق نہیں پایا مسلمؑ نے کہا : پھر کون اس کے لائق ہے ؟

عبیداللہ ابن زیاد نے کہا : امیرالمومنین یزید ! مسلم بن عقیلؑ نے کہا : ہر حال میں خدا کا شکر ہے ہم خدا کے فیصلہ پر راضی ہیں وہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے عبیداللہ نے کہا : گویا تم امر خلافت میں اپنا حصہ خیال کرتے ہو ؟ مسلمؑ نے کہا : نہیں خدا کی قسم خیال ہی نہیں کرتے بلکہ مجھے یقین ہے ، عبیداللہ نے پیچ وتاب کھا کر کہا : اگر میں نے تمہیں قتل نہ کیا تو خدا مجھے فنا کرے ، اس طرح قتل کروں گا کہ اسلام میں کسی کو اس طرح قتل نہیں کیا گیا ،

مسلمؑ نے ہر دفعہ بلند آواز میں جواب دیا بے شک ایسے کام کی انجام دہی تمہیں زیب دیتی ہے کہ جس کا اسلام میں سابقہ نہ ہو ، عبیداللہ زخمی سانپ کی طرح تلملایا اور اپنی نازیبا تقریر جاری رکھی مسلم خاموش ہوگئے اور ابن زیاد کی باتوں کی پروا نہ کی ،

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے مسلم ابن عقیل ع سے کہا: تم نے خلیفہ وقت کے خلاف خروج کیا ہے اور امت کے درمیان فتنہ کو فروغ دیا ہے اور ان کے درمیان تفرقہ اندازی کی ہے، مسلم ع نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ معاویہ اور اس کے بیٹے یزید نے مسلمانوں کے اتحاد کو برباد کیا ہے اور فتنہ کو تیرے باپ نے فروغ دیا ہے۔[۱]

عبیداللہ اپنا دفاع کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا لہذا اس نے امیرالمومنین ع اور حسین ع کی شان میں گستاخی کی، مسلم ع نے ابن زیاد سے کہا: ان ناسزا کلمات کا تو اور تیرا باپ زیادہ مستحق ہے اے دشمن خدا تجھے اختیار ہے جو تیرا دل چاہے فیصلہ کر امید ہے کہ خدائے متعال مجھے تجھ جیسے بدترین آدمی کے ہاتھ سے شہادت نصیب کرے گا۔[۲]

مسلم ع کی وصیت

مسلم ع ابن عقیل کو جب یہ یقین ہو گیا کہ ابن زیاد انہیں ضرور قتل کرے گا تو آپ نے اس سے تھوڑی سی مہلت طلب کی تاکہ اپنے قبیلہ کے کسی آدمی کو وصیت کرے عبیداللہ نے مہلت دے دی اس مجمع میں عمر بن سعد بن ابی وقاص موجود تھا مسلم ع نے اسے بلایا تاکہ وصیت کر سکیں اس سے کچھ قرابتداری بھی تھی[۳] لیکن اس نے وصیت سننے سے انکار کر دیا، ابن زیاد نے جب یہ دیکھا کہ عمر بن سعد نے وصیت سننے سے انکار کر دیا ہے تو اس نے کہا: مسلم ع کی بات تسلیم کر لو۔

۱۔ مقتل الحسین ع مقرم ص ۱۶۱، ۲۔ الملہوف ص ۲۲،

۳۔ مسلم ع ابن عقیل کی عمرو بن سعد سے یہ قرابت تھی کہ دونوں قریش سے تھے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ رسول ص کے جد اعلی نضر بن کنانہ تھے چنانچہ جن قبیلوں کا سلسلہ نسب نضر بن کنانہ پر منتہی ہوتا ہے وہ قریش ہیں جیسے بنی ہاشم بنی مخزوم اور بنی زہرہ وغیرہ اور ابن سعد بنی زہرہ سے تھا۔

مسلمؑ اسے ایک طرف لے گئے عبیداللہ دونوں کو دیکھ رہا تھا، مسلم بن عقیلؑ نے عمرو بن سعد سے کہا: اس شہر میں میرے ذمہ سات سو درہم قرض ہے میری شہادت کے بعد میری زرہ کو فروخت کر کے قرض ادا کر دینا اور جب مجھے شہید کر دیا جائے تو لاش کو حکومت کے کارندوں سے لیکر سپرد خاک کر دینا کسی شخص کو امام حسینؑ کے پاس بھیج کر انہیں کوفہ آنے سے منع کر دینا کیونکہ میں نے انہیں خط کے ذریعہ اطلاع دی تھی کہ اہل کوفہ آپ کے ساتھ ہیں اسی لئے وہ کوفہ کے لئے روانہ ہو چکے ہیں،

عمرو بن سعد نے ابن زیاد سے کہا: اے امیر آپ جانتے ہیں مسلمؑ نے مجھ سے کیا کہا ہے؟ اس کے بعد مسلمؑ کی پوری وصیت عبیداللہ کے سامنے نقل کی اور ان کا راز فاش کر دیا، عبیداللہ نے کہا: امین آدمی ہرگز خیانت نہیں کرتا لیکن کبھی خیانت کار کو امین سمجھ لیا جاتا ہے [۱] ہم اس چیز کے مخالف نہیں ہیں جس کو مسلمؑ اپنے قتل کے بعد انجام دلانا پسند کرتے ہیں ان کے جنازے کے بارے میں بھی ان کی وصیت کے مطابق عمل کرو رہا حسینؑ کا مسئلہ تو اگر وہ ہمارے خلاف کچھ نہیں کریں گے تو ہم بھی ان کے خلاف کوئی اقدام نہیں کریں گے [۲]

اس کے بعد بکیر بن حمران سے کہا کہ مسلم کو دار الامارہ کی چھت پر لے جا کر سر تن سے جدا کر دو تاکہ تمہارا دل بھی ٹھنڈا ہو جائے، اس سے قبل مسلمؑ نے اسے زخمی کر دیا تھا، اسی اثناء میں مسلمؑ کی نظر محمد بن اشعث پر پڑی تو اسے مخاطب کر کے کہا: اے اشعث کے بیٹے اگر تو نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو میں ہرگز تسلیم نہ ہوتا اب اٹھو اور تلوار کے ذریعہ مجھ سے دفاع کرو! محمد بن اشعث نے مسلمؑ کی بات کو ان سنی کر دیا،

جناب مسلمؑ تسبیح و تکبیر اور استغفار میں مشغول ہو گئے اور فرمایا خدایا: ہمارے اور اس جماعت کے درمیان فیصلہ فرما جس نے ہم سے جھوٹ بولا ہمیں فریب دیا اور ہمیں تنہا چھوڑ دیا اور ہمیں قتل کیا ہے [۳] اسکے بعد دو رکعت نماز بجالائے [۴] اور مدینہ کی طرف رخ کر کے امام حسینؑ پر درود و سلام بھیجا [۵]

---

۱ «لا یخُونُ الامینُ ولٰکِن قد یُؤتمنُ الخائنُ»۔ [۲] بحار الانوار ۴۴/۳۵۵

[۳] «اللّٰهمّ احکُم بیننا وبین قوم کذّبونا وغرّونا وخذلونا وقتلونا»۔

[۴] الشہید مسلم ابن عقیل مقرم ص ۱۶۷،

شہادت مسلمؑ

اس کے بعد بکیر بن حمران نے ابن زیاد کے حکم سے، جبکہ نہایت سرفرازی و خوشی سے مسلمؑ شہادت کا استقبال کر رہے تھے، بازار کفاشان کی طرف سرتن سے جدا کیا اور پھر ان کی لاش چھت کے نیچے پھینک دی جب بکیر بن حمران "قاتل مسلمؑ" نیچے آیا تو ابن زیاد نے اس سے پوچھا: جب تم مسلمؑ کو اوپر لے جا رہے تھے اس وقت وہ کیا کہہ رہے تھے،

اس نے جواب دیا: تسبیح و استغفار کر رہے تھے اور جب میں نے انہیں قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ان سے کہا: نزدیک آؤ! حمد ہے اس خدا کی جس نے تمہیں میرے ہاتھوں رسوا کیا تاکہ اپنا قصاص لوں اس کے بعد میں نے حملہ کیا، وار کارگر ہوا تو کہا: اے خدا کے بندے جو زخم تو نے لگایا ہے کیا یہ اس ضربت کا قصاص نہیں ہے جو میں نے تجھے لگائی تھی، ابن زیاد نے کہا: کیا موت کے وقت بھی فخر کیا جاتا ہے[۱]

۸ / ذی الحجہ ۶۰ھ[۲] کو مسلمؑ کو شہید کرنے کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کی لاش دار پر چڑھا دیا جائے اور سر دمشق میں یزید لعین کے پاس بھیج دیا جائے، مسلم بن عقیلؑ بنی ہاشم میں سے پہلے شہید ہیں کہ جن کی لاش کو دار پر چڑھایا گیا اور سب سے پہلے آپ کا سر دمشق بھیجا گیا[۳]

---

[۱] حیات الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۴۰۸، [۲] مسلم بن عقیلؑ نے بروز منگل ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو کوفہ میں خروج کیا اسی دن امام حسینؑ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ حادثہ بروز بدھ نو ذی الحجہ ۶۰ھ کو رونما ہوا تھا، مروج الذہب ج ۳ ص ۷۰، مرحوم مقرم کہتے ہیں کہ مسلمؑ کی شہادت کے بارے میں تین قول ہیں: (۱) تین ذی الحجہ ۶۰ھ، ابو حنیفہ دینوری نے اخبار الطوال میں اسی کی تائید کی ہے اور سید ابن طاؤس نے الملہوف میں ان کے قول پر اعتماد کیا ہے، دینوری نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ ۳ ذی الحجہ کو عراق کی طرف روانہ ہوئے سید ابن طاؤس لکھتے ہیں کہ اسی دن مسلمؑ بن عقیل شہید ہوئے۔ (۲) و طواط نے غرر الخصائص میں لکھا ہے کہ حضرت مسلمؑ نے آٹھویں ذی الحجہ کو شہادت پائی یہی تذکرۃ الخواص اور تاریخ ابی الفدا میں مرقوم ہے، (۳) شیخ مفید نے ارشاد میں، کفعمی نے مصباح میں اور مجلسی نے بحار کی کتاب المزار میں لکھا ہے کہ مسلمؑ بن عقیل نے نویں ذی الحجہ کو شہادت پائی، ابن نما کی مثیر الاحزان میں اور طبری کی تاریخ میں اور مروج الذہب میں تحریر ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ مسلمؑ نے آٹھ ذی الحجہ کو خروج کیا تھا اس وجہ کے رو سے خروج کے دوسرے دن مسلمؑ شہید ہوئے ہیں، الشہید مسلم ابن عقیلؑ مقرم ص ۱۸۰، [۳] مروج الذہب ج ۳ ص ۷۰،

شہادت ہانی

مسلم ابن عقیلؑ کی شہادت کے بعد محمد بن اشعث ہانی کی سفارش کے لئے عبید اللہ بن زیاد کے پاس گیا اور کہا: آپ جانتے ہیں کہ شہر کوفہ میں ہانی کی کیا حیثیت ہے، ہانی اور ان کا خاندان جانتا ہے کہ میں اور عمرو بن حجاج انہیں آپ کے پاس لائے ہیں، میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ انہیں معاف کر دیجئے اہل کوفہ کی دشمنی میں اپنے لئے بہت گراں سمجھتا ہوں،

عبید اللہ نے وعدہ کیا کہ میں انہیں قتل نہیں کروں گا مگر دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ارادہ بدل گیا، حکم دیا کہ ہانی کو قید سے باہر لا کر بازار کی طرف لے جا کر قتل کر دو، جب ہانی کے ہاتھ باندھ کر اس بازار سے لے جا رہے تھے جہاں بھیڑ بکریاں فروخت کی جاتی تھیں اس وقت ہانی نے با آواز بلند کہا: آج قبیلہ مذحج کہاں ہے کیا یہ قبیلہ میری مدد نہیں کرے گا ۔[1]

ہانی نے جب یہ دیکھا کہ کوئی ان کی مدد کرنے والا نہیں ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ کھول لئے اور کہا: کوئی عصا، چھری، یا ہڈی نہیں ہے کہ جس سے یہ مرد اپنا دفاع کر سکے، نگہبانوں نے انہیں پکڑ لیا اور مضبوط بندوں میں انہیں جکڑ دیا، کسی نے کہا: گردن آگے بڑھاؤ، ہانی نے جواب دیا: ایسے موقع پر میں سخاوت سے کام نہیں لوں گا اور اپنے قتل میں تمہاری مدد نہیں کروں گا اس کے بعد رشید، عبید اللہ کے غلام، نے ہانی کو ایک ضربت لگائی جس سے ہانی بچ گئے، ہانی: بازگشت خدا ہی کی طرف ہے اے اللہ میں تیری رحمت و رضوان کی طرف آ رہا ہوں[2] رشید نے دوسرا حملہ کر کے ہانی کو شہید کر دیا[3]

عبید اللہ بن زبیر اسدی نے ہانی اور مسلمؑ کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں، بعض افراد درج ذیل اشعار کو فرزدق کی طرف منسوب کرتے ہیں،

---

[1] تنقیح المقال ج ۳ ص ۱۹۸،

[2] الی اللہ المعاد اللھم الی رحمتک و رضوانک ۔ [3] ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۳،

فَإنْ كُنْتِ لَا تَدْرِينَ مَاالمَوْتُ فَانْظُرِي ۔ إلَى هَانِيءٍ فِي السُّوقِ وَابْنِ عَقِيلِ
إلَى بَطَلٍ قَدْ هَشَّمَ السَّيْفُ وَجْهَهُ ۔ وَآخَرُ يَهْوِي مِنْ طَمارٍ قَتِيلِ [۱]

یزیدؑ کے نام ابن زیاد کا خط

ابن زیاد نے اپنے کاتب عمرو بن نافع کو حکم دیا کہ مسلمؑ و ہانی کے قصّہ اور جو کچھ ہوا ہے اسے لکھو، عمرو بن نافع نے ایک طویل خط لکھا[۲]، عبیداللہ نے خط دیکھا تو اسے پسند نہ آیا کہنے لگا: اس تفصیل کی کیا ضرورت ہے لکھو! امابعد! حمد وستائش ہے اس خدا کے لئے جس نے امیرالمومنینؑ کا حق لے لیا اور انہیں دشمن سے آسودہ خاطر کر دیا، امیرالمومنین کی خدمت میں عرض ہے کہ مسلمؑ بن عقیلؑ ہانی بن عروۃ کے گھر میں پناہ گزین ہوگئے تھے میں نے اپنی خفیہ پولیس اور جاسوسوں کے ذریعہ دونوں کو گھر سے نکال کر تہ تیغ کر دیا ہے اور اپنے وفادار ہانی بن ابی حیہ وزبیر بن اروح تمیمی کے ذریعہ ان کے سر آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں مسلمؑ کے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا چاہیں ان دونوں سے کر سکتے ہیں یہ دونوں سچے اور متقی ہیں، والسلام

اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے مسلم و ہانی کے پاؤں میں رسی باندھ کر کوفہ کے بازاروں میں گھسیٹا گیا اور انہیں کوفہ کے کناسہ کے کنارے دار پر الٹا لٹکا دیا گیا، پھر ان دونوں کے سر ابن زیاد نے دمشق بھیجدیئے اور یزید نے سروں کو کوفہ کے ایک دروازے پر لٹکا دیا[۳]

یزید کا جواب

یزید نے ابن زیاد کو لکھا: امابعد! تم ایسے ہی ہو جیسا میں چاہتا تھا تمہارا وہی طریقہ کار ہے جو

---

[۱] اگر تم نہیں جانتے کہ موت کیا ہے تو بازار میں ہانی و ابن عقیلؑ و مسلمؑ کو دیکھ لو، اس دلاور کی طرف دیکھو کہ شمشیر نے ان کے چہرہ کو زخمی کر دیا ہے اور اس دوسرے مقتول کو کہ جو بلندی سے نیچے گر پڑا ہے، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۳۰۶۔

[۲] طویل خط لکھنے میں سب سے پہلے عمرو بن نافع نے شہرت پائی ہے۔

[۳] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۷۳۔

دور اندیش لوگوں کا ہوتا ہے تمہاری یورش شیر دل اور بہادر لوگوں کی سی ہے تم نے مجھے دوسروں سے مستغنی کر دیا تمہارے متعلق میرا جو نظریہ تھا وہ صحیح ثابت ہوا میں نے تمہارے قاصدوں سے دوبارہ کوفہ کے حالات معلوم کیئے اور انہیں ایسا ہی با فضل و درایۃ پایا جیسا کہ تم نے لکھا تھا،

مجھے خبر ملی ہے کہ حسین ؑ عراق کی طرف بڑھ رہے ہیں ان کے راستے میں نگہبانوں کو گھات میں بٹھا دو اور جس کی طرف سے تمہیں سوءِ ظن ہو اسے قید خانہ میں ڈال دو یا قتل کر دو مجھے کوفہ کے حالات سے مطلع کرو[۱]

خاندانِ مسلم ؑ کا مختصر تعارف

جناب مسلم ابن عقیل ؑ کی شادی امیر المومنین ؑ کی صاحب زادی جناب رقیہ سے ہوئی تھی دو بچے ہوئے ایک کا نام عبداللہ اور دوسرے کا نام علی تھا[۲]، ایک بیٹا کنیز سے تھا جس کا نام محمد تھا[۳] ایک بیٹی تھی حمیدہ یہ امیر المومنین ؑ کی صاحبزادی ام کلثوم صغریٰ کے بطن سے تھیں اور چونکہ اسلام میں یہ جائز نہیں ہے کہ مرد بیک وقت دو بہنوں سے نکاح کرے لہٰذا مسلم ؑ نے پہلی کے انتقال کے بعد دوسری سے عقد کیا ہوگا،

جناب مسلم ؑ کی صاحب زادی حمیدہ کی شادی ان کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب سے ہوئی یہ محدث و فقیہ تھے، شیخ طوسی نے انہیں امام صادق ؑ کے رجال میں شمار کیا ہے، ترمذی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور اپنی کتاب جامع میں ان سے حدیث نقل کی ہیں ان کے ذریعہ احمد بن حنبل، بخاری، ابو داؤد اور ابن ماجہ، قزوینی نے احتجاج کیا ہے، ۱۴۲ھ میں وفات پائی، حمیدہ سے ایک بیٹا ہوا کہ جس کا نام محمد ہے ان کے پانچ بچے ہیں،

حضرت مسلم ؑ کے پانچ بچے بتائے جاتے ہیں، عبداللہ محمد کربلا میں شہید ہوئے دو بیٹوں نے کوفہ میں شہادت پائی ان کے بارے میں ہم آئندہ بیان کریں گے لیکن پانچویں بیٹے کے متعلق کوئی خبر نہیں ہے[۴]

---

۱ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۶۵، ۲ المعارف ص ۸۸،

۳ مقاتل الطالبین ص ۹۴، ۴ الشہید مسلم ابن عقیل ؑ مقرم ص ۱۸۹،

مکہ میں امام حسینؑ کا خطبہ

مکہ سے روانگی کے وقت امام حسین علیہ السلام کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ دیا :

الحَمْدُ للهِ ما شاءَ اللهُ وَلا قُوَّةَ اِلاّ بِاللهِ وَصَلَّى اللهُ عَلىٰ رَسُولِهِ، خُطَّ المَوْتُ عَلىٰ وُلْدِ آدَمَ مَخَطَّ القِلادَةِ عَلىٰ جِيدِ الفَتاةِ وَما أَوْلَهَنِي اِلىٰ أَسْلافِي اَشْتِياقَ يَعْقُوبَ اِلىٰ يُوسُفَ، وَخِيرَ لِي مَصْرَعٌ أَنا لاقِيهِ. كَأَنِّي بِأَوْصالِي تَتَقَطَّعُها عُسْلانُ الفَلَواتِ بَيْنَ النَّواوِيسِ وَكَرْبَلا فَيَمْلأَنَّ مِنِّي أَكْراشاً جَوفاً وَأَجْرِبَةً سُغْباً. لا مَحِيصَ عَنْ يَومٍ خُطَّ بِالقَلَمِ، رِضَى اللهِ رِضانا أَهْلَ البَيْتِ نَصْبِرُ عَلىٰ بَلائِهِ وَيُوَفِّينا اَجْرَ الصّابِرِينَ. لَنْ تَشُذَّ عَنْ رَسُولِ اللهِ لُحْمَتُهُ وَهِيَ مَجْمُوعَةٌ لَهُ فِي حَظِيرَةِ القُدْسِ تَقَرُّ بِهِمْ عَيْنُهُ وَيُنْجَزُ بِهِمْ وَعْدُهُ، مَنْ كانَ باذِلاً فِينا مُهْجَتَهُ وَمُوَطِّناً عَلىٰ لِقاءِ اللهِ نَفْسَهُ فَلْيَرْحَلْ مَعَنا فَاِنِّي راحِلٌ مُصْبِحاً اِنْشاءَ اللهُ تَعالىٰ [۱]

ساری تعریفیں اللہ سے مخصوص ہیں، وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے طاقت صرف خدا ہی کی ہے اللہ اپنے رسولؐ پر رحمت نازل فرما،

موت اولاد آدم کے لئے ایسی ہے جیسے لڑکی گلے میں گلوبند بندھا ہے میں اپنے بزرگوں سے ملاقات کی ایسی ہی آرزو رکھتا ہوں جیسی یعقوب کو یوسف کے دیدار کی آرزو تھی میری قتل گاہ اور مدفن پہلے منتخب ہوچکا ہے مجھے وہاں پہونچنا ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ سرزمین کربلا پر بیابان کے درندے میرے جوڑ وبند کو ایک دوسرے سے جدا کر رہے ہیں اور اپنا پیٹ بھر رہے ہیں اور نوشتہ تقدیر سے فرار نہیں کرسکتا ہم اہلبیت رسولؐ راضی بہ رضائے خدا ہیں،

---

۱ الملہوف ص ۲۵،

ہم اس کے امتحان و آزمائش پر صبر کرتے ہیں اور وہ ہمیں صابروں کا اجر عطا کرتا ہے رسولؐ سے رشتہ رکھنے والے ہرگز ان سے جدا نہ ہوں گے اور بہشت میں ان کے ساتھ ہوں گے ان کو دیکھکر رسولؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی اور یہ خدا کا وعدہ ہے جو پورا ہو کے رہے گا،

جو ہماری راہ میں قربان ہونا چاہتا ہے اور خود کو خدا سے ملاقات کیلئے آمادہ پاتا ہے وہ ہمارے ساتھ آئے، انشاء اللہ میں کل روانہ ہو جاؤں گا۔

حرم کے تقدس کا تحفظ

عقیصی کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں حسین بن علیؑ کی عبداللہ بن زبیر سے رازدارانہ گفتگو چل رہی تھی اس وقت آپ نے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا تھا: ابن زبیر کہتا ہے حرم کے کبوتروں میں سے ایک کبوتر بن جایئے لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں خانہ خدا سے دور مارا جاؤں کہ میری نظروں میں یہی بہتر ہے خواہ اس سے ایک بالشت کا فاصلہ ہو، اگر میں "طف میں یعنی" دریا کے کنارے قتل کیا جاؤں تو میرے نزدیک یہ اس سے بہتر ہے کہ حرم میں قتل کیا جاؤں [۱]

ابن زبیر نے کہا: اگر آپ اجازت دیں تو میں مکہ کے امور کی زمام سنبھال لوں اور آپ کے احکام نافذ کروں، امام حسینؑ نے ابن زبیر کی یہ پیشکش قبول نہیں کی اس کے بعد انہوں نے خفیہ طور پر گفتگو کی اس گفتگو کو ہم نہیں سمجھ سکے کہ کس چیز سے متعلق تھی، ظہر کے وقت جب لوگ منیٰ کی طرف جا رہے تھے، سنا کہ امام حسینؑ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں [۲]

دوسری روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے امام حسینؑ سے کہا: مکہ چلئے اور حرم میں اقامت گزیں ہو جایئے امام حسینؑ نے فرمایا: یہ مناسب نہیں ہے اور اسے میں جائز نہیں سمجھتا ہوں مکہ میں قتل ہونے کی بجائے مجھے سرزمین کربلا پر قتل ہونا پسند ہے [۳]،

---

[۱] کامل الزیارات ص ۷۲، [۲] البدایہ والنہایۃ ۸ر ۱۶۷، [۳] کامل الزیارات ص ۷۲،

امام حسینؑ نے عراق اور عراق میں کوفہ کو کیوں انتخاب کیا

امام حسینؑ کے اس انتخاب کی بہت سی وجوہ ہیں ان میں سے بعض کو ہم بیان کرتے ہیں ۔

(۱) سرزمین عراق اس زمانہ میں اسلامی حکومت کا قلب اموال اور ایسے مشہور افراد کا مرکز سمجھا جاتا تھا کہ اسلامی فتوحات میں جن کا بڑا کردار تھا ۔

(۲) کوفہ تشیع کا گہوارہ اور علویوں کا مرکز تھا ، پھر عراق خصوصاً کوفہ کوفہ میں بہت سے مخلص شیعہ زندگی بسر کر رہے تھے ، اسی لئے کوفہ کے بارے میں امیرالمومنین نے فرمایا تھا : کوفہ ایمان کا خزانہ ، اسلام کا سر اور خدا کا نیزہ ہے ، جسے وہ جہاں چاہتا ہے قرار دیتا ہے [۱]

(۳) اس زمانہ میں کوفہ اموی حکومت کا گڑھ سمجھا جاتا تھا اہل کوفہ کی اموی حکام سے جنگ چل رہی تھی انہیں ان کے زوال کا انتظار تھا ، بنی امیہ کے خلاف جن چیزوں نے اہل کوفہ کو برانگیختہ کیا تھا ان میں سے ایک معاویہ کا مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابیہ کو امیر مقرر کرنا تھا کیونکہ ان دونوں نے اپنی حکومت کے زمانہ میں اہل کوفہ پر بہت زیادہ ظلم ڈھائے تھے ۔

(۴) امام حسینؑ کے کوفہ ہجرت کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ کوفہ والوں نے آپ کو وہاں آنے کی دعوت دی تھی ، واضح رہے کہ معاویہ کے زمانہ میں بھی انہوں نے اس سلسلے میں امام حسینؑ کو بہت سے خطوط لکھے تھے اور اگر امام حسینؑ کوفہ کے علاوہ اور کہیں تشریف لے جاتے تو یہ سوال پیدا ہوتا کہ امام حسینؑ نے ان لوگوں کے دعوت ناموں کو نظر انداز کر کے دوسری جگہ کو انتخاب کیا کہ نتیجہ میں شہید ہو گئے ۔

امامؑ اور محمد بن حنفیہ [۲]

محمد بن داؤد قمی نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا : جس شب کی صبح کو امام حسینؑ

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۶ ، [۲] حیات الامام الحسینؑ ج ۲ ص ۱۱ ،

[۲] محمد بن حنفیہ کی امام حسینؑ سے گفتگو کے بارے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں ۔

کو مکہ کی طرف روانہ ہونا چاہتے تھے اسی رات میں محمد بن حنفیہ آپ کے پاس آئے اور عرض کی: بھائی آپ اہل کوفہ سے واقف ہیں، انہوں نے آپ کے والد اور بھائی سے بیوفائی کی مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی نہ ہو، کہیں وہ آپ کے ساتھ بھی بیوفائی نہ کریں اگر آپ مکہ میں رہیں تو "چونکہ آپ حرم کے عزیز ترین افراد میں سے ہیں" وہاں رہیئے،

امام حسینؑ نے فرمایا: بھائی! مجھے خوف ہے کہ کہیں یزید بن معاویہ مجھے اچانک حرم میں قتل نہ کرا دے اور میری وجہ سے خانہ خدا کی بے حرمتی ہو جائے، محمد بن حنفیہ نے کہا: اگر مکہ میں ٹھہرنے میں خوف ہے تو یمن چلے جائیے یا ایسی جگہ کا انتخاب کیجئے کہ جہاں آپ پر کوئی غالب نہ آسکے، امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: آپ کے اس مشورہ پر غور کروں گا،

سحر کے وقت امام حسینؑ نے کوچ کا ارادہ کیا جب محمد بن حنفیہ کو خبر ہوئی تو وہ پھر آئے اور ناقہ کی مہار پکڑ کر کہنے لگے، بھائی! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میری بات کے بارے میں غور کریں گے، کیا ہوا جو اتنی جلد مکہ سے جا رہے ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا: آپ کے چلے جانے کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ میرے پاس ہیں اور فرما رہے ہیں: حسینؑ نکلو بے شک خدا تمہیں مقتول دیکھنا چاہتا ہے،

محمد بن حنفیہ نے: انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو ان عورتوں کو کیوں ساتھ لے جا رہے ہیں؟ اور ان حالات میں انہیں اپنے ساتھ کیوں لے جا رہے ہیں؟ امام حسینؑ نے جواب دیا: خدا کی مشیت یہ ہے کہ انہیں اسیر دیکھے اس کے بعد محمد بن حنفیہ نے بھائی کو وداع کیا اور امام حسینؑ روانہ ہو گئے [1]

امام حسینؑ اور عمر بن عبد الرحمٰن

امام حسینؑ نے جب مکہ سے کوفہ کی سمت روانہ ہونے کا قصد کیا تو اس وقت عمر بن عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام مکہ میں تھا وہ بھی امام حسین علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: میں ایک ضرورت کے تحت

---

[1] الملہوف ص ۶۲،

آپ کے پاس آیا ہوں غم خواری کی رو سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، اگر آپ مجھے سچا خیر خواہ سمجھتے ہیں تو جو میں ضروری سمجھتا ہوں اسے عرض کروں امام حسینؑ نے فرمایا: جو کہنا چاہتے ہو کہو تم ایسے آدمی نہیں ہو کہ جسے متہم کیا جا سکے،

اس نے کہا: مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں اور وہاں جانے میں مجھے آپ کی جان کا خوف ہے کیونکہ جہاں آپ جا رہے ہیں وہاں امویوں کے فریفتہ لوگ حکومت کر رہے ہیں مسلمانوں کا بیت المال بھی ان کے اختیار میں ہے اور لوگ درہم و دینار کے بندے ہیں ڈرتا ہوں کہ جن لوگوں نے آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے کہیں وہی آپ سے جنگ نہ کریں،

امام حسینؑ نے فرمایا: اے ابن عم! خدا آپ کو جزائے خیر دے میں جانتا ہوں کہ آپ عقل و اخلاص کے لحاظ سے بات کر رہے ہیں جو خدا کو منظور ہو گا وہ ہو کے رہے گا چاہے میں آپ کی بات قبول کروں یا نہ کروں، میرے نزدیک آپ بہترین نصیحت کرنے والے ہیں اور آپ کا مشورہ خیر و صلاح پر مبنی ہے [۱]

مسوّر بن مخرمہ [۲]

مسور بن مخرمہ نے جب یہ سنا کہ امام حسین علیہ السلام عازمِ عراق ہیں تو انہوں نے آپ کو خط لکھا: کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ عراق والوں کے دعوت ناموں کے فریب میں آجائیں، اگر ابن زبیر آپ سے

---

[۱] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۹۴، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۳۷،

[۲] مسور بن مخرمہ ہجرت کے دوسرے سال مکہ میں پیدا ہوئے آٹھ سال کی عمر میں والد کے ساتھ مدینہ آگئے رسولؐ کے انتقال کے وقت ان کی عمر ۸ سال کی تھی لیکن انہوں نے رسولؐ سے حدیث سنی حفظ کی تھی وہ فقیہ اور اہل فضل تھے عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کے دوران جب حصین بن نمیر نے مکہ کا محاصرہ کیا تھا وہ اس وقت حجر اسماعیل میں نماز پڑھ رہے تھے ایک پتھر لگا اور جان بحق ہو گئے اس وقت ان کی عمر ۶۲ سال تھی، الاستیعاب ج ۳ ص ۱۳۹۹، -

یہ کہیے کہ آپ عراق چلے جائیے وہاں کے لوگ آپ کی مدد کریں گے تو ان کی باتوں کا اعتبار نہ کیجیے اگر اہل عراق آپ کو چاہتے ہیں تو وہ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں آئیں گے اس طرح آپ ان کے پاس عزت و عظمت کے ساتھ جائیں گے امام حسین ؑ نے خط پڑھا، ان کے نیک جذبات کو سراہا اور حامل رقعہ کو یقین دلایا کہ میں اس عظیم کام میں خدا سے طلبِ خیر کر رہا ہوں ؎۱

عبداللہ ابن عباس

عبداللہ ابن عباس بھی امام حسین ؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے حالانکہ اس وقت آپ مکہ سے عراق کی طرف ہجرت کا عزم محکم کر چکے تھے، انہوں نے آپ کو مکہ ہی میں رہنے کی قسم دی اور اہل کوفہ کی مذمت کی، امام حسین علیہ السلام نے عرض کی: آپ ان لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی کو زخمی کیا یقیناً آپ کے ساتھ بھی وہ یہی سلوک کریں گے،

امام حسین ؑ نے فرمایا: یہ اہل کوفہ کے خط ہیں جو انہوں نے مجھے لکھے ہیں اور یہ مسلم بن عقیل کا خط ہے انہوں نے لکھا ہے کہ کوفہ والوں نے میری بیعت کر لی ہے، ابن عباس نے کہا: اگر آپ عزم محکم کر چکے ہیں تو اہلبیت ؑ اور بچوں کو اپنے ساتھ نہ لے جائیے ڈرتا ہوں کہ دشمن آپ کو قتل کریں اور یہ غم انگیز سانحہ دیکھیں لیکن امام حسین ؑ نے ان کی درخواست قبول نہ کی ؎۲ ابن عباس نے جب یہ دیکھا کہ آپ نے ان کی بات تسلیم نہیں کی تو کہا: قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کی زلف پکڑنے سے آپ اپنا نظریہ بدل دیں گے میں ایسی گستاخی کرتا ؎۳

؎۱ طبقات ابن سعد، ترجمہ امام حسین ؑ ص ۱۵۱، ؎۲ جن لوگوں نے سانحہ کربلا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے انہوں نے نقل کیا ہے کہ امام حسین ؑ نے اسی دن اپنے اہلبیت ؑ اور اپنی بہنوں کو دیکھا کہ وہ خیام سے باہر نکل پڑی ہیں اور آپ کی شہادت سے خوف زدہ ہیں فرمایا: خدا ابن عباس کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے مکہ میں یہی صورتحال بیان کی تھی تو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مقاتل الطالبین ص ۱۰۹، مرحوم قزوینی نے الامام الحسین ؑ و اصحابہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ روایت جعلی ہے جسے ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں نقل کیا ہے۔

؎۳ محمد بن سعد نے طبقات میں اضافہ کیا ہے کہ امام حسین ؑ نے عبداللہ بن عباس سے فرمایا: اگر میں فلاں جگہ مارا جاؤں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری وجہ سے مکہ کی بے حرمتی ہو۔ طبقات ابن سعد، ترجمہ امام حسین ؑ ص ۱۹۰۔

امام حسین علیہ السلام نے ان کی باتوں پر توجہ نہ دی لہذا انہوں نے مایوس ہو کر کہا: آپ نے ابن زبیر کی دلی خواہش پوری کر دی کہ خود اپنے پاؤں سے مکہ سے جا رہے ہیں اور حجاز کو اس کی جولانگاہ بنا رہے ہیں کیونکہ ابن زبیر وہ ہے کہ جس کی طرف آپ کے ہوتے ہوئے کوئی بھی نہیں جائے گا[۱]

نیز صاحب مناقب فاطمہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جس وقت امام حسینؑ عازم عراق تھے اس وقت میں نے ان سے ملاقات کی اور کہا: فرزند رسولؐ خدا مکہ سے نہ جائیے۔ امام حسینؑ نے فرمایا: آپ نہیں جانتے کہ میری اور میرے اصحاب و انصار کی قتل گاہ وہیں بنے گی[۲]

عبداللہ ابن عمر[۳]

امام حسینؑ کی روانگی کی انہیں خبر مل چکی تھی وہ بھی آپ کے پاس آئے اور درخواست کی گمراہ لوگوں سے سمجھوتہ کر لیجیے، اس طرح آپ کو جنگ اور مارے جانے سے ڈرایا، امام حسینؑ نے جواب دیا: اے ابو عبدالرحمٰن! کیا تم نہیں جانتے کہ خدا کے نزدیک دنیا کے حقیر ہونے کا ایک نمونہ یہ ہے کہ یحییٰ بن زکریاؑ کا سر بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کے پاس ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا؟ کیا تم نہیں جانتے کہ بنی اسرائیل نے طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک خدا کے ستر پیغمبرؐ قتل کئے تھے اور روزمرہ کے امور میں ایسے مشغول تھے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، انہیں عذاب میں مبتلا کرنے میں خدا نے جلدی نہیں کی ہاں وقت پر ان سے انتقام لیا اے ابو عبدالرحمٰن خدا سے ڈرو اور میری مدد کرنے سے گریز نہ کرو[۴]

۱۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۵۶،

۲۔ اثبات الہداۃ ج ۲ ص ۵۵۸،

۳۔ عبداللہ ابن عمر بن خطاب کی والدہ زینب بنت مظعون تھیں، جنگ احد میں انہیں اس لئے شرکت کی اجازت نہیں ملی تھی کہ چودہ سال کے تھے ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر کے مارے جانے کے بعد ۸۶ سال کی عمر میں مکہ میں انتقال کیا، احتضار کے وقت کہہ رہے تھے کہ مجھے دنیا کی کسی چیز کا افسوس نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں نے باغی گروہ، معاویہ و اہل شام سے کیوں جنگ نہ کی اور اس سلسلہ میں علیؑ کا ساتھ کیوں نہ دیا، الاستیعاب ج ۳ ص ۹۵۰، ۴۔ بحار الانوار ۴۴ ص ۳۶۵،

جابر ابن عبداللہ انصاری

آپ بھی امام حسینؑ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ مکہ سے نہ جائیے لیکن امام حسینؑ نے وہی جواب دیا جو دوسرے افراد کو دے چکے تھے[1]

عبداللہ ابن زبیرؓ[2] کے بارے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس نے امام حسینؑ سے درخواست کی تھی کہ مکہ ہی میں قیام پذیر رہیئے کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے کہ اس کی پیروی میں دیگر افراد بھی امام حسینؑ کی بیعت کریں گے اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی نظروں میں متہم نہ قرار پائے اور اس کی اس پیشکش کو حسن نیت پر حمل کیا جائے،

یہ بھی منقول ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر کو یہ خبر ملی کہ امام حسینؑ عازم کوفہ ہیں، مکہ میں آپ کا قیام اس کے لئے بہت ناگوار تھا چونکہ امام حسینؑ کی موجودگی میں لوگ اس کے فرمان کی اطاعت نہیں کرتے تھے لہٰذا اس کی دلی تمنا یہ تھی کہ آپ مکہ چھوڑ کر چلے جائیں، وہ امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچا اور کہا: کیا ارادہ ہے؟ بنی امیہ نے جو خدا کے صالح بندوں پر ستم ڈھا رکھے ہیں اگر ان کے انتقام میں ان سے جنگ نہ کی جائے تو مجھے خوف یہ ہے کہ کہیں عذاب خدا نازل نہ ہو جائے،

امام حسینؑ نے فرمایا: میں کوفہ کا قصد رکھتا ہوں، عبداللہ ابن زبیر نے کہا: خدا آپ کو کامیاب کرے اور میرے پاس بھی ایسے ہی انصار و مددگار ہوتے جیسے آپ کے انصار و مددگار ہیں تو میں بھی کوفہ چلتا، امام حسینؑ کے اس اقدام سے ابن زبیر دلی طور پر بہت خوش تھا لیکن اتہام سے بچنے اور ظاہر داری کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے امام حسینؑ سے عرض کرتا ہے اگر آپ یہیں قیام کریں، ہمیں اور اہل حجاز کو

---

[1] تاریخ اسلام ذہبی ج ۱ ص ۳۴۴

[2] اس کی کنیت ابو خبیب والدہ اسماء بنت ابو بکر ہے ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوا حضرت علیؑ فرماتے ہیں: زبیر ہم اہلبیت میں شمار ہوتے تھے یہاں تک ان کا بیٹا عبداللہ بڑا ہو گیا ۶۴ھ میں معاویہ ابن یزید کے مرنے کے بعد حجاز و یمن عراق اور خراسان والوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی ۹ جمادی الاول کو یا نصف جمادی الآخر کو ۷۳ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں قتل ہوا، الاستیعاب ج ۳ ص ۹۰۵،

اپنی بیعت کی دعوت دیں تو ہم دوڑ کر آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ ہم یزید اور اس کے باپ ، معاویہ ، سے زیادہ آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں ۱۔

ابن عباس اور عبداللہ ابن زبیر

جب امام حسینؑ مکہ سے عراق کی سمت روانہ ہوئے تو عبداللہ بن عباس نے ابن زبیر کے شانہ پر ہاتھ مار کر کہا:

يَا لَكِ مِنْ قُبَّرَةٍ بِمَعْمَرِ   خَلا لَكِ الجَوُّ فَبِيضي وَاصْفِري

وَنَقِّرِي مَاشِئْتِ أَنْ تُنَقِّرِي   هٰذَا الحُسَيْنُ سَائِرٌ فَأَبْشِرِي [۲]

عبداللہ ابن زبیر نے کہا: عباس کے بیٹے! خدا کی قسم تم خلافت کو صرف اپنے خاندان میں محدود کرانا چاہتے ہو اور کسی کو اس لائق نہیں سمجھتے اور خود کو سب سے زیادہ خلافت وحکومت کا اہل سمجھتے ہو، ابن عباس نے کہا: یہ بات وہ کہے جسے شک ہو ہمیں تو یقین ہے تم اپنی کہو! اور بتاؤ کہ تم نے خود کو کیسے خلافت کا اہل سمجھا؟ اس نے کہا: اپنی شرافت کی بناپر، ابن عباس نے کہا: کس چیز کے ذریعہ تمہیں شرافت ملی ہے؟ اگر تمہاری کوئی حیثیت ہے تو وہ ہماری وجہ سے! ہم تجھ سے بلند و افضل ہیں کیونکہ تو نے ہم سے شرافت کسب کی ہے،

جب بحث کرتے ہوئے ان کی آواز بلند ہوگئی تو عبداللہ ابن زبیر کے غلام نے ابن عباس سے کہا:

اے عباس کے بیٹے: ہمیں معاف کرو، خدا کی قسم آپ ہاشمی حضرات ہمیں نہیں چاہتے ہیں تو ہم بھی تمہیں پسند نہیں کریں گے، عبداللہ ابن زبیر نے غلام کے منہ پر ایک طمانچہ مارا اور کہا: جب تک میں موجود ہوں اس وقت تک تم نہیں بول سکتے،

۱۔ نفس المہموم ص ۱۶۷،

۲۔ زبیر کے بیٹے تمہارے لئے زمین ہموار ہوگئی حسینؑ عراق کی سمت چلے گئے،

ابن عباس نے کہا: تم نے اپنے غلام کو کیوں مارا؟ خدا کی قسم تادیب و تنبیہ اسے کی جاتی ہے جو دین سے خارج ہو گیا ہو زبیر کے بیٹے نے کہا: دین خدا سے کون خارج ہو گیا ہے؟ ابن عباس نے کہا: تم اسی اثناء میں قریش کے دوگروہوں نے ان کے درمیان فیصلہ کر دیا [۱]

اوزاعی

اوزاعی کہتے ہیں [۲]: جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ امام حسینؑ مکہ میں ہیں اور عازم عراق ہیں تو میں مکہ پہنچا اور خدمت میں شرفیاب ہوا مجھے دیکھا تو آپ نے فرمایا: اوزاعی یقیناً تم میرے پاس اس لئے آئے ہو کہ مجھے عراق نہ جانے دو لیکن خدا صرف یہ چاہتا ہے کہ میں عراق جاؤں [۳]

عبداللہ ابن جعفر کا خط [۴]

جب مدینہ والوں کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ امام حسینؑ مکہ سے عراق جانے کا عزم کر چکے ہیں تو عبداللہ بن جعفر نے آپ کو خط تحریر کیا: میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مکہ سے نہ جائیے جو آپ نے ارادہ کیا ہے مجھے اس سے تشویش ہے ڈرتا ہوں کہ آپ اور آپ کے اہلبیتؑ کو تہ تیغ نہ کیا جائے اگر آپ کو قتل کر دیا گیا تو زمین کا نور ختم ہو جائے گا، آپ امیرالمومنینؑ اور اس امت کے لئے چراغ ہدایت ہیں، عراق جانے کے سلسلے میں عجلت سے کام نہ لیجئے میں یزید اور بنی امیہ کے سربرآوردہ آفراد سے آپ کی جان، اہلبیت، اور مال و دولت

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲۰ ص ۱۳۴

[۲] عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد، علماء شام میں سے ایک تھے سفیان ثوری نے ان سے روایت کی ہے انہوں نے صعصعہ بن صوحان اور احنف بن قیس سے روایت کی ہے، صعصعہ بن صوحان نے معاویہ کے زمانہ میں اور احنف بن قیس نے ۶۷ھ میں وفات پائی اس بنا پر ممکن ہے کہ اوزاعی امام حسینؑ کے زمانہ میں رہے ہوں اور ان کی خدمت میں پہنچے ہوں لیکن الکنی والالقاب میں ان کی وفات ۱۵۷ھ میں مرقوم ہے اس وقت سانحہ کربلا کو ۹۰ سال گذر چکے تھے، [۳] دلائل الامامہ ص ۷۵، [۴] ان کی کنیت ابوجعفر اور والدہ اسماء

کے لئے امان حاصل کروں گا، والسلام

امامؑ کا جواب

امام حسینؑ نے جواب لکھا: آپ کا خط نظر نواز ہوا آپ کے مقصد سے آگاہ ہوا، اطلاعاً تحریر کر رہا ہوں کہ میں نے اپنے نانا رسول خداؐ کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے اس چیز کے بارے میں خبر دی ہے مجھے اس کی انجام دہی کے لئے کوشش کرنی چاہیئے خواہ ظاہراً اس میں میرا فائدہ ہو یا نقصان بھائی اگر میں چیونٹی کے سوراخ میں چلا جاؤں گا تو یہ بنی امیہ باہر نکال کر قتل کر دیں گے خدا کی قسم وہ مجھ پر اسی طرح ظلم و ستم روا رکھیں گے جیسا کہ یہودیوں نے شنبہ کے دن روا رکھے تھے [۱]

عمرو بن سعید کا خط[۲]

عمرو بن سعید نے امام حسینؑ کو جو خط ارسال کیا تھا اس میں لکھا تھا: میں خدا کی بارگاہ میں اس چیز کی دعا کرتا ہوں جس میں آپ کی ترقی و سربلندی ہے، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق ہجرت کرنا چاہتے ہیں، عراق والے آپ سے جو دشمنی کریں گے اس سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں اگر خوف ہے تو میرے پاس چلے آیئے میں آپ کے لئے امان کا باعث ہوں گا [۳]

اسماء بنت عمیس یہ پہلے مسلمان ہیں جو حبشہ میں پیدا ہوئے اور والد کے ساتھ حبشہ سے مدینہ آئے رسولؐ سے حدیث سنی حفظ کی اور روایت کی ہے، یہ بڑے سخی تھے بحر الجود کے نام سے پکارے جاتے تھے ۸۰ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ الاستیعاب ج ۲/ ۸۸۰

[۱] الفتوح ج ۵ ص ۱۱۵،

[۲] عمرو بن سعید الاشدق یزید بن معاویہ کے زمانہ میں مدینہ کا حاکم تھا مدائنی وغیرہ کے بقول جب اسے امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ملی تو خوش ہوا یہ عمرو بن سعید بن العاص اموی نہیں ہے کہ جس نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی اگرچہ دونوں کا تعلق بنی امیہ سے تھا تنقیح المقال ۲/ ۳۳۱، [۳] حیات الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۰،

امامؑ کا جواب

امام حسین علیہ السلام نے عمرو بن سعید کا جواب اس طرح رقم کیا:

اگر یہ خط لکھنے سے تمہارا ارادہ مجھ پر احسان کرنا ہے تو خدا تمہیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر دے لیکن جو شخص لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے اور اس کا عمل بھی نیک و پسندیدہ ہو اور وہ خود کو امت اسلامی میں سے سمجھتا ہو تو اس کی مخالفت کیوں کی جائے خدا کی امان بہترین امان ہے اور وہ شخص خدا پر ایمان نہیں لایا ہے کہ جو دنیا میں اس سے نہیں ڈرتا ہے خدائے متعال سے میری دعا ہے کہ دنیا میں ہمیں اپنا خوف مرحمت کرے تاکہ آخرت میں اس کی امان کا باعث ہو۔[۱]

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۱۳ ص ۷۰۔

چوتھی فصل

مکہ سے کربلا تک

جب عمرو بن سعید بن العاص کو یہ خبر دی گئی کہ امام حسینؑ مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہو چکے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ ان کا تعاقب کر کے گرفتار کیا جائے حکومت کے سپاہی گھنٹوں تعاقب میں ادہر ادہر گھوڑے دوڑاتے رہے مگر امام حسینؑ کو نہ پا سکے اور واپس مکہ لوٹ آئے [1]

عقبہ بن سمعان کہتے ہیں: جب امام حسینؑ مکہ سے نکلے تو عمرو بن سعید بن العاص نے اپنے بھائی، یحیٰ ابن سعید کی سرکردگی میں ایک دستہ بھیجا تا کہ وہ امام حسینؑ کو عراق نہ جانے دیں اور واپس مکے آئیں لیکن امام حسینؑ نے واپس مکہ آنے سے پہلو تہی کی اس دستہ کی امام حسینؑ کے ساتھیوں سے جنگ ہوئی امامؑ اور آپ کے اصحاب نے دلیرانہ مقابلہ کیا اور کوفہ کی سمت اپنا سفر جاری رکھا، اس دستہ نے کہا: کیا خدا کا تقوی اختیار نہیں کروگے اور امت سے علیحدہ ہو کر اس کے درمیان تفرقہ اندازی کروگے؟

امام حسینؑ نے جواب میں یہ آیہ پڑھی ﴿لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ﴾ [2]،

---

[1] العقد الفرید ج ۵ ص ۱۲۶، [2] میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے جو میں کرتا ہوں تم اس سے بری ہو اور جو تم کرتے ہو میں اس سے بیزار و بری ہوں، یونس ۴۱، بحار الانوار ۴۴/ ۳۶۸،

ولید بن عتبہ کا خط

جب حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو یہ خبر ملی کہ امام حسینؑ مکہ سے عراق کی سمت روانہ ہوگئے ہیں تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو اس مضمون کا خط لکھا :

اما بعد ! حسینؑ عراق کی طرف روانہ ہوچکے ہیں یہ فاطمہ بنت رسولؐ کے بیٹے ہیں ، اے زیاد کے بیٹے ہوشیار رہنا تمہاری طرف سے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے اگر ایسا کروگے تو تمہیں اور تمہارے خاندان کو اس سے اتنا نقصان پہونچے گا کہ جس کی تلافی کسی چیز سے نہیں ہوسکے گی اور رہتی دنیا تک کوئی فراموش نہیں کرے گا لیکن !

عبید اللہ بن زیاد نے ولید کے خط کو اہمیت نہ دی[1]

راستوں کی ناکہ بندی

عبید اللہ بن زیاد کو اطلاع ملی کہ امام حسینؑ کوفہ آرہے ہیں اس نے پہلے حصین بن اسامہ تمیمی اور پھر حصین بن مالک کو فوج کے ایک دستہ کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اس نے قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا اور قادسیہ سے خفان تک اور قطقطانہ سے لعلع[2] تک فوج بھر دی[3] اور حکم دیا کہ واقصہ[4] سے شام تک کے راستوں کی ناکہ بندی کردی جائے ، اس علاقہ سے نکلنے یا اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے تھے ، اثناء راہ میں جب امام حسینؑ نے دیہاتیوں سے اس ناکہ بندی کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے بتایا : خدا کی قسم ہم اس محاصرہ کو نہیں توڑ سکتے ہم میں اس کام کی طاقت نہیں ہے امامؑ نے اپنا سفر جاری رکھا[5] ۔

---

[1] تذکرۃ الخواص ص ۲۴۰

[2] لعلع کوفہ و بصرہ کے درمیان کسی پہاڑ یا کسی منزل کا نام ہے ، مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۲۰۵

[3] انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۶۰ ، [4] واقصہ مکہ سے عراق کے راستہ میں ایک جگہ کا نام ہے ۔

[5] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۷۲ ،

سفیان بن عیینہ نے علی بن یزید سے اور انہوں نے علی ابن الحسین ؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:
ہم نے مکہ سے روانہ ہونے کے بعد کسی منزل پر قیام نہیں کیا جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو میرے والد یحیٰی ابن زکریا کے مارے جانے کا واقعہ دہرا رہے تھے ایک روز کہنے لگے خدا کے نزدیک دنیا اتنی ہی پست ہے کہ لوگوں نے بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کو یحیٰی بن زکریا کا سر ہدیہ میں دیا۔[۱]

عمرو بن سعید کا خط یزید کے نام

والی مکہ عمرو بن سعید کو یہ خبر ملی کہ امام حسین ؑ کوفہ کی سمت کوچ کر گئے ہیں تو اس نے یزید بن معاویہ کو ایک خط لکھا اس نے عمرو کا خط پڑھ کر یہ شعر پڑھا،

فَـإِنْ لا تَـزُرْ قَـبْرَ الْعَـدُوِّ فَـإِنَّهُ   يَزُرْكَ عَدُوٌّ أَوْ يَلُومُكَ كَاشِحٌ[۲]

پھر اس نے عبید اللہ بن زیاد کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے:
مجھے خبر ملی ہے کہ حسین ؑ کوفہ کیلئے روانہ ہو چکے ہیں تیرا عہد دوسرے حسین ؑ کے مسئلہ سے جڑا ہوا ہے کارندوں میں سے تم ان کے سامنے کھڑے ہو اس سلسلے میں تم یا غلام بن جاؤ گے یا آزادی حاصل کرو گے۔[۳]

۱۔ تفسیر مجمع البیان ج ۳ ص ۵۰۲،

۲۔ اگر تم دشمن کی قبر کے پاس نہیں جاؤ گے اور اس کی قبر کی زیارت نہیں کرو گے تو وہ خود تمہارے پاس آجائے گا یا دشمن تمہیں ملامت کرے گا۔ مثیر الاحزان ص ۳۸،

۳۔ العقد الفرید ج ۳ص ۱۲۹،

مکہ سے کربلا تک کی منزلیں

امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے کربلا تک بیس اور بعض کے قول کے مطابق اس سے زیادہ ۲۲ منزلیں طے کی ہیں، ان منازل پر قابل توجہ ملاقاتیں کی ہیں، ذیل میں ہم ان منازل کا ذکر کرتے ہیں [1]

① ابطح [2]

ابطح، مکہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے درحقیقت یہ نشیبی علاقہ ہے جہاں سے منیٰ کا پانی بہتا ہے اس کی ابتدا منیٰ کا علاقہ اور انتہا مقبرۂ معلیٰ ہے۔ یہ حجون نام کا ایک قبرستان ہے۔ یہاں امام حسینؑ نے یزید بن ثبیط بصری سے، کہ جس کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔ ملاقات کی [3]

---

[1] منازل کی یہ ترتیب ہم نے مرحوم قزوینی کی کتاب الامام الحسینؑ و اصحابہ کے مطابق بیان کی ہے۔

[2] ابطح اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے پانی بہتا ہے لیکن یہاں وہ جگہ مراد ہے جو مکہ و منیٰ کے درمیان اور منیٰ سے نزدیک ہے، معجم البلدان ج ۱ ص ۷۴،

[3] الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۱۵۰،

② تنعیم [۱]

جب امام حسین علیہ السلام تنعیم پہونچے تو وہاں ایک قافلہ دیکھا جو یمن سے آیا تھا، قافلہ والوں سے اپنے اصحاب کے اثاثہ کے لئے اونٹ کرایہ پر لئے اور ان سے فرمایا: جو ہمارے ساتھ آنا چاہتا ہے اُسے ہم اسے کرایہ بھی دیں گے اور اچھی باتیں بھی بتائیں گے جو راستہ ہی میں ہم سے جدا ہونا چاہے گا ہم اسے اتنا کرایہ دیں گے جتنا اس نے راستہ طے کیا ہوگا، چنانچہ ایک جماعت امامؑ کے ہمراہ ہوگئی اور بعض جدا ہو کر اپنی راہ لگے۔ [۲]

③ صفاح [۳]

کاروان کربلا کی طرف بڑھتا رہا یہاں تک کہ صفاح پہونچا وہاں فرزدق شاعر امامؑ سے ملاقات کے لئے بڑھا اور عرض کی آپؑ خدا سے جو بھی طلب کریں گے وہ آپ کو عطا کرے گا، امام حسین علیہ السلام نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا: مجھ سے اہل عراق کے بارے میں بات کرو۔

فرزدق نے کہا: آپؑ نے جاننے والے سے پوچھا ہے، لوگوں کے دل آپ کے ساتھ اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور فیصلہ آسمانوں میں ہوتا ہے اور جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

---

[۱] تنعیم وہ جگہ ہے جو حرم کے حدود سے باہر مدینہ کے راستوں میں واقع ہے عمرہ کے لئے اہل مکہ یہیں سے احرام باندھتے ہیں، مراصد الاطلاع

ج ص ۲۷۷، [۲] ارشاد مفید ج ۲ ص ۶۸،

[۳] صفاح ایک جگہ کا نام ہے جو حنین اور حرم کی اس نشانی کے درمیان واقع ہے جو کہ مکہ میں داخل ہونے والے کے بائیں جانب پڑتی ہے، یہیں فرزدق نے حسین بن علیؑ سے ملاقات کی تھی، معجم البلدان ج ۳ ص ۴۱۲،

فرزدق نے کس منزل پر امام حسینؑ سے ملاقات کی تھی اس میں اختلاف ہے ذہبی کہتے ہیں: ذات عرق، میں، خوارزمی شقوق میں اور سید ابن طاؤوس کہتے ہیں کہ زبالہ میں کی تھی بظاہر انہوں نے آپ سے ملاقات صفاح میں کی تھی۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری بات صحیح ہے، سب امور خدا ہی کے اختیار میں ہیں ہر روز اس کی نئی شان ہے اگر خدا کا فیصلہ ہماری مراد کے مطابق ہوگا تو ہم اس کی نعمت پر شکر ادا کریں گے اور اگر قضائے ہمارے اور ہماری آرزوؤں کے درمیان جدائی ڈال دے گی تو بھی ہم اس سے شکر ادا کرنے کی توفیق طلب کریں گے، جو شخص خلوص کے ساتھ عمل انجام دیتا ہے اور اس کے عمل سرچشمہ تقوائے الٰہی ہوتا ہے وہ خدا کے نزدیک فراموش نہیں کیا جاتا ہے [۱]

(۴) وادی عقیق

۱۲ ذی الحجہ سنیچر کے دن امام حسین ع وادی عقیق [۲] پر پہونچے، اسی منزل پر عبداللہ ابن جعفر طیار کے بیٹے عون اور محمد اپنے والد کا خط لیکر امام حسین ع کی خدمت میں حاضر ہوئے، خط میں اس کی درخواست کی گئی تھی کہ آپ کوفہ نہ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیجئے اور واپس مکہ تشریف لے آئیں اس خط کو لکھ کر:

عبداللہ ابن جعفر عمرو بن سعید، حاکم مکہ کے پاس گئے اور امام حسین ع کیلئے امان حاصل کی اور یہ امان نامہ ایک خط کے ساتھ عمرو بن سعید کے بھائی کے بدست امام حسین ع کے پاس روانہ کیا، تو د عبداللہ بھی آئے اور ذات عرق میں آپ سے ملاقات کی اور آپ کے سامنے امان نامہ پڑھا،

امام حسین ع نے مکہ واپس لوٹنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: میں نے رسول ص کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے سفر کو جاری رکھوں اور میں اس کام کو ضرور انجام دوں گا جس کا مجھے رسول ص نے حکم دیا ہے، امام حسین ع نے عمرو بن سعید کے خط کا جواب لکھا، عبداللہ بن جعفر، یحییٰ بن سعید کے ساتھ واپس چلے گئے جبکہ عبداللہ کے دو بیٹے امام حسین ع کے پاس ہی رہے انہوں نے اپنے بیٹوں سے تاکید کی تھی کہ ہر جگہ امام ع کے ساتھ رہیں لیکن خود نے معذرت چاہی اور واپس چلے گئے [۳]

---

[۱] تاریخ الخلیفہ بن الخیط ص ۲۲۳، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۴۰، العقد الفرید ج ۴ ص ۳۸۱، [۲] عقیق کا اطلاق مختلف جگہوں پر ہوتا ہے لیکن اس وادی عقیق سے مراد جہاں امام حسین ع نے قیام کیا تھا، وہ منزل ہے جسے وادی مبارک کہتے ہیں مکہ سے نزدیک ہے اس کا کچھ حصہ ذات عرق ہے جو کہ اہل عراق کا میقات ہے، معجم البلدان ج ۴ ص ۱۳۹، [۳] ابصار الحسین ص ۳۰، الامام الحسین و اصحابہ ص ۱۷۸،

⑤ وادی صفراء [۱]

اس منزل پر امام حسینؑ ۱۳ ذی الحجہ کو بروز اتوار پہونچے تھے "حدائق الوردیہ" میں بیان ہوا ہے کہ وادی صفراء کا پانی "ینبع" کی طرف بہتا ہے یہ وادی جہینہ، انصار، بنی فہر اور ہند خاندان کی ہے [۲] مجمع بن زیاد اور عباد بن مہاجر "جہینہ" کی منزل میں مدینہ کے اطراف میں تھے اور جب امام حسینؑ مکہ سے روانہ ہوکر اس منزل پر پہنچے تو مجمع اور عباد نے اسی مقام پر امام حسینؑ سے ملاقات کی اور آپ کے ہمسفر ہو گئے اور کربلا پہونچکر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے [۳]

⑥ ذاتِ عرق [۴]

۱۴ ذی الحجہ بروز پیر امام حسینؑ ذات عرق پر پہنچے اور بشر بن غالب جو کہ قبیلۂ اسد سے تھا سے ملاقات کی اور اہل کوفہ کے حالات معلوم کئے اس نے جواب دیا: ان کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں،

آپؑ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو [۵] ریاشی نے راوی سے یہ حدیث نقل کی ہے: میں حج بجالایا میں اپنے ساتھیوں سے جدا ہوگیا اور تنہا اپنا سفر جاری رکھا، اثناء راہ میں مجھے کچھ خیمے نظر آئے، میں ان کی طرف چل دیا نزدیک پہونچکر پوچھا: یہ کس کے خیمے ہیں،

انہوں نے بتایا حسینؑ کے میں نے کہا: علیؑ و فاطمہؑ زہرا کے بیٹے کے؟ کہا ہاں، میں نے کہا آپ کا

---

[۱] وادی صفراء مدینہ کے نواح میں ہے یہاں زراعت و کھجور ہوتی ہے رسولؐ یہاں سے صرف ایک مرتبہ گزرے ہیں صفراء کے مضافات میں چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں، معجم البلدان ج ۳ ص ۴۱۲ [۲] الامام الحسینؑ واصحابہ ص ۱۵۹، [۳] ابصار العین ص ۱۱۵،

[۴] ذات عرق ایک منزل ہے جہاں سے عراق کے حاجی احرام باندھتے ہیں یہ تہامہ اور نجد کے درمیان حد فاصل ہے، مراصد الاطلاع ۲/۹۳۲، [۵] مثیر الاحزان ص ۴۲،

خیمہ کون سا ہے، اہل قافلہ نے اشارہ سے بتایا، اور آپؑ کے خیمہ کی طرف روانہ ہوگیا میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ در خیمہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور کوئی نوشتہ پڑھ رہے ہیں میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا، عرض کی، فرزند رسولؐ! میرے ماں باپ آپ پر قربان اس خشک سرزمین پر اترنے کا باعث کیا ہے،

فرمایا: میں بنی امیہ کے خوف سے یہاں اترا ہوں اور یہ اہل کوفہ کے خط ہیں لیکن جن لوگوں کے یہ خط ہیں وہی مجھے قتل کریں گے اور اس جرم کے مرتکب ہوجانے کے بعد وہ خدا کے عذاب سے بے پرواہ ہوکر ہر حرام و برا فعل انجام دیں گے اس وقت خدا ایک شخص کو ان کی طرف بھیجے گا جو انہیں تہہ تیغ کرے گا اور اس حد تک کچل دے گا کہ وہ قوم امہ[۱] سے بھی زیادہ ذلیل ہوجائیں گے[۲]

⑦ حاجر من بطن الرمۃ[۳]

۱۵ر ذی الحجہ بروز منگل، امام حسینؑ حاجر بطن الرمہ پہنچے[۴] اس منزل سے امام حسینؑ نے قیس بن مسہر صیداوی، بعض نے کہا ہے کہ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر، کو اہل کوفہ کے پاس بھیجا بظاہر اسوقت آپ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر نہیں ملی تھی، جو خط آپ نے اہل کوفہ کو تحریر کیا اس کا مضمون یہ تھا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط حسین بن علیؑ کی طرف سے مومنین اور مسلمین کے نام ہے۔

سلام علیکم

خدائے واحد کی حمد کے بعد واضح ہو کہ میرے پاس مسلم ابن عقیل کا خط پہونچا ہے انہوں نے

---

[۱] قوم امہ، سے مراد قوم سبا ہے، [۲] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۸۳، بحار الانوار ۴۴ر ۳۶۸،

[۳] بطن الرمہ وہ منزل ہے جہاں کوفہ اور بصرہ کے لوگ ایک ساتھ پہنچتے ہیں اور وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں، مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۴۳۳، [۴] الامام الحسین واصحابہ ص ۱۷۱،

مجھ سے تمہارے اہل حل وعقد اور باحیثیت لوگوں نے ہماری مدد کرنے اور ہمارا حق دلوانے کا وعدہ کیا ہے بارگاہ خدا میں دعا ہے کہ ہمارے اوپر احسان کرے اور تمہیں اجر عظیم دے،

میں ۸ ذی الحجہ بروز منگل، ترویہ کے دن، مکہ سے روانہ ہو چکا ہوں، میرا قاصد پہنچتے ہی تم اپنی فعالیت تیز کر دینا اور ضروری چیزیں فراہم کرنا انشاء اللہ میں جلد ہی پہنچ جاؤں گا

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ[1]

قیس بن مسہر صیداوی کا ماجرا

امام حسین علیہ السلام نے خط قیس بن مسہر صیداوی ایسے دلیر کے سپرد کیا[2] انہوں نے نام لیا اور تیزی سے قادسیہ پہنچے، ابن زیاد کے مقرر کردہ، ان لوگوں نے جو عراق میں داخل ہونے وہاں سے نکلنے والوں کی تلاشی لیتے تھے انہیں تفتیش کے لئے روکا، قیس نے اس لئے خط چاک کر دیا تاکہ اس کے مضمون سے وہ آگاہ نہ ہو سکیں، پولیس والے قیس بن مسہر اور خط کے پرزوں کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گئے،

عبید اللہ نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا: میں امیر المومنین حسین بن علی ؑ کے شیعوں میں سے ہوں، عبید اللہ نے کہا:

جو خط تمہارے پاس تھا تم نے اسے کیوں چاک کیا؟

قیس نے جواب دیا: تاکہ تم اس کے مضمون سے آگاہ نہ ہو سکو،

عبید اللہ نے کہا: خط کس نے بھیجا تھا اور کس کے پاس لے جا رہے تھے؟

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۸۱، [2] قیس بن مسہر بن خالد شریف، دلیر اور اہل بیت ؑ کے مخلص شیعوں میں سے ایک تھے مورخین کے درمیان اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ امام حسین ؑ نے قیس بن مسہر کو کس جگہ سے کوفہ کے لئے روانہ کیا تھا زیادہ تر تواریخ میں یہ ملتا ہے کہ: بطن الرمہ سے قیس بن مسہر کو کوفہ بھیجا تھا لیکن بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۱، کی عبارت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امام حسین نے کربلا پہنچنے کے بعد قیس کو کوفہ بھیجا تھا،

قیس نے کہا: امام حسینؑ نے کوفہ والوں میں سے ایک جماعت کے نام لکھا تھا میں ان کے اسماء نہیں جانتا،

عبیداللہ غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا اور چلایا: خدا کی قسم میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم ان لوگوں کے نام نہیں بتاؤ گے جن کے نام حسینؑ نے خط لکھا تھا یا منبر پر جا کر حسینؑ، ان کے والد اور ان کے بھائی پر سب و شتم کرو، تمہاری رہائی کا بس یہی ایک راستہ ہے ورنہ تہ تیغ کردوں گا،

قیس نے جواب دیا: میں اس جماعت کو نہیں پہچانتا ہاں میں تمہاری دوسری بات قبول کرتا ہوں،

عبیداللہ نے یہ سوچ کر کہ وہ موت سے ڈر گئے قیس کی بات مان لی اور حکم دیا کہ شہر والے شہر کی جامع مسجد میں جمع ہو جائیں، تا کہ امام حسینؑ کے قاصد کی زبان بنی امیہ کی مدح سنیں، قیس منبر پر گئے اور حمد و ثناء خدا، اور محمدؐ و علیؑ اور ان کی اولاد پر درود و سلام بھیجنے کے بعد عبیداللہ، اس کے باپ اور حکومت کے ہر چھوٹے بڑے ہتھکنڈوں پر لعنت بھیجکر باآواز بلند کہا: لوگو! حسین بن علی علیہ السلام سب سے بلند و بالا ہیں وہ فاطمہؑ بنت رسولؐ کے بیٹے ہیں، انہوں نے مجھے قاصد بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے میں درمیان راہ ایک منزل سے ان سے جدا ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں تا کہ ان کا پیغام تم تک پہنچا دوں ان کی ندا پر لبیک کہو!

ابن زیاد کے جو مامور افراد یہ ماجرا دیکھ رہے تھے انہوں نے عبیداللہ کو صورتحال سے آگاہ کیا جب اس نے مکمل طور پر اپنا منصوبہ ناکام ہوتا دیکھا تو وہ غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا اور چلا کر کہا: اسے دارالامارہ کی چھت پر لے جا کر نیچے گرادو، اس کے سپاہیوں نے ایسا ہی کیا اور انہیں شہید کر کے ان کی ہڈیاں توڑ ڈالیں

امام حسین علیہ السلام کو جب قیس کی شہادت کی خبر ملی تو بہت محزون ہوئے اور روتے ہوئے فرمایا: اے اللہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے اپنے نزدیک اعلیٰ مقام قرار دے ہمیں اور ہمارے شیعوں کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرما، بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے [۱]

---

[۱] الفتوح ۵/۱۴۷،

⑧ فید

۱۶/ ذی الحجہ بروز بدھ امام حسین علیہ السلام منزل ، فید ، پر پہنچے یہ منزل مکہ و کوفہ کے درمیان ایک گاؤں ہے یہاں سے مذکورہ دونوں شہروں کا فاصلہ برابر ہے ، فید ، میں ایک قلعہ ہے جس کے چاروں طرف حصار ہے ، اس منزل پر حاجی لوگ ضرورت سے زیادہ اپنے زاد راہ رکھ دیتے تھے اور مکہ سے واپسی پر لے لیتے ہیں ، فید ، والے سال بھر حاجیوں کی سواری کیلئے چارہ جمع کرتے تھے اور حج کے زمانہ میں فروخت کر دیتے تھے۔[1]

⑨ اجفر[2]

۱۷/ ذی الحجہ بروز جمعرات امام حسین علیہ السلام اس منزل پر پہنچے۔[3] یہاں عبد اللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی یہ امام حسینؑ سے قبل اس منزل پر پہنچ چکے تھے آپ کو دیکھا تو قریب آئے اور کہا : فرزند رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں ، کس وجہ سے آپ یہاں تشریف لائے ہیں ؟

امام حسینؑ نے فرمایا : معاویہ کے مرنے کے بعد لوگوں نے مجھے خط لکھکر بلایا ہے عبد اللہ بن مطیع نے آپ سے کہا : فرزند رسولؐ آپ کو خدا کی قسم اس چیز سے دست کش ہو جائیے تاکہ اسلام کی عظمت محفوظ رہے آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ قریش و عرب کی عظمت و حرمت کو پامال نہ ہونے دیجئے خدا کی قسم اگر آپ بنی امیہ سے حکومت طلب کریں گے تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے اور آپ کے بعد انہیں کسی کی پروا نہیں ہے خدا کی قسم یہ اسلام و عرب کا قتل ہو گا ایسا نہ کیجئے کوفہ نہ جائیے اور بنی امیہ کے دام میں نہ جائیے لیکن امام حسینؑ نے اس کی بات کی پروا نہ کی۔[4]

---

[1] الامام الحسین و اصحابہ ص ۱۶۲ ، [2] اجفر جفر کی جمع اور کنویں کا نام ہے یہ منزل فید اور خزیمیہ کے درمیان واقع ہے زمخشری کہتے ہیں کہ اجفر میں بنی یربوع کا ایک کنواں ہے جو کہ بنی جزیمہ نے بنی یربوع سے لے لیا ہے ، [3] الامام الحسین و اصحابہ ص ۱۶۳ [4] ارشاد مفید ۲ / ۷۱ ، لیکن بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن مطیع نے مدینہ سے مکہ کی طرف روانگی کے وقت امام حسینؑ سے ملاقات کی تھی ،

⑩ خزیمیہ[1]

۱۸ ذی الحجہ بروز جمعہ امام حسینؑ اس منزل پر پہنچے اور ایک دن رات یہاں قیام کیا، صبح کے وقت جناب زینبؑ آپ کے پاس آئیں اور عرض کی: بھائی کیا میں آپ سے وہ بات بتاؤں جو میں نے کل رات سنی ہے،

فرمایا: میں آدھی رات کے وقت خیموں سے باہر نکلی تو میں نے ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا!

أَلا يـا عَيْنُ فَـاحْتَفِلِي بِجهْدٍ   وَمَنْ يَبْكِي عَلَى الشُّهَداءِ بَعْدِي

عَـلَى قَـوْمٍ تَسُـوقُهُمُ الـمَنايا   بِمِقْدارٍ إِلى إِنْجازِ وَعْدٍ[2]

امام حسینؑ نے فرمایا: بہن جو خدا نے مقدر کیا ہے وہ ہو کے رہے گا۔[3]

⑪ شقوق[4]

۲۰ ذی الحجہ بروز اتوار امام حسینؑ اس منزل پر پہنچے کیونکہ منزل خزیمیہ پر بھی آپ نے ایک رات دن قیام کیا تھا۔[5]

اس منزل پر امام حسینؑ نے دیکھا کہ ایک آدمی کوفہ کی طرف سے آرہا ہے آپ نے اس سے اہل کوفہ کے بارے میں سوال کیا، اس نے وہاں کے حالات بیان کئے امام حسینؑ نے فرمایا: امر خدا کے ہاتھ ہے وہی ہوگا جو اسے منظور ہوگا، ہمارے پروردگار کی ہر روز نئی شان ہے اگر ہم پر قضائے خدا نازل ہوگی تو ہم

---

[1] خزیمیہ حاجیوں کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے جو ثعلبیہ کے بعد پڑتی ہے یہ خزیمہ بن خازم کی طرف منسوب ہے، مراصد الاطلاع ۱/۴۴۶

[2] اے آنکھ اشک فشانی کی کوشش کر میرے بعد ان شہیدوں پر کون روئے گا جن لوگوں کو موت لئے پھر رہی ہے گویا کہ خدا نے مقرر کر دیا ہے تاکہ اس کا وعدہ پورا ہو جائے ابن قولویہ نے باب نوحہ پریان بر امام حسینؑ میں ام سلمہ سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے تو اس وقت یہ اشعار پریوں سے سنے گئے تھے. کامل الزیارات ۹۳،

[3] بحار الانوار ۴۴/۳۷۲،

[4] شقوق اس شخص کے لئے منزل ہے جو کہ کوفہ سے مکہ جاتا ہے یہ واقصہ کے بعد پڑتی ہے، معجم البلدان ج ۳ ص ۳۵۶،

[5] الامام الحسینؑ واصحابہ ص ۱۶۵،

اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں گے اور اس کے شکر کی ادائگی کیلئے اسی سے مدد طلب کریں گے اور اگر خدا کی قضا ہمارے اور ہماری آرزوں کے درمیان حائل ہوگئی تو جس کی نیت خالص ہے اور حق کا دامن تھامے ہوئے ہے وہ اس کی رحمت سے دور نہیں رہے گا اس کے بعد یہ اشعار پڑھے

فَإنْ تَكُنِ الدُّنْيا تُعَدُّ نَفِيسَةً ... فَدارُ ثَوابِ اللهِ أعْلىٰ وَأنْبَلُ

وَإنْ تَكُنِ الأمْوالُ لِلتَّرْكِ جَمْعُها ... فَما بالُ مَتْرُوكٍ بِهِ الحُرُّ يَبْخَلُ

وَإنْ تَكُنِ الأرْزاقُ قِسماً مُقَدَّراً ... فَقِلَّةُ حِرْصِ المَرْءِ فِي الكَسْبِ أجْمَلُ

وَإنْ تَكُنِ الأبْدانُ لِلْمَوْتِ أُنْشِئَتْ ... فَقَتْلُ امْرِئٍ بِالسَّيْفِ فِي اللهِ أفْضَلُ

عَلَيْكُمْ سَلامُ اللهِ يا آلَ أحْمَدٍ ... فَإنِّي أَراني عَنْكُمْ سَوْفَ أرْحَلُ [۱]

تاریخ اعثم کوفی میں مرقوم ہے کہ اس منزل پر فرزدق نے امام حسینؑ سے ملاقات کی تھی گذشتہ صفحات میں ہم لکھ چکے ہیں کہ فرزدق نے منزل صفاح پر امام حسینؑ سے ملاقات کی تھی، لیکن سید بن طاؤس لکھتے ہیں کہ: مذکورہ بالا اشعار آپ نے فرزدق کے سوال کے جواب میں پڑھے تھے، فرزدق نے کہا: آپ کوفہ کیوں جا رہے ہیں؟ وہاں کے لوگوں پر کیوں اعتماد کر لیا ہے جبکہ انہوں نے ہی آپ کے چچا زاد بھائی مسلمؑ بن عقیل کو شہید کیا ہے؟

امام حسینؑ نے رو کر کہا: خدا مسلمؑ پر رحمت نازل کرے، مسلم خدا کی جنت و رحمت میں پہنچ گئے اپنا فریضہ پورا کر گئے، تو ہماری ذمہ داری ہے وہ باقی ہے اس کے بعد آخری شعر کے علاوہ مندرجہ بالا اشعار نقل کئے ہیں [۲]۔

۱۔ اگر دنیا نفیس اور گراں قیمت ہے تو جزائے خدا کی جگہ جنت اس سے زیادہ قیمتی ہے اگر مال جمع کرنے کا نتیجہ اسے دنیا ہی میں چھوڑ دینا ہے تو پھر جوان و آزاد اس کے خرچ کرنے میں کیوں بخل کرتا ہے؟ اگر لوگوں کا رزق مقدر ہو چکا ہے تو پھر بہترین چیز یہ ہے کہ روزی کمانے میں حرص نہیں کرنا چاہیئے اگر بدن موت کے لئے پیدا ہوئے ہیں تو آدمی کا راہ خدا میں تلوار سے قتل ہو جانا افضل ہے، سلام ہو تم پر اے احمد کے خاندان والو! میں عنقریب تمہارے پاس سے کوچ جاؤں گا، مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۹۵۔

۲۔ اللہوف ص ۳۲،

⑫ زرود

۲۱ ذی الحجہ بروز پیر امام حسینؑ کا قافلہ زرود[1] پر پہونچا اور وہاں کچھ دیر توقف کیا،

زہیر بن قین سے ملاقات

امام حسینؑ کی خیمہ گاہ سے کچھ فاصلہ پر زہیر بن قین بجلی خیمہ زن تھے، یہ عثمانی شمار ہوتے تھے اس سال حج کر کے کوفہ واپس آرہے تھے یہ قبیلہ بنی فزار اور بجیلہ کے بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ ہم مکہ سے زہیر بن قین کے ساتھ واپس لوٹ رہے تھے اثناء راہ میں ہم نے کچھ راستہ امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کے ساتھ طے کیا جب امام حسینؑ نے ایک جگہ قیام کیا تو ہم بھی دوسری جگہ خیمہ زن ہوگئے، لیکن بعض منازل پر جہاں امام حسینؑ کا قافلہ اترا ہمیں بھی مجبوراً وہیں اترنا پڑا ہم منزل زرود پر زہیر بن قین کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ناگہاں ہمارے پاس امام حسینؑ کا قاصد آیا اور سلام کے بعد کہنے لگا: اے زہیر بن قین: مجھے ابو عبداللہ الحسینؑ نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور آپ کو ملاقات کے لئے بلایا ہے،

ہم سب کھانا بھول گئے اور ایک سناٹا سا چھا گیا زہیر کی بیوی "دیلم بنت عمرو"[2] نے کہا: سبحان اللہ! فرزند رسولؐ نے تمہیں قاصد بھیج کر بلایا ہے اور تم جانے میں پس و پیش کر رہے ہو اگر ان کے پاس چلے جاؤ گے اور ان کی بات سن لو گے تو کیا ہو جائے گا،

زہیر اپنی جگہ سے اٹھے، امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑی دیر بعد شاداں و خنداں واپس لوٹ آئے اور کہا: یہاں سے خیام اکھاڑ کر اور اسباب سمیٹ کر امام حسینؑ کے خیموں کے پاس پڑاؤ ڈالا جائے،

---

[1] زرود ثعلبیہ اور خزیمیہ کے درمیان ایک جگہ ہے جو کوفہ کے حاجیوں کے راستے میں پڑتی ہے، خزیمیہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے، معجم البلدان ج ۳ ص ۱۳۹، اور مراصد الاطلاع میں آیا ہے کہ زرود مکہ کے راستے میں ثعلبیہ کے بعد ایک جگہ ہے یہاں قصر اصفر ہے شاید اس کو قصر زرود بھی کہتے ہیں اس میں کنویں بھی ہیں مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۶۶۳،

[2] حیات الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۲۲، [3] بعض نے زہیر بن قین کی بیوی کا نام "دلھم" لکھا ہے، ابصار العین ص ۹۵،

اس کے بعد اپنی بیوی سے کہا: میری طرف سے تمہیں طلاق ہے، مجھے یہ پسند نہیں کہ میری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف پہونچے میں نے آج سے یہ قصد کر لیا ہے کہ امام حسینؑ کی رکاب میں رہوں گا اور ان پر اپنی جان قربان کروں گا، اس کے بعد کچھ اناج و مال اپنی بیوی کے سپرد کیا اور ان کو ان کے چچازاد بھائیوں کے ساتھ کر دیا تاکہ وہ منزل مقصود تک پہنچا دیں، زہیر کی بیوی اٹھی اور روتے ہوئے شوہر کو رخصت کیا اور کہا: خدا آپ کا حافظ و مددگار ہے خدا کرے یہ سفر آپ کو راس آئے قیامت کے روز امام حسینؑ کے نانا کی خدمت میں میرے اس ایثار کا ذکر کیجئے گا۔[۱]

زہیر نے بیوی سے الوداع کہنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو میرے ساتھ آنا چاہتا ہے وہ آ جائے ورنہ میری یہ تم سے آخری ملاقات ہے، اس کے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں کے سامنے ایک حدیث بیان کی کہ: ہم نے "بلنجر"[۲] میں جنگ کی اور خدا نے ہمیں فتح عطا کی اور مال غنیمت بھی ملا، سلمان باہلی[۳] نے "دوسری روایت میں سلمان فارسی آیا ہے" ہم سے کہا: کیا تم یہ کامیابی اور مال غنیمت حاصل کر کے خوش ہو گئے ہم نے کہا: بالکل! انہوں نے کہا: سید شباب آل محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہونے اور ان کی رکاب میں جنگ کرنے ان کی مدد کرنے اور اس سلسلے میں تمہیں جو غنیمت ملے گی اس پر اس سے زیادہ خوش ہونا اب میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

ابراہیم بن سعید جو سفر میں زہیر کے ساتھ تھے انہوں نے روایت کی ہے کہ: زہیر امام حسینؑ کی خدمت میں پہونچے تو آپ نے فرمایا: میں کربلا میں شہید کیا جاؤں گا اور انعام حاصل کرنے کی امید میں زحر بن قیس میرا سر یزید کے پاس لے جائے گا لیکن یزید اسے کچھ بھی نہیں دے گا۔[۴]

۱۔ اللہوف ص ۱۳۰، ۲۔ بلنجر دریائے خزر کے نواح میں ایک شہر ہے، مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۲۲۰۔

۳۔ سلمان بن ربیعہ باہلی رسولؐ کے صحابی تھے شریح قاضی سے پہلے انہیں عمر بن خطاب نے کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا چالیس دن کوفہ میں رہے لیکن فیصلہ کیلئے کوئی بھی ان کے پاس نہیں آیا انھیں کو سلمان الخیل بھی کہتے ہیں بلنجر کی جنگ میں فوج کے سپہ سالار تھے ۲۹ھ کو آرمینیہ کے کسی شہر میں مارے گئے، الاستیعاب ج ۲ ص ۲۳۲۔

۴۔ اثبات الہداۃ ج ۲ ص ۵۸۸، دلائل الامامۃ ص ۷۴۔

(۱۴) ثعلبیہ[1]

۲۲/ ذی الحجہ بروز منگل امام حسین ؑ ثعلبیہ پہنچے۔

عبد اللہ بن سلیمان اور منذر بن مشمعل اسدی نے روایت کی ہے کہ ہمارے ارادہ یہ تھا کہ جب ہم حج کے مناسک انجام دے چکیں گے تو راستہ میں امام حسین ؑ کی خدمت میں پہونچیں گے اور حالات و کوائف ان سے معلوم کریں گے چنانچہ ہم نے تیزی سے راستہ طے کیا اور منزل زرود پر پہنچ گئے، ابھی سامان اتارا ہی تھا کہ اچانک راستہ کی گرد و غبار میں سے اہل کوفہ میں سے ایک شخص نکلا اور جب اس نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا تو وہ اصلی راستہ سے ایک طرف ہٹ گیا، امام حسین ؑ نے تھوڑا سا توقف کیا، گویا آپ اس سے ملاقات کرنا چاہتے تھے لیکن نہ ہوسکی آپ نے بھی اپنا سفر جاری رکھا ہم نے آپس میں کہا: اس شخص کے پاس چلنا چاہیے اور کوفہ کے حالات و کوائف معلوم کرنے چاہئیں چنانچہ ہم نے اس کے پاس جا کر سلام کیا،

اس نے کہا: وعلیکم السلام

ہم نے پوچھا: آپ کا تعلق کس خاندان سے ہے؟

اس نے کہا: اسدی ہوں،

ہم نے کہا: ہم بھی اسدی ہیں، آپ کا اسم گرامی؟

کہا: بکر بن فلاں[2]

ہم نے بھی اپنا نام و نسب بیان کیا اور پوچھا: کوفہ کی کیا خبر ہے؟

اس نے کہا: جب میں کوفہ سے چلا تھا اس وقت امام حسین ؑ کے سفیر مسلم بن عقیل ؑ اور ہانی بن عروۃ

---

[1] ثعلبیہ ایک جگہ ہے جو مکہ جانے والوں کے راستہ میں منزل شقوق کے بعد پڑتی، یہاں بنی اسد کے ثعلبہ نام کے آدمی نے پانی کا استخراج کیا تھا اسی لئے اسے ثعلبیہ کہتے ہیں، معجم البلدان ج ۱ص ۲۹۲،

[2] الامام الحسین ؑ و اصحابہ ج ۱ص ۳۳ ، [3] بعض نے اس شخص کو بکیر بن شعبہ بیان کیا ہے، الامام الحسین ؑ و اصحابہ ص ۱۷۰ ج۱

قتل کر دیئے گئے تھے میں نے خود دیکھا ہے کہ ان کی لاش کو بازار میں گھسیٹا جا رہا ہے۔

پھر ہم اس کے ساتھ امام حسینؑ کی خدمت میں پہونچے اور آپ کی مصاحبت اختیار کرلی یہاں تک کہ رات کے وقت امام حسینؑ منزل ثعلبیہ پر اترے، ہم آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے سلام کیا آپ نے ہمارے سلام کا جواب دیا ہم نے کہا: یرحمک اللہ، ہم ایک خبر بیان کرنا چاہتے ہیں چاہیں تو کھلم کھلا بیان کریں اور نہ خفیہ طور پر عرض کریں،

امام حسینؑ نے ہمیں اور اپنے اصحاب کو دیکھا اور فرمایا: میں اس خبر کو مخفی نہیں رکھوں گا ہم نے عرض کیا کل رات جو سوار ہماری طرف آرہا تھا اسے آپ نے دیکھا تھا فرمایا: ہاں! ہم نے کہا: وہ ہمارے قبیلہ اسد سے تعلق رکھتا ہے، صاحب رائے عقل مند اور سچا آدمی ہے وہ کہہ رہا تھا کہ مسلم ابن عقیلؑ اور ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ ان کے پیروں میں رسی باندھ کر بازار میں گھسیٹا گیا ہے۔

امام حسینؑ نے کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون، رحم اللہ علیھما، کئی بار اس کلمہ کو جاری کیا اس کے بعد ہم نے عرض کیا: آپ کو خدا کی قسم یہیں سے اپنے اہلبیتؑ کے ساتھ واپس لوٹ جائیے کوفہ میں کوئی آپ کا مددگار نہیں ہے ڈر ہے کہ کہیں اہل کوفہ آپ کے خلاف نہ اٹھ کھڑے ہوں،

امام حسینؑ نے عقیلؑ کے بیٹوں کی طرف دیکھا اور معلوم کیا مسلمؑ مارے جا چکے ہیں اب تمہارا کیا مشورہ ہے؟ انہوں نے کہا: خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے یا ان کا انتقام لیں گے یا ہم بھی درجہ شہادت پر فائز ہوں گے

امام حسینؑ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: ان کے بعد دنیوی زندگی میں کوئی بھلائی نہیں ہے جب ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ آپ ضرور جائیں گے تو ہم نے کہا: ہم آپ کے لئے خدا سے عافیت طلب کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: رحمکما اللہ خدا تم دونوں پر رحم کرے،

اس کے بعد امام حسینؑ کے انصار نے عرض کیا خدا کی قسم کوفہ میں آپ کی اور مسلمؑ کی حیثیت میں بہت فرق ہے اگر آپ کوفہ تشریف لے جائیں گے تو لوگ والہانہ طور پر آپ کی طرف آئیں گے امام حسینؑ نے سکوت کیا کچھ نہ فرمایا[1]

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۷۳۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو جو لوگ مال دنیا اور منصب و مقام کی طمع میں آپ کے ساتھ آگئے تھے وہ آپ سے جدا ہو گئے صرف اہلبیت اور چند اصحاب آپ کے ساتھ رہ گئے۔[۱]

بعض نے یہ تحریر کیا ہے کہ امام حسینؑ نے مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سنکر فرمایا: خدا رحم کرے مسلم پر کہ وہ خدا کی رحمت بہشت اور رضوان کی طرف سدھارے انہوں نے بہترین طریقہ سے اپنا فریضہ انجام دیا لیکن ابھی ہماری ذمہ داری باقی ہے۔[۲]

ثعلبیہ کی منزل پر ایک شخص امام حسینؑ کی خدمت میں پہونچا اور آیۃ ﴿ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ﴾[۳] کے سلسلے میں سوال کیا امام حسینؑ نے فرمایا: یعنی وہ امام جو سیدھے راستے کی طرف لوگوں کی ہدایت کرتا ہے اور لوگ بھی اس دعوت کو قبول کرتے ہیں اور جو پیشوا لوگوں کو گمراہی و ضلالت کی طرف بلاتا ہے اور لوگ بھی اس کی دعوت قبول کرتے ہیں پہلا گروہ جنت میں اور دوسرا جہنم میں جائے گا خداوندعالم فرماتا ہے: ﴿ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴾[۴] شوریٰ ۷۔

اسی جگہ ایک کوفی امام حسینؑ کے پاس آیا: آپ نے اس سے فرمایا: خدا کی قسم اگر مدینہ میں تجھ سے ملاقات ہوتی تو میں اپنے گھر میں جبرئیل کے[۵] اثر دکھاتا، اے کوفی سب نے ہم سے علم حاصل کیا ہے اور ہمارے خاندان کے علم سے سیراب ہوئے ہیں کیا وہ جانتے ہیں اور ہم نہیں جانتے؟ یہ ناممکن ہے۔[۶]

ثعلبیہ والوں میں سے بجیر نام کے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ امام حسینؑ ثعلبیہ میں ہمارے پاس سے گذرے تھے اس وقت میں کمسن تھا میرے بھائی نے امام حسینؑ سے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کے ہمراہ

۱۔ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۷۴، ۲۔ الملہوف ص ۳۱،

۳۔ سورۂ اسراء، ۴۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۷۹،

۵۔ جبرئیل کے اثر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جبرئیل کھڑے ہو کر رسولؐ کی خدمت میں باریاب ہونے کے لئے اجازت طلب کرتے تھے وہ جگہ ابھی تک مشہور ہے اور اس کے نزدیک جو در ہے اسے باب جبرئیل کہتے ہیں یا نقش قدم مراد ہیں جیسا کہ مقام ابراہیم ان کے گھر میں تھا، مراۃ العقول ج ۳ ص ۱۷۴، ۶۔ کافی ج ۱ ص ۳۹۸،

بہت کم افراد نظر آتے ہیں آپ نے اپنے تازیانے سے اس تھیلے کی طرف اشارہ کیا جس کو ایک شخص اٹھائے ہوئے تھا یہ اہل کوفہ کے خطوط سے بھرا ہوا ہے۔[1]

ابوہرہ ازدی

یہ کوفہ کے رہنے والے تھے صبح کے وقت منزل "ثعلبیہ" پر امام حسینؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور عرض کیا: فرزند رسولؐ! کس شخص نے آپ کو حرم خدا اور حرم رسولؐ سے نکل کر یہاں پہونچا دیا؟

آپ نے فرمایا: اے ابوہرہ! بنی امیہ نے ہمارے اموال غصب کیے اور ہماری حرمت پامال کی میں صبر کرتا رہا اب وہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں لہذا میں حرم امن خدا سے باہر نکل آیا ہوں، خدا کی قسم یہ ظالم و سرکش گروہ مجھے قتل کرے گا اور خدا انہیں ذلیل کرے گا اور ان کے قتل کے لئے شمشیر براں فراہم کرے گا ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں اس حد تک کچل دے گا کہ یہ قوم سبا سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے کہ ان پر عورت حکومت کرتی ہے اور ان کے جان و مال کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا ہے[2]

بنت مسلمؑ

جناب مسلم بن عقیل کی ۱۳ سالہ بیٹی امام حسینؑ کی بیٹیوں کے ساتھ رہتی تھیں، رات، دن، انہیں کی ہمنشینی میں گذرتے تھے جب امام حسینؑ کو مسلمؑ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ خیمہ کے اندر گئے مسلمؑ کی بیٹی کو آواز دی اور ان کے سر پر محبت و شفقت سے ہاتھ پھیرا، بنت مسلمؑ نے عرض کیا: فرزند رسولؐ آپ میرے ساتھ ایسے لطف و محبت سے پیش آرہے ہیں جیسے یتیموں کے ساتھ کیا جاتا ہے کیا میرے والد شہید ہوگئے ہیں؟

امام حسینؑ نے روتے ہوئے فرمایا: تم غم نہ کرو اگر مسلمؑ نہیں تو میں ہوں میں تمہارا باپ میری بہن

---

[1] سیرہ اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰۵۔ [2] الملہوف ص ۶۹، اثبات الھداۃ ج ۲ ص ۵۸۳۔

تمہاری ماں، میری بیٹیاں تمہاری بہنیں اور میرے بیٹے تمہارے بھائی ہیں، مسلمؑ کی بیٹی دلخراش انداز میں رونے لگی، مسلمؑ کے بیٹوں نے بھی باپ پر گریہ کیا، اس مصیبت پر اہل بیتؑ نے بھی غم منایا، مسلمؑ کی شہادت سے امام حسینؑ بہت پژمردہ ہوئے[1]

نصرانی مسلمان ہوگیا

بعض مقاتل میں مرقوم ہے کہ جب امام حسینؑ ثعلبیہ پہنچے تو ایک نصرانی اپنی ماں کے ساتھ امام حسینؑ کے پاس آیا دونوں نے اسلام قبول کیا اور آپ کے ہمراہ کربلا کی طرف روانہ ہوئے[2]

(۴) زبالہ

امام حسینؑ بدھ کے دن صبح کے وقت منزل ثعلبیہ سے اپنا قافلہ لیکر روانہ ہوئے[3] اور اسی دن منزل زبالہ پر پہونچے، بعض مورخین کا خیال ہے کہ عبداللہ بن یقطر، مسلم بن عقیلؑ اور ہانی ابن عروہ کی شہادت کی خبر آپ کو اسی منزل پر ملی تھی آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ہمیں ایک افسوس ناک اور دلگداز خبر ملی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمؑ بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن یقطر شہید کر دیئے گئے ہیں کوفہ والوں نے ہم سے بے وفائی کی ہے تم میں سے جو واپس جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے اس کے لئے کوئی بے عزتی نہیں ہے کیونکہ وہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر رہا ہے،

امام حسینؑ کے جو بے وفا ساتھی تھے وہ آپ کو چھوڑ کر چلے گئے صرف وہی اشخاص آپ کے ساتھ رہ گئے تھے جو مدینہ سے آپ کے ہمرکاب تھے ان لوگوں کی بھی مختصر تعداد آپ کے ہمراہ رہی جو راستہ میں ملحق ہو گئے تھے امام حسینؑ نے اس لئے یہ کام کیا تھا کہ عرب کا ایک گروہ یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ جس شہر میں جائیں گے وہاں آپ کی

---

[1] الامام الحسینؑ واصحابہ ص ۱۷۱،   [2] الامام الحسین واصحابہ ص ۱۷۰،

[3] زبالہ مکہ کے راستے میں ثعلبیہ اور واقصہ کے درمیان ایک مشہور منزل ہے، مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۶۵۶، الامام الحسین واصحابہ ص ۱۷۲،

حکومت ہوگی، امام حسین علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ اس راہ پر جو بھی چلے وہ اس کی مشکلات سے باخبر ہو کر چلے[1]

جب امام حسینؑ منزل زبالہ پر پہونچے تو وہاں محمد بن اشعث اور عمرو بن سعد کے بھیجے ہوئے قاصد سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کو ایک خط لکھا جس سے مسلمؑ و ہانی کی شہادت کی تصدیق ہوگئی جس سے آپ بہت محزون ہوئے اس وقت آپ کو بہت زیادہ رنج و قلق ہوا جب قاصد نے قیس بن مسہر کی اطلاع دی[2]

عبداللہ بن یقطر

امام حسین علیہ السلام نے ''مسلمؑ کی شہادت کی خبر ملنے سے قبل'' اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر[3] کو مسلمؑ کے پاس بھیجا، انہیں حصین بن نمیر نے گرفتار کر لیا اور عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے گیا اس نے حکم دیا کہ عبداللہ بن یقطر کو دارالامارہ کی چھت پر لے جاؤ تاکہ وہ سب کے سامنے حسینؑ اور ان کے والد کو برا بھلا کہے، عبداللہ بن یقطر دارالامارہ کی چھت پر گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: لوگو! مجھے بنت رسولؐ کے بیٹے حسینؑ نے تمہارے پاس بھیجا ہے ان کی مدد کرنے میں کوتاہی نہ کرو اور ابن مرجانہ ''پر خدا لعنت کرے'' کے خلاف اٹھ کھڑے ہو، عبیداللہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو چلا کر کہا: اسے دارالامارہ کی چھت سے نیچے گرادو، روح قفس عنصری سے پرواز کرنا ہی چاہتی تھی کہ آدمی نے آکر آپ کو قتل کر دیا لوگوں نے اس سے کہا: خدا تجھ سے سمجھے تو نے ایسا کیوں کیا ہے اس نے کہا: میں انہیں آرام پہنچانا چاہتا تھا[4]

---

[1] نفس المہموم ص ۱۸۷، [2] نفس المہموم ص ۱۸۷،

[3] ساوی نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن یقطر کی والدہ نے امام حسینؑ کی پرورش کی ہے لیکن آپ نے انکا دودھ نہیں پیا اسلئے انہیں رضاعی بھائی کہتے ہیں، امام حسین نے اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے علاوہ کسی کا دودھ نہیں پیا،

ہاں رسولؐ کی انگشت مبارک چوسی ہے۔ ''حاشیہ میں کچھ ترمیم کے ساتھ'' ابصار العین ص ۵۲

[4] انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۶۸''

اکثر مورخین کا نظریہ ہے کہ ، امام حسینؑ کے قاصد ، عبداللہ بن یقطر اور قیس بن مسہر صیداوی ، کی شہادت کی خبر آپؑ کو منزل زبالہ پر ملی تھی بعض نے لکھا ہے کہ حر بن یزید ریاحی سے ملاقات کے بعد کسی دوسری منزل پر آپؑ کو شہادت کی خبر ملی تھی ، لیکن صحیح قول منزل زبالہ والا ہی ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ دیگر منازل پر بھی آپؑ کو خبر ملی ہو۔[۱]

(۱۵) القاع :-

۲۲/ ذی الحجہ تھی ، جمعرات کا دن تھا کہ امام حسینؑ منزل القاع پر پہونچے[۲] ، طبری نے ابومخنف سے نقل کیا ہے کہ ان کے کسی عزیز " شاید اس عزیز کا نام عمرو بن لوازن ہے[۳] ، نے امام حسینؑ سے سوال کیا کہاں کا ارادہ ہے ؟

امام حسینؑ نے فرمایا کوفہ کا ،

اس شخص نے امام حسینؑ سے کہا : میں آپ کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ آپ واپس پلٹ جائیے کیونکہ آپ کو تلواروں اور نیزوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا جن لوگوں نے آپ کے پاس خط و قاصد بھیجے ہیں ، وہ اس جنگ کا تاوان اپنے ذمہ لیں اور آپ کے لئے ابتدائی امور کو انجام دیں تو آپ ان کے پاس جائیے کہ یہ ارادہ پسندیدہ ہے اس کے علاوہ کوفہ والوں کے پاس جانا میرے نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے ،

امام حسینؑ نے فرمایا : خدا کے بندے جو بات تم نے بیان کی ہے وہ مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے تمہاری بات صحیح ہے لیکن خدا نے جو مقدر کر دیا ہے اسے کوئی نہیں بدل سکتا[۵] ،

۱۔ الامام الحسین و اصحابہ ص ۱۷۶ ، ابن قتیبہ اور ابن مسکویہ کہتے ہیں : امام حسینؑ نے عبداللہ یقطر کو مسلمؑ کے ساتھ روانہ کیا تھا جب مسلمؑ نے کوفہ والوں کی بے وفائی دیکھی تو عبداللہ بن یقطر کو امام حسینؑ کے پاس بھیج کر حالات سے آگاہ کیا ، حصین ابن نمیر نے انہیں گرفتار کیا اور عبداللہ کے پاس بھیجدیا ، الاصابہ ص ۳۰۰

۲۔ قاع مکہ کے راستے میں ایک منزل ہے جو کہ منزل عقبہ کے بعد واقع ہے وہاں سے منزل زبالہ کے لئے کوچ کیا جاتا ہے ، معجم البلدان ج ۴ ص ۲۹۸

۳۔ الامام الحسین و اصحابہ ص ۱۷۸ ،

۴۔ اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۵۹۵ ، ۵۔ ارباب تواریخ نے اس ملاقات کا ذکر عقبہ کے بعد والی منزل پر کیا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ ہم نے کتاب الامام الحسین و اصحابہ کی عبارت کے لحاظ سے منازل کی ترتیب قرار دی ہے ،

⑯ عقبۃ البطن[۱]

۲۵/ ذی الحجہ بروز جمعہ امام حسین علیہ السلام اس منزل پر پہونچے[۲] ابن عبد ربہ نے امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حسینؑ بن علیؑ، عقبۃ البطن، سے آگے بڑھے تو اپنے اصحاب سے فرمایا مجھے اپنے قتل کے آثار نظر آرہے ہیں،

اصحاب نے عرض کیا: اے ابوعبداللہ! کیا وجہ ہے؟

فرمایا: اس کی وجہ وہ چیز ہے جو میں نے خواب میں دیکھی ہے،

اصحاب نے معلوم کیا: خواب میں کیا دیکھا ہے؟

فرمایا: میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھ پر درندے حملہ کر رہے ہیں اور ان میں ایک چتکبرہ ہے وہ سب سے زیادہ درندہ ہے[۳]

طلحہ بن زید نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا: قسم اس خدا کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بنی امیہ کو حکومت راس نہ آئے گی مگر یہ کہ وہ مجھے قتل کر دیں اور وہ مجھے قتل کریں گے[۴]

⑰ شراف[۵]

۲۶/ ذی الحجہ بروز سنیچر امام حسینؑ منزل شراف پر پہنچے جو لوگ مکہ سے کوفہ آتے تھے وہ منزل عقبہ

---

۱ عقبہ مکہ کے راستے میں واقصہ کے بعد اور قاع سے پہلے ایک منزل ہے جہاں قبیلۂ بنی عکرمہ کے کنویں ہیں، مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹

۲ الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۱۸۰، ۳ کامل الزیارات ص ۷۵،

۴ کامل الزیارات ص ۷۵،

۵ شراف واقصہ اور قرعہ کے درمیان ایک منزل ہے یہ قبیلہ بنی وہب کی طرف منسوب ہے اس منزل پر بہت سے کنویں ہیں جن کا پانی میٹھا اور گوارہ ہے، معجم البلدان ج ۳ ص ۳۳۱،

کے بعد منزل واقصہ پر پہنچتے تھے لیکن چونکہ منزل شراف پر زیادہ سہولتیں فراہم تھیں خصوصاً پانی کی فراوانی تھی لہذا امام حسینؑ نے منزل واقصہ پر جسے واقصۃ الحزن بھی کہتے ہیں، توقف نہ کیا بلکہ منزل شراف پر اترے[1]

ابو مخنف نے عبداللہ بن سلیم اور ایک آدمی نے قبیلۂ بنی اسد سے نقل کیا ہے کہ: امام حسینؑ منزل شراف پر اترے اور سحر کے وقت جوانوں کو حکم دیا کہ یہاں سے زیادہ پانی بھر لو[2] پھر اس منزل سے روانہ ہو گئے اور صبح سے غروب آفتاب تک چلتے ہی رہے[3] اس کے بعد مغیثہ تک جو کہ حجاز کی آخری منزل اور وہاں سے قادسیہ تک، جو کہ عراق کی ابتدائی منزل ہے، سفر جاری رکھا[4]

عبیداللہ بن زیاد کو جب یہ خبر ملی کہ امام حسینؑ کوفہ کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کو جو پولیس کا افسر تھا، قادسیہ بھیجا اس نے قادسیہ سے کچھ فاصلہ سے اور «خفان» و «قطقطانیہ» و «لعلع» تک اور واقصہ سے شام و بصرہ کے راستوں پر پولیس لگا دی تاکہ راستوں پر سخت نظر رکھیں اور ہر آنے جانے والے سے باخبر ہو سکیں،

امام حسینؑ عراق کی سمت بڑھ رہے تھے کہ راستہ میں عرب کے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی ان سے حالات معلوم کئے انہوں نے کہا: ہم نہ شہر میں داخل ہو سکتے ہیں اور نہ نکل سکتے ہیں،

امام حسینؑ اسی راستے پر گامزن رہے کہتے ہیں کہ حصین بن نمیر کو چار ہزار فوجوں کے ساتھ اس علاقہ میں تعینات کیا گیا تھا انہیں میں حر بن یزید ریاحی بھی تھے جو خود بھی ہزار سپاہیوں کے سپہ سالار تھے،

دوسری روایت میں آیا ہے کہ حر بن یزید ریاحی ایک ہزار سواروں کے ساتھ الگ کوفہ سے چلے تھے

---

[1] الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۱۸۱،

[2] منزل شراف سے بعد والی منزل قرعا تک صرف سات میل کا فاصلہ ہے تو پھر امام حسینؑ کے اس حکم کی کیا وجہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ پانی بھر لو، بعد میں رونما ہونے والے واقعات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ نے حر بن یزید ریاحی کے ہزار سواروں کو سیراب کرنے کی غرض سے پانی بھرنے کا حکم دیا، [3] اس منزل سے شراف تک سات فرسخ کا فاصلہ ہے،

[4] قادسیہ سے کوفہ تک خشکی کے راستے سے پندرہ فرسخ کا فاصلہ ہے،

ابومخنف نے ان دونوں اسدی آدمیوں سے روایت کی ہے کہ راستے کے درمیان ظہر کے وقت ناگہاں ایک شخص نے تکبیر کی آواز بلند کی امام حسینؑ نے بھی تکبیر کہی اور فرمایا: تم نے کیوں تکبیر کہی ہے ؟

اس شخص نے کہا: مجھے خرمے کے درخت نظر آرہے ہیں ۔

خاندان اسدی کے ان آدمیوں نے کہا: یہاں خرموں کے درخت نہیں ہیں ،

امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: تمہیں کیا نظر آرہا ہے انہوں نے کہا :

یہ دشمن کے لشکر کا قراول دستہ ہے اور یہ ان کے گھوڑوں کی کنوتیاں ہیں ،

امام حسینؑ نے فرمایا: میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں ، اس کے بعد فرمایا :

کیا یہاں کوئی پناہ گاہ ہے کہ ہم وہاں چلے جائیں ہم پناہ گاہ کو پیچھے اور دشمن سامنے بنا کر ہم ایک ہی طرف سے ان کا مقابلہ کریں ؟

آپ کے اصحاب نے عرض کیا جی ہاں بائیں طرف ایک منزل ہے جسے ذوحسم کہتے ہیں چنانچہ امام حسینؑ راستہ کی بائیں جانب ذوحسم کی طرف روانہ ہو گئے ، دشمن کی فوج بھی اسی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی لیکن امام حسینؑ اور آپ کے ساتھی ان سے پہلے اس منزل پر پہنچ گئے ،

⑱ ذوحسم

۲۷ ر ذی الحجہ بروز اتوار امام حسینؑ اس منزل پر پہنچے اور یہاں خیمہ بپا کرنے کا حکم دیا ظہر کے وقت ہزار سپاہیوں کے ساتھ حر بن یزید ریاحی بھی اس منزل پر پہنچ گئے اور امام حسینؑ کے خیام کے سامنے پڑاؤ ڈالا[۱]

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: انہیں اور ان کے گھوڑوں کو بھی پانی پلاؤ آپ کے اصحاب نے حکم کی تعمیل کی اور دشمن کے لشکر کو مع ان کے گھوڑوں کے سیراب کیا[۲]

---

۱ احمد بن سہل کہتے ہیں کہ یہ ملاقات منزل زبالہ پر ہوئی تھی ، البدء والتاریخ ج ۶ ص ۱۰ ، ۲ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام حسینؑ اس سے قبل منزل شراف میں اپنے جوانوں کو پانی بھر لینے کا حکم دیا تھا

علی بن طعان کہتے ہیں: میں بھی حر بن یزید ریاحی کے ساتھ تھا دیر سے ان کے پاس پہنچا تھا جب امام حسینؑ نے مجھے اور میرے گھوڑے کو پیاس سے نڈھال دیکھا تو فرمایا: " انخ الراویۃ " راویہ ہماری اصطلاح[۱] میں مشک کو کہتے ہیں میں آپ کی بات کو نہ سمجھ سکا، آپؑ نے دوبارہ فرمایا: اونٹ کو بٹھاؤ[۱] میں نے اونٹ کو زمین پر بٹھادیا جس پر پانی کی مشکیں لدی ہوئی تھیں،

امام حسینؑ نے فرمایا: لو پانی پیئو، لیکن پیاس کی شدت سے میرے ہاتھ سے مشک کا دہانہ چھوٹ گیا اور میں پانی نہ پی سکا، آپ نے فرمایا: مشک کا دہانہ صحیح اور سمیٹ کر کر لو لیکن مجھ سے یہ بھی نہ ہو سکا، امام حسینؑ میرے پاس آئے اور مشک کا دہانہ جمع کیا یہاں تک کہ میں اور میرا گھوڑا سیراب ہو گیا[۲]

ظہر کا وقت ہو گیا امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق جعفیؒ سے فرمایا: اذان دو! انہوں نے اذان دی نماز قائم کرنے کے لئے آپ پیراہن زیب تن کئے اور دوش پر رداڈالے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوئے اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میں خدا کے سامنے معذور ہوں میں خود اپنی رائے سے تمہارے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ تم نے مجھے خط لکھکر بلایا ہے تمہارے قاصد میرے پاس آئے اور مجھ سے یہ درخواست کی میں تمہارے پاس آؤں تم نے کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے ہو سکتا ہے خدا آپ کے ذریعہ ہماری اصلاح کردے اب اگر تم اپنے عہد وپیمان پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر چلتا ہوں ورنہ میں یہیں سے واپس لوٹ جاتا ہوں،

۱۔ روایت سے امام حسینؑ کی مراد وہ اونٹ تھا جس پر پانی کی مشک لدی ہوئی تھی، حجازی اونٹ کو شتر کہتے ہیں اور علی بن طعان عراقی تھا اور عراق والے مشک کو راویہ کہتے ہیں اس لئے وہ امامؑ کی مراد نہ سمجھ سکا،

۲۔ یہاں خوارزمی نے کچھ اضافات کئے ہیں مثلاً یہ کہ امام حسینؑ نے ان سے معلوم کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: ہم امیر عبید اللہ بن زیاد کے دوست ہیں، آپ نے فرمایا: تمہارا سپہ سالار کون ہے؟ انہوں نے کہا: حر بن یزید ریاحی آپ نے فرمایا: حر سے پوچھو! وہ ہماری مدد کے لئے آئے ہیں یا جنگ کرنے کے لئے اس نے کہا: ہم آپ کا راستہ روکنے کے لئے آئے ہیں امام حسینؑ نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۱ ص ۲۳۰، ۳ے یہ امامؑ کے صحابی تھے کربلا میں شہادت پائی ہم آئندہ ان کے حالات بیان کریں گے،

یہ لشکر سر جھکا کر غور و فکر کے سکوت میں ڈوب گیا، امام حسینؑ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا، آپ نے حُر سے فرمایا: کیا اپنے ساتھیوں کو تم نماز پڑھاؤ گے؟ حُر نے جواب دیا نہیں، ہم آپ کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے، امام حسینؑ نے نماز ظہر پڑھائی اور اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئے، حر بن یزید بھی اپنے مخصوص خیمہ میں چلا گیا، اس جلتی دھوپ میں ہر سوار اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے اس کے سایہ میں بیٹھا تھا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا امام حسینؑ نے نماز عصر کا اعلان کرایا نماز عصر پڑھنے کے بعد آپ لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! خدا سے ڈرو! پرہیزگار بن جاؤ اور حق کو ان افراد کے اختیار میں قرار دو جو اس کے اہل ہیں، اس طرح خدا کو خوشنود کرو، اس سلسلے میں ہم اہلبیت تمہارے ولی بننے کے ان لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں جو اس کے مدعی ہیں وہ تمہارے ساتھ عدل سے پیش نہیں آتے اور تمہارے حق میں ظلم کرتے ہیں اگر تم ہمارے لئے ایسے حق کے قائل نہیں ہو اور ہماری اطاعت نہیں کرنا چاہتے اور تمہارے خط اور قول میں یکسانیت نہیں ہے تو میں یہیں سے واپس پلٹ جاؤں گا،

حر بن یزید نے کہا: جن خطوط کا آپ نے ذکر کیا ہے مجھے ان کی اطلاع نہیں ہے، امام حسینؑ نے عقبہ بن سمعان[1] سے فرمایا: وہ دو تھیلے اٹھا کر لاؤ جن میں کوفہ والوں کے خط ہیں، عقبہ وہ تھیلے لائے جو خطوط سے پر تھے اور حر کے سامنے رکھ دیئے حر نے کہا: ہم خط لکھنے والوں میں سے نہیں ہیں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ کا مقابلہ کر کے آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس حاضر کریں، امام حسینؑ نے فرمایا: تمہارے لئے موت اس سے بہتر ہے، اس کے بعد اپنے اصحاب سے فرمایا: اٹھو! سوار ہو جاؤ، وہ اور اہلبیتؑ سوار ہو گئے، فرمایا: واپس لوٹ چلو، لیکن واپسی کا ارادہ کیا تو حر اور ان کے سپاہیوں نے راستہ روک لیا،

امام حسینؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے کیا چاہتے ہو،

حر نے کہا: اس وقت اگر آپ کے علاوہ کوئی اور یہ بات کہتا تو میں ہرگز اسے معاف نہ کرتا لیکن خدا

---

[1] سمعان بن عقبہ امام حسینؑ کی زوجہ رباب بنت امرؤ القیس کا غلام تھا، ابصار العین ص ۸۔

کی قسم میں آپ کی ماں کا نام احترام کے ساتھ ہی لے سکتا ہوں [۱]

امام حسینؑ نے پھر فرمایا: کیا چاہتے ہو، حر نے کہا: میں آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا حر نے کہا: خدا کی قسم آپ کو یہاں سے کہیں نہیں جانے دیں گے، امام حسینؑ نے بھی تین مرتبہ یہی بات کہی اور حر نے بھی تین مرتبہ یہی جملہ دہرایا،

حر نے کہا: مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے لیکن یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک آپ سے جدا نہ ہوں جب تک کہ آپ کو کوفہ نہ لے جاؤں اب اگر آپ کوفہ نہیں جانا چاہتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے کہ نہ کوفہ جاتا ہو اور نہ مدینہ تاکہ میں عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھ سکوں اور اگر آپ چاہیں تو یزید کو خط لکھ دیں ممکن ہے یہ قصہ صلح و سلامتی کے ساتھ ختم ہو جائے میرے نزدیک یہ اس سے بہتر ہے کہ میں آپ سے جنگ کروں

امام حسینؑ عذیب و قادسیہ کی بائیں جانب والی راہ پر گامزن تھے جبکہ عذیب وہاں سے اڑتیس ۳۸ میل تھا حر بھی آپ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے [۲]

عتبہ بن ابی العیزار کہتے ہیں: امام حسینؑ ذوحسم پر کھڑے ہوئے خدا کی حمد و ثناء اور رسولؐ پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا:

اِنَّهُ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْاَمْرِ مَاقَدْ تَرَوْنَ وَاَنَّ الدُّنْيا قَدْ تَغَيَّرَتْ وَتَنَكَّرَتْ وَاَدْبَرَ مَعْرُوفُها وَاسْتَمَرَّتْ جِداً فَلَمْ يَبْقَ مِنْها اِلّا صُبابَةٌ كَصُبابَةِ الْاِناءِ وَخَسِيسُ عَيْشٍ كَالْمَرْعَى الْوَبِيلِ، اَلا تَرَوْنَ اَنَّ الْحَقَّ لا يُعْمَلُ بِهِ وَاَنَّ الْباطِلَ لا يُتَناهى عَنْهُ، لِيَرْغَبَ الْمُؤْمِنُ فِي لِقاءِ اللهِ مُحِقّاً فَاِنِّي لا اَرَى الْمَوْتَ اِلّا شَهادَةً وَلا الْحَياةَ مَعَ الظّالِمِينَ اِلّا بَرَماً [۳]

---

[۱] حر بن یزید امام حسینؑ کے جواب میں بے ادبی کر سکتے تھے اور اہانت کر سکتے تھے لیکن انہوں نے ادب کا دامن نہ چھوڑا اور امامؑ کے خدائی منصب نے انہیں اہانت سے باز رکھا شاید اسی پاس و ادب کی وجہ سے انہیں ہدایت و نجات ملی، مقتل حسین خوارزمی ۱/۲۳۳،

[۲] تاریخ طبری ۵/۴۰۰، [۳] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۳،

جو کچھ پیش آیا وہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو دنیا بدل چکی ہے، نیکی نے پشت پھیر لی کوئی اچھائی باقی نہیں بچی مگر اس کی تلچھٹ جیسا کہ ظرف میں تھوڑا سا پانی باقی بچتا ہے جسے پھینک دیا جاتا ہے، زندگی ناگوار چراگاہ کی مانند پست ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ لوگ حق پر عمل نہیں کرتے اور باطل سے پرہیز نہیں کرتے ہیں ایسے میں مومن کو خدا سے ملاقات کا مشتاق ہونا ہی چاہیئے میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندہ رہنے کو ننگ و عار سمجھتا ہوں،

اس فصیح خطبہ کے بعد زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور انصار کی طرف رخ کر کے کہا: تم کچھ بیان کرو گے یا میں بیان کروں متفقہ طور پر سب نے کہا: آپ ہی بیان کیجئے،

زہیر نے خدا کی حمد و ثناء کے بعد امام حسینؑ سے عرض کیا: ہم نے آپ کا فصیح و بلند کلام سنا: فرزند رسولؐ خدا کی قسم اگر ہم اس دنیا میں ہمیشہ زندہ رہ سکتے اور دنیا و ما فیھا ہمارے اختیار میں ہوتا تو بھی ہم آپ کی رکاب میں رہ کر شمشیر زنی والی راہ کو اختیار کرتے[1]

حر بن یزید ریاحی مسلسل امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے جہاں بھی موقعہ ملتا حر امام حسینؑ سے کہتے: خدا کے لیۓ اپنی جان کی حفاظت کیجئے مجھے یقین ہے اگر آپؑ جنگ کریں گے تو قتل ہو جائیں گے

آپؑ نے فرمایا: تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ اگر وہ مجھے قتل کر دیں گے تو کیا تم موت سے بچ جاؤ گے؟ میں تم سے وہی بات کہتا ہوں جو کہ قبیلہ اوس کے ایک آدمی نے رسولؐ اللہ کی مدد کرتے وقت اپنے چچازاد بھائی سے کہی تھی،

سَأَمْضِي وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَى الْفَتَىٰ	إِذَا مَا نَوَىٰ حَقًّا وَجَاهَدَ مُسْلِمًا
وَوَاسَى الرِّجَالَ الصَّالِحِينَ بِنَفْسِهِ	وَفَارَقَ مَثْبُوراً وَخَالَفَ مُجْرِمًا
فَإِنْ عِشْتُ لَمْ أَنْدَمْ وَإِنْ مِتُّ لَمْ أُلَمْ	كَفَىٰ بِكَ ذُلًّا أَنْ تَعِيشَ وَتُرْغَمَا[2]

---

[1] ابصار العین حالات زہیر ص۹۶، [2] میں جاتا ہوں اور موت جوان کے لئے ننگ و عار نہیں ہے لیکن جب اس کی نیت حق ہو اور مخلصانہ جنگ کرے اور نیک لوگوں کی روح کی مدد کرتی ہے اور مرجاتے ہیں تو لوگ ان کا غم مناتے ہیں اور نابکار عناد کی وجہ سے شاد ہوتے ہیں پھر اگر میں زندہ رہا تو پشیمان نہیں ہونگا اور اگر مر گیا تو مجھ پر ملامت نہیں کی جائے گی اگر تم زندہ ہے تو ذلت و ناکامی تمہارا مقدر بنے گی،

جب حر نے امام حسینؑ کی زبان سے یہ اشعار سنے تو آپ سے فاصلہ اختیار کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ امام حسینؑ کے راستے سے الگ راستہ اختیار کیا۔[۱]

⑲ بیضہ[۲]

اس منزل پر امام حسینؑ نے حر بن یزید کے ساتھیوں کو مخاطب کیا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ رَسُولَ اللهِ قَالَ: مَنْ رَأَى سُلْطَاناً جَائِراً مُسْتَحِلاً لِحُرَامِ اللهِ نَاكِثاً عَهْدَهُ مُخَالِفاً لِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ يَعْمَلُ فِي عِبَادِ اللهِ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ، كَانَ حَقّاً عَلَى اللهِ أَنْ يُدْخِلَهُ مُدْخَلَهُ. أَلَا وَإِنَّ هٰؤُلَاءِ قَدْ لَزِمُوا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكُوا طَاعَةَ الرَّحْمٰنِ وَأَظْهَرُوا الْفَسَادَ وَعَطَّلُوا الْحُدُودَ وَاسْتَأْثَرُوا بِالْفَيْءِ، وَأَحَلُّوا حَرَامَ اللهِ وَحَرَّمُوا حَلَالَهُ وَأَنَا أَحَقُّ مِمَّنْ غَيَّرَ، وَقَدْ أَتَتْنِي كُتُبُكُمْ وَقَدِمَتْ عَلَيَّ رُسُلُكُمْ بِبَيْعَتِكُمْ أَنَّكُمْ لَا تُسْلِمُونِي وَلَا تَخْذُلُونِي، فَإِنْ أَتْمَمْتُمْ عَلَيَّ بَيْعَتَكُمْ تُصِيبُوا رُشْدَكُمْ. فَأَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ نَفْسِي مَعَ أَنْفُسِكُمْ وَأَهْلِي مَعَ أَهْلِيكُمْ وَلَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ، وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَنَقَضْتُمْ عَهْدَكُمْ وَخَلَعْتُمْ بَيْعَتِي مِنْ أَعْنَاقِكُمْ فَلَعَمْرِي مَا هِيَ لَكُمْ بِنُكْرٍ لَقَدْ فَعَلْتُمُوهَا بِأَبِي وَأَخِي وَابْنِ عَمِّي مُسْلِمٍ. فَالْمَغْرُورُ مَنِ اغْتَرَّ بِكُمْ فَحَظَّكُمْ أَخْطَأْتُمْ وَنَصِيبَكُمْ ضَيَّعْتُمْ وَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَسَيُغْنِي اللهُ عَنْكُمْ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ[۳]

لوگو! رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ظالم بادشاہ کو خدا کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے خدا کے عہد کو توڑتے، سنت رسولؐ کی مخالفت کرتے اور خدا کے

۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۸، ۲۔ بیضہ واقصہ اور عذیب کے درمیان چشمہ ہے، مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۲۴۴،

۳۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۸۴،

بندوں پر ظلم روا رکھتے ہوئے دیکھے اور قول و فعل سے اس کی مخالفت نہ کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے بنی امیہ نے شیطان کے حکم کے تحت خدا کی اطاعت سے روگردانی کر لی ہے فساد پھیلا رہے ہیں خدا کی حدود کا کوئی پاس و لحاظ نہیں کرتے بیت المال کو خود سے مخصوص کر لیا ہے خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھ لیا ہے انہیں ان بدکاریوں سے روکنے کا میں خود کو مستحق سمجھتا ہوں،

تم نے میرے پاس قاصد اور خطوط بھیجے اور یہ کہلوایا کہ ہم نے آپ کی بیعت کر لی اور ہم اس انقلاب میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے اب اگر تم اپنے عہد و پیمان پر ثابت و قائم ہو تو یہی صحیح راستہ ہے ،، تو میں علیؑ و فاطمہؑ کا لخت جگر حسینؑ تمہارے اور میرا خاندان تمہارے خاندان کے ساتھ ہے میں تمہاری پیشوائی کو قبول کرتا ہوں اگر تم کو اس کی نیاز نہیں ہے اور اپنے عہد پر ثابت و قائم نہیں ہو اور اپنے کئے ہوئے عہد کو توڑ رہے ہو، میری بیعت سے پھر رہے ہو تو قسم اپنی جان کی یہ تم سے بعید نہیں ہے کیونکہ تم نے میرے والد، میرے بھائی اور میرے چچازاد بھائی مسلمؑ سے بھی یہی سلوک کیا ہے، جو تمہارے فریب میں آئے وہ ناتجربہ کار ہے تم نے اپنے نصیب سے پشت پھیر لی اور اپنے فائدہ سے دست کش ہو گئے جو شخص پیمان شکنی کرتا ہے اسے پیمان شکنوں ہی کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے خدائے متعال عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(۳۰) رہیمہ[۱]

رہیمہ پر اہل کوفہ میں سے ابوہرم امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا: فرزند رسولؐ کیا سبب ہے کہ آپؑ اپنے جدؐ کے حرم سے باہر آئے،

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوہرم! بنی امیہ نے میری بے حرمتی کی میں نے صبر کیا میرا مال غصب

---

[۱] رہیمہ ایک چشمہ ہے جو خفیہ سے تین میل کے فاصلہ پر کوفہ سے نزدیک شام کے سرا پر واقع ہے، معجم البلدان ۳ ر ۱۰۹،

کرلیا میں نے برداشت کیا اب وہ میرا خون بہانا چاہتے ہیں لہذا میں امن حرم خدا سے نکل آیا ہوں خدا کی قسم وہ مجھے قتل کریں گے اور جب وہ ایسا کر گزریں گے تو خدا انہیں ذلت کا لباس پہنادے گا اور شمشیر براں ان کے لیے مہیا کرے گا اور ان پر ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل و رسوا کرے گا ،

(۲۱) عذیب الھجانات[۱]

۲۸ ذی الحجہ بروز بدھ امام حسینؑ اس منزل پر پہونچے کہ ناگہاں چار سوار نافع بن ہلال، مجمع بن عبداللہ عمرو بن خالد اور طرماح آئے ، طرماح بن عدی ان کے راہنما تھے جب یہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حر نے ان سے مخاطب ہوکر کہا: یہ لوگ کوفہ سے آئے ہیں میں انہیں گرفتار کر کے کوفہ واپس بھیج دوں گا ،

امام حسینؑ نے فرمایا: میں تمہیں اس کام کی اجازت نہیں دوں گا جس طرح تمہاری اذیت سے میں خود کی حفاظت کروں گا اسی طرح ان کی بھی حفاظت کروں گا کیونکہ یہ میرے مددگار ہیں بالکل ایسے ہی ہیں جیسے میرے وہ اصحاب ہیں جو مدینہ سے میرے ساتھ آئے ہیں اگر تم اپنے اس عہد کے پابند ہو جو مجھ سے کیا ہے تو انہیں چھوڑ دو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ ، حر نے ان سے چشم پوشی کرلی ،

امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: مجھے کوفہ کے حالات بتاؤ مجمع نے کہا: کوفہ کے شرفاء کو بڑی رشوت دی گئی ہے اور ان کی طمع کو مال سے پر کردیا گیا ہے کہ ان کے دل بنی امیہ کے لیے نرم ہو جائیں ، چنانچہ ظاہر میں وہ آپ کے دشمن ہیں ویسے وہ آپ کے ساتھ ہیں لیکن کل آپ کے مقابلہ میں وہ تلوار کھینچ کر آئیں گے ،

اس کے بعد امام حسینؑ نے اپنے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کے بارے میں سوال کیا انہوں نے کہا: صیداوی کو حصین بن نمیر نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا اس نے قیس سے کہا: کہ وہ آپ کے والد کو منبر سے برا بھلا کہیں لیکن قیس نے منبر سے آپ پر اور آپ کے والد پر درود بھیجا اور ابن زیاد اور اسکے

۱۔ عذیب ایک وادی ہے جو بنی تمیم کی طرف منسوب ہے یہ قادسیہ سے چھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے ، مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۹۲۵ ،

۲۔ الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۱۸۵ ،

باپ پر لعنت کی اور لوگوں کو آپ کی مدد کرنے کی دعوت دی ہے اور انہیں آپ کے آنے کی خبر دی ہے ابن زیاد کے حکم سے انہیں دار الامارہ سے گرا کر شہید کر دیا گیا،

یہ سنکر امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلاً ﴾ [1] اور فرمایا: اے اللہ! جنت کو ہمارا اور ہمارے شیعوں کا ٹھکانہ قرار دے، انہیں اور ہمیں اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ مرحمت فرما۔[2]

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا: تم میں سے کوئی اس راہ کے علاوہ دوسری راہ سے واقف ہے؟ طرماح نے عرض کیا: ہاں فرزند رسولؐ میں راہ سے واقف ہوں،

امام حسینؑ نے فرمایا: چلو آگے آگے چلو، طرماح امام حسینؑ کے آگے اور امام حسینؑ ان کے پیچھے پیچھے چلے اور طرماح نے درج ذیل رجز پڑھنا شروع کیا،

يا ناقتي لا تذعري مِنْ زَجْرِي	وَامْضِي بِنا قَبْلَ طُلُوعِ الفَجْرِ
بِخَيْرِ فِتْيانٍ وَخَيْرِ سَفْرِ	آلِ رَسُولِ اللهِ آلِ الفَخْرِ
السّادَةِ البِيضِ الوجوهِ الزُّهْرِ	الطّاعِنِينَ بِالرِّماحِ السُّمْرِ
الضّارِبِينَ بِالسُّيُوفِ البُتْرِ	حَتّى تَحَلّى بِكَرِيمِ الفَخْرِ
الماجِدِ الجَدِّ رَحِيبِ الصَّدْرِ	أَثابَهُ اللهُ لِخَيْرِ أَمْرِ

عَمَّرَهُ اللهُ بَقاءَ الدَّهْرِ

يا مالِكَ النَّفْعِ مَعاً وَالضُّرِّ	أَيِّدْ حُسَيْناً سَيِّدِي بِالنَّصْرِ
عَلَى الطُّغاةِ مِنْ بَقايا الكُفْرِ	عَلَى اللَّعِينَيْنِ سَلِيلَيْ صَخْرِ
يَزِيدَ لا زالَ حَلِيفَ الخَمْرِ	وَابْنِ زِيادٍ عُهُرِ بْنِ العُهُرِ [3]

---

[1] سورہ احزاب ۲۳، [2] کامل ابن اثیر ۴ر ۴۹، [3] اے میرے اونٹ تو خوف نہ کھا صبح ہونے سے قبل ہمیں پہنچا دے میرے ساتھی بہترین سوار اور نیک مسافر ہیں رسولؐ کا خاندان، فخر و مباہات والا ہے وہ نورانی چہرہ والے اور درخشاں پیشانی والے سردار ہیں وہ گندم گوں نیزہ والے ہیں تیغ براں چلانے والے ہیں یہاں تک کہ تو با فضیلت جوان مرد کے پاس اترے عظیم و فراخ دل بزرگ خدا انہیں بہترین جزا عطا کرے کہ جب تک زمانہ باقی ہے خدا انہیں زندہ و سلامت رکھے اے اللہ نفع و ضرر تیرے اختیار میں ہے میرے سالار امام حسینؑ کو گمراہوں اور کفر کے پسماندہ لوگوں پر

طرماح نے عرض کیا: آپ کے انصار کی تعداد بہت کم ہے، حر ہی کا لشکر جنگ میں آپ پر غالب آجائے گا، میں نے کوفہ سے روانہ ہونے سے ایک روز قبل شہر سے باہر بہت سے لوگوں کو دیکھا میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ یہ ایک لشکر ہے جو حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے اپنے ہتھیاروں پر سان رکھ رہا ہے اس سے قبل میں نے اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا تھا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے ان سے بچیں اور اگر ایسی جگہ رہنا چاہتے ہیں جو کہ آپ کے لئے محاذ قرار پائے اور وہاں آپ محفوظ رہ سکیں تو کچھ غور و فکر کیجئے تاکہ کوئی حل نکل آئے آپ میرے ساتھ چلئے تاکہ آپ کو کوہ آجا[1] پرلے چلوں خدا کی قسم یہ پہاڑ ہمارا محاذ تھا اور ہے ہم یہاں غسان، حمیر اور نعمان بن منذر کے بادشاہوں سے محفوظ رہتے تھے خدا کی قسم ہم کبھی تسلیم نہیں ہوئے ہیں اور کبھی یہ ذلت نہیں خریدی، کوہ آجا میں مقیم قبیلہ طی اور سلمیٰ کے پاس قاصد بھیجئے دس دن کے اندر اندر قبیلہ طی سوار و پیدل آپ کے پاس آئے گا اور جب تک آپ چاہیں گے ہمارے پاس رہے گا اور اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آجائے تو میں آپ سے معاہدہ کرتا ہوں قبیلۂ طائی کے دس ہزار آدمی آپ کی طرف سے جنگ کریں گے اور جب تک زندہ رہیں گے اس وقت تک آپ کے کسی آدمی کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا تمہیں اور تمہارے قبیلہ کو جزائے خیر عطا کرے، ہم اور اس گروہ یعنی حر کی فوج نے صلح کرلی ہے میں اس سے نہیں پھر سکتا اور یہ بھی معلوم نہیں ہے ہمارا اور ان کا کیا ہوگا[2]

طرماح بن عدی کہتے ہیں: میں نے امام حسینؑ کو وداع کرتے ہوئے عرض کی: خدا آپ کو جن و انس کے شر سے محفوظ رکھے، میں اہل و عیال کے لئے کوفہ سے کھانے پینے کا سامان لایا ہوں اور ان کا روٹی کپڑا میرے پاس ہے میں ان کا یہ سامان پہونچا کر آپ کے پاس آتا ہوں اگر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا تو ضرور آپ کی مدد کروں گا۔

← کامیابی عطا کر، یہ یزید مستقل شراب پیتا ہے ایسے ہی ابن زیاد نابکار ابن نابکار ہے بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۰،

[1] ایک پہاڑ کا نام ہے، کہ جہاں قبیلہ طی زندگی بسر کرتا تھا اور یہ منزل فید کے مغرب میں واقع ہے، مراصد الاطلاع ۱/۲۰،

[2] کامل ابن اثیر ۳/۵۰،

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا تمہاری مغفرت کرے اگر ہماری مدد کا ارادہ ہے تو جلدی کرو ، طرماح کہتے ہیں: میں سمجھ گیا کہ آپ کو میری مدد کی ضرورت ہے میں اپنے اہل وعیال کے پاس گیا اور انہیں وصیت کی اور واپسی کے لئے بہت جلدی کی میرے اہل وعیال اس جلدی کی وجہ معلوم کرنے لگے میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور بنی ثعل کے راستے سے واپس لوٹا یہاں تک عذیب الہجانات تک پہونچ گیا یہاں سماعہ بن بدر سے ملاقات کی اس نے مجھے امام حسینؑ کے شہید ہونے کی خبر دی تو میں واپس لوٹ آیا[1]

(۲۲) قطقطانیہ[2]

امام حسین علیہ السلام عذیب الہجانات ۔ سے روانہ ہوئے حر بن یزید ریاحی بھی آپ کے ساتھ ہیں ۲۹/ ذی الحجہ بروز منگل آپ قطقطانیہ پر پہونچے شیخ صدوق کی امالی میں مرقوم ہے کہ امام حسینؑ نے اس منزل پر عبیداللہ بن حر جعفی سے ملاقات کی لیکن بقول مشہور یہ ملاقات ۔ قصر بنی مقاتل ۔ پر ہوئی تھی اس کی تفصیل آئندہ بیان ہوگی[3]

(۲۳) قصر بنی مقاتل[4]

۲۹/ ذی الحجہ بروز بدھ ۶۰ھ کو امام حسینؑ اس منزل پر وارد ہوئے[5] اس منزل پہ امام حسینؑ نے ایک خیمہ دیکھا جس کے کنارے ایک گھوڑا کھڑا ہوا تھا، پوچھا: یہ خیمہ کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا: عبیداللہ بن حر جعفی کا ہے[6]

۱۔ نفس المہموم ص ۱۹۵، اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ طرماح امام حسینؑ کی شہادت کے وقت کربلا میں نہیں تھے ، ۲۔ قطقطانیہ کوفے نزدیک ایک جگہ ہے یہاں سے رہیمہ تک تقریباً ۲۰ کلومیٹر کا فاصلہ ہے ، معجم البلدان ۴/ ۳۷۴ ، ۳۔ الامام الحسینؑ واصحابہ ص ۱۸۶ ، ۴۔ یہ قصر مقاتل بن حسان بن ثعلبہ کی طرف منسوب ہے یہ جگہ عین التمر اور قطقطانیہ کے درمیان ہے ، عیسیٰ بن عبداللہ نے اسے مسمار کرکے دوبارہ تعمیر کیا معجم البلدان ۴/ ۳۶۴

۵۔ الامام الحسینؑ واصحابہ ص ۱۸۷ ، ۶۔ عبیداللہ بن حر جعفی پہلے عثمان کے چاہنے والوں میں سے تھے جنگ صفین میں معاویہ کی فوج میں شامل تھے حضرت امیرالمومنینؑ کی شہادت کے بعد کوفہ میں مقیم ہو گئے تھے ، وسیلۃ الدارین ص ۷۷ ،

امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق جعفی کو ان کے پاس بھیجا، عبیداللہ بن حر جعفی نے حجاج بن مسروق سے پوچھا: کیا پیغام لائے ہو؟ حجاج بن مسروق نے کہا: اگر تم قبول کرو تو میں ہدیہ و کرامت لیکر آیا ہوں یہ حسینؑ ہیں تمہیں اپنی مدد کے لئے بلاتے ہیں اگر تم ان کی مدد کرو گے تو اجر پاؤ گے اور اگر مارے گئے تو شہادت نصیب ہوگی،

عبیداللہ بن حر نے کہا: خدا کی قسم جب میں کوفہ سے چلا تھا تو اس وقت میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا تھا امام حسینؑ سے جنگ کے ارادہ سے باہر نکل رہے ہیں ان کے شیعوں کو کچل دیا گیا ہے اس سے مجھے یقین ہوگیا کہ وہ مارے جائیں گے اور چونکہ میں ان کی مدد سے قاصر ہوں لہذا نہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں اور نہ وہ مجھ سے ملاقات کریں،

حجاج بن مسروق امام حسینؑ کی خدمت میں واپس لوٹ آئے اور آپ کے سامنے عبیداللہ بن حر جعفی کا جواب نقل کیا آپؑ اٹھے اور ایک جماعت کے ساتھ عبیداللہ کے خیمہ کی طرف روانہ ہوئے جب اس کے پاس پہونچے تو اس نے آپؑ کو سرہانے جگہ دی، عبیداللہ بن حر کہتا ہے کہ میں نے امام حسینؑ جیسا کسی کو نہیں دیکھا جب آپ میرے خیمہ کی طرف آرہے تھے تو اتنے حسین لگ رہے تھے کہ میں نے کسی کو اتنا حسین و جمیل نہیں دیکھا تھا میرے دل پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ آج تک کسی کیلئے میرے دل پر ایسی رقت طاری نہیں ہوئی جب میں نے امام حسینؑ کو راستہ چلتے دیکھا تو جوان لڑکے آپ کے چاروں طرف ایسے حلقہ کئے ہوئے چل رہے تھے جیسے شمع کے گرد پروانے، میں نے آپ کی داڑھی پر نظر کی تو بالکل کالی تھی عرض کیا آپ کے بال ہی اتنے کالے ہیں یا خضاب کا اثر ہے؟

فرمایا: اے حر کے بیٹے میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں میں سمجھ گیا کہ خضاب کئے ہوئے ہیں،

امام حسین علیہ السلام عبیداللہ کے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

اے حر کے بیٹے! تمہارے شہر والوں نے مجھے اس مضمون کے خط لکھے ہیں کہ وہ میری مدد کریں گے نیز مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں ان کے پاس آؤں، لیکن انہوں نے جو وعدہ کیا تھا وہ اس سے پھر گئے ہیں اور تم بہت گناہگار ہو کیا توبہ کے ذریعہ ان بداعمالیوں کو دھونا نہیں چاہتے،؟

عبیداللہ نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ اتنے گناہوں کا کیسے مداویٰ ہوسکتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اپنے رسولؐ کے نواسے کی مدد کرو، عبیداللہ نے کہا: خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ جو آپؑ کی پیروی کرے گا وہ روزِ قیامت کامیاب ہوگا لیکن میری مدد آپؑ کو دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے نہیں بچا سکتی کوفہ میں کوئی بھی آپ کا مددگار نہیں ہے میں آپؑ کی مدد نہیں کروں گا کیوں کہ میرا نفس مرنے پر راضی نہیں ہے[۱] لیکن میرا گھوڑا، جسے ملحقہ کہتے ہیں، آپ کو دے رہا ہوں خدا کی قسم اس گھوڑے کے ساتھ میں نے جو چیز حاصل کرنا چاہی وہ دستیاب ہوئی اور مقابلہ میں سب پر سبقت لے گیا ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اگر تم خود ہماری مدد نہیں کرسکتے تو ہمیں تمہارے گھوڑے کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے گمراہوں کی مدد کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ یہاں سے اتنے دور چلے جاؤ کہ جہاں سے ہماری فریاد نہ سن سکو اور ہماری جنگ نہ دیکھ سکو خدا کی قسم اگر کوئی ہماری آواز سنے اور ہماری مدد نہ کرے تو خدا اسے آگ میں ڈال دے گا۔[۲]

عمرو بن قیس

عمرو بن قیس مشرقی کہتے ہیں کہ میں اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ قصرِ بنی مقاتل میں تھے میں نے آپؑ کو سلام کیا میرے چچازاد بھائی نے امام حسینؑ سے عرض کی مجھے آپ کی داڑھی بہت کالی نظر آرہی ہے یہ سیاہی خود آپ کے بالوں کا رنگ ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: خضاب ہے ہم بنی ہاشم کے بال جلد سفید ہوتے ہیں پھر دریافت کیا کیا تم

---

[۱] اس شخص کے جواب کا زہیر بن قین کے جواب سے، کہ دونوں نے اثناءِ سفر میں امام حسینؑ سے ملاقات کی، موازنہ کیجئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کامیابی اور شہادت کا درجہ حاصل کرنا خود انسان کے اختیار میں ہے، عبیداللہ کہتا ہے میں جانتا ہوں کہ آپ کی نصرت سے مجھے سرفرازی حاصل ہوگی لیکن میرا نفس مرنے پر راضی نہیں ہے درآنحالیکہ خوارزمی کی تحریر کے مطابق زہیر کہتے ہیں اگر میں آپ کے ساتھ راہِ خدا میں مارا جاؤں تو بھی قتل ہونے کو پسند کروں گا، مقتل الحسینؑ خوارزمی ص ۲۲۶ ج ۱،

[۲] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۸۹،

ہماری مدد کروگے؟ میں نے عرض کیا: میں بال بچوں دار ہوں لوگوں کا بہت سا مال میرے پاس ہے اور میں نہیں جانتا کہ نتیجہ کیا ہوگا اور مجھے یہ بھی پسند نہیں ہے کہ لوگوں کی امانتیں برباد ہوں، میرے چچازاد بھائی نے بھی یہی جواب دیا،

امام حسینؑ نے فرمایا: تم یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ جو بھی ہماری فریاد سنے گا یا ہمیں دیکھے گا اور ہماری آواز پر لبیک نہیں کہے گا اور مدد نہیں کرے گا خدا اسے منھ کے بل جہنم میں ڈال دے گا[1]

(۴۴) نینوا[2]

عقبہ بن سمعان کہتے ہیں: رات کے آخری حصہ میں امام حسینؑ نے حکم دیا کہ قصر بنی مقاتل سے پانی بھر کر کوچ کرو جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور گھنٹے بھر کا سفر طے کر لیا تھا امام حسینؑ سواری ہی پر سو گئے تھے تھوڑی دیر بعد انا للہ و انا الیہ راجعون و الحمد للہ رب العالمین کہتے ہوئے بیدار ہوئے اور دو یا تین بار اسی جملہ کی تکرار کی،

علی بن الحسینؑ نے والد کو مخاطب کر کے عرض کی: بابا جان! میں آپ پر قربان جاؤں آپ نے خدا کی حمد کی اور آیہ استرجاع پڑھی اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا: بیٹا اثنائے سفر میں مجھے نیند آگئی تھی[3] میں نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہے اور کہہ رہا ہے یہ لوگ موت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور موت انکی طرف بڑھ رہی ہے میں سمجھ گیا کہ یہ ہمیں ہماری موت کی خبر دے رہا ہے۔

علی ابن الحسینؑ نے کہا: بابا جان! خدا آپ سے ہر قسم کی مصیبت کو دور رکھے کیا ہم حق پر نہیں ہیں امامؑ نے فرمایا: قسم اس ذات کی کہ جسکی طرف سب کو لوٹ کے جانا ہے ہم حق پر ہیں علی بن الحسین نے عرض کی اگر ہم حق پر ہیں تو موت کی پروا نہیں ہے،

---

[1] ثواب الاعمال وعقاب الاعمال ص ۳۰۸،

[2] نینوا کوفہ کے نزدیک ایک علاقہ ہے اسی کا حصہ کربلا ہے جہاں حسینؑ شہید کئے گئے ہیں، معجم البلدان ج ۵ ص ۳۳۹،

[3] خوارزمی نے اسی خواب کے بارے میں کہا ہے کہ یہ منزل ثعلبیہ میں دیکھا تھا، مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۱ ص ۲۲۶،

آپ نے فرمایا: خدا تمہیں ایسی ہی جزائے خیر عطا کرے جیسی کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو جزائے خیر دیتا ہے[۱]

جب پو پھٹی تو امام حسینؑ گھوڑے سے اترے اور نماز صبح ادا کر کے جلدی سے سوار ہو گئے اور اصحاب و انصار کے ساتھ روانہ ہوئے، حر چاہتے تھے کہ آپ کو کوفہ کی طرف لے جائے لیکن امام حسینؑ نے شدید طور پر مخالفت کی یہاں تک کے چاشت کے وقت نینوا کی سرزمین پر پہونچے اچانک دور ایک مسلح سوار دکھائی دیا وہ کوفہ سے آرہا تھا سب کھڑے ہو کر اسے دیکھنے لگے اس نے قریب آکر حر اور ان کے ساتھیوں کو سلام کیا امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کی طرف ملتفت نہ ہوا اس کے بعد اس نے حر کو ایک خط دیا جو کہ عبید اللہ بن زیاد نے لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا: جب میرا خط تمہیں ملے اور میرا قاصد تمہارے پاس پہونچے تو حسینؑ کے سارے راستے بند کر دینا اور ایسی جگہ اترنے پر مجبور کر دینا جہاں پانی اور محاذ نہ ہو میں نے قاصد سے کہدیا ہے کہ وہ تم سے جدا نہ ہو یہاں تک میرے پاس یہ خبر لائے کہ تم نے میرے فرمان کی اطاعت کی ہے۔ والسلام[۲]

ابن نما نے جابر بن عبد اللہ بن سمعان سے نقل کیا ہے کہ جب ہم نینوا پہنچے تو قبیلۂ کندہ کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن بشیر تھا آیا۔ حر کیلئے عبید اللہ بن زیاد کا خط لایا[۳] اس خط لانے والے کو ابوالشعثاء کندی نے دیکھا اور کہا: یہ تو کوئی جانا پہچانا لگتا ہے، کہا: تم مالک بن نسیر تو نہیں ہو؟ اس نے کہا: ہاں وہ تو دھی قبیلۂ کندہ سے تھا،

ابوالشعثاء نے کہا: تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے کیا لایا ہے؟ اس نے کہا: کیا لایا ہوں اپنے امام کا فرمان پہنچایا ہے اور اپنی بیعت کا پاس کیا ہے، ابوالشعثاء نے کہا: تم نے اپنے پروردگار کا عصیان کیا ہے تم نے اپنے امام کی پیروی اس خبر میں کی ہے جو تمہاری ہلاکت کا باعث ہے تم نے ذلت و دوزخ کو خریدا ہے

---

[۱] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۸

[۲] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۱

[۳] مثیر الاحزان میں اس شخص کا نام مالک بن بشیر رقم ہے لیکن نفس المہموم کی عبارت میں، جیسا کہ گذرا کندہ بیان ہوگا، مالک بن نسیر ہے۔

تمہارا امام بہت برا امام ہے خدائے عزوجل کا ارشاد ہے ﴿وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنْصَرُونَ﴾ تمہارا امام انہیں میں سے ہے۔[۱]

حر امام حسینؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور آپ کو وہ خط سنایا آپ نے فرمایا: ہمیں نینوا یا غاضریہ یا شفیۃ[۲] میں اترنے دو،

حر نے کہا: یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ عبیداللہ نے اس خط میں لکھا ہے کہ اس نے میری نگرانی کے لیے جاسوس معین کیے ہیں، زہیر نے کہا: فرزند رسولؐ اس کے بعد حالات اور زیادہ سخت ہو جائیں گے لہٰذا ان لوگوں سے اس وقت جنگ کرنا آسان ہے قسم اپنی جان کی بعد میں اتنی فوج آ جائے گی کہ جس سے جنگ کی ہم میں طاقت نہیں ہے،

امام حسینؑ نے فرمایا: میں اس گروہ سے جنگ میں پہل نہیں کروں گا۔[۳]

زہیر نے عرض کیا یہاں قریب میں فرات کے نزدیک ایک قریہ ہے وہاں مورچہ لینے کے لیے ٹیلہ بھی ہے اور اس کے تین طرف فرات ہے،

امام حسینؑ نے فرمایا: اس قریہ کا کیا نام ہے؟ عرض کیا: اسے عقر کہتے ہیں، امامؑ نے فرمایا: میں عقر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔[۴] اسکے بعد آپ نے حر کو مخاطب کر کے فرمایا: ہمیں کچھ آگے بڑھنا چاہیے چنانچہ آپ نے حر اور ہمراہیوں کے ساتھ کچھ راستہ طے کیا یہاں تک سرزمین کربلا پر پہنچے۔[۵]

۱۔ سورہ قصص ۴۱، نفس المہموم ص ۱۲۳، ۲۔ غاضریہ ایک قریہ ہے جو کہ بنی اسد کے غاضریہ کی طرف منسوب ہے، شفیہ بنی اسد کا ایک کنواں ہے، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۹۲، بعض نے کہا ہے کہ شفیہ کربلا کے نزدیک ایک مشہور شہر کا نام ہے جسے آج کل شفاثاثہ کہتے ہیں، جلاء العیون شبر ج ۲ ص ۱۵۹، ۳۔ ارشاد شیخ مفید ۲ / ۸۴،

۴۔ عقر بابل کے ایک علاقہ کو کہتے ہیں یہ کربلا سے نزدیک ہے روایت ہے کہ جب امام حسینؑ کربلا پہنچے اور عبیداللہ کی فوج نے آپ کا محاصرہ کر لیا تو آپ نے اپنے اصحاب سے معلوم کیا اس قریہ کا کیا نام ہے اس نے جواب دیا اسے عقر کہتے ہیں فرمایا: میں عقر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں پھر آپ نے معلوم کیا اس سرزمین کو کیا کہتے ہیں یہاں اس وقت ہم ہیں کہا کربلا، امامؑ نے فرمایا ارض کرب و بلا، معجم البلدان ج ۴ ص ۱۳۶، ۵۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۹۱،

پانچویں فصل

کربلا میں داخلہ

دو محرم بروز جمعرات ۶۱ھ کو امام حسینؑ سرزمین کربلا[1] پر پہونچے[2] ابو اسحاق اسفرائنی کے مقتل میں مرقوم ہے کہ امام حسینؑ اپنے انصار کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ایک شہر تک پہنچے، یہاں ایک جماعت مقیم تھی آپ نے اس شہر کا نام معلوم کیا: جواب دیا اسے شطِ فرات کہتے ہیں، آپ نے فرمایا اس کا دوسرا بھی کوئی نام ہے؟ کہا: اسے کربلا بھی کہتے ہیں،

یہ سنکر آپ نے گریہ کیا اور فرمایا: خدا کی قسم یہ زمین کرب و بلا ہے پھر فرمایا: اس زمین کی ایک مٹھی خاک مجھے دو خاک لیکر سونگھی اور کچھ خاک اپنی جیب سے نکالی اور فرمایا یہ خاک میرے نانا کیلئے جبرئیلؑ خدا کی طرف سے لائے تھے اور فرمایا تھا کہ یہ خاک تربتِ حسینؑ کی ہے اس کے بعد خاک پھینک دی اور فرمایا: دونوں کی بو یکساں ہے،

سبط ابن جوزی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا: اس زمین کا کیا نام ہے لوگوں نے بتایا: کربلا! یہ سنکر آپ نے گریہ کیا اور فرمایا: کرب و بلا، پھر فرمایا: مجھے ام سلمہ نے بتایا ہے کہ جبرئیل رسولؐ کی

---

[1] کربلا وہ سرزمین ہے جہاں امام حسینؑ شہید کئے گئے تھے یہ کوفہ کے نزدیک بیابان کی طرف فرات کے کنارے واقع ہے، مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۱۵۳، [2] الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۱۸۳، البدء و التاریخ ج ۶ ص

خدمت میں حاضر تھے اور تم میرے پاس تھے تم رونے لگے، رسولؐ نے فرمایا: میرے بچے کو چھوڑ دو میں نے تمہیں چھوڑ دیا، رسولؐ نے تمہیں اپنے پہلو پر بٹھالیا، جبرئیلؑ نے عرض کیا: کیا یہ آپ کو محبوب ہیں؟ فرمایا بے شک کہا: آپ کی امت انہیں قتل کرے گی اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ سرزمین دکھا سکتا ہوں جہاں یہ شہید کئے جائیں گے، رسولؐ نے فرمایا: دکھایئے پس جبرئیل نے آپ کو زمین کربلا دکھائی۔[1]

جب امام حسینؑ سے یہ کہا گیا کہ یہ سرزمین کربلا ہے تو آپ نے اس کی خاک کو سونگھا اور فرمایا: یہ وہی زمین ہے جس کے بارے میں جبرئیلؑ نے میرے نانا رسولؐ سے بتایا تھا کہ میں اس جگہ قتل کیا جاؤں گا۔[2]

سید ابن طاؤس کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ اس سرزمین پر پہنچے تو معلوم کیا کہ اس کا کیا نام ہے؟ بتایا گیا کربلا، فرمایا: اتر جاؤ کہ یہی ہماری منزل ہے یہیں ہمارا خون بہایا جائے گا یہیں ہماری قبریں بنیں گی کہ رسولؐ نے مجھ سے یہی فرمایا ہے۔[3]

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ارض کرب و بلا پھر فرمایا: ٹھہرو آگے نہ بڑھو یہیں ہمارے اونٹ بیٹھیں گے، یہیں ہمارا خون بہایا جائے گا خدا کی قسم یہیں ہماری حرمت کا حریم توڑیں گے ہمارے بچوں کو تہ تیغ کریں گے اور اسی سرزمین پر ہماری قبروں کی زیارت ہوگی میرے نانا رسولؐ نے یہ وعدہ کیا ہے جو پورا ہو کے رہے گا۔[4]

اس کے بعد ہمارے ساتھی اتر پڑے اور اثاثہ اتار دیا حر اور ان کا لشکر دوسری طرف امامؑ کے مقابل خیمہ زن ہوا ہے، دوسری محرم کو حر نے عبیداللہ بن زیاد کو ایک خط لکھا اور اسے اطلاع دی کہ امام حسینؑ کربلا میں داخل ہو چکے ہیں۔[5]

---

۱ الامام الحسینؑ واصحابہ ص ۱۴۷۔

۲ اللہوف ص ۳۵۔

۳ الامام الحسینؑ واصحابہ ص ۱۴۸، یہ عبارت اثبات الھداۃ ج ۲ ص ۵۸۶ میں بھی نقل ہوئی ہے۔

۴ کشف الغمہ ج ۲ ص ۴۷۔

۵ کشف الغمہ ج ۲ ص ۴۷۔

دعائے امام حسینؑ

آپ نے اپنے بھائیوں اور اہلبیتؑ کو جمع کیا اور انہیں دیکھ کر گریہ کیا اور فرمایا: اے اللہ ہم تیرے رسول محمدؐ کی عترت ہیں ہمیں ہمارے جد کے حرم سے نکال دیا گیا بنی امیہ نے ہمارے حق میں ظلم کیا، اے اللہ ہمیں ہمارا حق دلوا دے اور ہمیں ظالموں پر کامیابی عطا فرما۔[1]

ام کلثوم نے امامؑ سے عرض کی اے بھائی اس سرزمین پر میرا عجیب حال ہے میرے دل پر رنج و الم کے بادل چھائے ہوئے ہیں امام حسینؑ نے بہن کو تسلی دی۔[2]

سرزمین کربلا پر وارد ہونے کے بعد آپ نے اصحاب سے فرمایا:

النَّاسُ عَبِيدُ الدُّنْيَا وَالدِّينُ لَعِقٌ عَلَى أَلْسِنَتِهِمْ يَحُوطُونَهُ مَا دَرَّتْ مَعَايِشُهُمْ فَإِذَا مُحِّصُوا بِالْبَلَاءِ قَلَّ الدَّيَّانُونَ[3]

لوگ دنیا کے بندے ہیں اور دین کو ذائقہ دار چیز کی مانند سمجھتے ہیں جب تک وہ اپنی زبان سے اس کا مزہ محسوس کرتے ہیں اس کو محفوظ رکھتے ہیں اور جس وقت امتحان و آزمائش سے گذرنا پڑتا ہے تو دین داروں کی تعداد گھٹ جاتی ہے۔

امامؑ کا خط اہل کوفہ کے نام

امام حسینؑ نے دوات و کاغذ طلب کیا اور کوفہ کے سربراہوں کو مخاطب کر کے خط لکھا کہ جن کے بارے میں یہ یقین تھا کہ وہ اپنی رائے پر قائم ہیں: بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط حسین بن علیؑ کی طرف سے سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، عبداللہ بن وائل اور مومنین کی ایک جماعت کے نام ہے، اما بعد! تم جانتے ہو کہ رسولؐ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا: جو شخص ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ وہ خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور

---

[1] مقتل الحسین مقرم ص ۱۹۳۔

[2] وقائع الایام خیابانی ص ۱۰۱۔

[3] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۳، ج ۷۸ ص ۱۱۶۔

حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر رہا ہے، عہد توڑ کر سنت کی مخالفت کر رہا ہے اور خدا کے بندوں پر ظلم کر رہا ہے اور اپنے قول وفعل سے اس پر اعتراض نہ کرے تو سزاوار ہے کہ خدا اسکے لئے وہی عذاب مقرر کرے جو اس ظالم بادشاہ کے لئے مقرر کیا ہے، تم جانتے ہو اور بنی امیہ کو پہچانتے ہو کہ وہ شیطان کی پیروی کر کے خدا کی اطاعت سے سرکش ہو گئے ہیں، فساد برپا کر رہے ہیں خدا کے حدود کو پامال کر رہے ہیں انہوں نے خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھ لیا ہے۔

تمہارے خط موصول ہوئے تمہارے قاصد میرے پاس پہونچے اور انہوں نے کہا کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے اور میدان جنگ میں ہرگز تم مجھے تنہا نہیں چھوڑو گے، مجھے ہرگز دشمن کے حوالے نہیں کرو گے اب اگر تم اپنے عہد اور بیعت پر ثابت قدم ہو، کہ یہی سیدھا راستہ ہے، تو میں تمہارے اور میرا خاندان تمہارے خاندان کے ساتھ ہے اور میں تمہارا رہبر و امام ہوں اور اگر تم نے اپنا عہد توڑ دیا ہے اور میری بیعت سے نکل گئے ہو تو قسم اپنی جان کی مجھے اس پر تعجب نہیں ہے کیونکہ تم نے جو سلوک میرے والد، بھائی اور میرے چچازاد بھائی مسلمؑ کے ساتھ کیا ہے میں اس سے واقف ہوں جو شخص تمہارے فریب میں آئے وہ ناتجربہ کار ہے تم اپنی قسمت سے روگرداں ہو اور میرے ساتھ ہونے کی بنا پر اپنا فائدہ گنوا دیا ہے، پیمان شکن کو اس کا خمیازہ بھگتنا ہو گا عنقریب خدا مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امامؑ نے خط بند کیا مہر لگائی اور قیس ابن مسہر صیداوی[۱] کے سپرد کیا تاکہ وہ کوفے جائے جب آپؑ کو قیس کے شہید ہونے کی خبر ملی تو گریہ کیا اور فرمایا: اے اللہ ہمارے اور ہمارے شیعوں کے لئے اپنے پاس اعلیٰ جگہ قرار دے اور ہمیں ان کے ساتھ اپنی جوار رحمت میں ساکن کر بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے[۲]

انصار امامؑ کا اظہار خیال

۱۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قیس ابن مسہر کو امام حسینؑ نے بطن الرمہ سے بھیجا تھا لیکن اس عبارت سے ایسا لگتا ہے کہ قیس کو آپ نے کربلا سے کوفہ بھیجا تھا بعید نہیں ہے کہ مذکورہ منزل سے عبداللہ ابن یقطر کو اور کربلا سے قیس ابن مسہر کو کوفہ روانہ کیا ہو۔ ۲۔ بحار ج ۴۴ ص ۳۸۱، ۳۔ طبری نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے یہ خطبہ ذوحسم میں دیا تھا بعض کہتے ہیں کہ کربلا میں داخل ہونے کے بعد دیا تھا۔

پھر آپؑ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجا اور وہی خطبہ جو ہم منزل "ذو حسم" میں نقل کر چکے ہیں، دیا۔[1]

امام حسینؑ کے بیان کے بعد زہیر کھڑے ہوئے اور کہا: اے فرزندِ رسولؐ ہم نے آپ کا بیان سنا اگر دنیا ہمیشہ رہتی اور ہم بھی اس میں جاوداں ہوتے تو بھی ہم آپؑ کے ساتھ انقلاب بپا کرنے اور آپ پر جان قربان کرنے کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنے پر ترجیح دیتے۔

اس کے بعد بریر کھڑے ہوئے اور کہا: یا ابن رسول اللہؐ خدا نے آپؑ کے وسیلے سے ہم پر احسان کیا کہ ہم آپ کی رکاب میں جہاد کریں اور ہمارا بدن آپ کے مقصد کے حصول میں ٹکڑے ٹکڑے ہو اور قیامت کے روز آپؑ کے جد ہمارے شفیع قرار پائیں۔[2]

پھر نافع بن ہلال اپنی جگہ سے بلند ہوئے اور کہا: فرزندِ رسولؐ آپؑ جانتے ہیں کہ آپ کے جد رسولؐ خدا بھی اپنی محبت سب کے دلوں میں نہیں ڈال سکے چنانچہ خواہش کے باوجود سب نے ان کا فرمان قبول نہیں کیا کیونکہ لوگوں کے درمیان ایسے منافق بھی موجود تھے جو مدد کرنے کا وعدہ کرتے تھے لیکن دل میں بے وفائی کی نیت رکھتے تھے یہ لوگ سامنے شہد سے زیادہ شیریں اور پسِ پشت زہر سے زیادہ تلخ تھے، خدا نے انہیں اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا آپؑ کے والد علیؑ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ایک جماعت ان کی مدد کیلئے اٹھی اور ناکثین و قاسطین اور مارقین سے جنگ کی کچھ عرصہ بعد وہ بھی رحمتِ خدا میں پہنچ گئے آپ ہمارے درمیان ہیں جس نے پیمان شکنی کی اور بیعت توڑ دی وہ خسارہ میں رہا اور خدا آپ کو اس سے بے نیاز کرے گا آپ ہمیں مشرق یا مغرب میں جدھر چاہیں لے چلیں خدا کی قسم ہم اس کی قضا سے نہیں ڈرتے اور لقائے خدا سے ناخوش نہیں ہیں ہم نیت و بصیرت کی رو سے اس شخص کو دوست رکھتے ہیں جس سے آپ دوستی و الفت کرتے ہیں اور جو آپ کا دشمن ہے اسے دشمن سمجھتے ہیں۔[3]

1. بریر بن خضیر امیر المومنینؑ کے صحابی تھے تابعین میں سے تھے شہر میں ان کے زہد و طاعت کا چرچا تھا، قبیلہ ہمدان میں ان کا بڑا احترام تھا، وسیلۃ الدارین ص ١٠٦،
2. اللہوف ص ٣٣،
3. مقتل الحسینؑ مقرم ص ١٩٢،

امام حسین ؑ کے نام عبیداللہ کا خط

جب عبیداللہ کو امام حسین ؑ کی کربلا میں داخلہ کی اطلاع ملی تو اس نے امام حسین ؑ کو اس مضمون کا خط لکھا مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کربلا میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور امیر المومنین یزید نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کو خداوند لطیف سے ملحق کئے بغیر نہ آرام کی نیند سوؤں اور نہ شکم سیر ہو کر کھاؤں یا آپ میرے یا یزید بن معاویہ کے حکم کے سامنے تسلیم ہو جائیں، والسلام

امام حسین ؑ نے یہ خط پڑھ کر پھینک دیا اور فرمایا: وہ لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے جو خالق کو غضبناک کر کے مخلوق کو خوش کرتے ہیں، عبیداللہ کے قاصد نے کہا: اے ابو عبداللہ! خط کا جواب؟

آپ نے فرمایا: اس کا جواب نہیں دیا جا سکتا کیونکہ عبیداللہ کے لئے خدا کا عذاب لازم و ثابت ہے،

قاصد عبیداللہ کے پاس گیا اور امام حسین ؑ کا جواب سنایا: عبیداللہ بہت آشفتہ ہوا اور عمر بن سعد کی طرف دیکھا اور اسے امام حسین ؑ سے جنگ کا حکم دیا،

عمر بن سعد نے جو کہ رے کی گورنری کا شیفتہ تھا امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے سلسلے میں معذرت چاہی، عبیداللہ نے کہا: میرے رے کی گورنری کا پروانہ واپس کر دو،

اس واقعہ سے تھوڑی ہی دیر قبل عبیداللہ نے عمر بن سعد کو یہ حکم دیا تھا کہ چار ہزار سپاہی لیکر رے کی طرف روانہ ہو جاؤ کیونکہ وہاں دیلمیان مسلط ہو گئے تھے، ابن زیاد نے رے کی گورنری کا پروانہ عمر بن سعد کے نام لکھ دیا تھا، عمر بن سعد بھی وہاں جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا اسی اثناء میں ابن زیاد کو یہ خبر ملی کہ: امام حسین ؑ کوفہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اس نے عمر بن سعد کو طلب کیا اور اس سے کہا: پہلے تم حسین ؑ کی طرف جاؤ اور وہاں سے فراغت کے بعد رے جانا،

یہی وجہ تھی کہ عمر بن سعد رے کی حکومت کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا اس نے ابن زیاد سے کہا: آج مجھے غور و فکر کی مہلت دیجئے لکھا ہے کہ اس سلسلے میں عمر بن سعد نے رات بھر سوچا اور خود سے کہا

ءأترك مُلك الرّيّ والرّيُّ رغبتي   أم أرجع مذموماً بقتل حُسين

وَفِي قَتْلِهِ النَّارُ الَّتِي لَيْسَ دُونَها حِجابٌ وَمُلْكُ الرَّيِّ قُرَّةُ عَيْنِي [1]

اسکے بعد یہ مسئلہ مشورہ دینے والوں کے سامنے رکھا، سب نے اسے حسین بن علی سے جنگ کرنے سے منع کیا اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے اس سے کہا: آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ایسا نہ کیجیے کیونکہ حسینؑ سے جنگ خدا کی نافرمانی اور قطع رحم ہے خدا کی قسم اگر ساری دنیا بھی آپ کے پاس ہو اور آپ سے لے لی جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ جب آپ دنیا سے اٹھیں تو آپ کی گردن پر حسینؑ کا خون ہو، عمر بن سعد نے کہا: انشاء اللہ ایسا ہی کرونگا۔

عمار بن عبداللہ

عمار بن عبداللہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت عمر بن سعد کے پاس پہنچا جب وہ کربلا کی طرف روانہ ہونے والا تھا اس نے مجھ سے کہا: مجھے امیر نے حکم دیا ہے کہ میں حسینؑ کی طرف روانہ ہو جاؤں میں نے کہا: اس ارادہ سے باز رہو ایسا نہ کرو، جب میں اس کے پاس سے باہر آ گیا تو ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا: عمر بن سعد نے لوگوں کو امام حسین سے جنگ کرنے کی دعوت دی ہے میں اس کے پاس گیا اس وقت وہ بیٹھا تھا، مجھے دیکھا تو میری طرف سے منھ پھیر لیا میں سمجھ گیا کہ وہ جنگ کے لئے جانا چاہتا ہے لہذا میں واپس لوٹ آیا۔

عمر بن سعد ابن زیاد کے پاس گیا اور کہا: میرے سپرد اتنی بڑی ذمہ داری کی ہے اور اس نے سونپی مجھے رے کی حکومت دی ہے، اس معاملہ سے عوام بھی باخبر ہیں لیکن میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ اس جنگ میں مجھے کوفہ کے بعض سربرآوردہ افراد کی ضرورت ہے انہیں طلب کیجیے تاکہ فوج کے سلسلے میں میرے ساتھ رہے اس کے بعد بعض کوفہ کے بزرگوں کا نام بتایا، عبیداللہ بن زیاد نے کہا: اس سلسلے میں ہم تمہارا مشورہ نہیں لیں گے کہ ہم کس کو بھیجیں گے اگر تم اس گروہ کی پوری ذمہ داری لے سکتے ہو تو تمہارے ساتھ ہے

---

[1] کیا رے کی حکومت سے چشم پوشی کروں وہ تو میری آرزو ہے یا پلٹ جاؤں اور حسینؑ کو قتل کر کے خلق خدا کی مذمت و لعنت کا طوق اپنی گردن میں ڈال لوں حسینؑ کو قتل کرنا جہنم میں جانا ہے اس سے فرار ممکن نہیں ہے لیکن رے کی حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ مقتل حسینؑ مقرم ص ۰ ۵

تو ٹھیک ہے ورنہ رے کی حکومت سے ہاتھ اٹھاؤ عمر بن سعد نے جب عبیداللہ کا یہ موقف دیکھا تو کہا میں ضرور جاؤں گا۔[۱]

تین محرم

امام حسین علیہ السلام سے ایک روز بعد یعنی تین محرم کو عمر بن سعد چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ کربلا پہنچا۔[۲] بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ بنو زہرہ (یعنی عمر بن سعد کا قبیلہ) اس کے پاس آئے اور اس سے کہا: ہم تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ ایسا نہ کیجئے اور امام حسینؑ سے جنگ کیلئے نہ جایئے کیونکہ اس سے ہمارے اور بنی ہاشم کے درمیان دشمنی پیدا ہو جائے گی،

عمر بن سعد ابن زیاد کے پاس گیا اور استعفیٰ دیدیا لیکن عبیداللہ بن زیاد نے اس کا استعفیٰ منظور نہیں کیا جس سے وہ مجبور ہو گیا۔[۳] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ عمر بن سعد کے دو بیٹے تھے ان میں سے حفص نامی والا باپ کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے کی ترغیب و تشویق کر رہا تھا لیکن دوسرا اس سلسلے میں اس کا سخت مخالف تھا آخر کار حفص بھی باپ کے ساتھ کربلا گیا۔[۴]

زمین کربلا کی خریداری

تیسری محرم کے جو وقائع بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام حسینؑ نے نینوا اور غاضریہ والوں سے کربلا کی زمین (کہ جہاں آپؑ کا مرقد ہے) ساٹھ ہزار درہم میں خریدی اور ان سے فرمایا: جو لوگ میری قبر کی زیارت کو آئیں تم ان کی راہنمائی کرنا اور زائر کو تین روز تک مہمان رکھنا۔[۵]

---

[۱] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۹،

[۲] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۸۴،

[۳] طبقات ابن سعد ترجمہ امام حسینؑ ص ۶۹، [۴] الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۲۲۲، [۵] مجمع البحرین ج ۵ ص ۴۶۱ لغت کربلا،

آپؑ کے انصار کی زیرکی

عمر بن سعد نے کربلا پہونچ کر عزرۃ بن قیس احمسی کو امام حسینؑ کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ سے یہ سوال کرے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں اور کیا ارادہ ہے؟ عزرہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور کوفہ آنے کی دعوت دی تھی امام حسینؑ کے سامنے آنے میں اسے شرم محسوس ہوئی لہٰذا ابن سعد نے کوفے کے شرفاء سے یہ کام انجام دینے کے لئے کہا کہ جنہوں نے آپ کو خط لکھکر کوفہ آنے کی دعوت دی تھی لیکن ان میں سے کسی نے بھی یہ ذمہ داری قبول نہ کی کثیر بن عبداللہ جو کہ ایک گستاخ آدمی تھا اٹھا اور کہنے لگا میں حسینؑ کے پاس جاؤں گا اگر تم چاہو تو میں انہیں قتل بھی کر دوں گا۔

عمر بن سعد نے کہا: ابھی میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے ہاں تم ان کے پاس جا کر یہ سوال کرو کہ اس سرزمین پر تشریف آوری کا کیا مقصد ہے؟ کثیر بن عبداللہ امام حسینؑ کی طرف روانہ ہوا جب امام حسینؑ کے انصار میں سے ابو ثمامہ صائدی نے کثیر بن عبداللہ کو دیکھا تو امامؑ کی خدمت عرض پرداز ہوئے، یہ شخص جو آرہا ہے اس سے بدتر روئے زمین پر نہیں ہے۔

اس کے بعد ابو ثمامہ نے کثیر بن عبداللہ کا راستہ روکا اور کہا: اپنی تلوار رکھدو پھر امامؑ کے پاس جانا۔

کثیر نے کہا: خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا میں پیغام رساں ہوں اگر مجھے جانے دوگے تو میں اپنا پیغام پہنچا دوں گا ورنہ واپس لوٹ جاؤں گا۔

ابو ثمامہ نے کہا: تو میرا ہاتھ تمہاری تلوار پر رہے گا اور تم اپنا پیغام پہنچا دینا کثیر بن عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم میں تمہیں اس کام کی اجازت نہیں دوں گا ابو ثمامہ نے کہا: تم اپنا پیغام مجھے بتاؤ میں امامؑ کی خدمت میں پہنچا دوں گا کیونکہ تم بہت برے آدمی ہو میں تمہیں امام حسینؑ تک نہیں جانے دوں گا۔

اس تکرار کے بعد کثیر بن عبداللہ واپس لوٹ گیا اور عمر بن سعد کو صورت حال سے آگاہ کیا عمر بن سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو اپنے پاس بلایا اور کہا: اے قرہ! تم حسینؑ سے ملاقات کرو اور ان سے اس سرزمین پر آنے کی وجہ معلوم کرو۔

قرہ چلا امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تم لوگ اس شخص کو پہچانتے ہو، حبیب بن مظاہر نے عرض کیا: ہاں یہ تمیمی ہے میں اسے نیک رائے سمجھتا تھا یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یہاں آئے گا، قرہ بن قیس آیا امام حسینؑ کو سلام کیا اور اپنا پیغام پہونچایا امام حسینؑ نے فرمایا: تمہارے شہر والوں نے مجھے خط لکھکر بلایا ہے اور اگر میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاؤں، قرہ جب واپس جانے لگا تو:

حبیب بن مظاہر نے اس سے کہا: اے قرہ! وائے ہو تم پر کیوں ظالموں کی طرف واپس جا رہے ہو؟ ان کی مدد کرو کہ جن کے جد کے وسیلے سے تم راہ راست پر آئے ہو،

قرہ بن قیس نے کہا: پہلے میں اس پیغام کا جواب عمر بن سعد تک پہنچا دوں پھر اس سلسلے میں غور کرونگا وہ واپس عمر بن سعد کے پاس چلا گیا اور اسے صورتحال بتائی، عمر بن سعد نے کہا: امید ہے کہ خدا میرے لئے ایسی راہ پیدا کرے گا کہ جس سے مجھے حسینؑ سے جنگ نہیں کرنی پڑے گی [۱]

عمر بن سعد کا خط

حسان بن فائد کہتا ہے کہ میں عبیداللہ کے پاس تھا اسے عمر بن سعد کا خط ملا اس میں لکھا تھا: جب میں اپنی فوج کے ساتھ حسینؑ کے مقابل جا کر اترا تو ان کے پاس ایک قاصد بھیجا اور اس سرزمین پر ان کے آنے کی وجہ معلوم کرنا چاہی، انہوں نے جواب دیا کہ کوفہ والوں نے مجھے خط لکھے اپنے نمائندہ میرے پاس بھیجے اور مجھے بلایا ہے اگر تم میرے آنے سے ناخوش ہو تو میں واپس چلا جاؤں گا،

عبیداللہ نے جب عمر بن سعد کا خط پڑھا تو کہا:

الآنَ وَقَدْ عَلِقَتْ مَخالِبُنا بِهِ   يَرْجُو النَّجاةَ وَلاتَ حِينَ مَناصِ [۲][۳]

---

[۱] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۱۰،

[۲] جبکہ وہ ہمارے چنگل میں پھنس گئے ہیں نجات کی امید رکھتے ہیں لیکن حالات سے مفر نہیں ہے،

[۳] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۱۱،

جوابِ خط

عبیداللہ نے عمر بن سعد کو لکھا تمہارا خط ملا مضمون سے آگاہ ہوا حسینؑ سے کہو کہ وہ خود اور ان کے ساتھی یزید کی بیعت کریں اگر انہوں نے بیعت کر لی تو پھر میں اپنا نظریہ لکھوں گا۔

جب عمر بن سعد کو یہ خط ملا تو کہا: میرے خیال میں عبیداللہ بن زیاد صلح و عافیت نہیں چاہتا[۱]۔

عمر بن سعد نے ابن زیاد کے خط سے امام حسینؑ کو مطلع نہیں کیا کیونکہ جانتا تھا کہ آپؑ ہرگز یزید کی بیعت نہیں کریں گے[۲]۔

عبیداللہ بن زیاد عمر بن سعد کو کربلا بھیجنے کے بعد ایک بہت بڑا لشکر اور بھیجنے کی فکر میں تھا بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اہل کوفہ امام حسینؑ سے جنگ کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ جسے آپ سے جنگ کے لئے بھیجا جاتا تھا وہ واپس لوٹ آتا تھا، عبیداللہ بن زیاد نے سوید بن عبدالرحمٰن کو حکم دیا کہ جنگ سے فرار کرنے والوں کی تحقیق کرے اور روگردانی کرنے والوں کو اس کے پاس حاضر کرے اس نے ایک شامی کو جو کہ چھاؤنی سے کسی مہم کیلئے کوفہ آیا تھا، پکڑ کر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا اس نے اس کی گردن زنی کا حکم دیا تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو جائے لکھا ہے کہ وہ شامی میراث لینے کوفہ آیا تھا[۳]۔

عبیداللہ نخیلہ میں

عبیداللہ خود بھی کوفہ سے نخیلہ کی طرف[۴] روانہ ہوا کسی کو حصین بن تمیم جو کہ اس وقت قادسیہ میں تھا، کے پاس بھیجا وہ اس چار ہزار فوج کے ساتھ جو اس کے ساتھ تھی نخیلہ آ گیا اس کے بعد عبیداللہ نے کثیر بن شہاب حارثی، محمد بن اشعث، قعقاع بن سوید اور اسماء بن خارجہ کو طلب کیا اور کہا: کوفہ میں گشت کرو

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۹، ۲۔ بحارالانوار ۴۴ ر ۳۸۵، ۳۔ اخبار الطوال ص ۲۵۳ ر

۴۔ نخیلہ کوفہ سے نزدیک اور شام کی جانب ایک جگہ ہے وہاں باہر جانے کیلئے فوج جمع ہوتی تھی۔

اور لوگوں کو یزید کی اور میری فرمانبرداری کا حکم دو انہیں نافرمانی اور فتنہ سے ڈراؤ انہیں چھاؤنی میں بلاؤ ، ان چار افراد نے حکم کے مطابق عمل کیا ان میں سے تین نخیلہ میں عبیداللہ کے پاس لوٹ آئے اور کثیر بن شہاب کوفہ ہی میں رہ گیا اور گلی کوچوں میں گھوم گھوم لوگوں کو لشکر گاہ میں جانے کی تشویق دلاتا رہا اور امام حسینؑ کی مدد کرنے سے ڈراتا رہا۔[1]

عبیداللہ بن زیاد نے اپنے اور عمر بن سعد کے درمیان ایک دستہ سواروں کا مقرر کیا تاکہ ضرورت کے وقت ان سے مدد لی سکے ، نخیلہ میں اس کے قیام کے زمانے میں عمار بن ابی سلامہ نے اس کے وجود سے زمین کو پاک کرنے کا ارادہ کیا لیکن کامیاب نہ ہوسکا لہذا وہ کربلا چلا گیا اور امام حسینؑ کی نصرت میں درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔[2]

۴ محرم

۴ ؍محرم کو[3] عبیداللہ بن زیاد نے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کیا اور منبر پر جا کر کہا : لوگو تم نے آل ابو سفیان کو تو آزمالیا ، تم نے انہیں ایسا ہی پایا جیسا چاہتے تھے ، تم جانتے ہی ہو کہ یزید نیک سیرت ہے اپنی رعایا پر احسان کرتا ہے ، اس کی عطا بجا ہے اس کے والد بھی ایسے ہی تھے اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں زیادہ سے زیادہ عطا سے نوازوں ، کچھ پیسہ میرے پاس بھیجا ہے تاکہ تمہارے درمیان تقسیم کردوں اور اس کے دشمن حسینؑ سے جنگ کیلئے روانہ کروں کان کھول کر سنو ! اور اطاعت کرو ،

اس کے بعد منبر سے اتر آیا اور شام[4] والوں کیلئے بھی عطایا مقرر کیئے اور شہر میں یہ اعلان کرانے کا حکم دیا کہ لوگ محاذ پر جانے کیلئے آمادہ ہو جائیں وہ خود اور اس کے ساتھی نخیلہ کی طرف روانہ ہوئے ،

حصین بن نمیر حجار بن ابجر ، شبث بن ربعی ، اور شمر بن ذی الجوشن کو کربلا کی طرف روانہ کیا تاکہ حسینؑ سے جنگ میں وہ عمر بن سعد کی مدد کریں[5] ،

---

[1] انساب الاشراف ج ۳ص ۱۷۸ ، [2] انساب الاشراف ج ۳ص ۱۸۰ ، [3] خیابانی مرحوم نے وقائع الایام میں عبیداللہ بن زیاد کا کوفہ میں منبر پر جانے اور لوگوں کو امام حسینؑ سے جنگ کرنے پر ابھارنے کا واقعہ چوتھی محرم کے وقائع میں ذکر کیا ہے ،

[4] اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؑ سے جنگ میں شامی بھی شریک تھے ۔ [5] اخبار الطوال ص ۲۵۳ ۔

عمر بن سعد کے کربلا جانے کے بعد سب سے پہلے شمر بن ذی الجوشن نے یہ اعلان کیا وہ چار ہزار تجربہ کار سپاہیوں کے ساتھ امام حسینؑ سے جنگ کی خاطر روانہ ہونے کیلئے تیار ہے پھر دو ہزار فوجیوں کے ساتھ یزید بن رکاب کلبی، چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ حصین بن نمیر، تین ہزار آدمیوں کے ساتھ مضایر بن رھینہ مازنی اور دو ہزار فوجیوں کے ساتھ نصر بن حرشہ تیار ہوئے اس طرح مجموعاً بیس ہزار فوج ہوگئی [1]

پانچ محرم

پانچ محرم بروز اتوار عبیداللہ نے شبیث بن ربعی کی تلاش میں ایک آدمی بھیجا کہ وہ دار الامارہ میں حاضر ہو، شبیث بن ربعی اسلئے مریض بن گیا تھا تاکہ فتنۂ کربلا میں اسے معاف رکھا جائے لیکن عبیداللہ بن زیاد نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جن کے بارے میں خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے: جب مومنوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے دوستوں "شیطانوں" سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ہی ساتھ ہیں، مومنین سے تو ہم مذاق کرتے ہیں [3] اس نے یقین دلایا کہ اگر ہمارے فرمان کے سامنے سر جھکاتے اور ہماری اطاعت کرتے ہو تو ہمارے پاس آؤ۔

شبیث بن ربعی رات کے وقت عبیداللہ بن زیاد کے پاس آیا تاکہ وہ اس کے چہرہ سے یہ نہ جان سکے کہ مریض ہے یا صحیح، ابن زیاد نے اسے خوش آمدید کہا اور اپنے پاس بٹھایا اور کہا: تمہیں کربلا جانا چاہیئے۔ شبیث بن ربعی نے کہا: ٹھیک ہے، عبیداللہ نے ہزار سپاہیوں کے ساتھ اسے کربلا بھیجا [4]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۶، [2]

[2] شبیث بن ربعی نے رسولؐ کو درک کیا تھا اور سجاح، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، کا موذن تھا پھر مسلمان ہوگیا تھا جنگ صفین میں حضرت علیؑ سے جدا ہوا اور خوارج سے جا ملا پھر توبہ کی اور پھر حسینؑ کے قاتلوں میں قرار پایا، مدائنی کہتے ہیں کہ وہ کوفہ میں شام کی فوج کا افسر تھا، عجلی کہتے ہیں کہ قتل علیؑ میں بھی اس کا ہاتھ تھا اور جن لوگوں نے خط لکھ کر امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی ان میں سے ایک یہ بھی تھا، وسیلۃ الدارین ص ۸۹،

[3] سورہ بقرہ ۱۴، [4] عوالم العلوم ۱۷/ ۲۳۵،

اس کے بعد عبید اللہ بن زیاد نے زحر بن قیس کو پانچ سو سواروں کے ساتھ پل صراۃ[۱] پر تعینات کیا اور کہا: جو شخص کوفہ سے امام حسینؑ کی مدد کے ارادہ سے نکلے اسے نہ جانے دو، عامر بن ابی سلامہ جو امام حسینؑ کے پاس جانا چاہتے تھے زحر بن قیس کے برابر سے گذرے زحر بن قیس نے ان سے کہا: میں تمہارے ارادہ سے واقف ہوں تم حسینؑ کی مدد کیلئے جانا چاہتے ہو واپس لوٹ جاؤ، لیکن عامر بن ابی سلامہ نے زحر اور اسکے سپاہیوں پر حملہ کردیا اور فوج کے درمیان سے نکل گئے اور کسی میں یہ جرأت نہ ہوئی کہ ان کا تعاقب کرے،

عامر کربلا پہنچ کر امام حسینؑ سے ملحق ہو گئے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے عامر حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے صحابی تھے اور مختلف جنگوں میں آپ کی رکاب میں شمشیر زنی کی تھی[۲]

لشکر عمر بن سعد کی تعداد

امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے جو لشکر عمر بن سعد کے ساتھ کربلا میں آئے تھے ان کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے لیکن اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ حکومت وقت کے وظیفہ، تنخواہ، لباس، اسلحہ، اور جنگی وسائل لینے والوں کی تعداد تیس ہزار تھی[۳]

چھ محرم

۶ محرم کو عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کو ایک خط لکھا کہ میں نے سوار و پیادہ بیشمار فوج اور دیگر

۱۔ ایک پل کا نام ہے کربلا جانے کے لئے کوفہ والے اس سے عبور کرتے تھے۔ ۲۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۹۹،

۳۔ مفضل بن عمر نے امام صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: حسین بن علیؑ اپنے بھائی حسنؑ کے پاس گئے اور انہیں دیکھ کر رونے لگے حسنؑ نے وجہ معلوم کی حسینؑ نے عرض کی آپ پر پڑنے والے مصائب کی وجہ سے رو رہا ہوں، حسنؑ نے فرمایا: مجھے زہر کے ذریعہ قتل کریں گے لیکن اے ابو عبد اللہ آپ کی مصیبت کے دن جیسا کوئی دن نہیں ہے ایسے تیس ہزار جو رسولؐ کے امتی اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں گے آپ کو قتل، اہل حرم کی بے حرمتی اور انہیں اسیر کریں گے اور اموال لوٹ لیں گے اس وقت خدا بنا امیہ پر لعنت کرے گا آسمان سے خون کی بارش ہوگی اور ہر چیز یہاں تک کہ مچھلیاں بھی آپ پر گریہ کریں گی، اللہوف ص ۱۱،

لوازم دینے کے ساتھ ساتھ ایک چیز کو فراموش نہیں کیا ہے اور وہ یہ کہ تمہاری شب و روز کی پوری رپورٹ ہمیں بھیجیں ۔[1]

دشمن کے لشکر کی کیفیت

جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ امام حسینؑ سے جنگ کرنا خدا اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنا ہے تو کچھ لوگ راستہ ہی سے فوج سے جدا ہو کر فرار کر گئے، لکھا ہے کہ ایک سپہ سالار کو دو سے ہزار فوجیوں کے ساتھ چلا تھا کربلا پہنچتے پہنچتے اس کے پاس تین سو فوجی رہ گئے تھے اور باقی اس جنگ پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے فرار کر گئے تھے ۔[2]

حسینؑ کا خط محمد بن حنفیہ کے نام

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: امام حسینؑ نے کربلا سے محمد بن حنفیہ کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم مِنَ الحُسَيْنِ بنِ عَلِيٍّ إِلىٰ مُحَمَّدِ بنِ عَلِيٍّ وَمَنْ قِبَلَهُ مِنْ بَنِي هاشِمٍ. أَمَّا بَعْدُ فَكَأَنَّ الدُّنْيا لَمْ تَكُنْ وَكَأَنَّ الآخِرَةَ لَمْ تَزَلْ، وَالسَّلامُ۔[3]

یہ حسین بن علیؑ کا خط محمد بن علیؑ اور دیگر بنی ہاشم کے نام ہے اما بعد: گویا دنیا کا وجود ہی نہیں تھا آخرت ہمیشہ سے تھی اور ہے

نصرت امام اور بنی اسد

آج ہی کے دن حبیب بن مظاہر نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: فرزند رسولؐ یہاں سے کچھ دور پر بنی اسد آباد ہیں اگر اجازت ہو تو میں ان کے پاس جاؤں اور انہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی دعوت دوں ہو سکتا ہے کربلا میں بنی اسد کے آنے کی وجہ سے خدا آپؑ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے ۔

---

[1] بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۷۔

[2] حیات الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۱۱۱۔ [3] کامل الزیارات ص ۷۵۔

آپؑ نے اجازت دی، حبیب بن مظاہر رات کے وقت باہر نکلے، ان کے پاس گئے اور کہا:
میں تمہارے لئے بہترین تحفہ لایا ہوں میں تمہیں فرزند رسولؐ خدا کی مدد کی دعوت دیتا ہوں ان کے پاس ایسے مددگار ہیں جن میں سے ہر ایک ہزار جنگجو افراد سے بہتر ہے وہ انہیں ہرگز تنہا نہیں چھوڑیں گے اور انہیں دشمن کے حوالہ نہیں کریں گے، عمر بن سعد نے بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان کا محاصرہ کر رکھا ہے چونکہ تم میرے قوم و قبیلہ کے ہو اس لئے میں نیکی کے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کر رہا ہوں آج میری بات مان لو اور ان کی مدد کے لئے چلو دنیا و آخرت میں تم سرفراز ہو جاؤ گے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے ایک آدمی راہ خدا میں یہاں بنت رسولؐ کے بیٹے کے ساتھ مارا جائے صبر سے کام لے اور خدا سے ثواب پانے کی امید رکھتے ہو تو وہ بہشت میں رسولؐ کے ساتھ ہوگا،

اس وقت بنی اسد میں سے عبد اللہ بن بشیر اٹھا اور کہا: سب سے پہلے اس دعوت کو میں قبول کرتا ہوں پھر اس نے یہ رجز پڑھا:

قَدْ عَلِمَ الْقَوْمُ اِذْ تَوَاكَلُوا وَأَحْجَمَ الْفُرْسَانُ اِذْ تَثَاقَلُوا

اَنِّي شُجَاعٌ بَطَلٌ مُقَاتِلٌ كَاَنَّنِي لَيْثُ عَرِينٍ بَاسِلٌ [۱]

اس کے بعد قبیلہ کے نو آدمی اور کھڑے ہوئے اور امام حسینؑ کی مدد کیلئے روانہ ہوئے لیکن اس اثناء میں ایک شخص نے یہ واقعہ عمر بن سعد سے بتا دیا اس نے ازرق کی سرکردگی میں ان کی طرف چار سو فوجی بھیجے ابن سعد کے سپاہیوں نے رات کی تاریکی میں فرات کے کنارے اس کا راستہ بند کر دیا جبکہ امام حسینؑ سے زیادہ دور نہیں تھے، بنی اسد والے ابن سعد کے فوجیوں سے الجھ گئے، حبیب بن مظاہر نے ازرق سے کہا: خدا تجھ سمجھے تو اس مظلمہ کو کیوں اپنی گردن پر لیتا ہے، تیری جگہ کوئی اور لے لیگا جب بنی اسد کے قبیلہ نے سمجھ لیا کہ اس گروہ کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تو وہ شب کی تاریکی میں پراکندہ ہو گئے اور اپنے قبیلہ سے جا ملے اور راتوں رات اس جگہ سے

---

[۱] جب یہ لوگ جنگ کیلئے تیار ہوتے ہیں اور بوجہ شدت سے گھبراتے ہیں تو اس وقت یہ مجھے دیکھتے اور جان لیتے ہیں کہ میں کچھار کے شیر کی مانند دلیر اور بہادر ہوں۔

چلے گئے تاکہ ابن سعد ان پر شب خون نہ مارے، حبیب بن مظاہر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا آپؑ نے کہا: لاحول ولاقوۃ الا باللہ [۱]

سات محرم

۷ محرم کو عبیداللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کے پاس ایک خط بھیجا کہ فوج کو فرات پر لگا دو تاکہ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیں اور انہیں ایک قطرہ پانی پینے کی بھی اجازت نہ دیں جیسا کہ عثمان بن عفان کو پانی نہیں دیا گیا تھا [۲]

تعمیل حکم میں عمر بن سعد نے پانچ سو فوجی سوار فرات کے گھاٹ پر لگا دیئے انہوں نے امام حسینؑ اور آپؑ کے انصار و اصحاب پر پانی بند کر دیا، یہ غیر انسانی سلوک شہادت امام حسینؑ سے تین روز قبل کیا گیا اسی اثناء میں عبداللہ بن حصین ازدی نے جو کہ قبیلہ بجیلہ سے تھا، چلا کر کہا: اے حسینؑ اب تم یہ آسمانی رنگ کا پانی نہیں دیکھ سکو گے خدا کی قسم اس کا ایک قطرہ بھی نہیں پی سکو گے اور پیاسے مر جاؤ گے،

امام حسینؑ نے فرمایا: اے اللہ اسے پیاس کی حالت میں موت دے اور اپنی رحمت اس کے شامل حال نہ کر، حمید بن مسلم کہتے ہیں: خدا کی قسم اس گفتگو کے بعد میں اس شخص کو دیکھنے گیا وہ بیمار تھا، قسم اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی پروردگار نہیں میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن حصین نے اس قدر پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھول گیا، لیکن اس کے باوجود وہ پیاس پیاس چلا رہا تھا پھر پانی پیا مگر سیراب نہ ہوا اور اسی حالت میں مر گیا [۳]

آٹھ محرم [۴]

جب امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب پر پیاس کا غلبہ ہوا تو آپؑ نے ایک بیلچہ اٹھایا اور خیموں کے پیچھے قبلہ کی جانب انیس قدم کے فاصلہ پر زمین کھودی بہترین پانی نکل آیا سب نے پیا لیکن پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ناپید ہو گیا اور کہیں اس کا نشان تک نہ ملا، یہ روایت معتبر نہیں لگتی ۔ مترجم۔

---

[۱] بحار ج ۴۴ ص ۳۸۷، [۲] انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۸۰، [۳] ارشاد مفید ج ۲ ص ۸۶، [۴] وقائع الایام ص ۲۷۵، مولف خیابانی۔

اس معجزانہ اور حیرت انگیز واقعہ کو جاسوسوں نے عبیداللہ سے بتایا اس نے عمر بن سعد کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حسینؑ کنواں کھودتے ہیں اور پانی پیتے ہیں چنانچہ تم میرا خط ملتے ہی پہلے سے زیادہ کوشش کرو کہ ان تک پانی نہ پہنچ سکے، حسینؑ اور ان کے اصحاب کو چاروں طرف سے گھیر لو اور ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو جیسا کہ عثمان کے ساتھ کیا گیا تھا،

حکم کے مطابق عمر بن سعد نے امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب پر پہلے سے زیادہ سختی کرنا شروع کر دی تاکہ انہیں کہیں سے پانی میسر نہ ہو سکے۔[1]

یزید بن حصین ہمدانی اور عمر بن سعد کی ملاقات

جب پیاس کا برداشت کرنا خصوصاً بچوں کے لئے امکان سے باہر ہو گیا تو امام حسینؑ کے اصحاب میں سے یزید بن حصین ہمدانی جو کہ زہد و عبادت میں مشہور تھے امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، مجھے اجازت دیجئے کہ میں عمر بن سعد کے پاس جاؤں اور اس سے پانی کے بارے میں مذاکرہ کروں ہو سکتا ہے کہ اس کا ارادہ بدل جائے،

امام حسینؑ نے فرمایا: تمہیں اختیار ہے، چنانچہ وہ سلام کئے بغیر عمر بن سعد کے خیمہ میں پہنچے عمر بن سعد نے کہا: اے ہمدانی! تم نے مجھے سلام کیوں نہیں کیا؟ کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟ کیا میں خدا اور اس کے رسولؐ کو نہیں پہچانتا ہوں؟

ہمدانی نے کہا: اگر تم خود کو مسلمان سمجھتے ہو تو پھر عترت رسولؐ پر کیوں خروج کیا ہے اور ان کے قتل کا ارادہ کیوں کیا ہے اور اس فرات کا پانی ان پر کیوں بند کیا ہے جس سے صحرا کے جانور بھی پیتے ہیں انہیں پانی پینے کی اجازت نہیں ہے خواہ پیاسے مر جائیں ان تمام باتوں کے باوجود تم یہ گمان کرتے ہو کہ خدا اور اس کے رسولؐ کو پہچانتے ہو؟

---

[1] مقتل الحسینؑ خوارزمی ص ۲۴۴ ج ۱،

عمر بن سعد نے سر جھکا کر کہا: اے ہمدانی! میں جانتا ہوں کہ اس خاندان کی آزار رسانی حرام ہے۔ لیکن عبید اللہ نے مجھے اس کام پر مجبور کر دیا ہے، میں ایسے حساس حالات سے گزر رہا ہوں کہ میری کچھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ کیا رے کی حکومت چھوڑ دوں اس حکومت کو جس کے شوق میں جل رہا ہوں یا خونِ حسینؑ سے اپنے ہاتھ رنگین کروں جبکہ میں جانتا ہوں کہ اس کی سزا جہنم ہے۔ لیکن رے کی حکومت میری آنکھوں کا نور ہے، اے ہمدانی، میں اپنے اندر فداکاری کا اتنا جذبہ نہیں پاتا کہ رے کی حکومت سے چشم پوشی کروں۔

یزید بن حصین ہمدانی واپس لوٹ آئے اور ماجرا امام حسینؑ سے بیان کیا اور کہا: عمر بن سعد رے کی حکومت حاصل کرنے کیلئے آپ کو قتل کرنے کیلئے تیار ہو گیا ہے۔ [1]

فرات سے پانی لانا

تشنگی کی شدت خیموں میں ہر لحظہ بڑھتی جا رہی تھی امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباس بن علی بن ابی طالبؑ کو بلایا اور تیس سوار بیس پیادہ سپاہیوں کے ساتھ پانی لانے کیلئے روانہ کیا، اس جماعت کے ساتھ بیس مشکیں تھیں یہ رات کے وقت فرات کے کنارے پہنچ گئے، نافع بن ہلال مخصوص پرچم لیے آگے آگے چل رہے تھے

عمر بن حجاج نے پوچھا: کون ہو تم؟

نافع بن ہلال نے اپنا تعارف کرایا،

ابن حجاج نے کہا: بھائی خوش آمدید یہاں آپ کیوں آئے ہیں۔

نافع نے کہا: میں اسلئے آیا ہوں تاکہ اس پانی سے پیاس بجھاؤں جس سے ہمیں محروم کر رکھا ہے،

عمر بن حجاج نے کہا: پیو، تمہیں گوارا ہے۔

نافع بن ہلال نے کہا: خدا کی قسم میں اس وقت تک پانی نہیں پی سکتا جب تک حسینؑ اور ان کے اصحاب پیاسے ہیں،

---

[1] کشف الغمہ ج ۲ ص ۲۶۳۔

عمرو بن حجاج کی فوج نے نافع بن ہلال کے ساتھیوں کو دیکھ لیا، عمرو بن حجاج نے کہا: یہ پانی وہ نہیں پی سکتے اسی کیلئے یہاں ہمارا پہرہ لگایا گیا ہے، عمرو بن حجاج کی فوج جب زیادہ نزدیک ہوگئی تو عباس بن علی نے پیادہ اشخاص سے فرمایا: مشکیں بھرلو، پیادہ لوگوں نے ایسا ہی کیا جب عمرو بن حجاج اور اس کے سپاہیوں نے پانی بھرنے سے روکنے کی کوشش کی تو عباس بن علی اور نافع بن ہلال نے ان پر حملہ کیا اور انھیں جنگ میں الجھا لیا، سواروں نے عمرو بن حجاج کی فوج کا راستہ بند کردیا تاکہ پیادہ افراد مشکیں بھرکر اس علاقہ سے دور چلے جائیں اور خیموں تک پہنچا دیں۔[1]

عمرو بن حجاج کے فوجیوں نے سواروں پر حملہ کر کے انہیں کچھ پیچھے ہٹا دیا یہاں تک کہ نافع بن ہلال کے نیزہ سے ابن حجاج کا ایک سپاہی شدید زخمی ہوگیا اور زیادہ خون بہہ جانے کے سبب ہلاک ہوگیا اور اصحاب امام حسین کی خدمت میں واپس آگئے۔[2]

امام حسینؑ اور عمر بن سعد کی ملاقات

امام حسینؑ نے اپنے انصار میں سے عمرو بن قرظہ انصاری کو عمر بن سعد کے پاس روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ رات کے وقت دونوں فوجوں کے درمیان مجھ سے ملاقات کیلئے آجاؤ، عمر بن سعد نے قبول کرلیا رات کے وقت امام حسین علیہ السلام اپنے بیس اصحاب کے ساتھ اور عمر بن سعد اپنے بیس فوجیوں کے ساتھ وعدہ گاہ پر پہنچ گئے،

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب میں سے عباس بن علیؑ اور علی اکبرؑ کے علاوہ سب کو واپس کردیا اسیطرح عمر بن سعد نے بھی اپنے بیٹے اور غلام کو اپنے پاس رکھا اور باقی کو واپس بھیج دیا، پہلے امام حسینؑ نے گفتگو کا آغاز کیا فرمایا: اے سعد کے بیٹے! کیا تم مجھ سے قتال کروگے؟ اور اس خدا سے تمہیں خوف نہیں جس کی طرف تمہیں لوٹ کے جانا ہے؟ میں جس کا بیٹا ہوں اسے تم اچھی طرح جانتے ہو کیا تم اس گروہ کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ نہیں آؤگے اس سے تمہیں خدا کا تقرب حاصل ہوگا۔

---

[1] مقاتل الطالبیین ص ۱۱۷۔ [2] نفس المہموم ص ۲۱۹۔

عمر بن سعد نے کہا: اگر میں اس گروہ سے الگ ہو جاؤں گا تو یہ میرا گھر جلا دیں گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں تمہارا گھر تعمیر کرا دوں گا۔

عمر بن سعد نے کہا: ڈرتا ہوں کہ یہ میرا مال و دولت ضبط کر لیں گے۔

امامؑ نے فرمایا: میں تمہیں اپنے اس مال سے بہتر دوں گا جو حجاز میں ہے، دوسری روایت میں امام حسینؑ نے فرمایا: میں تمہیں، بغیبغہ، دوں گا یہ بہت بڑا کھیت تھا جس میں بہت سی کھجوریں اور کافی زراعت تھی، معاویہ اسے دس لاکھ دینار میں خریدنے کے لئے تیار تھا لیکن امام حسینؑ نے فروخت نہیں کیا تھا۔

عمر بن سعد نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ ابن زیاد کوفہ میں میرے خاندان کے لوگوں کو قتل کر دے گا۔

امام حسینؑ نے یہ محسوس کیا کہ اپنا راستہ نہیں بدلے گا تو یہ فرماتے ہوئے اٹھے تجھے کیا ہو گیا ہے، عنقریب خدا تجھے موت دے گا اور قیامت کے دن تیری مغفرت نہیں کرے گا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو عراق کے گیہوں زیادہ دن نہیں کھا سکے گا۔

عمر بن سعد نے مذاق کے طور پر کہا: جو کافی ہیں۔ ۱؎

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے اس سے فرمایا: تم مجھے قتل کر رہے ہو اور یہ گمان کرتے ہو کہ عبید اللہ تمہیں رے اور گرگان کی حکومت دے دے گا خدا کی قسم تمہیں نصیب نہیں ہوگی یہ تو ایک عہد ہے جو مجھ سے کیا گیا ہے، تمہاری یہ دیرینہ آرزو ہرگز پوری نہیں ہوگی اب تم تو جا ہو گر و میرے بعد تمہیں دنیا و آخرت میں کوئی خوشی نہیں ملے گی میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ میں تمہارا سر نیزہ پر پھرایا جا رہا ہے اور اس پر بچے ڈھیلے پتھر مار رہے ہیں۔ ۲؎

عبید اللہ بن زیاد کے نام ابن سعد کا خط

اس ملاقات کے بعد عمر بن سعد اپنی خیمہ گاہ میں واپس چلا گیا اور عبید اللہ بن زیاد کو ایک خط میں لکھا: خدا

۱؎ بحار الانوار ج ۴۴ ص ۳۸۸ ، ۲؎ سفینۃ البحار ج ۲ ص ۲۷۰ کلمہ عمر۔

فتنہ کی آگ کو خاموش کرے اور لوگوں میں اتحاد پیدا کر دے، حسینؑ کہتے ہیں یا میں اسی جگہ واپس لوٹ جاؤں جہاں سے آیا ہوں یا اسلامی ممالک کی کسی سرحد پر چلے جاؤں اور ایک مسلمان کے مانند زندگی بسر کروں یا شام چلے جاؤں وہاں یزید جو چاہے فیصلہ کرے، اسی میں امت کی بھلائی ہے [۱]۔

افتراء و بہتان

عقبہ بن سمعانؓ کہتے ہیں میں مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک امام حسینؑ کا ہمسفر تھا مدینہ و مکہ، درمیان راہ، عراق میں اور فوج سے مقابلہ کے وقت آپ سے شہادت تک کہیں لمحہ بھر کیلئے بھی جدا نہیں ہوا آپ نے جو بات کہی وہ میں نے سنی خدا کی قسم جو کچھ لوگ کہتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: چھوڑ دو میں یزید کی بیعت کر لیتا ہوں یا مجھے اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر بھیجد و آپؑ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہاں یہ فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں اس وسیع و عریض زمین پر لوگوں کی رائے معلوم کر سکوں [۲]

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ابن سعد نے کسی کو عبیداللہ کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ اگر کوئی دیلمی یعنی اجنبی تم سے یہ چیزیں طلب کرے اور تم قبول نہ کرو تو اس پر ظلم کرو گے [۳]

جواب عبیداللہ

عبیداللہ نے اپنے مددگاروں کو یہ خط پڑھایا اور کہا: ابن سعد اپنے خاندان والوں کیلئے چارہ جوئی [۴] میں لگا ہوا ہے،

---

[۱] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۸۸۔

[۲] عقبہ بن سمعان امام حسینؑ کی زوجہ رباب کا غلام تھا عاشور کے دن ابن سعد کی فوج انہیں پکڑ کر ابن سعد کے پاس لے گئی اس نے غلام سمجھ کر انھیں آزاد کر دیا چنانچہ عاشور کے بعض حوادث انہیں سے منقول ہیں۔

[۳] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۱۳، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۵۴، مذکورہ روایت سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ابن سعد کا یہ خط امام حسینؑ پر افتراء ہے۔

[۴] مقاتل الطالبیین ص ۱۱۲۔

یہ سنکر شمر بن ذی الجوشن اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: کیا آپ ابن سعد کی یہ حرکت برداشت کریں گے۔ حسینؑ آپ کی سرزمین پر آپ کے پاس آگئے ہیں، خدا کی قسم اگر وہ اس سرزمین سے آپ کی بیعت کئے بغیر کوچ کر گئے تو وہ دن بدن مضبوط ہوتے چلے جائیں گے اور پھر آپ انہیں گرفتار نہیں کر سکیں گے ان کی اس بات کو قبول نہ کیجئے کہ اس میں آپ کی شکست ہے، اگر وہ خود اور ان کے اصحاب و انصار آپ کے فرمان کے سامنے سر خم کریں تو پھر آپ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ انہیں معاف کریں یا سزا دیں،

ابن زیاد نے کہا: یہ اچھا مشورہ ہے میری بھی یہی رائے ہے، اے شمر تم میرا خط لیکر ابن سعد کے پاس جاؤ تاکہ وہ حسینؑ اور ان کے اصحاب کو سنائے اگر وہ میرے حکم سے روگردانی کریں تو ان سے جنگ کرے اور اگر عمر بن سعد ان سے جنگ کرنے میں پس و پیش کرے تو تم فوج کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لے لینا اور ابن سعد کی گردن مار دینا اور اس کا سر میرے پاس بھیج دینا[۱]

معزولی کی دھمکی

اس کے بعد عمر بن سعد کو ایک خط لکھا: میں نے تمہیں حسینؑ کے پاس اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم انہیں جنگ سے بچاؤ اور معاملہ کو طول دو، اور انہیں سلامتی و رہائی کی امید دلاؤ اور ان کے عذر کو معقول بنا کر ان کی شفاعت کرو اگر حسینؑ اور ان کے اصحاب میرے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں تو انہیں میرے پاس بھیج دو اور اگر میرے حکم سے روگردانی کریں تو اپنی فوج کے ساتھ ان پر حملہ کر کے قتل کر دو اور ان کے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو کہ یہ اسی لائق ہیں اور قتل حسینؑ کے بعد ان کی لاش پامال کرنے سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہونچے گا لیکن تو میں نے کہا ہے اس پر عمل کرو پھر اگر تم نے میرے حکم کی تعمیل کی تو تمہیں انعام دوں گا اور اگر روگردانی کی تو تم لشکر سے

---

[۱] دوسری روایت میں آیا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے حویرہ بن یزید تمیمی سے کہا تم ابن سعد کے پاس میرا خط لے جاؤ پھر اگر اس نے اسی وقت جنگ شروع کی تو یہی ہمارا مقصد ہے اور اگر جنگ شروع نہ کی تو اسے پکڑ کر قید کر دینا اور شمر بن ذی الجوشن کو لشکر کا امیر مقرر کر دینا، مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۱ ص ۲۴۵،

الگ ہو جانا اور سپہ سالاری شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر دینا کہ ہم نے اسے یہی حکم دیا ہے، والسلام[1]

نو محرم

شمر نے عبید اللہ بن زیاد سے خط لیا کوفی کی چھاؤنی نخیلہ سے چلا اور بروز جمعرات ۹ محرم الحرام کو ظہر سے قبل کربلا پہنچ گیا[2] ابن سعد کو عبید اللہ کا خط سنایا ابن سعد نے کہا: وائے ہو تجھ پر خدا تجھے تباہ کرے میرے لئے کتنا برا پیغام لایا ہے، خدا کی قسم تو نے عبید اللہ کو اس چیز سے باز رکھا جو میں نے انہیں لکھی تھی تو نے کام بگاڑ دیا، مجھے امید تھی کہ یہ معاملہ صلح و صفائی کے ساتھ ختم ہو جائے گا، خدا کی قسم حسینؑ تسلیم نہیں ہوں گے کیونکہ ان کے بدن میں ان کے والد کی روح ہے،

شمر نے کہا: بتاؤ کیا کرنا چاہتے ہو امیر کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے دشمن سے جنگ کرو گے یا عہدہ سے برطرفی اختیار کرتے ہو تو میں لشکر کی سپہ سالاری کا عہدہ سنبھال لیتا ہوں،

عمر بن سعد نے کہا: لشکر کی سپہ سالاری میں تمہارے سپرد نہیں کروں گا میں تمہیں اس کا اہل نہیں سمجھتا میں ہی اس کام کو انجام دوں گا ہاں تم پیادہ فوج کے امیر ہو، آخر کار نو محرم بروز جمعرات عمر بن سعد نے خود کو جنگ کے لئے تیار کر لیا،[3]

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: تاسوعا "نو محرم" کو "ابن سعد کی فوج نے" امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کا محاصرہ کیا شام و کوفہ کی فوج نے چاروں طرف سے آپؑ کو گھیر لیا، ابن مرجانہ اور ابن سعد نے اپنی فوج کی کثرت پر خوشی منائی، آج کے دن امام حسینؑ کو تنہا دیکھا اور بے یار و مددگار سمجھا کہ اب اہل عراق میں سے کوئی ان کی مدد کیلئے نہیں آئے گا، امام صادقؑ نے پھر فرمایا: میرے والدان پر فدا کہ جنہیں بے کس و ناچار چھوڑ دیا گیا اور کمزور کر دیا گیا[4]

---

[1] اعلام الوریٰ ص ۲۴۳، [2] الامام الحسینؑ واصحابہ ص ۲۴۵،

[3] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۸۹، [4] سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۲۳، کلمہ تسع،

امان نامہ

جب شمر نے عبید اللہ بن زیاد سے ابن سعد تک پہونچانے کے لیے خط لیا تو اس نے اور عبد اللہ بن ابی المحل "ام البنین کے بھتیجے" نے عبید اللہ سے کہا: اے امیر! ہمارے بھانجے حسینؑ کے ساتھ ہیں اگر بہتر سمجھیں تو ان کی امان کیلئے ایک خط لکھ دیجئے، عبید اللہ نے ان کی پیش کش قبول کرلی اور اپنے منشی کو امان نامہ لکھنے کا حکم دیا،

امان نامہ ٹھکرا دیا

عبد اللہ بن ابی المحل نے اپنے غلام "کزمان[1]" کے ذریعہ امان نامہ کربلا بھیج دیا، کربلا پہنچکر اس نے ام البنین کے بیٹوں کے سامنے امان نامہ پڑھا اور کہا: یہ امان نامہ تمہارے رشتہ دار عبد اللہ بن ابی المحل نے بھیجا ہے انہوں نے کزمان کو جواب دیا، انہیں ہمارا سلام پہنچا کر کہنا: ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں ہے خدا کی امان سمیہ کے بیٹے عبید اللہ کی امان سے بہتر ہے[2]

اسی طرح شمر خیام حسینی کے پاس آیا اور علی ابن ابی طالبؑ کے بیٹوں عباسؑ و عبد اللہ اور جعفر و عثمان کو "جو کہ ام البنین سے تھے" آواز دی وہ باہر نکلے، شمر نے کہا: میں نے تمہارے لئے عبید اللہ سے امان لے لی ہے! انہوں نے متفقہ طور پر کہا: خدا لعنت کرے تجھ پر اور تیرے امان نامہ پر ہمیں تو امان دی جائے اور فرزند فاطمہؑ بنت رسولؐ کو امان نہ دی جائے[3]،

اعلان جنگ

امان نامہ ٹھکرا دیئے جانے کے بعد عمر بن سعد نے چلا کر کہا: اے لشکر خدا سوار ہو جاؤ خوشی مناؤ کہ جنت

---

۱ خوارزمی نے اس غلام کا نام "عرفان" لکھا ہے، مقتل الحسینؑ خوارزمی ص ۲۴۵ ج ۱، ۲ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۵۶، ۳ انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۸۴،

میں جلا رہے ہو، فوجی سوار عصر کے بعد عازم جنگ ہوئے، امام حسینؑ اپنے خیمہ کے سامنے تشریف فرما ہیں، شمشیر ہاتھ میں ہے زانو پر سر رکھے ہوئے ہیں، کہ زینب کبریٰؑ روتی ہوئی بھائی کے پاس آئیں اور کہا:

بھائی! یہ شور و غل آپ نہیں سن رہے ہیں، ہر لحظہ قریب آرہا ہے،

امام حسینؑ نے سر اٹھا کر فرمایا: بہن میں نے ابھی خواب میں رسولؐ کو دیکھا ہے فرما رہے تھے کہ تم ہمارے پاس آنا چاہتے ہو یہ بات سنکر زینب بیتاب ہوگئیں اور رونے لگیں،

امام حسینؑ نے فرمایا: بہن رونے کا مقام نہیں ہے، خدا تم پر رحم کرے چپ ہو جاؤ اسی اثناء میں عباس بن علیؑ آئے اور عرض کیا بھائی یہ دشمن کی فوج ہے جو ہمارے خیموں کے نزدیک آگئی ہے،

امام حسینؑ نے کھڑے ہوئے فرمایا: عباسؑ! بھائی قربان! گھوڑے پر سوار ہوکر جاؤ اور ان سے معلوم کرو کہ کیا چاہتے ہیں، یہاں کیوں آئے ہو؟

حضرت عباسؑ بیس سواروں کے ساتھ کہ جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے دشمن کی فوج کے قریب گئے اور پوچھا کیا ہوا؟ کیا چاہتے ہو؟ امیر کا حکم ہے کہ تم سے یہ بتا دیں کہ یا تو امیر کے حکم کی تعمیل کرو یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ.

عباسؑ نے فرمایا: اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھنا اور جلدی نہ کرنا میں ابو عبداللہؑ کی خدمت میں تمہارا پیغام پہونچاتا ہوں، دشمن کے لشکر نے یہ بات قبول کرلی عباس بن علیؑ تنہا امام حسینؑ کے پاس گئے صورتحال بیان کی باقی بیس افراد عمر بن سعد کی فوج کو نصیحت کر رہے تھے اور امام حسینؑ سے جنگ کرنے سے منع کر رہے تھے اور انھیں خیموں کی طرف بڑھنے سے روکے ہوئے تھے [1]

حبیب بن مظاہر اور زہیر بن قین کی نصیحت،

حبیب بن مظاہر نے زہیر بن قین سے کہا: اس گروہ سے کچھ کہنا چاہئے یا تم کہو یا میں،

زہیر نے کہا: آپ اس قوم کو نصیحت کریں،

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۹۰،

حبیب نے دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے کہا: جان لو کہ تم بہت برے لوگ ہو تم وہ ہو جو قیامت کے دن خدا کے حضور پہنچو گے جبکہ عترت رسولؐ اور ان کے اہل بیت و اولاد کا خون تمہاری گردن پر ہو گا۔

عزرہ بن قیس نے کہا: اے حبیب تم جتنی چاہو اپنی تعریف و خود ستائی کرو، زہیر نے کہا: اے عزرہ خدا نے اہلبیتؑ سے ہر کثافت و نجاست کو دور رکھا ہے اور انہیں پاک رکھا ہے خدا سے ڈرو میں تمہارا خیر خواہ ہوں میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو گمراہوں کے مددگار ہیں اور ان کی خوشنودی کیلئے پاک و پاکیزہ نفوس کو قتل کر رہے ہیں[۱]

عزرہ نے کہا: اے زہیر تم اس خاندان کے دوست نہیں تھے بلکہ عثمانی تھے، زہیر نے کہا: کیا میں تمہیں یہاں رہ کر نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں اس خاندان کا پیرو ہوں، خدا کی قسم میں نے انہیں خط نہیں لکھا کوئی قاصد ان کے پاس نہیں بھیجا اور نہ ان سے مدد کا وعدہ کیا بلکہ اثناء راہ میں ان سے ملاقات ہوئی ہے ہاں جب انہیں دیکھا تو مجھے رسولؐ اللہ اور ان کی نظر میں امام حسینؑ کی منزلت یاد آ گئی اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ دشمن ان پر رحم نہیں کریں گے تو میں نے یہ طے کیا میں اپنی جان ان پر قربان کروں گا تاکہ میں خدا اور اس کے رسولؐ اور ان کے حقوق کو محفوظ کر سکوں جن سے تم نے چشم پوشی کر لی ہے[۲]۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: اگر ہو سکے تو ان سے کل تک کی مہلت لے لو تاکہ ہم رات بھر خدا کی عبادت کریں اور اس کی بارگاہ میں نماز ادا کریں[۳] خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز اور تلاوت قرآن سے کتنا شغف ہے[۴]

عبادت کے لئے ایک شب کی مہلت

عباسؑ دشمن کی فوج کے پاس لوٹ آئے اور ان سے عبادت و نماز کیلئے مہلت مانگی عمر بن سعد نے

۱۔ نفس المہموم ص۲۲۶،

۲۔ انساب الاشراف ج۳ ص۱۸۳،

۳۔ اعلام الوریٰ ص۲۳۲، ۴۔ الملہوف ص۳۸،

مہلت دینے کے سلسلے میں تردد میں تھا آخر کار اپنے لشکر والوں سے پوچھا کہ کیا کیا جائے؟

عمر بن حجاج نے کہا: سبحان اللہ اگر اہل دیلم ، اجنبی ، اور کفار میں سے کوئی تم سے مہلت طلب کرتا تو اسے بھی مہلت دینی چاہیے تھی ، قیس ابن اشعث نے کہا: انہیں مہلت دو قسم اپنی جان کی وہ کل صبح تم سے ضرور جنگ کریں گے ،

ابن سعد نے کہا: خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ مجھ سے ضرور جنگ کریں گے تو میں قطعاً مہلت نہیں دوں گا ؎ مختصر یہ کہ ابن سعد کا قاصد عباسؑ کے پاس آیا اور کہا: ہم آپ لوگوں کو کل تک کی مہلت دیتے ہیں پھر اگر آپ حضرات تسلیم ہو گئے تو ہم عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیں گے اور اگر روگردانی کرو گے تو تمہیں نہیں چھوڑیں گے ؎

شب عاشور امامؑ کا خطبہ

غروب کے وقت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب و انصار کو جمع کیا امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں میں بھی بابا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ کا خطبہ سنوں اگرچہ میں بیمار تھا بابا نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

أُثْنِي عَلَى اللهِ أَحْسَنَ الثَّناءِ وَأَحْمَدُهُ عَلَى السَّرّاءِ وَالضَّرّاءِ، اللّهُمَّ إِنّي أَحْمَدُكَ عَلى أَنْ أَكْرَمْتَنا بِالنُّبُوَّةِ وَجَعَلْتَ لَنا أَسْماعاً وَأَبْصاراً وَأَفْئِدَةً وَعَلَّمْتَنا القُرْآنَ وَفَقَّهْتَنا فِي الدِّينِ فَاجْعَلْنا لَكَ مِنَ الشّاكِرِينَ، أَمّا بَعْدُ فَإِنّي لا أَعْلَمُ أَصْحاباً أَوْفى وَلا خَيْراً مِنْ أَصْحابِي وَلا أَهْلَ بَيْتٍ أَبَرُّ وَلا أَوْصَلُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَجَزاكُمُ اللهُ جَمِيعاً عَنّي خَيْراً. أَلا وَإِنّي لَأَظُنُّ يَوْمَنا مِنْ هؤُلاءِ الأَعْداءِ غَداً وَإِنّي قَدْ أَذِنْتُ لَكُمْ جَمِيعاً فَانْطَلِقُوا فِي حِلٍّ لَيْسَ عَلَيْكُمْ مِنّي ذِمامٌ. هذَا اللَّيْلُ قَدْ غَشِيَكُمْ فَاتَّخِذُوهُ جَمَلاً وَلْيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِيَدِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَجَزاكُمُ اللهُ جَمِيعاً ثُمَّ تَفَرَّقُوا فِي البِلادِ فِي سَوادِكُمْ وَمَدائِنِكُمْ حَتّى يُفَرِّجَ اللهُ فَإِنَّ القَوْمَ يَطْلُبُونَنِي وَلَوْ أَصابُونِي لَهَوْا عَنْ طَلَبِ غَيْرِي ؎

؎ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۰۰ ؎ ارشاد شیخ مفید ج۲ ص ۹۱ ؎ کامل ابن اثیر ج۴ ص ۵۷ ،

میں خدا کی حمد و ثنا کرتا ہوں، بہترین ثنا، خوشی و ناخوشی پر اس کی حمد کرتا ہوں اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے ہمیں نبوت کے ذریعہ عزت بخشی، ہمیں قرآن اور فقہ دین کا علم عطا کیا ہمیں سننے والے کان دیکھنے والی آنکھیں اور آگاہ دل دیا، ہمیں اپنے شکر گزاروں میں قرار دے میں نہیں جانتا کہ کسی کو میرے اصحاب سے زیادہ باوفا اور میرے اہلبیت سے زیادہ فرمانبردار اور صلہ رحم کے زیادہ پابند اہلبیت ملے ہوں میری مدد پر خدا تم سب کو جزائے خیر عطا کرے میں جانتا ہوں کہ کل ہماری ان دشمنوں سے جنگ ہوگی میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں اور تم سے اپنی بیعت اٹھا رہا ہوں اب تم رات کے اندھیرے میں جدھر چاہو نکل جاؤ اور تم میں سے ہر ایک میرے اہلبیت میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر دیہاتوں اور شہروں کی طرف نکل جاؤ تاکہ خدا تمہارے لئے کشائش پیدا کرے یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں اگر میں ان کے ہاتھ آگیا تو پھر تم سے سروکار نہیں رکھیں گے،

امام حسینؑ کے انصار کا جواب

امام حسینؑ کے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں، اور بھانجوں نے عرض کیا ہم آپ کو اسلئے چھوڑ دیں تاکہ آپؑ کے بعد زندہ رہ سکیں خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے،

سب سے پہلے عباس بن علیؑ نے یہ بات کہی بعد میں دوسروں نے ان کی پیروی میں اسی مضمون کے جملے کہے

امام حسینؑ نے عقیل کے بیٹوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارے لئے مسلم بن عقیلؑ کا مارا جانا کافی ہے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ تم لوگ چلے جاؤ

انہوں نے کہا سبحان اللہ! لوگ کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے کہ ہم نے اپنے بڑے سالار اور اپنے چچا زاد بھائیوں، بہترین انسانوں، کو دشمنوں کے نرغہ میں چھوڑ دیا ان کی طرف سے دشمن پر تیر نہیں چلائے اور دشمن پر نیزہ و شمشیر سے حملہ نہیں کیا، نہیں خدا کی قسم ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے بلکہ اپنی جان مال اور اہل و عیال کو آپؑ پر فدا کریں گے آپ کی طرف سے جنگ کریں گے اور جہاں آپ جائیں گے آپ کے ساتھ چلیں گے

تف ہے آپ کے بعد زندہ رہنے پر۔

اس کے بعد مسلم بن عوسجہ اٹھے اور کہا: ہم آپ کو تنہا چھوڑنے کے بعد خدا کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے خدا کی قسم میں اس نیزہ سے ان کے سینے چھلنی کروں گا اور اس وقت تک ان پر حملہ کرتا رہوں گا جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے اور اگر میرے پاس ہتھیار بھی نہیں ہوگا تو میں ان پر پتھروں کی بارش کروں گا خدا کی قسم میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ خدا خود شاہد ہو جائے کہ میں نے آپ کے بارے میں رسولؐ کی عدم موجودگی میں ان کی حرمت کی حفاظت کی ہے خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میں مارا جاؤں اور اس کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں اور اس کے بعد یہ مجھے جلائیں۔ اور پھر زندہ کیا جاؤں اور اس کے بعد میری لاش کو پامال کیا جائے اور میرے ساتھ ستر مرتبہ یہی سلوک کیا جائے تو بھی میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا یہاں تک آپ پر اپنی جان قربان کردوں اور میں ایسا کیوں نہ کروں ایک مرتبہ قتل ہو کر ابدی سرفرازی حاصل ہو جائے گی۔

پھر زہیر بن قین کھڑے ہوئے اور کہا: خدا کی قسم مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں قتل کیا جاؤں اس کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور ہزار بار ایسا ہی ہو یہاں تک کہ خدا آپ کو اور آپ کے اہلبیتؑ کو قتل ہونے سے بچالے۔

زہیر کے بعد اصحاب میں سے ایک جماعت اٹھی اور اس نے بھی زبان پر ایسے ہی شجاعانہ اور دلیرانہ کلمات جاری کئے امام حسینؑ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور اپنے خیمہ میں لوٹ آئے [1]۔

محمد بن بشیر

شب عاشور محمد بن بشیر حضرمی کو خبر ملی کہ رے کی سرحد پر تمہارا بیٹا گرفتار کر لیا گیا ہے انہوں نے جواب دیا

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۹۲، خداوند عالم کا ارشاد ہے۔ من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا۔ سورہ احزاب ۲۳، اسی طرح ارشاد ہے۔ والموفون بعھدھم اذا عاہدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس۔ ان آیات کا واضح مصداق یہی شیر مرد ہیں کہ جنہوں نے اپنی جاں نثاری اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے نام کو دوام بخشا حق کے سامنے تسلیم ہو جانے کا سبق دیا اور انسانوں کو بیداری و فداکاری کا سلیقہ سکھایا

کہ میں اس کی اور اپنی مصیبت کا خدا ہی سے اجر چاہتا ہوں مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرا بیٹا اسیر ہو اور اس کے بعد میں زندہ رہوں۔

امام حسینؑ نے ان کی بات سنکر فرمایا: خدا تمہاری مغفرت کرے میں نے تم سے اپنی بیعت اٹھالی ہے جاؤ اور اپنے بیٹے کو اسیری کا سے چھڑانے کی کوشش کرو، محمد بن بشیر نے کہا: مجھے درندے پھاڑ کھائیں اگر میں جیتے جی آپ سے جدا ہوں،

امام حسینؑ نے فرمایا: تو یہ لباس اپنے اس بیٹے کو دیدو جو تمہارے ساتھ ہے تاکہ وہ انہیں خرچ میں کر کے اپنے بھائی کو اسیری کا سے چھڑانے کی کوشش کرے، لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے اسے پانچ ایسے لباس دیئے تھے کہ جن میں سے ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار دینار تھی [۱]

موت شہد سے زیادہ شیریں

قاسم بن حسن نے امام حسینؑ سے عرض کی: کیا فہرست شہداء میں میرا بھی نام ہے؟

امام حسینؑ نے شفقت کے ساتھ فرمایا: بیٹا تمہاری نظر میں موت کیسی ہے؟ عرض کیا چچا! شہد سے زیادہ شیریں ہے،

آپؑ نے فرمایا: چچا قربان! تم بھی شہید ہو گے، پھر ٹھنڈی سانس لیکر فرمایا: میرا بیٹا اصغر بھی شہید ہوگا

قاسمؑ نے عرض کیا چچا کیا دشمن کا لشکر خیموں پر حملہ کر کے شیر خوار کو شہید کرے گا،

امام حسینؑ نے فرمایا: چچا تیرے فدا، اصغر اس وقت شہید ہوگا جب پانی یا دودھ نہ ملنے کی وجہ سے زبان سوکھ جائے گی میں ہاتھ پر لیکر پانی طلب کروں گا اس وقت ظالم تیر سے اسے شہید کریں گے [۲]۔

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں: یہ بات سنکر قاسمؑ زار زار روئے ان کے ساتھ ہم سب بھی رونے لگے جس سے خیمہ میں شور و شین برپا ہو گیا،

---

[۱] الملہوف ص ۵۹، [۲] یہاں ہم نے ترجمہ میں تصرف کیا ہے، مترجم،

شہادت تک ...

امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب میرے والد نے اصحاب سے یہ فرمایا: میں نے تم سے اپنی بیعت اٹھالی ہے، تم آزاد ہو، اور اصحاب و انصار نے شہادت پانے تک آپؑ کی وفاداری اور فداکاری پر زور دیا تو آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا: اپنے سر بلند کرو اور اپنی اپنی جگہ، جنت میں، دیکھ لو۔ امام حسینؑ کے اصحاب نے سر اٹھا کر جنت میں اپنی اپنی جگہ دیکھی آپ نے ہر ایک کے بلند مقام کی نشاندھی کی۔[۱] آپؑ کے اس معجزے کے بعد اصحاب حسینی فراخ دلی اور سرخ روئی سے نیزوں اور تلواروں کے استقبال کیلئے بڑھے تاکہ جنت میں جلد از جلد اپنی اپنی جگہ پر پہنچ جائیں۔[۲]

خندق

اصحاب حسینیؑ نے شب عاشور خیموں کے چاروں طرف خندق کھودی تھی امام حسینؑ نے فرمایا: پشت خیمہ پر جو نرکل اور لکڑیاں ہیں انھیں خندق میں ڈال کر آگ لگا دو تاکہ دشمن خیموں تک نہ پہنچ سکے ایک طرف سے راستہ چھوڑ دیا گیا تھا جہاں امامؑ کے انصار تعینات تھے یہ تدبیر امام حسینؑ کیلئے بہت مفید تھی۔[۳]

امام حسینؑ خیموں سے باہر تشریف لائے اصحاب سے فرمایا کہ خیموں کو ایک دوسرے کے قریب قریب نصب کیا جائے اور ایک خیمہ کی رسی دوسرے خیمہ کی رسی سے باندھ دی جائے، دشمن کو اپنے سامنے رکھو دائیں بائیں اور پشت پر خیمہ قرار دو یعنی اصحاب حسینی کی تین سمتوں میں خیمہ ہوں اور وہ صرف سامنے کی طرف سے دشمن کا مقابلہ کریں اس کے بعد امام حسینؑ اور آپؑ کے انصار اپنی جگہ واپس آگئے اور تمام رات نماز و دعا و استغفار اور تضرع و زاری میں بسر کی اور چشم زدن کیلئے بھی کوئی نہ سویا۔[۴]

۱۔ خرائج ج۱ ص ۲۵۴

۲۔
قومٌ اذا نُودُوا لدفع مُلمّةٍ   والخیلُ بین مُدعّسٍ ومُکردَسِ
لَبِسُوا القلوبَ علی الدُّروعِ کأنّما   یتهافتونَ علی ذهابِ الأنفُسِ

۳۔ الحسین و اصحابہ ص ۲۵۰ ۔ ۴۔ انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۸۶

امام زین العابدین ؑ فرماتے ہیں: شب عاشور میں اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا میری پھوپھی زینب ؑ بھی میرے ساتھ تھیں میری تیمار داری کر رہی تھیں ناگہاں میرے والد کھڑے ہوئے اور دوسرے خیمہ میں تشریف لے گئے وہاں ابوذر غفاری کا غلام "جون"[1] آپ کی خدمت میں حاضر تھا اور ان کی تلوار پر سان رکھ رہا تھا میرے والد یہ اشعار پڑھ رہے تھے

يا دَهْرُ أُفٍّ لَكَ مِنْ خَليلِ   كَمْ لَكَ بِالاِشْراقِ وَالأَصيلِ

مِنْ صاحِبٍ وَطالِبٍ قَتيلِ   وَالدَّهْرُ لا يَقْنَعُ بِالبَديلِ

وَإِنَّمَا الأَمْرُ إِلَى الجَليلِ   وَكُلُّ حَيٍّ سالِكٌ سَبيلي[2]

والد نے یہی اشعار دو یا تین بار دہرائے میں آپ کا مقصد سمجھ گیا جس سے مجھے رونا آگیا لیکن میں نے خود پر قابو پایا اور خاموش رہا یہ سمجھ گیا کہ بلا نازل ہو چکی ہے لیکن جب میری پھوپھی زینب نے یہ اشعار سنے تو وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکیں، چنانچہ اٹھیں چلیں، چادر زمین پر گھسٹتی جاتی تھی والد کے پاس پہونچیں اور کہا کاش میں مرگئی ہوتی، میری زندگی کا خاتمہ ہو گیا ہوتا، اے دنیا سے اٹھ جانے والوں کے جانشین اور پسماندگان کی پناہ گاہ آج میری ماں فاطمہ ؑ میرے والد علی ؑ اور میرے بھائی حسن ؑ میرے ساتھ نہیں ہیں،

حسین ؑ نے بہن کی طرف دیکھا اور فرمایا: بہن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو آپ کی آنکھوں میں اشک بھرے ہوئے تھے کہ آپ ؑ نے فرمایا اگر پرندہ کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے تو وہ آرام کر لیتا۔

پھوپھی نے عرض کیا: کیا آپ ؑ کو ظلم و ستم کے ساتھ قتل کریں گے اس سے مرا دل پاش پاش ہو گیا یہ کہکر چہرہ پر سیلی ماری گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں،

امام حسین ؑ اٹھے انہیں ہوش میں لائے اور فرمایا: بہن اللہ کا تقوی اختیار کرو، صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو اور جان لو کہ تمام اہل زمین کو موت آئے گی اور آسمان والے بھی نہیں رہیں گے، ہر چیز فنا ہو جائے گی،

---

[1] بلاذری نے اس کا نام انساب الاشراف میں "حوی" ذکر کیا ہے، ہم نے ارشاد سے نقل کیا ہے،

[2] وائے زمانہ تیرے اوپر تو کتنا برا دوست ہے صبح و شام کتنے کشتوں کی تجھے آرزو رہتی ہے زمانہ کسی کی جگہ دوسرے کو قبول نہیں کرتا ہے ہر امر خدا کے ہاتھ میں ہے، ہر زندہ موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔

صرف خدا رہے گا کہ جس نے اپنی قدرت سے خلق کو پیدا کیا اور پھر انہیں دوبارہ اٹھائے گا وہ خدا ایک ہے اکیلا ہے، میرے والد، میری والدہ اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے وہ دنیا سے اٹھ گئے مجھے اور ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ رسولؐ کو اپنا نمونہ سمجھے اور بلا و مصیبت کے وقت ہوش و حواس قائم رکھے۔۔

امام حسینؑ نے اپنی بہن کو اس طرح تسلی دی اور کہا: تمہیں خدا کی قسم کہ میرے غم میں اپنا گریبان چاک نہ کرنا، چہرہ پر خراش نہ لگانا اور میری شہادت کے بعد نالہ و زاری نہ کرنا۔

علی بن الحسینؑ فرماتے ہیں: جب پھوپھی کو ہوش آگیا تو والد نے انہیں میرے پاس بٹھا دیا۔[۱]

ایک جماعت کا امام حسینؑ سے ملحق ہونا

لکھا ہے کہ اہل کوفہ میں سے تیس آدمیوں نے، جو کہ عمر بن سعد کے لشکر میں تھے، اس سے کہا: فرزند فاطمہؑ بنت رسولؐ نے جنگ سے بچنے کے لئے جو تین پیش کش کی تھیں ان میں سے تم نے ایک بھی قبول نہیں کی، کیوں؟ اس اعتراض کے بعد وہ ابن سعد کے لشکر سے نکل کر امام حسینؑ سے ملحق ہو گئے۔[۲]

بریر اور حرب سبیعی

ضحاک بن عبد اللہ مشرقی کہتے ہیں: رات ہوئی تو امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب نے ساری رات نماز، دعاء و استغفار اور خدا کی بارگاہ میں تضرع و زاری میں گزاری ابن سعد کے سو سوار رات میں نگہبانی کیلئے معین کئے تھے وہ ابتدائی رات میں ہمارے خیموں کے قریب سے گزرے جبکہ امام حسینؑ اس آیہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۞ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ﴾[۳]

۱۔ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۹۳، ۲۔ العقد الفرید ج ۴ ص ۱۲۸

۳۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ یہ گمان نہ کریں کہ ہم جو مہلت دے رکھی ہے وہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ ہم نے انہیں اس لئے مہلت دی ہے تاکہ وہ زیادہ گناہ کریں ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے اور خدا ایمان والوں کو اسی حال میں نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ خبیث و طیب کو الگ نہ کر دے۔ آل عمران ۱۷۸-۱۷۹

ان میں سے ایک نے کہا: کعبہ کے رب کی قسم ہم وہ پاک لوگ ہیں جو تم ہی سے جدا ہوئے ہیں، وہ کہتے ہیں میں نے اسے پہچان لیا اور بریر بن خضیر سے کہا: اس شخص کو پہچانتے ہو؟ بریر نے کہا: نہیں!

میں نے کہا: یہ ابو حرب سبیعی ہے جس کا نام عبداللہ بن شہر ہے، مسخرہ اور دلاور ہے سعید بن قیس نے ایک جرم کی پاداش میں اسے قید کر دیا تھا۔

بریر بن خضیر نے اس سے کہا: اے فاسق تو یہ سوچتا ہے کہ خدا نے تجھے پاک لوگوں کے زمرہ میں قرار دیا ہے اس نے بریر خضیر سے پوچھا تم کون ہو؟ کہا: میں بریر بن خضیر ہوں۔

اس نے کہا: اے بریر خدا کی قسم یہ بات میرے لئے بہت شاق ہے کہ تم میرے ہاتھ سے ہلاک ہو۔

بریر نے کہا: کیا تم ان گناہوں سے توبہ کر کے خدا کی طرف آ سکتے ہو جو تم کر چکے ہو؟ خدا کی قسم ہم پاکیزہ لوگوں میں سے ہیں اور تم سب نجس ہو۔

اس نے کہا: میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تمہاری بات صحیح ہے، ضحاک بن عبداللہ نے اس سے کہا: وائے ہو تجھ پر، اس معرفت کا تمہیں کیا فائدہ؟ اس نے کہا: تیرے قربان! پھر یزید بن عذرہ کا دوست کون ہوگا جو کہ اب تک میرے ساتھ ہے۔

بریر نے کہا: تم بیوقوف و نادان آدمی ہو پھر وہ واپس چلا گیا اس رات میں عذرہ بن قیس احمسی اور ان کے سوار ہمارے نگہبان تھے۔[1]

نافع بن ہلال اور امام حسینؑ

نصف شب میں امام حسینؑ باہر نکلے خیام اور اطراف کے ٹیلوں کو دیکھا نافع بن ہلال بھی خیمہ سے باہر آئے اور آپؑ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے آپؑ نے نافع سے دریافت کیا۔

تم میرے پیچھے پیچھے کیوں آ رہے ہو؟

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۹۲۔

نافع نے عرض کیا : یابن رسول اللہؐ ! میں نے دیکھا کہ آپ دشمن کے لشکر کی طرف جارہے ہیں مجھے آپ کی جان کا خوف محسوس ہوا۔

امام حسینؑ نے فرمایا : میں اطراف کا معائنہ کر رہا ہوں تاکہ یہ اندازہ ہو جائے کہ دشمن کہاں سے حملہ کر سکتا ہے۔

نافع کہتے ہیں : آپؑ واپس ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا : خدا کی قسم یہ ایسا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

اس کے بعد مجھ سے فرمایا : ان دو پہاڑوں کے درمیان جو راستہ تم دیکھ رہے ہو؟ رات کی اس تاریکی میں اس سے نکل جاؤ اور خود کو بچالو۔

نافع بن ہلال نے خود کو امامؑ کے قدموں پر گرا دیا اور عرض کیا اگر میں ایسا کروں تو میری ماں میرے ماتم میں روئے خدا نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میں آپؑ کے سایہ میں شہادت پاؤں گا۔

اس کے بعد امام حسینؑ زینبؑ کے خیمہ میں داخل ہوئے، نافع کہتے ہیں کہ میں خیمہ کے باہر آپؑ کا انتظار کر رہا تھا میں نے سنا کہ زینبؑ نے امام حسینؑ سے کہا : کیا آپؑ نے اپنے مددگاروں کو آزما لیا ہے، کیا آپؑ جانتے ہیں کہ وہ کل آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا : وہ ایسے ہی شہادت کے مشتاق ہیں جس طرح بچہ ماں کے پستان سے مانوس ہوتا ہے۔

نافع کہتے ہیں : یہ بات سنکر میں حبیب بن مظاہر کے پاس گیا ان سے ماجرا بیان کیا، حبیب نے کہا : اگر میں امامؑ کے حکم کا منتظر نہ ہوتا تو ابھی دشمن پر حملہ کر دیتا۔

نافع کہتے ہیں : میں نے ان سے کہا : ابھی آپؑ اپنی بہن زینبؑ کے پاس ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ اصحاب کو جمع کر کے انہیں اپنی جان نثاری کا یقین دلائیں تاکہ عورتوں کو سکون مل جائے۔

حبیب نے امامؑ کے انصار کو صدا دی سب آگئے اور اہل بیت کے خیموں کے پاس کھڑے ہو کر کہا : اے رسولؐ زادیو ! یہ ہماری شمشیریں ہیں ہم نے یہ قسم کھائی ہے کہ تمہارے دشمنوں سے جنگ کئے بغیر انہیں غلاف میں نہیں رکھیں گے اور اپنے ان نیزوں کو دشمنوں کے سینوں میں اتاریں گے۔

اہل حرم نے کہا: اے پاک سرشت جوان مردو، رسولؐ کی بیٹیوں اور امیرالمومنینؑ کے بیٹوں کی حفاظت کرو یہ سنکر اصحاب زار زار رونے لگے[1]

خواب

سحر کے وقت امام حسینؑ کو ہلکی سی نیند آگئی آنکھ کھلی تو فرمایا: میرے مددگار و جانثارو! میں نے ابھی ابھی خواب میں کیا دیکھا ہے؟

اصحاب نے کہا: فرزند رسولؐ خدا کیا دیکھا ہے؟ فرمایا میں نے خواب میں چند کتوں کو دیکھا ہے جو کہ مجھ پر حملہ کرکے زخمی کرنا چاہتے ہیں ان کے درمیان ایک ابرص کتا کو دیکھا جو دوسرے کتوں سے وحشی اور خونی ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی ابرص آدمی ہے جو مجھے قتل کرے گا، اس خواب کے بعد میں نے اپنے جد رسولؐ کو دیکھا ان کے چند اصحاب بھی ان کے ساتھ تھے آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا: بیٹا! تم شہید آل محمدؐ ہو اہل آسمان اور عالم بالا کے کروبین تمہارے آنے کی بشارت میں خوش ہیں، افطار کے وقت تم میرے پاس پہونچ جاؤ گے جلد کرو دیر نہ کرو یہ ایک فرشتہ ہے جو آسمان سے نیچے آگیا ہے تاکہ تمہارا خون سبز رنگ کی شیشی میں محفوظ کرے۔

یہ خواب اس بات کا غماز ہے کہ اجل قریب اور اس دنیائے فانی سے سفر کا وقت قریب ہے[2]

روزِ عاشورہ

صبح کی نماز امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ادا کی اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرکے فرمایا:

اللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِي فِي كُلِّ كَرْبٍ وَرَجَائِي فِي كُلِّ شِدَّةٍ، وَاَنْتَ لِي فِي كُلِّ اَمْرٍ نَزَلَ بِي ثِقَةٌ وَعُدَّةٌ، كَمْ مِنْ هَمٍّ يَضْعُفُ فِيهِ الْفُؤَادُ وَتَقِلُّ فِيهِ الْحِيلَةُ وَيَخْذُلُ فِيهِ الصَّدِيقُ وَيَشْمِتُ فِيهِ الْعَدُوُّ اَنْزَلْتُهُ بِكَ وَشَكَوْتُهُ اِلَيْكَ رَغْبَةً مِنِّي اِلَيْكَ عَمَّنْ سِوَاكَ فَفَرَّجْتَهُ وَكَشَفْتَهُ فَاَنْتَ وَلِيُّ كُلِّ نِعْمَةٍ وَصَاحِبُ كُلِّ حَسَنَةٍ وَمُنْتَهَى كُلِّ رَغْبَةٍ[3]

---

[1] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۱۸ [2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳

[3] اثبات الوصیۃ ص ۱۳۶، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۴۶، اثبات الہداۃ میں یہی خبر امام صادقؑ سے نقل ہوئی ہے ج ۲ ص ۵۰۳۔

اے اللہ! مشکلوں میں تو ہی میرا سہارا ہے سختیوں میں تو ہی میری امید ہے جو کچھ مجھ پر نازل ہو رہا ہے اس میں تو میرا ملجا و ماویٰ ہے پالنے والے کتنے غم ہیں جن سے دل ٹوٹ گئے ہیں اور چارہ سازی کا یار نہ رہا دوستوں کی کوئی عزت نہیں ہے دشمنوں کے طعنے ہیں میں تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں کہ تجھ سے امید رکھنے سے دوسروں سے بے نیازی ہے، پس بند دروازوں کو کھول دے اور امید کی کرن دکھا دے کہ تو ہی ہر نعمت کا مالک ہے اور تمام خوبیاں تجھ سے مخصوص ہیں اور تو ہی آرزوؤں کا مرکز ہے۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام اٹھے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد اصحاب سے فرمایا خدا نے مجھے اور تمہیں شہادت کا حکم دیا ہے لہذا تم صبر اختیار کرو۔[۱]

انصارِ حسینی کی تعداد

عاشور کے دن انصار حسینی ۳۲ سوار اور چالیس پیادہ تھے، محمد بن ابی طالب سے منقول ہے کہ پیادہ ۸۲ تھے، سید بن طاؤس نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ کے انصار ۱۴۵ تھے، ۴۵ سوار اور سو پیادہ تھے۔[۲]

زہیر بن قین کو فوج کے میمنہ پر حبیب بن مظاہر کو میسرہ پر مقرر کیا اور علم اپنے بھائی عباسؑ کے سپرد کیا خیموں کو اپنی پشت پر قرار دیا اور فرمایا کہ جو خندق کھودی گئی ہے اسے نرکل اور لکڑیوں سے بھر کر آگ لگا دو تاکہ دشمن پشت سے حملہ نہ کر سکے۔[۳]

۱۔ اثبات الوصیہ ص ۱۲۶، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۴۰، اور اثبات الہداۃ ج ۲ ص ۵۸۳ میں اسی مطلب کو امام صادقؑ سے نقل کیا ہے۔ ۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۔

۳۔ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۹۵۔ ممکن ہے کہ یہاں مدینہ مراد ہو کیونکہ یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ نے عبید اللہ کے لشکر میں شرکت کی ہو، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ کبھی مدینہ کے ہوں کوفہ میں بس گئے ہوں اور وہ مراد ہوں کیونکہ کوفہ وہ شہر تھا جہاں مختلف جگہوں کے لوگ آکر آباد ہو گئے تھے۔

فوج ابن سعد

عمر بن سعد نے بھی عبداللہ بن زہیر ازدی کو مدینہ والوں کی مختصری فوج کا امیر مقرر کیا اور قیس بن اشعث کو ربیعہ و کندہ کے قبیلہ والوں کا سپہ سالار بنایا، مذحجی و اسدی فوجوں کو عبداللہ بن ابی سبرہ جعفی کی سرکردگی میں قرار دیا، تمیمی و ہمدانی والوں کی فرمانداری حر بن یزید ریاحی کے سپرد کی، مذکورہ تمام گروہوں نے حسینؑ سے جنگ کی حر بن یزید ریاحی توبہ کر کے امام حسین علیہ السلام کی طرف آگئے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

عہدوں کی اس تقسیم، جسمیں قومی جذبہ کارفرما تھا، کے بعد عمر بن سعد نے عمرو بن حجاج زبیدی کو لشکر کے میمنہ پر اور شمر بن ذی الجوشن کو میسرہ پر مقرر کیا اور عروہ بن قیس کو سواروں کا اور شبث بن ربعی کو پیادہ فوج کا سپہ سالار بنایا اور پرچم اپنے غلام درید کو دیا۔[1]

عمر بن سعد کی فوج خیموں کی طرف بڑھی اور خیام حسینیؑ کا محاصرہ کر لیا لیکن خیام کے چاروں طرف وہ خندق تھی جو امامؑ کے حکم سے کھودی اور آپؑ ہی کے فرمان سے اس میں آگ روشن کی گئی تھی۔

اس وقت شمر، علیہ اللعن، نے کہا: اے حسینؑ قیامت آنے سے پہلے ہی آتش جہنم کا انتظام کر لیا؟

امام حسینؑ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ شمر بن ذی الجوشن ہے، اصحاب نے عرض کیا: ہاں امام حسینؑ نے شمر کو اطمینان سے جواب دیا: اے بکری چرانے والی عورت کے بیٹے تو عذاب جہنم اور آگ میں جلنے کے لائق ہے

مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ تیر سے شمر کا قصہ تمام کر دیں لیکن امام حسینؑ نے انہیں اس سے باز رکھا، عرض کیا: اجازت دیجئے کہ اس فاسق اور ستمگروں کے سرغنہ کا کام تمام کروں، بہترین موقع ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ایسا نہ کرو مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ اس گروہ سے میں جنگ میں پہل کروں۔[2]

---

[1] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۸۶،

[2] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۹۷،

خطبۂ امام حسینؑ

امام حسین علیہ السلام نے اپنا گھوڑا طلب کیا، سوار ہوئے اور بلند آواز میں ندا کی جسے عمر بن سعد کے لشکر میں سے اکثر لوگوں نے سنا:

أَيُّهَا النَّاسُ اسْمَعُوا قَوْلِي وَلا تَعْجَلُوا حَتّى أَعِظَكُمْ بِما هُوَ حَقٌّ لَكُمْ عَلَيَّ، وَحَتّى أَعْتَذِرَ إِلَيْكُمْ مِنْ مَقْدَمِي عَلَيْكُمْ، فَإِنْ قَبِلْتُمْ عُذْرِي وَصَدَّقْتُمْ قَوْلِي وَأَعْطَيْتُمُونِي النَّصَفَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ كُنْتُمْ بِذلِكَ أَسْعَدُ وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ عَلَيَّ سَبِيلٌ، وَإِنْ لَمْ تَقْبَلُوا مِنّي الْعُذْرَ وَلَمْ تُعْطُوا النَّصَفَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ ﴿فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكاءَكُمْ ثُمَّ لا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلا تُنْظِرُونِ﴾(۱) ﴿إِنَّ وَلِيِّيَ اللهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّالِحِينَ﴾(۲)

لوگو! میری بات سنو! جنگ کرنے میں اس وقت تک عجلت نہ کرو جب تک کہ میں تمہیں اس چیز کی نصیحت نہ کردوں، جس کا ادا کرنا میرے اوپر فرض ہے میں تمہارے سامنے حقیقت بیان کئے دیتا ہوں اگر انصاف سے کام لوگے تو خوش بخت ہو جاؤ گے اور اگر قبول نہیں کرو گے اور حق و انصاف کی راہ سے کنارہ کشی کرو گے اور اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہناؤ گے اور مجھ سے جنگ کرو گے خدا میرا آقا و مولا ہے کہ جس خدا نے قرآن نازل کیا اور نیکوکاروں کے اختیار میں دیدیا ہے۔

اہل حرم امام حسینؑ کا یہ خطبہ سنکر رونے لگے آہ و فغاں کی آواز بلند ہوگئی تو آپؑ نے عباسؑ و علیؑ سے فرمایا: خیمہ میں جاکر اہل حرم کو تسلی دو، نیز فرمایا: قسم اپنی جان کی اس کے بعد اور زیادہ روئیں گے۔

اہلبیتؑ کا نالہ و شیون بند ہوگیا تو آپؑ خدا کی حمد و ثنا بجالائے اور نہایت فصیح لہجہ میں خدا کو یاد کیا خدا کے رسولؐ، فرشتوں اور انبیاء پر درود بھیجا اور اپنا خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

۱۔ سورہ یونس ۷۱۔ ۲۔ سورہ اعراف ۱۹۶۔

أيُّها النّاسُ! أنسِبُوني مَنْ أنا ثُمَّ ارْجِعُوا إلى أنفُسِكُمْ وعاتِبُوها وانْظُرُوا هَلْ يَحِلُّ لَكُمْ قَتْلي وانْتِهاكُ حُرْمَتي؟ ألَسْتُ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّكُمْ وابْنَ وَصِيِّهِ وابْنِ عَمِّهِ وأوَّلِ المُؤْمِنِينَ بِاللهِ والمُصَدِّقِ لِرَسُولِهِ بِما جاءَ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ. أوَلَيْسَ حَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَداءِ عَمُّ أبي؟ أوَلَيْسَ جَعْفَرُ الطَّيّارُ عَمّي؟ أوَلَمْ يَبْلُغْكُمْ قَوْلُ رَسُولِ اللهِ ﷺ لي ولِأخي: هٰذانِ سَيِّدا شَبابِ أهْلِ الجَنَّةِ؟ فَإنْ صَدَّقْتُمُوني بِما أقُولُ وهُوَ الحَقُّ، واللهِ ما تَعَمَّدْتُ الكَذِبَ مُنْذُ عَلِمْتُ أنَّ اللهَ يَمْقُتُ عَلَيْهِ أهْلَهُ، ويَضُرُّ بِهِ مَنِ اخْتَلَقَهُ. وإنْ كَذَّبْتُمُوني فَإنَّ فيكُمْ مَنْ إذا سَألْتُمُوهُ أخْبَرَكُمْ. سَلُوا جابِرَ بْنَ عَبْدِاللهِ الأنْصارِيَّ وأبا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ وسَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السّاعِدِيَّ وزَيْدَ بْنَ أرْقَمَ وأنَسَ بْنَ مالِكٍ يُخْبِرُوكُمْ أنَّهُمْ سَمِعُوا هٰذِهِ المَقالَةَ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لي ولِأخي. أما في هٰذا حاجِزٌ لَكُمْ عَنْ سَفْكِ دَمي؟!

لوگو! میرا نسب یاد کرو، سوچو میں کون ہوں ہوش میں آؤ اپنے نفسوں پر ملامت کرو اور غور کرو کیا مجھے قتل کرنا اور میری حرمت پامال کرنا تمہارے لئے روا ہے؟

کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا اور رسولؐ کے وصی کا فرزند اور آنحضرتؐ کے ابن عم کا پسر نہیں ہوں کیا میں اس کا نور چشم نہیں ہوں، جو سب سے پہلے ایمان لایا اور رسولؐ کی ان باتوں کی تصدیق کی جو وہ خدا کی طرف سے لائے تھے

کیا سید الشہداء حضرت حمزہ میرے چچا نہیں ہیں، کیا جعفر طیار کہ جنہیں خدا نے دو پر عطا کئے ہیں جن کے ذریعہ بہشت میں پرواز کرتے ہیں وہ میرے چچا نہیں ہیں؟

کیا تم نہیں جانتے کہ رسولؐ خدا نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے: یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں،

اگر تمہیں میری باتوں کی صداقت میں شک ہے تو جان لو کہ جس دن سے مجھے یہ معلوم ہے کہ خدا جھوٹوں کو پسند نہیں کرتا اور انہیں دشمن سمجھتا ہے تو اس دن سے میں نے عمداً ، و سہواً جھوٹ نہیں بولا ہے تمہارے درمیان ایسے افراد موجود ہیں جو سچ بولنے اور صحیح کہنے میں مشہور ہیں وہ میری بات کی تصدیق

کرتے ہیں، جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہیل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم، اور انس بن مالک سے پوچھ لو، وہ تمہیں بتائیں گے کہ رسولؐ سے کیا سنا ہے اس سے میری باتوں کی تصدیق ہو جائے گی، آیا یہ گواہیاں تمہیں میرا خون بہانے سے باز نہیں رکھتی ہیں[1]

شمر سے گفتگو

اس موقع پر شمر بن ذی الجوشن نے کہا: اگر حقیقت یہی ہے جو آپ نے بیان کیا ہے تو میں نے ہرگز راسخ عقیدہ کے ساتھ خدا کی عبادت نہیں کی،

حبیب بن مظاہر نے کہا: خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو تردد و شک کی حالت میں خدا کی عبادت کرتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچ کہتا ہے اور تو یہ نہیں سمجھتا کہ امام کیا فرماتے ہیں، خدا نے تیرے دل پر غفلت کی مہر لگادی ہے،

امام حسینؑ نے فرمایا: کیا اس میں شک ہے کہ میں فاطمہؑ بنت رسولؐ کا بیٹا ہوں، خدا کی قسم مشرق سے مغرب تک میرے سوا بنت رسولؐ کا کوئی بیٹا نہیں ہے وائے ہو تم پر کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے کہ تم مجھ سے اس کا خون بہا مانگ رہے ہو؟

ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا، سب خاموش تھے، اس کے بعد امام حسینؑ نے بلند آواز سے فرمایا اے شبیث بن ربعی اے حجار بن ابجر اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث کیا تم نے مجھے خط نہیں لکھے تھے کہ میوے پک چکے، زمین سرسبز ہے اگر آپ آئیں تو مسلح لشکر آپ کی خدمت میں حاضر ہے،

قیس بن اشعث نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں لیکن اگر آپ اپنے چچا کے خاندان کے سامنے تسلیم ہوں تو آپ کے حق میں بہتر ہی بہتر ہے،

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میں ذلیل و پست کی طرح تمہاری بیعت نہیں کروں گا اور غلاموں کی مانند مقابلہ سے فرار نہیں کروں گا[2] اس کے بعد فرمایا خدا کے بندو! میں اپنے اور تمہارے خدا سے پناہ چاہتا ہوں

---

[1] حیات الامام الحسین ج ۳ ص ۱۸۹، [2] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۹۷،

لیکن ان شر کشوں سے بیزار ہوں جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی ایذا رسانی سے بھی خدا کی پناہ چاہتا ہوں
اس کے بعد اپنے راہوار کو بٹھایا اور عقبہ بن سمعان سے فرمایا: کہ اس کے زانو باندھ دو۔[1]

ابن ابی جویریہ و تمیم بن حصین

اسی اثنا میں ابن ابی جویریہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عمر بن سعد کے لشکر سے نکلا اور امام ؑ کے خیموں کے پاس آیا، آگ دیکھ کر کہنے لگا اے حسین ؑ! اور اے اصحاب حسین ؑ! دنیا ہی میں اس آگ کا مزا چکھنا مبارک ہو تو کہ تم نے خود بھڑکائی ہے۔

امام حسین ؑ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ابن ابی جویریہ ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے دعا کی: اے اللہ اسے دنیا ہی میں آگ کا مزہ چکھا دے، ابھی امام حسین ؑ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس کے گھوڑے نے اسے آگ میں گرا دیا۔

تھوڑی دیر بعد عمر بن سعد کے لشکر سے تمیم بن حصین فزاری نزدیک آیا اور چلا یا: اے حسین ؑ اور اے اصحاب حسین ؑ! کیا تم نے فرات کو نہیں دیکھا! کیسے سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی بہہ رہی ہے خدا کی قسم تم مرتے دم تک اس کا ایک قطرہ بھی نہیں پی سکو گے۔

امام حسین ؑ نے فرمایا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا! تمیم بن حصین ہے۔

امام حسین ؑ نے فرمایا: یہ اور اس کا باپ جہنمی ہے، اے اللہ اسے شدید تشنگی کی حالت میں موت دے۔
لکھا ہے کہ تمیم پر شدید پیاس کا غلبہ ہوا پیاس کی شدت سے گھوڑے سے زمین پر گر پڑا اور تو پاؤں کے پاؤں سے کچل کر مر گیا۔[2]

عبداللہ بن حوزہ

ابن سعد کے کچھ فوجی امام حسین ؑ کی طرف چلے، ان میں سے عبداللہ بن حوزی تمیمی نے چلا کر کہا: کیا تم میں

---

[1] ارشاد شیخ مفید ۲ ص ۹۷، [2] جلاء العیون شبر ۲ ص ۱۷۳

حسین ہیں؟ امام حسینؑ کے اصحاب نے جواب دیا یہ امام حسینؑ ہیں کیا چاہتے ہو اس نے کہا: اے حسینؑ تمہیں آگ کی بشارت دیتا ہوں،

امام حسینؑ نے فرمایا: تو جھوٹا ہے میں خدا کی بارگاہ میں مغفور شفیع اور مطاع جاؤں گا تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں ابن حوزہ ہوں،

امام حسینؑ نے اپنے دست مبارک اتنے بلند کئے کہ آپؑ کی بغل کی سفیدی نمایاں ہوگئی پھر کہا اے اللہ! اسے جہنم کی آگ میں جلادے،

اسے غصہ آگیا، اچانک اس کا گھوڑا بھاگا، ابن حوزہ زمین پر گرا اور پیر گھوڑے کی رکاب میں پھنس گیا اور اس کا بدن اتنی دور تک زمین پر گھسا کہ اس کے بدن کا کچھ حصہ جدا ہوگیا اور کچھ گھوڑے کی رکاب میں الجھا ہوا رہ گیا آخر کار ایک پتھر سے ٹکرا کر اس کا بدن آگ کی خندق میں گر پڑا اور آگ کا مزہ چکھا۔

دعا مستجاب ہوتے ہی امام حسینؑ سجدۂ شکر بجالائے اور ہاتھوں کو بلند کر کے عرض کیا: اے اللہ ہم تیرے مقرب بندوں میں سے ہیں تیرے رسولؐ کے اہلبیتؑ اور ان کی ذریت ہیں ظالموں سے ہمارا حق لے لے بیشک تو سننے والا اور سب سے زیادہ اپنی مخلوق سے نزدیک ہے۔

محمد بن اشعث نے کہا: تمہارے اور رسولؐ کے درمیان کیا قرابت ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا: اے اللہ محمد بن اشعث کہتا ہے کہ میرے اور تیرے رسولؐ کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے، پروردگار آج اسے ذلیل و رسوا کر دے تاکہ میں اس کی حالت اپنی آنکھ سے دیکھ لوں،

امام حسینؑ کی یہ دعا بھی مستجاب ہوئی، محمد بن اشعث رفع حاجت کے لئے اپنے گھوڑے سے اترا بچھو نے ڈنک مارا اور وہ نجس لباس کے ساتھ ہلاک ہوا [۱]

مسروق کی تنبیہ

مسروق بن وائل حضرمی کہتا ہے میں ابن سعد کے لشکر میں پیش پیش تھا تاکہ حسینؑ کا سر حاصل کروں

---

[۱] ارشاد شیخ مفید ۲/۱۰۲، خوارزمی نے حاکم جشمی سے نقل کیا ہے کہ محمد بن اشعث اسی دن ہلاک ہوا، پھر لکھتے ہیں یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ: ←

اسے عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جاؤں اور انعام پاؤں لیکن جب میں نے دیکھا کہ ابن حوزہ کو ان کی بددعا لگ گئی ہے تو میری سمجھ میں یہ بات آگئی خدا کے نزدیک اس خاندان کی عظمت ہے، لہٰذا میں عمر بن سعد کے لشکر کو چھوڑ کر واپس لوٹ گیا اور اپنے دل میں کہا: اس خاندان کی جو چیزیں میں نے مشاہدہ کی ہیں ان کی وجہ سے میں ان سے جنگ نہیں کروں گا۔[۱]

زہیر بن قین کا خطبہ

زہیر بن قین دشمن کے لشکر کے پاس گئے، گھوڑے پر سوار تھے، جنگی لباس پہنے ہوئے تھے، دشمن کے لشکر کو مخاطب کر کے کہا: اے کوفیو! خدا کے عذاب سے ڈرو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرے اور جب تک ہمارے درمیان جنگ نہیں ہوتی اس وقت تک بھائی بھائی ہیں اور ہم سب کا ایک ہی دین ہے ہاں جب جنگ کی نوبت آئے گی تو تم ایک امت اور ہم دوسری امت ہو جائیں گے، خدا نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ ہمیں معرض امتحان میں قرار دیا تاکہ آزمائے میں تمہیں اس خاندان کی مدد کرنے اور یزید و عبیداللہ بن زیاد کا ساتھ چھوڑنے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ تم نے ان کی حکومت میں بدکرداری اور قاریوں کو قتل کرنے اور دار پر چڑھانے کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا ہے اس کا واضح ثبوت حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کا قتل ہے۔

عمر بن سعد نے زہیر کو برا بھلا کہا: اور عبیداللہ کی تعریف کرتے ہوئے اس کے لئے دعا کی اور کہا: ہم یہاں سے حسینؑ اور ان کے اصحاب کو قتل کئے بغیر نہیں جائیں گے یا انہیں عبیداللہ کے پاس لے جائیں گے،

زہیر نے کہا: خدا کے بندو! ابن زیاد کی بہ نسبت فرزند فاطمہؑ محبت و نصرت کا زیادہ مستحق ہے اگر تم ان کی نصرت نہیں کر سکتے تو ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین نہ کرو، انہیں چھوڑ دو تو یزید جو چاہے گا ان کے حق میں کرے گا قسم اپنی جان کی یزید تم سے حسینؑ کے قتل کے بغیر بھی راضی ہو جائے گا۔

محمد بن اشعث مختار کے زمانہ تک زندہ رہا اور مختار نے اس کا قصہ ختم کیا ہاں اسی علت کی وجہ سے وہ گھر میں محدود ہو گیا تھا، مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۱ ص ۲۴۹،

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۶۶،

اسی اثناء میں شمر نے زہیر کی طرف تیر چلایا اور کہا خاموش : خدا تمہاری زبان بند کرے تم نے ہمیں بہت رنج پہنچایا ہے ۔

زہیر نے شمر کے جواب میں کہا: اے بدّو کے بچے میں نے تجھ سے کچھ کہا: تو صرف ایک حیوان ہے میں نہیں سمجھتا کہ تمہیں کتاب خدا کی دو آیتیں بھی یاد ہونگی ، تجھے روز قیامت رسوائی اور خدا کے دردناک عذاب کی بشارت ہو ۔

شمر نے کہا: گھنٹے بھر بعد خدا تمہیں اور تمہارے امام کو قتل کرے گا ۔

زہیر نے کہا: تو مجھے موت سے ڈراتا ہے ؟ خدا کی قسم حسینؑ کے ساتھ شہادت پانا میری نظروں میں تمہارے ساتھ حیات ابدی سے بہتر ہے اس کے بعد زہیر نے دوسرے لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا: اے خدا کے بندو تم اس بد خصلت آدمی کے فریب میں نہ آؤ خدا کی قسم اس گروہ کو رسولؐ کی شفاعت نصیب نہیں ہوگی جو ان کے بیٹوں اور اہلبیتؑ کا خون بہائے گا اور ان کے انصار کو قتل کرے گا ۔[1]

اس کے بعد امام حسینؑ کے اصحاب میں سے ایک نے آواز بلند کی: اے زہیر واپس آجایئے امام حسینؑ فرماتے ہیں: قسم اپنی جان کی تم نے مومن آل فرعون کی طرح نصیحت کی تم نے اس نصیحت سے جو کہ ان گمراہوں کو کی ہے اپنا فریضہ بھی انجام دیا اور انہیں صراط مستقیم کی دعوت بھی دی ہے تاکہ اس کا کوئی فائدہ پہنچ سکے ۔[2]

خطبہ بریر

بریر ابن خضیر نے فوج کوفہ سے گفتگو کرنے کے لئے امام حسینؑ سے اجازت طلب کی آپؑ نے اجازت مرحمت کی وہ فوج کوفہ کے پاس گئے اور کہا:

اے لوگو! خدا نے رسولؐ کو مبعوث کیا انہوں نے لوگوں کو توحید اور یکتا پرستی کی دعوت دی وہ بشیر بھی تھے اور نذیر بھی وہ جنت کی بشارت دیتے اور جہنم سے ڈراتے تھے آپ انسانوں کی راہ کیلئے مشعل فروزاں

1۔ کامل ابن اثیر ۴ / ۶۳ ، 2۔ نفس المہموم ص ۱۴۳ ،

تھے، یہ فرات کا پانی ہے اسے بیابان کے حیوانات بھی پیتے ہیں لیکن تم فاطمہؑ بنت رسولؐ کے فرزند کو نہیں پینے دیتے، کیا یہی اجر رسولؐ ہے؟ [1]

محمد بن ابی طالب نے نقل کیا ہے کہ دشمن کی فوج اپنی سواریوں پر سوار ہوئی امام حسینؑ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ بریر ان میں سب سے آگے آگے تھے۔ امام حسینؑ نے فرمایا: کہ اس گروہ سے بات کرو۔

بریر آگے بڑھے اور کہا: اے لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تمہارے سامنے یہ رسولؐ کی آل ہے، پیغمبرؐ کے بیٹے، بیٹیاں اور حرم ہیں ان کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہم انہیں عبیداللہ بن زیاد کے حوالے کریں گے تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کرے

بریر نے کہا: کیا تمہیں یہ قبول نہیں ہے کہ وہ جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس چلے جائیں؟

کوفہ والو! وائے ہو تم پر کیا تم نے اپنے خط اور عہد کو فراموش کر دیا ہے؟ خدا تمہیں سمجھے تم رسولؐ کے اہلبیتؑ کو بلاتے ہو ان پر فدا ہونے کا عہد کرتے ہو اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو انہیں عبیداللہ کے حوالے کرتے ہو؟ اور ان پر فرات کا پانی بند کرتے ہو حرمت رسولؐ کا تم نے کیا پاس و لحاظ کیا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے قیامت کے روز خدا تمہیں سیراب نہ کرے کہ تم بہت برے لوگ ہو۔

فوج کوفہ میں سے ایک نے کہا: ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

بریر نے کہا: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے تمہارے بارے میں میری بصیرت میں اضافہ کر دیا ہے پالنے والے میں تیری بارگاہ میں اس گروہ کے اعمال سے بیزار ہوں اے اللہ ان کے درمیان اپنا خوف و ہراس پھیلا دے اور جب وہ تیری بارگاہ میں پہنچیں تو ان پر قہر نازل فرما۔ [2]

---

[1] یعنی خدا نے قرآن مجید میں اقربا کی مودت کو اجر رسالت قرار دیا ہے اور تم رسولؐ کے بیٹے، بیٹیوں کو پانی تک نہیں پلاتے جبکہ اس پانی کو بیابان کے حیوانات بھی پیتے ہیں۔

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۔

ہمہمہ

جب عمر بن سعد امام حسینؑ سے جنگ کے لیے اپنی فوج کو تیار کر چکا پرچم گاڑ دیئے اور فوج کا میمنہ و میسرہ منظم کر چکا تو قلب لشکر کے سپاہیوں سے کہا: ثابت قدم رہو اور حسینؑ کو چاروں طرف سے گھیر لو،
اسی وقت امام حسینؑ فوج کوفہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا: خاموش ہو جاؤ لیکن وہ خاموش نہ ہوئے آپ نے ان سے فرمایا:

وَيْلَكُمْ ما عَلَيْكُمْ اَنْ تُنْصِتُوا اِلَيَّ فَتَسْمَعُوا قَوْلِي وَاِنَّما اَدْعُوكُمْ اِلى سَبِيلِ الرَّشادِ فَمَنْ اَطاعَنِي كانَ مِنَ الْمُرْشَدِينَ وَمَنْ عَصانِي كانَ مِنَ الْمُهْلَكِينَ وَكُلُّكُمْ عاصٍ لِاَمْرِي غَيْرُ مُسْتَمِعٍ قَوْلِي فَقَدْ مُلِئَتْ بُطُونُكُمْ مِنَ الْحَرامِ وَطُبِعَ عَلى قُلُوبِكُمْ. وَيْلَكُمْ اَلا تُنْصِتُونَ؟ اَلا تَسْمَعُونَ؟!

خدا تمہیں سمجھے اگر تم میری بات سن لوگے تو تمہارا کیا بگڑ جائے گا میں تمہیں صراط مستقیم کی طرف بلاتا ہوں جو میری اطاعت کرے گا وہ ہدایت پا جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا وہ ہلاک ہوگا تم سب میرے فرمان سے سرکشی کرتے ہو اور میری باتوں پر کان نہیں دھرتے کیونکہ تمہارے پیٹ حرام مال سے بھرے ہوئے ہیں اور تمہارے دلوں پر بدبختی و شقاوت کی مہر لگ چکی ہے وائے ہو تم پر کیا تم خاموش نہیں ہوگے اور میری بات نہیں سنو گے؟
اس پر عمر بن سعد کے ساتھیوں نے آپس میں ایک دوسرے پر ملامت کی اور کہنے لگے ان کی بات سنو!

امام حسینؑ کا دوسرا خطبہ

جب دشمن کی فوج خاموش ہو گئی تو امامؑ نے فرمایا:

تَبّاً لَكُمْ اَيَّتُهَا الْجَماعَةُ وَتَرَحاً. اَحِينَ اسْتَصْرَخْتُمُونا والِهِينَ فَاَصْرَخْناكُمْ مُوجِفِينَ سَلَلْتُمْ عَلَيْنا سَيْفاً كانَ فِي اَيْمانِنا وَحَشَشْتُمْ عَلَيْنا ناراً اَقْتَدَحْناها عَلى

عَدُوِّنا وَعَدُوِّكُمْ. فَاَصْبَحْتُمْ اِلْباً لَقاً عَلى اَوْلِيائِكُمْ وَيَداً لِاَعْدائِكُمْ بِغَيْرِ عَدْلٍ اَفْشَوْهُ فيكُمْ وَلا لِاَمَلٍ اَصْبَحَ لَكُمْ فيهِمْ وَعَنْ غَيْرِ حَدَثٍ كانَ مِنّا وَلا رَأْيٍ تَفَيَّلَ عَنّا. فَهَلّا ـ لَكُمُ الوَيْلاتُ ـ تَرَكْتُمُونا وَالسَّيْفُ مَشيمٌ وَالجَأْشُ طامِنٌ وَالرَّأْيُ لَمْ يُسْتَحْصَفْ. وَلكِنِ اسْتَسْرَعْتُمْ اِلَيْها كَتَطايُرِ الدَّبى وَتَداعَيْتُمْ لَها كَتَداعي الفَراشِ. فَسُحْقاً وَبُعْداً لِطَواغيتِ الاُمَّةِ وَشُذّاذِ الاَحْزابِ وَنَبَذَةِ الكِتابِ وَنَفَثَةِ الشَّيْطانِ وَمُحَرِّفي الكَلامِ وَمُطْفِئي السُّنَنِ وَمُلْحِقي العَهَرَةِ بِالنَّسَبِ. المُسْتَهْزِئينَ الَّذينَ جَعَلُوا القُرْآنَ عِضينَ. وَاللهِ اِنَّهُ لَخَذْلٌ فيكُمْ مَعْرُوفٌ. قَدْ وَشَجَتْ عَلَيْهِ عُرُوقُكُمْ وَتَوارَثَتْ عَلَيْهِ اُصُولُكُمْ فَكُنْتُمْ اَخْبَثَ ثَمَرَةٍ. شَجاً لِلنّاظِرِ وَاُكْلَةً لِلْغاصِبِ اَلا فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى النّاكِثينَ الَّذينَ يَنْقُضُونَ الاَيْمانَ بَعْدَ تَوْكيدِها وَقَدْ جَعَلُوا اللهَ عَلَيْهِمْ كَفيلاً. اَلا وَاِنَّ الدَّعِيَّ ابْنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَ مِنّا بَيْنَ اثْنَتَيْنِ بَيْنَ المِلَّةِ ـ السِّلَّةِ ـ وَالذِّلَّةِ وَهَيْهاتَ مِنَّا الدَّنِيَّةُ ـ الذِّلَّةُ ـ يَأْبى ذلِكَ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالمُؤْمِنُونَ وَحُجُورٌ طابَتْ وَاُنُوفٌ حَمِيَّةٌ وَنُفُوسٌ اَبِيَّةٌ اَنْ نُؤْثِرَ طاعَةَ اللِّئامِ عَلى مَصارِعِ الكِرامِ وَاِنّي زاحِفٌ اِلَيْهِمْ بِهذِهِ الاُسْرَةِ عَلى كَلَبِ العَدُوِّ ـ قِلَّةِ العَدَدِ ـ وَكَثْرَةِ العَدُوِّ وَخِذْلَةِ النّاصِرِ[1].

ثُمَّ اَنْشَأَ يَقُولُ:

فَاِنْ نَهْزِمْ فَهَزّامُونَ قِدماً	وَاِنْ نُهْزَمْ فَغَيْرُ مُهَزَّمينا
وَما اِنْ طِبُّنا جُبْنٌ وَلكِنْ	مَنايانا وَدَوْلَةُ آخَرينا

اَلا ثُمَّ لا تَلْبَثُونَ بَعْدَها اِلّا كَرَيْثَ ما يُرْكَبُ الفَرَسُ حَتّى تَدُورَ بِكُمُ الرَّحى. عَهْدٌ عَهِدَهُ اِلَيَّ اَبي عَنْ جَدّي فَاَجْمِعُوا اَمْرَكُمْ وَشُرَكاءَكُمْ ثُمَّ كيدُوني جَميعاً فَلا تُنْظِرُونِ ﴿اِنّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ رَبّي وَرَبِّكُمْ ما مِنْ دابَّةٍ اِلّا هُوَ آخِذٌ بِناصِيَتِها اِنَّ رَبّي عَلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ﴾[2]. اَللّهُمَّ احْبِسْ عَنْهُمْ قَطْرَ السَّماءِ

---

۱ تحف العقول ص ۱۷۱، الاحتجاج ۲/ ۲۹، تھوڑا اختلاف کے ساتھ، مقتل الحسین خوارزمی ج۲ ص ۷، ۲ سورہ ہود ۵۶.

وَابْعَثْ عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِيِّ يُوسُفَ وَسَلِّطْ عَلَيْهِمْ غُلامَ ثَقِيفٍ يَسْقِيهِمْ كَأْساً مُصَبَّرَةً وَلا يَدَعُ فِيها أَحَداً إِلاّ قَتَلَهُ بِقَتْلَةٍ وَضَرَبَهُ بِضَرْبَةٍ وَيَنْتَقِمُ لِي وَلِأَوْلِيائِي وَأَهْلِ بَيْتِي وَأَشْياعِي مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ غَرُّونا وَكَذَّبُونا وَخَذَلُونا وَأَنْتَ رَبُّنا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنا وَإِلَيْكَ أَنَبْنا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ[1]۔

اے گروہ خدا تمہیں ہلاکت و مصیبت میں مبتلا کرے تم نے ہمیں فریاد و عاجزی سے پکارا تاکہ ہم تمہاری فریاد کو پہنچیں اور ہم جلدی سے تمہاری فریاد رسی کے لئے آگئے تو تم وہی تلوار ہمارے اوپر کھینچ لی جو ہم نے تمہارے ہاتھ میں دیدی تھی اور تم نے وہی آگ ہمارے لئے بھڑکائی جو ہم نے اپنے اور تمہارے دشمنوں کے لئے روشن کی تھی اپنے دوستوں سے جنگ اور اپنے دشمنوں کی نصرت کے لئے کھڑے ہوگئے ہو اگر چہ نہ وہ تمہارے درمیان انصاف کرتے ہیں اور نہ تم ان سے کسی بھلائی کی توقع رکھتے ہو اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ ہم سے ایسی کوئی چیز صادر نہیں ہوئی کہ جس کی پاداش میں ہم سے ایسی دشمنی کی جائے اور ہم پر حملہ کیا جائے، خدا تمہیں سمجھے، ہمیں اس وقت کیوں پریشان کیا جب تلواریں غلاف میں تھیں اور دلوں کو سکون تھا مکھیوں کی مانند فتنہ کی طرف اڑے اور پروانوں کی طرح ایک دوسرے کی جان کی فکر میں پڑگئے، کنیز کی اولادو، گروہوں کے پسماندگان، کتاب خدا سے منہ پھیرنے والو خدا کی آیات میں تحریف کرنے والو، سنت رسولؐ کو فراموش کرنے والو، انبیاء کی اولاد اور ان کے اوصیائے کی عترت کو تہ تیغ کرنے والو، مجہول النسب کو صاحبان نسب سے ملحق کرنے والو مومنوں کو آزار پہنچانے والو اور قرآن کو پارہ پارہ کرنے والوں کفار کا ڈھنڈورا پیٹنے والو خدا تمہیں غارت کرے، خدا کی قسم بیوفائی اور پیمان شکنی تمہاری عادت ہے تمہارا خمیر مکر و بیوفائی سے آمیختہ ہے اس کے مطابق تمہاری پرورش ہوئی ہے، تم بدترین میوہ ہو اپنے باغبان کے لئے گلے کی ہڈی، راہزنوں اور غاصبوں کے لئے خوش مزہ خدا لعنت کرے ان پیمان شکن لوگوں پر جنہوں نے محکم شدہ میثاقوں کو

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۹،

توڑ دیا تم نے خدا کو اپنا کفیل قرار دیا تھا، خدا کی قسم وہ پیمان شکن تم ہی ہو، آج عبیداللہ بن زیاد نے مجھے دو چیزوں کا اختیار دیا ہے یا تلوار کھینچے یا ذلت قبول کرے گا، میں ہرگز ذلت قبول نہیں کروں گا خدا اور اس کا رسولؐ اور مومنین ہرگز ذلت پسند نہیں کرتے ہماری پرورش کرنے والے پاک دامن اور بیدار مغز اور غیرت مند ہیں ہم ہرگز پست و کمینوں کی اطاعت نہیں کریں گے اس مختصر جماعت کے ساتھ میں تم سے جنگ کروں گا اگرچہ مجھے مددگاروں نے تنہا چھوڑ دیا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے کچھ اشعار پڑھے کہ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اگر ہم کامیاب ہوتے ہیں تو یہ کوئی بات نہیں ہے ہم تو ایک زمانے سے کامیاب ہیں اور اگر مغلوب ہوتے ہیں تو بھی ہم مغلوب نہیں ہیں ڈرنا ہماری عادت نہیں ہے لیکن دوسروں کی بدولت قتل ہونا ہماری عادت ہے۔

اے کفران پیشہ لوگو! خدا کی قسم میری شہادت کے کچھ دنوں بعد ہی اتنی ہی دیر بعد کہ جتنی دیر ایک سوار اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے زمانہ تمہیں چکی کے پاٹوں کی طرح پیس دے گا اور تم کو خوف وہراس کے دریا میں ڈبو دے گا یہ وعدہ میرے والد نے میرے جد کی طرف سے مجھ سے کیا ہے تم اپنی اور اپنے ساتھیوں کی رای کے بارے میں ایک بار پھر غور کرو تا کہ تم زمانہ کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہ سکو میں نے تو اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا ہے میں جانتا ہوں کہ خدا کی قدرت بالغہ کے بغیر روئے زمین پر کسی چیز کو حرکت نہیں ہوتی۔ اے اللہ اس قوم کو آسمان کی بارش سے محروم کر دے انہیں قحط میں مبتلا کر دے اور ان پر ثقفی کے غلام کو مسلط کر دے کہ وہ انہیں زہر کے جام پلائے، میرا میرے اہلبیت، میرے اصحاب اور میرے شیعوں کا ان سے انتقام لے کہ انہوں نے ہمیں جھٹلایا اور ہمیں یار ومددگار چھوڑ دیا تو ہی ہمارا پروردگار ہے ہم تجھ ہی سے لو لگائے ہیں تجھ ہی پر توکل کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہماری بازگشت ہے۔

اس کے بعد امام حسینؑ نے فرمایا: عمر بن سعد کہاں ہے؟ اسے بلاؤ!

عمر بن سعد ملاقات نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بدل نخواستہ امامؑ کے پاس آیا آپؑ نے فرمایا تم مجھے قتل کرو گے، تم یہ سمجھتے ہو کہ عبیداللہ بن زیاد تمہیں رے اور گرگان کی حکومت بخش دے گا؟ خدا کی قسم تمہاری یہ آرزو

پوری نہ ہوگی، یہ ایک عہد ہے جو کیا گیا ہے جو تم چاہو کرو کہ میرے بعد تم نہ دنیا میں خوش رہو گے اور نہ آخرت میں گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ کوفہ میں تمہارا سر نیزہ پر نصب ہے اور بچے اس کا نشانہ لیکر پتھر مار رہے ہیں۔[1]

عمر بن سعد نے غصہ میں منہ پھیر لیا اور اپنی فوج سے کہا: کس چیز کا انتظار ہے؟ ان پر سب ایک بار حملہ کر دو کہ ان کی حیثیت ایک لقمہ سے زیادہ نہیں ہے۔[1]

امام حسینؑ کا ایک اور خطبہ

اس کے بعد امام حسینؑ فوج کے سامنے آئے دیکھا کہ سیل کی طرح جوش و خروش میں ہے، عمر بن سعد کی طرف دیکھا کہ کوفہ کے شرفاء کے درمیان کھڑا ہے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الدُّنْيا فَجَعَلَها دارَ فَناءٍ وَزَوالٍ، مُتَصَرِّفَةً بِأَهْلِها حالاً بَعْدَ حالٍ، فَالْمَغْرُورُ مَنْ غَرَّتْهُ وَالشَّقِيُّ مَنْ فَتَنَتْهُ. فَلا تَغُرَّنَّكُمْ هٰذِهِ الدُّنْيا فَإِنَّها تَقْطَعُ رَجاءَ مَنْ رَكَنَ إِلَيْها وَتُخَيِّبُ طَمَعَ مَنْ طَمَعَ فِيها. وَأَراكُمْ قَدِ اجْتَمَعْتُمْ عَلى أَمْرٍ قَدْ أَسْخَطْتُمُ اللّٰهَ فِيهِ عَلَيْكُمْ وَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ عَنْكُمْ وَأَحَلَّ بِكُمْ نِقْمَتَهُ وَجَنَّبَكُمْ رَحْمَتَهُ. فَنِعْمَ الرَّبُّ رَبُّنا وَبِئْسَ الْعَبِيدُ أَنْتُمْ. أَقْرَرْتُمْ بِالطّاعَةِ وَآمَنْتُمْ بِالرَّسُولِ مُحَمَّدٍ ﷺ ثُمَّ إِنَّكُمْ زَحَفْتُمْ إِلى ذُرِّيَّتِهِ وَعِتْرَتِهِ تُرِيدُونَ قَتْلَهُمْ. لَقَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْكُمُ الشَّيْطانُ فَأَنْساكُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ. فَتَبّاً لَكُمْ وَلِما تُرِيدُونَ. إِنّا لِلّٰهِ وَإِنّا إِلَيْهِ راجِعُونَ. هٰؤُلاءِ قَوْمٌ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمانِهِمْ فَبُعْداً لِلْقَوْمِ الظّالِمِينَ.

---

[1] تاریخ میں یہ نہیں ہے کہ امام حسینؑ کتنی بار میدان میں آئے اور فوج کوفہ سے ہمکلام ہوئے ہم نے یہاں آپؑ کے تین خطبے نقل کئے ہیں لیکن بہت واضح نہیں ہے کہ یہ ایک ہی خطبہ ہے اور مورخین نے اس کے ٹکڑے کر دیئے ہیں یا آپؑ نے متعدد بار خطبے دیئے تھے ان خطبوں کی تعداد بعض نے تین سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ وسیلۃ الدارین صفحہ ۲۰۹۔

حمد و ستائش کرتا ہوں اس خدا کی جس نے دنیا کو پیدا کیا اور اسے فنا و زوال کا مرکز قرار دیا اور دنیا والوں کو مختلف و گوناگوں حالات میں رکھا، جو دنیا کے فریب میں آگیا وہ بیوقوف ہے، جو دنیا کا فریفتہ ہوگیا وہ بدنصیب ہے، دیکھو! دنیا کے فریب میں نہ آجانا کیونکہ دنیا نے ہر اس شخص کی امید کو قطع کردیا جو اس کی طرف مائل ہوا اور اس شخص کی امید کو یاس و نا امیدی میں بدل دیا جس نے اس سے دل لگایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم یہاں جس کام کی انجام دہی کے لئے تجمع ہوئے ہو اس سے تم نے خدا کو غضبناک کردیا ہے اس نے تمہاری طرف سے نظر لطف ہٹالی اپنا عتاب تم پر نازل کردیا ہے اور اپنی رحمت سے تمہیں دور کردیا ہے کتنا اچھا پروردگار ہے ہمارا خدا اور تم کتنے برے بندے ہو کہ اس کی اطاعت کا اقرار کیا اسکے رسولؐ پر ایمان لائے لیکن ان کی ذریت پر ظلم کیا اور اب ان کے قتل کا ارادہ کئے ہوئے ہو۔ شیطان تم پر غالب آگیا ہے تم خدا کو بھول گئے ہو خاک پڑ جائے تم پر اور تمہاری امیدوں پر۔

اس وقت عمر بن سعد نے کوفہ کے لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا: خدا تمہیں سمجھے ان سے گفتگو کرو خدا کی قسم یہ اس باپ کا بیٹا ہے کہ اگر دن بھر تقریر کریں تو بھی تقریر سے عاجز نہیں ہوں گے۔

اس کے بعد شمر آگے بڑھا اور کہا: اے حسینؑ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو ہمیں سمجھائیے تاکہ سمجھ سکیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں یہ کہہ رہا ہوں کہ خدا سے ڈرو! میرے قتل سے ہاتھ اٹھالو کیونکہ مجھے قتل کرنا اور میری ہتک عزت جائز نہیں ہے میں تمہارے رسولؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں میری نانی خدیجہؑ تمہارے رسولؐ کی زوجہ ہیں ممکن ہے تم نے بھی رسولؐ کی یہ حدیث سنی ہو کہ حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں[1]

حر بن یزیدؓ

امام حسینؑ گھوڑے سے اترے اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اسے باندھ دو اسی وقت فوج جنگ کیلئے

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۔ [2] یہ حر بن یزید بن ناجیہ بن قعناب ہے یہ جاہلیت اور اسلام میں محترم رہے ہیں ان کے جد، قعناب، حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر کے ندیم تھے، حر، احوص، شاعر، جو رسولؐ کے صحابی تھے، کے چچا زاد بھائی ہیں، اور شیخ حر عاملی، صاحب وسائل، کا سلسلہ نسب ان تک پہنچتا ہے۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۷۰۔

حسینؑ اور آپ کے اصحاب کی طرف بڑھی،،

حر بن یزید ریاحی نے جب لوگوں کو جنگ کرنے پر آمادہ دیکھا[1] تو عمر بن سعد کے پاس گئے اور کہا: کیا حسینؑ سے جنگ کروگے؟

اس نے کہا بالکل! خدا کی قسم ایسی جنگ کہ جس میں سر اور بازو اڑتے ہوئے نظر آئیں گے،

حر نے کہا: حسینؑ نے جو بیان کیا ہے وہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے، عمر بن سعد نے کہا: اگر میرے ہاتھ میں اختیار ہوتا تو میں قبول کر لیتا لیکن تمہارا امیر عبید اللہ قبول نہیں کرے گا،

حر کے ساتھ ان کے قبیلہ کا ایک آدمی قرہ بن قیس تھا، حر بن یزید نے اس سے کہا: اے قرہ کیا تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟ کہا: نہیں، قرہ کہتے ہیں میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ جنگ سے بچ رہے ہیں اگر وہ مجھے اپنا ارادہ بتا دیتے تو میں بھی ان کا اتباع کرتا،

پس حر آہستہ آہستہ خیام حسینی سے نزدیک ہونے لگا ایک شخص[2] نے ان سے کہا: یہ میں تمہاری کیا حالت دیکھ رہا ہوں؟

حر نے کہا: خدا کی قسم میں خود کو جنت و جہنم کے درمیان دیکھ رہا ہوں خدا کی قسم میں جنت ہی کو اختیار کروں گا خواہ یہ میرا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ ہی میں جلائیں، اس کے بعد اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوئے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ خدا میں آپؑ پر قربان میں نے آپ کو تکلیف دی اور اس جگہ اترنے پر مجبور کیا مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ یہ گروہ آپ کے ساتھ ایسا سلوک کرے گا، اور آپ کی بات قبول نہیں کرے گا اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے تو میں ہرگز ایسا نہ کرتا میں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو جائے گی؟

---

[1] خوارزمی نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آواز بلند کی «اما من مغیث یغیثنا لوجه الله تعالی؟ اما من ذاب یذب عن حرم رسول الله» اور حرنے امام حسینؑ کا استغاثہ سنا تو پریشان ہو گئے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اسی حال میں عمر سعد کے پاس گئے، مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۲ ص ۹،

[2] اس شخص کا نام مہاجر بن اوس ہے، یہ حر بن یزید کے ہمراہ ان کا ترک غلام بھی تھا، مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۲ ص ۱۰،

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا، اترو۔

حر بن یزید نے عرض کیا: میں آپ کے لئے سوار ہوں تو یہ پیادہ ہونے سے بہتر ہے اس گھوڑے پر سوار رہ کر ایک مدت تک مبارزہ کروں گا آخر کار نیچے آؤں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: خدا تمہاری مغفرت کرے جو تمہارا ارادہ ہے اسے انجام دو۔ اس کے بعد حر فوج کوفہ کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا: کوفہ والو! تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں تم نے خدا کے اس صالح و نیک بندہ کو بلایا اور یہ وعدہ کیا کہ ہم آپ کی راہ میں جان قربان کریں گے اور اب ان پر تلواریں کھینچے ہوئے ہو اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا ہے اور ان سے دست کش نہیں ہوتے کہ وہ اس وسیع و عریض زمین پر کہیں اور چلے جائیں۔ اسیر کی مانند تمہارے ہاتھ میں ہیں ان پر اور ان کے اہلبیت پر پانی بند کر دیا ہے جبکہ اسی پانی کو یہود و نصاریٰ پیتے ہیں یہاں تک چوپائے اس میں لوٹتے ہیں اور یہ ہیں کہ پیاس سے جاں بلب ہیں، رسولؐ کی عترت کے بارے میں تم نے ان کی حرمت کا پاس و لحاظ نہ کیا تشنگی کے روز خدا تمہیں سیراب نہ کرے۔

اس وقت ایک گروہ نے حر پر تیروں سے حملہ کر دیا وہ امام حسینؑ کے پاس اور ان کے مقابل کھڑے ہو گئے۔[۱]

آوازِ غیبی

لکھا کہ حر نے امام حسینؑ سے عرض کیا: جب عبید اللہ نے مجھے آپ کی طرف روانہ کیا اور میں قصر سے باہر آیا تو میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے اے حر شاد رہو کہ نیکی کی طرف جا رہے ہو۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا وہاں کوئی نظر نہ آیا میں نے اپنے دل میں کہا: یہ کیسی بشارت ہے میں حسینؑ سے جنگ کے لئے جا رہا ہوں، میرا یہ خیال ہرگز نہ تھا کہ میں آپ کی پیروی کروں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: نیک راستہ کی طرف تمہاری ہدایت ہوئی ہے۔[۲]

---

[۱] اعلام الوریٰ ص ۲۳۸، [۲] دوسری روایت میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ حر نے عرض کیا: مولا میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کہہ رہے ہیں ان دنوں تم کہاں ہو؟ میں نے کہا: باہر نکلا ہوں تا کہ حسینؑ کا راستہ روکوں وہ مجھ پر ناراض ہوئے کہا فرزند رسولؐ کے ساتھ تم کیا سلوک کر رہے ہو اگر ←

حملہ کا حکم

عمرو بن حجاج نے فوج کوفہ سے کہا: نادانو! تم جانتے ہو کس سے جنگ کر رہے ہو یہ کوفہ کے دلیر و شجاع ہیں، ان سے جنگ کر رہے ہو جنہوں نے خود کو موت کے لئے آمادہ کر لیا ہے تم میں سے کوئی تنہا ان سے مقابلہ کے لئے نہ جائے ان کی تعداد کم ہے، یہ تھوڑے ہی زمانہ کے مہمان ہیں خدا کی قسم یہ اسی وقت قتل ہوں گے جب تم ان پر سنگ باری کرو گے،

عمر بن سعد نے کہا: تم سچ کہتے ہو تمہاری رای صحیح ہے کسی کو بھیج کر فوج کوفہ سے یہ کہلوا دو کہ ان کے مقابلہ میں کوئی تنہا نہ جائے ۔[۱]

اس وقت امام حسینؑ نے ریش مبارک پکڑ کر فرمایا: خدا قوم یہود پر اس وقت غضبناک ہوا جب انہوں نے اس کے لئے بیٹا فرض کر لیا اور امت مسیح پر اس وقت غضبناک ہوا جب انہوں نے اسے تین خداؤں میں سے ایک قرار دیا اور اب اس قدم کے بارے میں خدا کے غضب کی انتہا ہے کہ یہ لوگ اس کے رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کرنے پر متفق اور یک زبان ہو گئے ہیں خدا کی قسم یہ جو مجھ سے چاہتے وہ ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں خون میں آلودہ ہو کر پروردگار کی ملاقات کو جاؤں گا ۔[۲]

اصحاب حسینؑ کی شہادت

عمر بن سعد امام حسینؑ کے اصحاب کے قریب آیا اور ذویدؓ[۳] کو آواز دے کر کہا: جھنڈا قریب لاؤ اس کے بعد عمر بن سعد نے تیر کمان میں جوڑا اور اصحاب حسینؑ کی طرف پھینکتے ہوئے کہا: گواہ رہنا کہ سب سے

جہنم میں جانا چاہتے ہو تو ان سے جنگ کے لئے جاؤ، و اگر چاہتے ہو کہ ان کے جد تمہاری شفاعت کریں اور ان کے ساتھ تمہارا حشر ہو تو حسینؑ کی نصرت کرو اور ان کی طرف سے جا کر جنگ کرو، وسیلۃ الدارین ص ۱۲۷،

[۱] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۰۳،

[۲] الملہوف ص ۴۲، [۳] بعض نے عمر بن سعد کے اس غلام کا نام "دُرَید" لکھا ہے، مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۲ ص ۸،

پہلے میں نے ان کی طرف تیر پھینکا ہے، پھر کیا تھا ہر ایک نے اصحاب حسینؑ پر تیر برسانا شروع کر دیئے نتیجہ میں اصحاب حسین میں سے کوئی بھی ایسا نہ بچا جو زخمی نہ ہوا ہو اور اس حملہ میں امام حسینؑ کے پچاس اصحاب شہید ہو گئے[1]

امام حسینؑ نے فرمایا: یہ تیر اس جماعت نے مارے ہیں! اٹھو اور موت کی طرف بڑھو کر اس سے مفر نہیں ہے خدا تمہاری مغفرت کرے گا۔

آپ کے اصحاب میں سے ایک جماعت کچھ دیر تک جنگ کرتی رہی وہ بھی درجہ شہادت پر فائز ہوئی[2]

پہلے حملہ میں شہید ہونے والے

پہلے حملہ میں شہید ہونے والے اصحاب حسینؑ کی تعداد ابن شہر آشوب نے چالیس بیان کی ہے اور ان میں سے اٹھائیس کے نام لکھ کر کہتے ہیں ان میں سے دس حسینؑ کے موالی اور دو امیر المومنینؑ کے موالی تھے[3] لیکن ہم یہاں ان میں سے ہر ایک کا مختصر حال لکھتے ہیں اور ان کے اسماء سماوی کی کتاب "ابصار العین" سے نقل کرتے ہیں البتہ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جن کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ وہ پہلے حملہ میں شہید نہیں ہوئے اختلاف کے مواقع بھی بیان کر دیئے ہیں،

① ادہم بن امیہ

یہ بصرہ کے ان شیعوں میں سے تھے جو ماریہ[4] کے گھر میں اکھٹے ہوتے تھے یہ یزید بن ثبیط کے ساتھ بصرہ سے مکہ آئے اور امام حسینؑ سے ملحق ہو گئے[5]،

② امیہ بن سعد

یہ امیر المومنینؑ کے صحابی، تابعی اور کوفہ کے رہنے والے تھے جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کوفہ آرہے ہیں تو اس وقت امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے جب دونوں فوجوں کے درمیان گفتگو کا سلسلہ چل رہا تھا

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲، [2] اللہوف ص ۴۴، [3] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۳، [4] ماریہ بصرہ کے شیعوں میں سے ایک عورت تھی وہاں کے شیعہ اس کے گھر جمع ہوتے تھے، [5] ابصار العین ص ۱۲۔

اور جنگ نہیں چھڑی تھی [۱]

③ بشر بن عمر

تابعین میں سے تھے جنگوں میں ان کے بیٹوں کی دلاوری مشہور ہے یہ بھی اس وقت آئے تھے جب دونوں فوجوں کے درمیان جنگ نہیں چھڑی تھی [۲]

④ جابر بن حجاج

جابر امام حسینؑ کے دلیر اصحاب میں سے تھے آپ نے روز عاشورہ ظہر سے قبل شہادت پائی [۳]

⑤ حباب بن عامر

کوفہ میں سکونت تھی شیعہ تھے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کی اثنا سفر میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے [۴]،

⑥ جبلہ بن علی

کوفہ کے شجاع افراد میں سے ایک تھے شروع ہی سے مسلم کے ساتھ رہے پھر امام حسینؑ کے پاس آئے [۵]

⑦ جنادہ بن کعب

مکہ ہی سے امام حسینؑ کے ساتھ تھے وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا آئے [۶]۔

⑧ جندب بن حجیر کندی

یہ باحیثیت مشہور شیعہ اور امیرالمومنینؑ کے صحابی تھے اور اثنا راہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں حر سے ملاقات ہونے سے پہلے پہنچے اور کربلا آئے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ آغاز جنگ ہی میں شہید ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ وہ اپنے والد کے ساتھ ابتدائے جنگ میں شہید ہوئے لیکن یہ ثابت نہیں ہے [۷]۔

---

[۱] ابصار العین ص ۱۱۸، [۲] ابصار العین ص ۱۰۳، [۳] ابصار العین ص ۱۱۲، [۴] ابصار العین ص ۱۱۳،

[۵] وسیلۃ الدارین میں لکھا ہے کہ انہوں نے میدان میں آکر جنگ کی اور شہادت پائی ص ۱۱۸،

[۶] ابصار العین ص ۱۲۳، [۷] ابصار العین ص ۱۰۹،

(۹) جوین بن مالک

یہ شیعہ تھے اور ان کا تعلق بنی تمیم سے تھا چنانچہ انہیں کے ساتھ امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے آئے تھے لیکن جب ابن سعد نے امام حسینؑ کی شرائط قبول نہ کیں تو وہ دیگر افراد کی مانند فوج کوفہ سے الگ ہو گئے اور رات کے وقت[2] امام حسینؑ کے پاس پہنچ گئے[1]

(۱۰) حارث بن نبہان

ان کے والد نبہان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کے غلام تھے۔ دلیر سوار تھے اور ان کے بیٹے حارث حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے طرفدار رہے اور کربلا پہنچ کر درجۂ شہادت پر فائز ہوئے[3]

(۱۱) حارث بن امرئ القیس

وہ نامی شجاع تھے جنگوں میں شہرت پائی تھی، عمر بن سعد کی فوج کے ساتھ کربلا آئے تھے لیکن چونکہ انہوں نے امام حسینؑ کی بات نہیں مانی تھی اس لئے امام حسینؑ سے متصل ہو گئے تھے۔

(۱۲) حجاج بن بدر

یہ بصری ہیں اور یہ وہی ہیں جو بصرہ میں سے کربلا میں امامؑ کے پاس آپؑ کے خط کا جواب لائے تھے یہ خط آپؑ نے مسعود بن عمر کو لکھا تھا، حجاج بن بدر امام حسینؑ کے ساتھ رہے یہاں تک عاشورہ کے دن ظہر کے وقت شہادت پائی بعض نے ان کی شہادت بعد از ظہر مبارزہ کے ذیل میں لکھی ہے[5]

(۱۳) حلاس بن عمرو

یہ اور ان کے بھائی النعمان امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے ہیں، حلاس کوفہ میں امیرالمومنینؑ کی افواج کے سپہ سالار تھے، پہلے وہ عمر بن سعد کی فوج کے ساتھ کربلا آئے تھے لیکن جب عمر بن سعد نے امام حسینؑ کی شرائط قبول

---

[1] ابصار العین ص ۱۰۲، [2] عمر بن سعد کی فوج سے تقریباً تیس فوجی شب عاشور امام حسینؑ سے ملحق ہو گئے تھے،

[3] ابصار العین ص ۱۱۳،

[4] ابصار العین ص ۱۰۳، [5] ابصار العین ص ۵۵،

[6] ابصار العین ص ۱۲۳،

نہ کی تو وہ رات کے وقت امام حسینؑ سے آملے ۱؎

(۱۴) زاہر بن عمرو

شجاع، تجربہ کار اور مشہور بہادر تھے، اہلبیتؑ کے شہرت یافتہ شیعوں میں سے تھے عمرو بن الحمق کے دوست تھے جب زیاد بن ابیہ نے عمرو بن الحمق کی تلاش شروع کی تو زاہر ان کے ہمراہ تھے اور قول و فعل میں ان کے ساتھ تھے جب معاویہ عمرو کے تعاقب میں تھا اس وقت اسے زاہر کی بھی تلاش تھی، آخر کار عمرو بن الحمق معاویہ کے ہاتھ سے شہید اور زاہر روپوش ہو گئے ۶۰ھ میں مناسک حج بجالانے کے بعد امام حسینؑ سے ملاقات کی اور آپ کے ساتھ کربلا پہونچے ۲؎

(۱۵) زہیر بن سلیم

جب فوج کوفہ امام حسینؑ سے جنگ کے لئے تیار ہوئی تو اس وقت جو لوگ شب عاشور امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھے، مشتاق لوگوں کی مانند لڑے پہلے حملے میں شہید ہوئے اور درجہ شہادت پر فائز ہونے سے پہلے انہیں ایک اور فیض مل گیا اور وہ یہ کہ زیارت ناحیہ میں سب سے پہلے ان پر سلام منقول ہے ۳؎

(۱۶) سالم

یہ عامر کے غلام تھے بصرہ میں بود و باش تھی اور عامر اس شہر کے شیعوں میں شمار ہوتے تھے جب یزید بن ثبیط اپنے بیٹوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ مکہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت یہ دونوں بھی ان کے ساتھ امام حسینؑ سے ملحق ہوئے اور ان کے ہمراہ کربلا پہونچے ۴؎،

(۱۷) سالم بن عمرو،

یہ شیعہ تھے کوفہ کے رہنے والے تھے اور جب طرفین کے درمیان گفتگو چل رہی تھی اس وقت کربلا پہنچے اور اصحاب حسینؑ سے ملحق ہوئے ۵؎،

۱؎ ابصار العین ص ۱۰۹، ۲؎ ابصار العین ص ۱۰۳، ۳؎ ابصار العین ص ۱۰۹،

۴؎ تنقیح المقال ج ۱ ص ۵۲ ہو، ۵؎ ابصار العین ص ۱۱۱،

(۱۸) سوار بن ابی عمیر

یہ بھی جنگ شروع ہونے سے قبل امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب سے ملحق ہوئے پہلے حملہ میں زخمی ہوئے فوج کوفہ انہیں اسیر کر کے ابن سعد کے پاس لے گئی عمر بن سعد انہیں قتل کرنا چاہتا تھا لیکن فوج کوفہ میں جو ان کے رشتہ دار تھے انہوں نے ابن سعد سے آزاد کرا دیا، زخمی تھے ہی چھ ماہ کے بعد شہادت پائی زیارت ناحیہ کی عبارت میں ہے: السلام علی الجریح الماسور سوار بن ابی حمیر الفہمی۔[1]

(۱۹) شبیب بن عبداللہ

یہ شجاع تھے سیف اور مالک کے بیٹوں کے ساتھ امام حسینؑ سے ملحق ہوئے تھے اور روز عاشورہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔[2]

(۲۰) عائذ بن مجمع

یہ اپنے والد مجمع کے ساتھ اثناء راہ میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے، حر بن یزید انہیں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے لیکن امام حسینؑ نے فرمایا: یہ میرے اصحاب ہیں اور انہیں اس کام سے نہ روکو وہ آپ سے ملحق ہو گئے ان کے راہنما طرماح تھے، صاحب حدائق نے انہیں حملہ اولیٰ کے شہیدوں میں شمار کیا ہے دوسروں نے لکھا ہے کہ باپ بیٹے دونوں آغاز جنگ میں حملہ اولیٰ سے پہلے شہید ہوئے۔[3]

(۲۱) عامر بن مسلم

بصری شیعہ تھے یہ اپنے غلام سالم کے ساتھ یزید بن ثبیط کی معیت میں بصرہ سے مکہ آئے اور امام حسینؑ سے ملحق ہوئے۔[4]

(۲۲) عبداللہ بن بشیر

وہ مشہور دلاور تھے اور حق کے طرفدار شمار ہوتے تھے جنگوں میں ان کا اور ان کے والد کا نام مشہور ہے عبداللہ بن بشیر ابن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے تھے اور جنگ شروع ہونے سے قبل امام حسینؑ سے

---

[1] مقتل الحسین مقرم ص ۲۵۲، [2] ابصار العین ص ۷۹،

[3] ابصار العین ص ۸۷، [4] ابصار العین ۱۱۱،

ملحق ہوئے اور عاشور کے دن ظہر سے قبل حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے [۱]۔

(۲۳) عبداللہ بن یزید

یہ اپنے والد کے ہمراہ بصرہ سے مکہ آئے، امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر آپ ہی کے ساتھ کربلا آئے [۲]۔

(۲۴) عبیداللہ بن یزید

یہ بھی اپنے والد یزید بن ثبیط، بھائی اور اہل بصرہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے [۳]

(۲۵) عبدالرحمن بن عبدالرب

یہ رسولؐ کے صحابہ اور امیرالمومنینؑ کے مخلصین میں سے ہیں جب میدان رحبہ میں علیؑ نے لوگوں سے کہا کہ جو شخص غدیر خم میں حاضر تھا اور اس نے حدیث غدیر سنی تھی وہ کھڑا ہو جائے اور گواہی دے تو اس وقت دوسرے لوگوں کے ساتھ یہ بھی کھڑے ہوئے اور کہا: ہم نے رسولؐ سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل میرا ولی ہے اور میں مومنین کا ولی ہوں پس جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں، اے اللہ علیؑ کے دوست کو دوست رکھ اور ان کے دشمن کو دشمن رکھ، حضرت علیؑ نے ان کی تربیت کی، انہیں قرآن کی تعلیم دی یہ مکہ سے امام حسینؑ کے ساتھ تھے اور کربلا آئے تھے [۴]

(۲۶) عبدالرحمن بن مسعود

یہ اور ان کے والد مشہور شیعہ اور نامی بہادر تھے عمر بن سعد کے ساتھ کربلا آئے، جنگ شروع ہونے سے قبل امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو سلام کیا اور پھر آپؑ ہی کے ساتھ رہے حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے [۵]۔

(۲۷) عمر بن ضبیعہ [۶]

یہ بہت تیز رفتار سوار تھے عمر بن سعد کے ساتھ کربلا آئے اور پھر اصحاب حسینؑ میں شامل ہو گئے [۷]

---

۱ ابصارالعین ص ۱۰۱، ۲ ابصارالعین ص ۱۰۷، ۳ ابصارالعین ص ۱۱۰، ۴ ابصارالعین ص ۱۰۳، ۵ ابصارالعین ص ۱۱۲،

۶ بعض صاحبان قلم نے انھیں عمرو بن ضبعہ لکھا ہے، السلام علی عمرو بن ضبعۃ، وسیلۃ الدارین ص ۱۷۷، ۷ ابصارالعین ص ۱۱۳،

"اصابہ" میں ابن حجر لکھتے ہیں: عمرو بن ضبعہ جنگوں میں نام پیدا کرنے والے بہادر تھے انہوں نے رسولؐ کو درک کیا ہے۔[۱]

(۲۸) عمار بن حسان

مخلص شیعہ اور شہرت یافتہ بہادر تھے ان کے والد حسان امیرالمومنینؑ کے صحابی تھے اور جنگ جمل و صفین میں آپ سے دفاع کرتے ہوئے شہید ہوئے عمار مکہ سے امام حسینؑ کے ہمراہ تھے اور روز عاشور تک آپؑ سے جدا نہیں ہوئے حملہ اولیٰ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔[۲]

(۲۹) عمار بن سلامہ

اصحاب رسولؐ اور علیؑ کے مددگاروں میں سے تھے، جنگ جمل میں جاتے وقت آپ سے دریافت کیا جب آپؑ اصحاب کے مقابلہ میں جائیں گے تو کیا کریں گے ہم میں انہیں خدا اور اس کی اطاعت کی دعوت دوں گا اگر وہ روگردانی کریں گے تو ان سے جنگ کروں گا عمار نے عرض کیا: جو شخص لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے وہ ہرگز مغلوب نہیں ہوتا عمار بن سلامہ کربلا میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔[۳]

(۳۰) قاسم بن حبیب الازدی

یہ کوفہ کے شیعوں میں سے تھے عمر بن سعد کے لشکر کے ساتھ کربلا آئے اور جنگ سے پہلے امام حسینؑ کے خیام میں آگئے۔[۴]

(۳۱) قاسم بن زہیرؑ[۵]

امیرالمومنینؑ کے اصحاب اور امام حسینؑ کے انصار میں سے تھے کوفہ میں بود و باش تھی بہت جنگوں خصوصاً صفین میں شریک ہوئے جب امام حسینؑ کربلا آئے تو رات کے وقت یہ امام حسینؑ سے ملحق ہو گئے۔[۶]

---

[۱] ابصار العین ص ۱۱۳، [۲] وسیلۃ الدارین ص ۱۷۷، [۳] ابصار العین ص ۱۱۳، [۴] ابصار العین ص ۷۹،

[۵] ابصار العین ص ۱۰۹، [۵] یہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی فوج کے ایک سپہ سالار تھے، جنگ جمل و نہروان میں شریک تھے زیارت میں آیا ہے: السلام علی قاسط و کردوس ابنی زہیر التغلبی، وسیلۃ الدارین ص ۱۷۸، [۶] ابصار العین ص ۱۱۳،

(۴۲) کردوس بن زہیر

حضرت علیؑ کے صحابی تھے رات کے وقت اپنے بھائی کے ساتھ کربلا میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے [۱]

(۴۳) کنانہ بن عتیق [۲]

کوفہ کے پہلوانوں، زاہد اور قاریان قرآن میں سے ایک ہیں کربلا میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے بعض نے ان کی شہادت حملہ اولیٰ کے بعد لکھی ہے [۳]

(۴۴) مسلم بن کثیر

کوفہ کے تابعین اور امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے کسی جنگ میں ان کے ایک پیر میں زخم لگا اور وہ لنگڑے ہو گئے شاید اسی وجہ سے انہیں اعرج کہتے ہیں، جب امام حسینؑ کربلا میں وارد ہوئے وہ کوفہ سے کربلا کی طرف روانہ ہوئے اور آپؑ کی رکاب میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے [۴]

(۴۵) مسعود بن حجاج

یہ اور ان کے بیٹے مشہور شیعہ نامی بہادر تھے جنگ شروع ہونے سے قبل کربلا آئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور آپ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ حملۂ اولیٰ میں جام شہادت نوش کیا [۵]

(۴۶) مقسط بن زہیر

یہ اور ان کے بھائی امیرالمومنینؑ کے اصحاب اور جاں نثار تھے، جمل و صفین اور نہروان میں آپؑ کی رکاب میں تھے جب امام حسینؑ کربلا پہنچے تو یہ رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے [۶]

---

۱ ابصار العین ص ۱۱۳،

۲ ابن حجر نے اصابہ میں لکھا ہے کہ کنانہ جنگ احد میں شریک تھے اور ان کے والد عتیق رسول کے سوار تھے، وسیلۃ الدارین ص ۱۹۳،

۳ ابصار العین ص ۱۱۳،

۴ ابصار العین ص ۱۰۸،

۵ ابصار العین ص ۱۱۳، ۶ ابصار العین ص ۱۱۳،

(۳۷) نصر بن ابی نیزر¹

ان کے والد عجم کے شہزادوں میں سے یا نجاشی کی اولاد میں سے انکے بیٹے نصر، علیؑ و امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں رہے آپ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا آئے اور شہادت پائی یہ پہلے سوار تھے لیکن انہوں نے اپنا گھوڑا پے کر دیا تھا حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے²

(۳۸) نعمان بن عمرو الراسبی

یہ اور ان کے بھائی امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے کوفہ میں بودوباش تھی جب عمر بن سعد نے امام حسینؑ کی بات قبول نہ کی تو رات کے وقت وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ہی کی رکاب میں شہید ہوئے³،

(۳۹) نعیم بن عجلان

یہ اور ان کے دو بھائی نضر و نعمان تینوں ہی امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے جنگ صفین میں آپؑ کی رکاب میں تھے، دلاوروں اور شعراء میں گنے جاتے تھے نضر و نعمان کا انتقال ہو چکا تھا نعیم کوفہ میں تھے جب امام حسینؑ عراق آئے تو یہ آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے عاشور کے روز جنگ کا ارادہ کیا اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی⁴،

(۴۰) زہیر بن بشر الخثعمی

صاحب مناقب نے ان کا ذکر حملہ اولیٰ کے شہیدوں میں کیا ہے⁵ لیکن دوسرے مصادر میں ان کا نام نہیں ملتا،

نصرت کا نزول

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے اپنے والد سے سنا کہ آپ نے فرمایا: جب اصحاب

۱۔ مبردنے کامل میں انہیں عجم بادشاہ کی اولاد جانا ہے کہ جو اسلام کے شیفتہ ہو گئے تھے اور بچپنے میں رسولؐ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، وسیلۃ الدارین ص ۱۹۹، ۲۔ ابصار العین ص ۵۴، ۳۔ ابصار العین ص ۱۰۹، ۴۔ ابصار العین ص ۹۴،

۵۔ مناقب ابن شہر آشوب ص ۱۱۳، ج ۴،

حسینؑ کا عمر بن سعد کی فوج سے مقابلہ ہوا اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو حکم خدا سے آسمانوں کے فرشتے حسینؑ پر نازل ہوئے اور آپ کو دو چیزوں، دشمنوں پر کامیابی یا شہادت و خدا سے ملاقات کا اختیار دیا تو آپ نے خدا سے ملاقات اختیار کی [۱]۔

استغاثہ

امام حسینؑ نے آواز بلند کی

أما مِنْ مُغيثٍ يُغيثُنا لِوَجْهِ اللهِ؟! أما مِنْ ذابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللهِ؟!

کیا کوئی فریادرس ہے جو خدا کے لئے ہماری مدد کرے کیا کوئی دفاع کرنے والا ہے، جو حرم رسولؐ سے دفاع کرے [۲]۔

سائر شہداء

امام حسینؑ کے جن اصحاب کے نام ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے، ان کے بعد دیگر اصحاب اور آپ کے اہلبیت میں سے بنی ہاشم کی فداکاری کی نوبت آتی ہے ان میں سے ہر ایک رزم گاہ میں گیا تلواروں اور نیزوں کا مقابلہ کیا شہادت کا سرخ لباس زیب تن کیا اور خدا سے ملاقات کے لئے ملأ اعلیٰ میں پہنچ گیا اور خدا کے جوار رحمت میں محو آرام ہوا اب ہم اصحاب اور پھر آپ کے اہل بیت کا ترتیب وار ذکر کریں گے۔

(۱) عبداللہ بن عمیرؓ

یہ وہب کے والد اور شریف و شجاع آدمی تھے اور کوفہ میں «بئر الجعدہ» ہمدان کے نزدیک ان کی ایک

---

[۱] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲، کافی ج ۱ ص ۴۶۵، یہ حدیث کچھ اختلاف کے ساتھ عبد الملک بن اعین کے ذریعہ امام محمد باقرؑ سے نقل ہوئی

[۲] الملہوف ص ۱۱۶۔

[۳] ان کی کنیت ابو وہب تھی قبیلہ بنی علیم سے تھے زوجہ ام وہب بنت عبد تھی، وسیلۃ الدارین ص ۱۴۸۔

سرائے تھی ان کی بیوی ام وہب تھی ایک روز وہ کوفہ کی لشکرگاہ نخیلہ میں پہنچے دیکھا کہ فوج کربلا کی طرف روانہ ہونے والی ہے، انہوں نے پوچھا یہ کس سے جنگ کی تیاریاں ہیں بتایا گیا: فرزند فاطمہ بنت رسولؐ حسینؑ سے۔

عبداللہ بن عمیر نے کہا: خدا کی قسم میں مشرکوں سے جنگ کرنے کا مشتاق ہوں جو لوگ اپنے رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے سے جنگ کر رہے ہیں میری نظر میں ان سے جنگ کرنے میں اتنا ہی ثواب ہے جتنا مشرکوں سے جنگ کرنے میں ہے، اس کے بعد وہ اپنی زوجہ کے پاس آئے انہیں بھی اس ماجرا سے آگاہ کیا اور اپنا ارادہ بھی بتادیا ان کی بیوی نے کہا: آپ نے صحیح فیصلہ کیا خدا آپ کی بہترین راہ اور بہترین خیال کی طرف راہنمائی کرے جو ارادہ کیا ہے اسے انجام دیجئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے،

شام کے وقت اپنی بیوی کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کربلا میں خدمت امام حسینؑ میں پہنچے،

جب عمر بن سعد نے امام حسینؑ کی طرف تیر پھینکا اور اس کی فوج نے خیام حسینی پر تیر باری شروع کی تو زیاد بن ابیہ کا غلام "یسار" اور عبیداللہ بن زیاد کا غلام "سالم" میدان میں آئے اور اصحاب حسینؑ سے مبارزہ طلب کیا، حبیب بن مظاہر اور بریر بن خضیر میدان میں جانے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے امام حسینؑ نے انہیں منع کیا، عبداللہ بن عمیر اٹھے اور آپؑ سے اجازت طلب کی، آپ نے ایک نظر انہیں دیکھا تو ایک گندم گوں دراز قد قوی بازو اور کشادہ سینہ والا پایا فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنے مد مقابل کو زیر کر لوگے اگر ان کے مقابلہ کے لئے جانا چاہتے ہو تو جاؤ،

عبداللہ بن عمیر میدان میں گئے سالم و یسار نے جو کہ میدان میں کھڑے تھے ان کے نسب کے بارے میں سوال کیا انہوں نے اپنا تعارف کرایا، ان دونوں نے کہا: ہم تمہیں پہچانتے، پھر انہوں نے زہیر یا حبیب یا بریر کو مبارزہ کے لئے پکارا، یسار سالم سے کچھ آگے کھڑا تھا، عبداللہ بن عمیر نے کہا: تجھے لوگوں سے جنگ کرنے میں عار ہے جو بھی تیرے مقابل میں آئے گا وہ یقیناً تجھ سے بہتر ہوگا یہ کہہ کر اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کردیا جب وہ مبارزہ میں مشغول تھے اس وقت سالم نے ان پر حملہ کیا اصحاب حسینؑ نے صدا بلند کی کہ سالم سے بچو! انہوں نے اہمیت نہ دی سالم نے تلوار سے وار کیا جسے عبداللہ بن عمیر نے ہاتھ سے روکا نتیجہ میں بائیں

ہاتھ کی انگلیاں قطع ہوگئیں لیکن انہوں نے سالم کو امان نہ دی اور تلوار چلا کر اسے قتل کر دیا، اپنے دو حریفوں کو قتل کرنے کے بعد انہوں نے امام حسینؑ کی طرف رخ کر کے رجز پڑھا:

إِنْ تُنْكِرُونِي فَأَنَا ابْنُ كَلْبِ	حَسْبِي بِبَيْتِي فِي عُلَيْمٍ حَسْبِي
إِنِّي امْرُءٌ ذُو مِرَّةٍ وَعَصْبِ	وَلَسْتُ بِالْخَوَّارِ عِنْدَ الْحَرْبِ
إِنِّي زَعِيمٌ لَكِ أُمَّ وَهْبِ	بِالطَّعْنِ فِيهِمْ مُقْدِماً وَالضَّرْبِ [۱]

عبداللہ بن عمیر کی بیوی ام وہب نے چوب خیمہ اٹھالی اور اپنے شوہر کے قریب آکر کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں ذریت رسولؐ کی طرف سے مبارزہ کرو عبداللہ بن عمیر نے انہیں واپس لوٹا دیا ام وہب نے شوہر کا دامن پکڑ لیا اور کہا: میں ہرگز آپ کو نہیں چھوڑوں گی میں بھی آپ کے ساتھ مروں گی۔

چونکہ عبداللہ بن عمیر کا دایاں ہاتھ مقتولوں کے خون کی وجہ سے قبضۂ شمشیر سے چپک گیا تھا اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں قطع ہو چکی تھیں لہٰذا بیوی کو واپس نہ لوٹا سکے۔

امام حسینؑ تشریف لائے اور فرمایا: خدا تم لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے تم عورتوں کے پاس چلی جاؤ، ان کے ساتھ رہو خدا تم پر رحم کرے عورتوں پر جہاد نہیں ہے وہ واپس لوٹ آئی۔

عمرو بن حجاج نے امام حسینؑ کے لشکر کے میمنہ پر حملہ کر دیا، اصحاب نے مقابلہ کیا، شمر نے میسرہ پر حملہ کیا لیکن اصحاب نے ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور نیزوں سے ان پر حملے جاری رکھے۔

عبداللہ بن عمیر امام حسینؑ کے لشکر کے میسرہ میں جنگ کر رہے تھے، انہوں نے دشمن کے بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اسی اثناء میں ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تیمی نے ان پر حملہ کیا اور انھیں شہید کر دیا پھر سواروں اور پیادہ سپاہیوں کے ساتھ عمر بن سعد نے اصحاب حسینؑ پر حملہ کیا شدید جنگ

۱۔ اگر تم مجھے پہچاننے سے انکار کرتے ہو تو جان لو کہ میں قبیلہ کلب سے ہوں، تعارف کے لئے اتنا کافی ہے کہ میرا گھر قبیلہ علیم میں ہے میں مرد ہوں میری طاقت تلوار ہے جو جنگ کے وقت میں عاجز نہیں ہوتا اے ام وہب میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میں دشمن کی طرف نیزہ و شمشیر کے ساتھ بڑھوں گا۔

شروع ہوگئی امام حسینؑ کے بہت سے اصحاب زمین پر گر پڑے، جب رزم گاہ کا گرد و غبار چھٹا، تو عبداللہ بن عمیر کی بیوی شوہر کی لاش پر پہنچی اور سر بالین پر بیٹھ کر ان کے رخسار کو صاحب کرتے ہوئے کہا: تمہیں بہشت خدا مبارک ہو جس خدا آپ کو جنت میں جگہ دی ہے اسی سے دعا ہے کہ مجھے بھی آپ کا ہم نشین قرار دے،

اسی اثنا میں شمر نے اپنے غلام سے کہا: کہ چوب خیمہ اٹھا کر اسکے سر پر مار دو اس کی ضرب سے ام وہب کی آرزو پوری ہوگئی اور اپنے شہید شوہر سے جا ملی [1]

(۲) سیف بن الحارث

(۳) مالک بن عبداللہ [2]

یہ دونوں مادری بھائی ہیں روز عاشور جب انہوں نے امام حسینؑ کا حال مشاہدہ کیا تو اپنے غلام شبیب کے ساتھ گریہ کناں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: کیوں روتے ہو! بھائی؟ خدا کی قسم کچھ دیر بعد تمہاری آنکھیں روشن ہوجائیں گی،

انہوں نے کہا: خدا ہمیں آپؑ کا فدیہ قرار دے ہم اپنے حال پر نہیں رو رہے ہیں بلکہ ہم یہ دیکھ کر آنسو بہا رہے ہیں کہ اس قوم نے آپ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور جان سے بڑھ کر ایسی کوئی چیز ہمارے پاس نہیں ہے کہ جس سے ہم آپؑ کی حمایت کریں،

امام حسینؑ نے فرمایا: اس مدد اور ہمارے ساتھ آنے پر وہ بہترین اجر عطا کرے جو متقین کو عطا کرتا ہے،

یہ دونوں بھائی کھڑے تھے اور حنظلہ بن اسعد کوفہ والوں کو نصیحت کر رہے تھے ساتھ ہی مبارزہ

---

[1] ابصار العین ص ۱۰۲،

[2] یہ دونوں مادری بھائی ہیں ان کے والد حارث و عبداللہ ہیں جو کہ سریع بن جابر کے بیٹے ہیں جابر کا تعلق قبیلہ ہمدان سے ہے۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۵۴،

بھی کر رہے تھے یہاں تک کہ شہادت سے ہمکنار ہوئے اس وقت یہ دونوں بھائی فوج کوفی کی طرف بڑھے اور امام حسینؑ کی طرف رخ کر کے کہا : السلام علیک یا بن رسول اللہؐ ، آپؑ نے فرمایا : خدا کی رحمت وبرکت ہو تم پر ،

پھر ہم آہنگی کے ساتھ مبارزہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے چلتے رہے یہاں تک شہادت پائی [۱]

(۴) عمرو بن خالد الصیداوی [۲]

(۵) سعد غلام عمرو ، [۳]

(۶) جابر بن حارث [۴]

(۷) مجمع بن عبداللہ [۵]

ان چاروں نے ایک ساتھ اہل کوفہ پر حملہ کیا جب دشمن کی فوج کے درمیان میں پہنچ گئے تو فوج کوفہ نے ان کا محاصرہ کرلیا اور امام حسینؑ کے دوسرے اصحاب سے انہیں جدا کردیا امام حسینؑ نے اپنے بھائی عباسؑ کو بھیجا تاکہ تلوار کے ذریعہ انہیں محاصرہ سے نکالیں لیکن وہ شدید زخمی ہوچکے تھے مزید برآن دشمن نے حملہ کر کے انہیں اور زخمی کردیا اور یہ بزرگوار جہاد کرتے ہوئے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے [۶]

---

۱ ابصار العین ص ۷۸ ،

۲ عمرو بن خالد کوفہ کے شریف آدمی اور اہلبیتؑ کے مخلص تھے انہوں نے مسلم بن عقیلؑ کے ساتھ انقلاب میں حصہ لیا جب کوفہ والوں نے انہیں تنہا چھوڑ دیا تو یہ روپوش ہونے پر مجبور ہوگئے ، روپوشی کے زمانہ میں انہیں معلوم ہوا کہ امام حسینؑ کے قاصد قیس بن مسہر کو شہید کردیا گیا چنانچہ وہ اپنے غلام سعد کے ساتھ چلے اور امام حسینؑ سے ملحق ہوگئے ، وسیلۃ الدارین ص ۱۷۸ ، ۳ یہ عمرو بن خالد کے راستے میں امام حسینؑ سے ملحق ہوگئے یہ شریف اور بلند ہمت آدمی تھے کربلا میں شہید ہوئے ، ابصار العین ص ۷۹ ، ۴ ممکن ہے یہ جنادہ بن حرث ہوں کہ جنہیں مقرمؒ نے جابر اور سماوی نے جبار وحیان لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے ، ابصار العین ص ۸۹ ، ۵ مجمع بن عبداللہ تابعین اور امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے جنگ صفین میں شریک ہوئے ان کے والد عبداللہ رسولؐ کے صحابی تھے ، وسیلۃ الدارین ص ۱۹۲ ، ۶ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۴۹ ،

اس کے بعد عمرو بن حجاج نے اپنی فوج کے ساتھ امام حسینؑ کی سپاہ کے میمنہ پر حملہ کیا اور جب وہ آپ کے پاس آگئے تو انہوں نے زانو کے بل بیٹھ کر نیزوں سے ان کا مقابلہ کیا اس لئے عمرو بن حجاج کی فوج آگے نہیں بڑھ سکی چنانچہ جب وہ پسپا ہوئی تو اصحاب حسینیؑ نے ان پر تیر بارانی کی اور ان میں سے کچھ کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ایک گروہ کو زخمی کر دیا[۱]،

(۸) بریر بن خضیر

جب گھمسان کا رن پڑا تو فوج کوفہ سے یزید بن معقل میدان میں آیا اور بریر کو آواز دے کر کہا: اپنے حق میں تم نے خدا کو کیسا پایا!

بریر نے جواب دیا: خدا کی قسم اس نے ہمارے حق میں صحیح کیا ہے اور تجھے برائی و شر کی راہ پر لگا دیا ہے

یزید بن معقل نے کہا: تم جھوٹ کہتے ہو، اس سے پہلے تو تم جھوٹ نہیں بولتے تھے! میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو،

بریر نے کہا: میں تم سے مباہلہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ جھوٹے پر خدا لعنت کرے اور جو باطل پر ہو اسے جہنم واصل کرے، تیار ہو؟

اس نے قبول کر لیا: دونوں میں جنگ ہونے لگی دو ضربوں کی رد و بدل ہوئی یزید بن معقل نے بریر پر حملہ کیا جس سے انہیں کوئی نقصان نہیں پہونچا فوراً ہی بریر نے اس کے سر پر تلوار چلائی جو خود اور سر کو شگافتہ کرتی ہوئی مغز تک پہنچ گئی یزید بن معقل زمین پر گر پڑا، بریر نے جیسے ہی اس کے سر پر اپنی تلوار کھینچی ویسے ہی فوج کوفہ میں سے رضی بن منقذ نے ان پر حملہ کر دیا کافی دیر تک دونوں کے درمیان جنگ ہوتی رہی آخر کار بریر نے اسے زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے اس نے چلا کر کہا: میری مدد کرنے والو! کہاں ہو؟ مجھے بچاؤ، کعب بن جابر اس کی مدد کو دوڑا اس سے کہا گیا کہ بریر بن خضیر وہ قاری ہیں جو کوفہ کی مسجد میں بیٹھ کر ہمیں قرآن کی تعلیم دیتے تھے، لیکن اس نے پروا نہ کی اور نیزہ سے بریر پر حملہ کر دیا جو بریر کی پشت پر لگا،

---

[۱] ارشاد شیخ مفید ج۲ ص۱۰۱

جب بریر کو نیزہ کی تیزی کا احساس ہوا تو انہوں نے خود کو رضی بن منقذ کے اوپر گرا دیا اور دانتوں سے اس کی ناک چبا ڈالی، کعب بن جابر نے نیزہ پر زور دیا اور بریر کو رضی کے اوپر سے ہٹا کر ایک طرف کر دیا اور انھیں تلوار سے شہید کر دیا تھا خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں ان پر۔[۱]

عفیف کہتے ہیں: گویا میں رضی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنا لباس پاک کرتے ہوئے کعب بن جابر سے کہا: ازدی بھائی! تم نے میری ایسی خدمت کی ہے کہ جسے میں کبھی فراموش نہیں کروں گا،

یوسف بن یزید کہتے ہیں کہ: میں نے عفیف سے پوچھا کہ آپ نے بریر کا یزید بن معقل کا مباہلہ دیکھا تھا؟

عفیف نے کہا: ہاں! میں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے،

کعب بن جابر، قاتل بریر، جب کربلا سے واپس ہوا تو اس کی بیوی اور اس کی بہن نے اس سے کہا: تم نے فاطمہ کے بیٹے کے دشمن کی مدد کی اور قرآن کے عظیم الشان قاری "بریر" کو قتل کر کے بہت بڑا گناہ کیا ہے خدا کی قسم ہم تجھ سے بات نہیں کریں گے۔[۲]

کعب کا چچازاد بھائی عبید اللہ اس پر غضبناک ہوا اور کہا: خدا تجھے غارت کرے تو نے بریر کو قتل کیا ہے تو خدا سے کس امید کے ساتھ ملاقات کرے،

لکھا ہے کہ: کعب اپنے فعل پر پریشان ہوا اس نے کچھ کہے اور ان میں اس جرم کے ارتکاب کو عیاں کر کے اپنے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔[۳]

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶،

۲۔ نفس المہموم ص ۱۲۱،

۳۔ ان اشعار میں سے درج ذیل شعر مشہور ہیں:

ولم تر عینی مثلهم فی زمانهم، ولا قبلهم فی الناس اذ انا یافع

اشد قراعا بالسیوف لدی الوغا، الا کل من یحمی الذمار مقارع ←

⑨ عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری

ان کے والد رسول ؐ کے صحابی اور امیر المومنین ؑ کے صحابہ میں سے تھے، حضرت علی ؑ کے ہمراہ جنگوں میں شریک ہوئے آپ ؑ نے انھیں فارس کا گورنر مقرر کیا تھا ۵۱ھ میں انتقال کیا۔ ان کے چند بیٹے ہیں جن میں مشہور ترین عمرو و علی ہیں عمرو جنگ شروع ہونے سے قبل کربلا میں امام حسین ؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں عمر بن سعد کو سمجھانے کے لئے بھیجا یہ سلسلہ شمر کی آمد تک جاری رہا اور اس کے آنے پر یہ سلسلہ قطع ہوگیا[1]

عمرو نے روز عاشور امام حسین ؑ سے اجازت حاصل کی اور یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے:

قَدْ عَلِمَتْ كَتِيبَةُ الأَنْصارِ   أَنّي سَأَحْمي حَوْزَةَ الذِّمارِ

ضَرْبَ غُلامٍ غَيْرِ نِكْسٍ شاري   دُونَ حُسَيْنٍ مُهْجَتي وَداري[2]

کافی دیر جنگ کرنے کے بعد عمرو امام حسین ؑ کی خدمت میں آئے اور آپ کو دشمن سے بچانے کے لئے آپ ؑ کے سامنے کھڑے ہوگئے[3]

ابن نما کہتے ہیں: انہوں نے تیروں کے لئے اپنا سینہ ڈھال بنایا تھا اور امام حسین ؑ کو کوئی تیر نہیں لگنے دیا تھا جب بہت زیادہ زخمی ہوگئے تو امام حسین ؑ سے عرض کی: فرزند رسول ؐ! کیا میں نے اپنا عہد پورا کر دیا؟

آپ ؑ نے فرمایا: ہاں، تم مجھ سے پہلے جنت میں جاؤ گے رسول خدا ؐ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا کہ میں بھی تمہارے بعد پہونچ رہا ہوں۔

ان جیسا میری آنکھوں نے نہ ان کے زمانہ میں دیکھا ہوگا نہ ان سے پہلے لوگوں میں ایسا پایا ہے جبکہ میں جوان تھا میدان کارزار میں شدید ضربیں لگا رہے تھے ہاں جو شخص اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ حیات الامام الحسین ؑ ج ۳ ص ۲۰۹۔

[1] وسیلۃ الدارین ص ۱۷۳، [2] انصار کی فوج جانتی ہے کہ جس کی جان کی ذمہ داری میرے اوپر ہے میں اس کی حمایت و حفاظت کرتا ہوں میری ضربیں اس جوان کی ضرب کی سی ہیں جو میدان سے فرار نہیں کرتا میری جان و مال حسین ؑ پر قربان۔ ابن نما کہتے ہیں کہ اشعار کا آخری مصرع، یعنی میری جان و مال حسین ؑ پر قربان، میں عمر بن سعد پر اعتراض ہے، کیونکہ جب امام حسین ؑ نے اس سے یہ فرمایا کہ اپنے ارادے سے باز آ تو اس نے کہا: مجھے اپنے گھر کی فکر ہے، آپ ؑ نے فرمایا: میں تجھے اس کا عوض دوں گا، عمر بن سعد نے کہا: مجھے مال کی فکر ہے

عمرو یہ بشارت آمیز باتیں سنکر زمین پر گرے اور جاندی یدی خدا ان پر رحمت نازل کرے،

لیکن ان کے بھائی علی نے جو کہ عمر بن سعد کے ساتھ کربلا آیا تھا، دیکھا کہ اس کا بھائی مارا گیا تو وہ کوفہ کی فوج سے باہر نکلا اور آواز دی: اے حسینؑ! آپ نے میرے بھائی کو فریب دیکر قتل کرا دیا،

امام حسینؑ نے فرمایا: میں نے اسے فریب نہیں دیا بلکہ خدا نے اس کی ہدایت کی اور تم گمراہی میں مبتلا ہو

اس نے کہا: اگر میں آپ کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے، یا آپ کے ہاتھ سے نہ مارا جاؤں

اسکے بعد اس نے آپؑ پر حملہ کر دیا،

نافع بن ہلال نے نیزہ مار کر اسے زمین پر گرا دیا اسکے دوستوں نے بڑھکر اسے میدان سے باہر کھینچ لیا

اسکے زخموں کی مرہم پٹی کی وہ صحیح ہو گیا [۳]

⑩ سعد بن حارث

⑪ ابو الحتوف بن حارث [۴]

یہ دونوں عمر بن سعد کے ساتھ کربلا پہنچے تھے اور جب روز عاشورہ امام حسینؑ نے "الا من ناصر ینصرنا" کی آواز بلند کی اور اس آواز کو سنکر بچوں اور عورتوں میں نالہ و شیون کی آواز بلند ہوئی تو یہ دونوں اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکے اور تلوار کھینچ کر فوجِ کوفہ پر تل آور ہوئے اور جب تک دم میں دم رہا ہے جنگ کرتے

امامؑ نے فرمایا: میں حجاز میں تجھے اپنے مال سے دوں گا اس پر بھی اس نے بے رغبتی کا اظہار کیا،

[۲] نفس المہموم ص ۲۶۳،

[۳] ابصار العین ص ۴۲،

[۴] سعد بن حارث بن سلمہ انصاری اور ان کے بھائی ابو الحتوف واقعہ حکمین "خوارج" میں موجود تھے اور عمر بن سعد کے ساتھ امام حسینؑ سے جنگ کرنے کربلا آئے تھے، روز عاشور ظہر کے بعد جب اصحاب حسینؑ شہید ہو گئے اور آپؑ کے ساتھ صرف سوید بن عمرو اور بشیر عمرو حضرمی رہ گئے اور انہوں نے آل رسولؐ کے بچوں کے رونے کی آواز سنی تو کہا: لا حکم الا اللہ ولا طاعۃ لمن عصاہ، یہ دختر رسولؐ کے بیٹے حسینؑ ہیں اور ہمیں روز قیامت ان کے جد کی شفاعت کی امید ہے پھر ہم ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں لہٰذا وہ امام حسینؑ سے ملحق ہو گئے، وسیلۃ الدارین ص ۱۴۹،

رہے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے [1]

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ دونوں بھائی امام حسینؑ سے کچھ پہلے اور دیگر اصحاب کے بعد شہید ہوئے۔

⑭ نافع بن ہلال

حضرت امیرالمومنینؑ کے صحابی، شریف، شجاع، قاری قرآن اور حدیث نویس تھے جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علیؑ کی رکاب میں جنگ کی، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب امام حسینؑ عراق آئے تو نافع اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ درمیان راہ امام حسینؑ سے ملحق ہوئے تھے۔

جب عمرو بن قرظہ قتل ہوگیا اور اس کا انتقام لینے کے لئے اس کا بھائی میدان میں آیا تو نافع بن ہلال نے اس پر حملہ کر کے زخمی کر دیا اس کے ساتھیوں نے سے بچانے کے لئے نافع بن ہلال پر حملہ کر دیا نافع ان سے الجھ گئے اور یہ رجز پڑھنا شروع کیا،

اِنْ تُنْكِرُوْنِي فَاَنَا ابْنُ الْجَمَلِي دِيْنِي عَلٰى دِيْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِي [2]

مزاحم بن حریث نے جواب دیا: میں فلاں کے دین پر ہوں، نافع بن ہلال نے کہا: تم شیطان کے دین پر ہو اور اس پر حملہ کر دیا، مزاحم واپس لوٹنا چاہتا تھا لیکن نافع کی ضرب نے اسے مہلت نہ دی اور وہ وہیں ہلاک ہوگیا،

عمرو بن حجاج چلایا: تم جانتے ہو کہ کس سے جنگ کر رہے ہو؟ اصحاب حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے کوئی تنہا میدان میں نہ جائے،

ابو مخنف کہتے ہیں: نافع بن ہلال نے تیروں پر اپنا نام لکھ کر انھیں زہر میں بجھا کر چلایا اور عمر بن سعد کی فوج کے بارہ سپاہیوں کو قتل اور بہت سوں کو زخمی کر دیا، جب تیر ختم ہوگئے تو انہوں نے نیام

---

[1] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۴۰، [3] ابصار العین ص ۹۳،

[2] اگر تم مجھے نہیں جانتے تو میں اپنا تعارف کراتا ہوں میں جملی قبیلہ سے ہوں اور میرا دین و مذہب وہی ہے جو حسین بن علیؑ کا ہے۔

سے تلوار نکالی اور یہ کہتے ہوئے حملہ کیا،

أَنَا الهِزَبْرُ الجَمَلِي　　أَنَا عَلىٰ دِينِ عَلِي [1]

انہیں زیر کرنے کے لیے دشمن کے لشکر نے یکبارگی حملہ کرنے کا ارادہ کیا لہٰذا ان کا محاصرہ کرکے چاروں طرف سے ان پر تیر اور پتھر برسانے لگے جس سے ان کے بازو ٹوٹ گئے دشمن کی فوج میں سے شمر اور کچھ دوسرے سپاہی انھیں گرفتار کرکے عمر بن سعد کے پاس لائے،

عمر بن سعد نے ان سے کہا: نافع وائے ہو تم پر تم نے اپنے حق میں ایسا کیوں کیا؟

نافع نے کہا: میرا پروردگار میرے ارادہ سے واقف ہے، ان کی داڑھی سے خون بہہ رہا تھا کہ:

دشمنوں نے ان سے کہا: تم نے نہیں دیکھا کہ اپنے حق میں تم نے کیا کیا ہے؟

نافع نے کہا: میں نے تمہارے بارہ آدمی قتل کئے ہیں اور میں خود کو ملامت نہیں کرتا ہوں اگر میرے بازو نہ ٹوٹے ہوتے تو مجھے اسیر نہیں کرسکتے تھے،

شمر نے عمر بن سعد سے کہا: اسے قتل کردو،

عمر بن سعد نے کہا: تم اسے لائے ہو، قتل کرنا چاہتے ہو تو کردو،

شمر نے نیام سے تلوار کھینچی اور جب نافع کو قتل کرنا چاہتا تھا، نافع بن ہلال نے کہا: خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہوتا تو ہمارا خون اپنی گردن پر لیکر خدا سے ملاقات کرنا آسان نہ ہوتا میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے بدترین لوگوں کے چنگل میں قرار دیا اس کے بعد شمر نے انھیں شہید کردیا خدا ان پر رحم کرے [2]

(۱۴) ابو الشعثاء کندی

ان کا نام یزید بن زیاد ہے [3] یہ عمر بن سعد کے ساتھ کربلا آئے تھے جب جنگ ٹھن گئی اور دشمنوں نے امام حسینؑ

---

[1] میں قبیلہ جملی کا بہادر ہوں اور میں علیؑ کے دین کا پیرو ہوں،

[2] ابصار العین ص ۸۷،

[3] زیارت ناحیہ میں ہے «السلام علی یزید بن مہاجر الکندی» وہ دلیر اور شریف آدمی تھے امام حسینؑ کی حر بن یزید سے ملاقات ہونے سے پہلے ہی امام حسینؑ سے ملحق ہوئے اور کربلا پہنچے تھے۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۰۳،

کی بات قبول نہ کی تو وہ امام حسینؑ کے پاس آگیا۔

وہ ماہر تیرانداز تھا چنانچہ امام حسینؑ کے برابر بیٹھ کر انہوں نے دشمن کی طرف سو تیر چلائے آپؑ فرماتے تھے اے اللہ! ان کے تیروں کو نشانہ پر قرار دے اور ان کی جزا اپنی بہشت قرار دے۔

جب ان کے سارے تیر ختم ہو گئے تو کھڑے ہوتے ہوئے کہا: میں نے عمر بن سعد کی فوج کے پانچ سپاہی فی النار کیے ہیں اس کے بعد دشمن کی فوج پر حملہ کر دیا اور انیس آدمی قتل کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔[1] جنگ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

أَنَـا يَـزِيدُ وَأَبِـي مُـهَاجِرُ	أَشْجَعُ مِـنْ لَيْثٍ بِـغِيلٍ خَادِرُ
يَـا رَبِّ إِنِّـي لِـلْحُسَيْنِ نَـاصِرُ	وَلِابْنِ سَعْدٍ تَارِكٌ وَهَاجِرُ[2]

(۱۴) مسلم بن عوسجہ

آپ شریف، عبادت گذار اور زاہد تھے، رسولؐ کے اصحاب میں شمار ہوتے تھے، اسلامی جنگوں میں ان کی شجاعت کا لوگوں کی زبان پر چرچا رہتا تھا۔[3]

عمرو بن حجاج جو کہ عمر بن سعد کے لشکر کے میسرہ میں تھا اور امام حسینؑ کی فوج کے میمنہ میں زہیر بن قین سپہ سالار کی حیثیت سے تھے، اس نے حملہ کر دیا یہ جھڑپ فرات کے کنارے ہوئی اور تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی اس میں مسلم بن عوسجہ زمین پر گرے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

مسلم بن عوسجہ کوفہ میں مسلم بن عقیل کے وکیل تھے، پیسہ جمع کرنے اسلحہ خریدنے اور لوگوں سے بیعت لینے پر مامور تھے، روز عاشورہ دلیرانہ جنگ کرتے ہوئے وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے،

---

[1] مقتل الحسین مقرم ص ۲۴۴،

[2] میں یزید بن مہاجر ہوں کچھار کے شیر سے زیادہ شجاع ہوں اے اللہ میں حسینؑ کا ناصر ہوں اور ابن سعد سے بیزار ہوں، وسیلۃ الدارین ص ۱۰۳،

[3] ابصار العین ص ۶۱،

إنْ تَسْأَلُوا عَنِّي فَإنِّي ذُو لِبَدْ مِنْ فَرْعِ قَوْمٍ مِنْ ذُرَىٰ بَنِي أَسَدْ

فَمَنْ بَغَانِي حَائِدٌ عَنِ الرَّشَدْ وَكَافِرٌ بِدِينِ جَبَّارٍ صَمَدْ [۱]

جن لوگوں نے کربلا کی جنگ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ میدان جنگ کا غبار بیٹھ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ مسلم بن عوسجہ زمین پر گر پڑے ہیں، زندگی کے آخری لمحات تھے کہ امام حسینؑ ان کے سر بالیں پر پہنچے اور فرمایا: خدا تم پر رحمت نازل کرے اے مسلم بن عوسجہ اس کے بعد اس آیۃ کی تلاوت کی:

﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلاً﴾ [۲]

حبیب بن مظاہر قریب آئے اور کہا: آپ کا شہید ہونا میرے لئے شاق ہے میں آپ کو جنت کی بشارت دیتا ہوں،

مسلم بن عوسجہ نے نحیف آواز میں کہا: خدا آپ کو نیک بشارت دے،

حبیب بن مظاہر نے ان سے کہا: اگر میں بھی تھوڑی دیر آپ سے ملحق نہ ہوتا تو میں کہتا کہ آپ مجھے اپنا وصی قرار دیں اور میں آپ کی وصیتوں پر عمل کرتا،

مسلم بن عوسجہ نے کہا: میں آپ کو ان "امام حسینؑ" کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان پر اپنی جان فدا کر دینا، حبیب نے کہا: رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کروں گا اس کے بعد مسلم بن عوسجہ کی روح پرواز کر گئی اور رحمت حق کے جوار میں محو آرام ہوئی، مسلم بن عوسجہ کی موت پر ان کی کنیز نے فریاد کی یا سیداہ یا بن عوسجاہ،

عمر بن سعد کی فوج نے شور مچایا کہ ہم نے مسلم بن عوسجہ کو قتل کر دیا، شبث بن ربعی ان لوگوں کے پاس تھا اس نے کہا: تمہاری مائیں تمہیں روئے تم نے اپنے ہاتھوں خود کو مار ڈالا اور اپنی ذلت کے اسباب خود فراہم کر لیے اس وقت خوشی نہ مناؤ کہ تم نے مسلم بن عوسجہ جیسے آدمی کو قتل کیا ہے،

خدا کی قسم میں نے مسلمانوں میں ان کی بڑی عزت دیکھی ہے میں نے آذربائیجان کے میدان میں انھیں

---

[۱] اگر تم مجھے جاننا چاہتے ہو تو جان لو کہ میں دلاور ہوں بنی اسد کے قبیلہ کی برگزیدہ شاخ سے میرا تعلق ہے جو مجھ پر ظلم کرے گا وہ راہ سعادت سے دور ہو جائے گا اور بے نیاز خدائے جبار کے دین سے پھر جائے گا،

[۲] سورہ احزاب ۲۳،

دیکھا تھا کہ انہوں نے دوسرے لوگوں کے پہنچنے سے پہلے چھ کافروں کو تہہ تیغ کر دیا تھا اور تم ایسے انسان کو قتل کر کے خوشی منا رہے ہو ؟

لکھا ہے کہ مسلم بن عوسجہ کو مسلم بن عبداللہ ضبابی اور عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ بجلی نے شہید کیا ہے ؂۱

⑮ حر بن یزید ریاحی

اپنی قوم کے درمیان حر شریف آدمی تھے ؂۲ ندائے حق پر لبیک کہی خوشی سے شہادت کا استقبال کیا اور فرزند رسولؐ کی مدد کی حر دلیرانہ جنگ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے ۔

إِنِّي أَنَا الحُرُّ وَمَأْوَى الضَّيْفِ　　أَضْرِبُ فِي أَعْرَاضِكُمْ بِالسَّيْفِ

عَنْ خَيْرِ مَنْ حَلَّ بِلادَ الخَيْفِ　　أَضْرِبُكُمْ وَلا أَرَى مِنْ حَيْفِ ؂۳

حر بن یزید اور زہیر بن قین ساتھ ساتھ دشمن سے جنگ کر رہے تھے ؂۴ چنانچہ جب ان میں سے کوئی دشمن کے محاصرہ میں گھر جاتا تھا تو دوسرا اسے دشمن کے محاصرہ سے نکالتا تھا ، یہ دونوں گھنٹہ بھر اسی طرح جنگ کرتے رہے اثنائے قتال میں حر بن یزید کا گھوڑا زخمی ہو گیا لیکن وہ اسی طرح جنگ کرتے رہے اور اشعار پڑھتے رہے کہ یزید بن سفیان نے ، جسے آپ سے دیرینہ دشمنی تھی ۔ حصین بن نمیر کی فتنہ انگیزی سے متاثر ہو کر حر بن یزید پر حملہ کر دیا لیکن حر نے اسے موقعہ نہ دیا اور تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے پھر ایوب بن شریح نے حر کے گھوڑے کو ایک تیر مار کر گرا دیا مجبوراً حر گھوڑے سے پیدل ہو گئے اور پیدل لڑتے ہوئے

؂۱ نفس المہموم ص ۲۶۳ ،

؂۲ حر کے بارے میں ہم حاشیہ پر پہلے لکھ چکے ہیں ،

؂۳ میں حر ہوں اپنے مہمان کا میزبان ہوں میں تم پر اپنی تلوار سے حملہ کروں گا اور بلاد خیف ، خوف کی جگہ میں ، ساکن ہونے والے سے دفاع کروں گا اور تمہیں قتل کرنے میں مجھے خوف نہیں ہے ،

؂۴ لیکن خوارزمی نے لکھا ہے کہ حر بن یزید توبہ کر کے امام حسینؑ کے پاس آئے اور عرض کی : فرزند رسولؐ سب سے پہلے میں نے آپ کا راستہ روکا ہے لہٰذا مجھے اجازت دیجئے تاکہ سب سے پہلے میں آپ پر جان قربان کروں امید ہے کہ کل قیامت میں آپ کے جد کی مصاحبت نصیب ہوگی امام حسینؑ نے فرمایا : خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے چنانچہ جنگ کیلئے سب سے پہلے حر میدان میں گئے ، مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۲ ص ۱۰ ،

چالیس اشقیا کو فی النار کیا اس وقت ابن سعد کی پیادہ فوج کے سپہ سالار نے حر پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا امام حسینؑ ان کی طرف دوڑے اور انہیں خیمہ میں اٹھا لائے اور ان کے سرہانے بیٹھ کر چہرہ سے خون صاف کیا اور فرمایا: تم آزاد ہو جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام حر رکھا ہے تم دنیا و آخرت میں آزاد ہو[1]

امام حسینؑ کے اصحاب میں سے کسی نے حر کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے:

لَنِعْمَ الحُرُّ حُرُّ بَنِي رِيَاحِ   صَبُورٌ عِنْدَ مُشْتَبَكِ الرِّمَاحِ

وَنِعْمَ الحُرُّ اِذْ فَادَىٰ حُسَيْناً   وَجَادَ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الصَّبَاحِ[2]

بعض لوگوں نے ان اشعار کی نسبت علی ابن الحسینؑ کی طرف دی ہے[3]، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اشعار خود امام حسینؑ نے کہے تھے[4]

(۱۶) حبیب بن مظاہر[5]

رسولؐ کے اصحاب میں سے تھے کوفہ میں بود و باش تھی حضرت علیؑ کے چاہنے والے تھے ہر جنگ میں آپؑ کے ساتھ رہے اور شمشیر زنی کی آپؑ کے علوم کے حامل تھے، جو لوگ مشتاقانہ امام حسینؑ کی نصرت کے لئے دوڑے ان میں سے ایک ہیں[6]

حبیب بن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ کوفہ میں امام حسینؑ کیلئے بیعت لیتے تھے اور جب عبیداللہ بن زیاد کوفہ آیا اور اہل کوفہ نے انھیں تنہا چھوڑ دیا تو حبیب بن مظاہر اور مسلم بن عوسجہ کے خاندان والوں نے انھیں چھپا لیا تاکہ انھیں کوئی صدمہ نہ پہونچے جب امام حسینؑ کربلا پہنچے تو یہ دونوں امام حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے راتوں کو راستہ طے کر کے امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

---

[1] حیات الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۲۲۱،

[2] بہترین آزاد تھے تم وہ حر جو کہ قبیلہ بنی ریاح سے ہے جب ان پر نیزہ لگتے ہیں تو ثابت قدم رہتے ہیں بہترین حر ہیں جبکہ انہوں نے خود کو امام حسینؑ پر قربان کیا اور صبح کے وقت جان دی۔

[3] مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۲ ص ۱۰،

[4] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۳۵،

[5] بعض نے انہیں مظاہر کے بجائے مظہر لکھا ہے۔

[6] نفس المہموم ص ۲۴۲،

جب امام حسین علیہ السلام نے فوج کوفہ سے نماز ظہر ادا کرنے کے لئے مہلت طلب کی تو حصین بن نمیر نے کہا : آپ کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

حبیب بن مظاہر نے جواب دیا کہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ آل رسولؐ کی نماز قبول نہیں ہوگی اور جاہل تیری نماز مقبول ہوگی ؟

حصین بن تمیم نے ان پر نیزے سے وار کیا تو حبیب بن مظاہر بھی اس پر جھپٹے اور اس کے گھوڑے کے منہ پر ایک ضرب لگائی جس سے حصین گھوڑے سے زمین پر گر پڑا اس کے طرفداروں نے دوڑ کر بچالیا حبیب نے سب پر حملہ کر دیا اور اس طرح رجز خوان ہوئے۔

أنا حبيبٌ وأبي مُظَهَّرُ　　فارسُ هيجاءٍ وحربٍ تَسْعَرُ

أنتمْ أعدُّ عُدَّةً وأكثرُ　　ونحنُ أوفى منكمْ وأصبرُ [1]

بہت سے دشمنوں کو تہ تیغ کیا یہاں تک بدیل بن صریم نے ان پر تلوار سے حملہ کیا اور ایک ضرب لگائی، پھر ایک تیمی نے نیزہ مارا حبیب گھوڑے سے گر پڑے، اٹھنا ہی چاہتے تھے کہ حصین بن تمیم نے تلوار سے سر پر دوسری ضرب لگائی اور تیمی نے سر قلم کر دیا خدا ان پر رحم کرے اور بہشت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔

حصین بن تمیم نے اس تیمی سے کہا : حبیب کے قتل میں میں تمہارا شریک ہوں، اس نے کہا : فقط میں نے قتل کیا ہے۔

حصین بن تمیم نے کہا : حبیب کا سر مجھے دو میں اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکاؤں گا تا کہ لوگ دیکھ لیں کہ حبیب کو قتل کرنے میں، میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں، پھر میں تمہیں دیدوں گا تم عبیداللہ کے پاس لے جانا اور انعام پانا لیکن اس نے یہ بات نہ مانی۔

---

[1] میں حبیب بن مظہرؓ ہوں جنگ کے شعلے بھڑکتے وقت میں مرد میدان ہوں اور ہم تم سے زیادہ باوفا و صابر ہیں۔

ان کے جاننے والوں نے دونوں میں فیصلہ کرا دیا، حصین بن تمیم نے اپنے گھوڑے کی گردن میں سر لٹکایا اور فوج کے درمیان گھما کر پھر اسے واپس کر دیا۱؎

محمد بن قیس نے نقل کیا ہے کہ حبیب بن مظاہر کی شہادت امام حسینؑ کیلئے بہت شاق تھی اس سے آپ کا دل ٹوٹ گیا فرمایا: اے اللہ میرے حامیوں اور مددگاروں کو اجر عطا فرما،

اسی طرح روایت میں آیا ہے کہ آپؑ نے حبیب بن مظاہر سے فرمایا: اے حبیب! تم کتنے بہترین و پسندیدہ آدمی تھے کہ ہر شب خدا کی عنایت کردہ توفیق سے قرآن ختم کر لیتے تھے۲؎ گذشتہ عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حبیب بن مظاہر نے ظہر سے قبل شہادت پائی ہے

آخری نماز

نماز ظہر کا وقت ہوا تو آپ کے اصحاب میں سے ابوثمامہ صیداوی۳؎ نے عرض کیا: اے ابوعبداللہ میں آپؑ کے قربان، یہ گروہ ہم سے نزدیک ہوگیا ہے مجھے آپ سے پہلے قتل ہونا چاہیئے میں چاہتا ہوں کہ نماز سے فراغت کے بعد خدا سے ملاقات کروں، امام حسینؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم نے نماز یاد دلائی ہے۔ لکھے خدا نماز گزاروں میں تیرا نام،

پھر امام حسینؑ نے زہیر بن قینؓ اور سعد بن عبداللہ سے فرمایا کہ میں نماز ظہر پڑھنا چاہتا ہوں تم سامنے

۱؎ واقعہ کربلا کے بعد تمیمی نے حبیب کا سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اور کوفہ پہنچکر عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا، حبیب بن مظاہر کے بیٹے قاسم جو کہ اس وقت نابالغ بچہ تھے، اپنے باپ کے سر کو دیکھا اور تمیمی کے پیچھے پیچھے چل دیئے تمیمی نے پوچھا: تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو؟ قاسم نے کہا: میرے باپ کا سر مجھے دے دو میں دفن کرونگا اس نے کہا: اس سے امیر ناراض ہوگا پھر میں انعام حاصل کرنا چاہتا ہوں قاسم نے کہا خدا اس گناہ کے عوض تمہیں بدترین عذاب میں مبتلا کرے گا اور روتے ہوئے اس سے الگ ہوگئے، مدتوں بعد قاسم بن حبیب مصعب بن زبیر کی فوج میں شامل ہوگیا اور اپنے باپ کے قاتل کو جب کہ وہ اپنے خیمہ میں سو رہا تھا ظہر کے وقت قتل کر دیا، ابصار العین ص ۵۹،

۲؎ نفس المہموم ص ۱۲۰، ۳؎ تاریخ طبری اور بعض دوسری کتابوں میں ابوثمامہ صائدی لکھا ہے،

کھڑے ہو جاؤ نصف اصحاب کے ساتھ امام حسینؑ نے نماز خوف ادا کی [۱]

(۱۷) سعید بن عبداللہ حنفی [۲]

سعید بن اللہ امام حسینؑ کے آگے کھڑے ہو گئے آپؑ نے نماز ادا کی لیکن جب دشمنوں کی تیر بارانی کی وجہ سے وہ زمین پر گر پڑے تو کہا: خدا اس گروہ پر ایسے ہی لعنت کر جس طرح قوم ثمود و عاد پر کی تھی اور اپنے رسولؐ پر رحمت نازل فرما، نیز کہا: پالنے والے یہ زخم میں نے تیرے رسولؐ کے بیٹے کی نصرت میں تجھ سے ثواب حاصل کرنے کے لئے کھائے ہیں. اس کے بعد امام حسینؑ کی طرف ملتفت ہو کر کہا اے فرزند رسولؐ اللہ کیا میں نے اپنا عہد پورا کر دیا؟

امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں! تم بہشت میں میرے آگے آگے ہو گے۔

شہادت کے وقت نیزہ و شمشیر کے زخموں کے علاوہ تیرہ تیر ان کے بدن پر لگ چکے تھے، جب امام حسینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میرے ناصرو! یہ بہشت ہے جس کے دروازے تمہارے لئے کھول دئے گئے ہیں، اس بہشت میں نہریں بہہ رہی ہیں پھل پک چکے ہیں یہ اللہ کے رسولؐ اور راہ خدا میں شہید ہونے والے تمہارے منتظر ہیں جو تمہیں جنت کی بشارت دے رہے ہیں اب تم دین خدا، دین رسولؐ کی حمایت اور حرم رسولؐ سے دفاع کرو۔

اصحاب نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا: ہماری جانیں آپؑ پر قربان ہمارا خون آپؑ کے خون کا محافظ خدا کی قسم جب تک ہم میں سے ایک بھی زندہ ہے اس وقت تک آپؑ اور آپ کے حرم کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی [۳]

---

[۱] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۱، [۲] یہ کوفہ کے مشہور شیعوں میں سے تھے، شجاع اور عبادت گذار تھے، آخری بار اہل کوفہ کا خط مکہ میں امام حسینؑ کے پاس لے گئے تھے، امام حسینؑ نے اس خط کا جواب مسلم بن عقیل کو بھیجنے سے قبل انہیں کے بدست روانہ کیا، مسلم بن عقیل کوفہ آئے تو عابسؓ و حبیب بن مظاہر کے بعد سعید بن عبداللہ نے نصرت و بیعت کا اعلان کیا، مسلم بن عقیل انہیں دوبارہ خط دیکر مکہ میں امام حسینؑ کے پاس بھیجا پھر سعید بن عبداللہ امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے اور شہادت سے ہمکنار ہوئے، وسیلۃ الدارین ص ۱۴۰،

[۳] مقتل الحسین مقرم، ص ۳۰۳، تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۸،

⑱ ابوثمامہ صائدی

ان کا نام عمرو بن عبداللہ بن کعب ہے، تابعین میں سے ہیں، دلاور اور شیعہ ناموروں میں شمار ہوتے ہیں، حضرت امیرالمومنینؑ کے یاور تھے، جنگوں میں آپؑ کے ساتھ شریک رہے امیرالمومنینؑ کے بعد امام حسنؑ کے اصحاب میں شامل ہوئے اور کوفہ میں سکونت پذیر رہے،

جب معاویہ اپنے کیفر کردار کو پہونچا تو انہوں نے امام حسینؑ کو خط لکھا اور آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی، مسلم بن عقیلؑ کے ان سپہ سالاروں میں سے ایک تھے [۱] جنہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے سپاہیوں کا دارالامارہ میں محاصرہ کر لیا تھا۔ جب لوگوں نے مسلم بن عقیلؑ کے ساتھ بیوفائی کی تو ابوثمامہ صائدی خفیہ طور پر زندگی گذارنے لگے، ابن زیاد کے کارندے شب و روز ان کی تلاش میں رہتے تھے، نافع بن ہلال کے ساتھ اثنائے راہ میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے اور روز عاشورہ جب امام حسینؑ نماز پڑھ چکے تو آپ سے عرض کی اے ابو عبداللہ میں چاہتا ہوں کہ اب اپنے دوستوں کے پاس پہنچ جاؤں اور مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں زندہ رہوں اور آپؑ کو مقتول دیکھوں،

آپؑ نے انہیں اجازت مرحمت کی اور فرمایا: ہم بھی کچھ دیر بعد تم سے ملحق ہو جائیں گے پھر انہوں نے کفار سے شدید جنگ لڑی ۔ ان کا بدن بھی زخموں سے چور چور ہوگیا، اسی اثنا میں ان کے چچا کے بیٹے : قیس بن عبداللہ صائدی نے ۔ جس کو ان سے دیرینہ دشمنی تھی ۔ انھیں شہید کر دیا، ابوثمامہ، حر بن یزید ریاحی کے بعد شہید ہوئے [۲]،

⑲ سلمان بن مضارب

زہیر بن قین کے چچازاد بھائی تھے، انھیں کے ہمراہ حج آئے تھے جب درمیان راہ زہیر امام حسینؑ سے ملحق ہوئے تو یہ بھی آپؑ سے متصل ہوگئے کربلا ساتھ آئے اور روز عاشور نماز ظہر کی ادائگی کے بعد زہیر بن قین سے پہلے شہید ہوئے [۳]،

---

[۱] شیخ مفید فرماتے ہیں کہ جب مسلمؑ کوفہ آئے تو ابوثمامہ نے ان کا تعاون کیا اور مسلمؑ نے انہیں شیعوں سے پیسہ جمع کرنے پر مقرر کیا اور اسی پیسے سے وہ اسلحہ خریدتے تھے، ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۴۶، [۲] ابصار العین ص ۶۹، [۳] ابصار العین ص ۱۰۰،

۴ زہیر بن قین بجلی

اپنے قبیلے کے درمیان شجاع اور شریف تھے، کوفے میں بود و باش تھی، جنگوں میں ان کی شجاعت مشہور تھی، شروع میں عثمان کے طرف دار تھے، امام حسینؑ سے ملاقات کے بعد توفیق الٰہی کے نتیجے میں اپنے عقیدے سے دست کش ہوئے اور علیؑ کے شیعوں میں شامل ہوگئے، امام حسینؑ کے ساتھ کربلا آئے [۱]

روز عاشورہ امام حسینؑ کے ساتھ نماز ادا کی اور امام حسینؑ کے حضور یہ رجز پڑھا،

أَقْدِمْ هُدِيتَ هَادِياً مَهْدِيَّا — اَلْيَوْمَ تَلْقَى جَدَّكَ النَّبِيَّا

وَحَسَناً وَالْمُرْتَضَى عَلِيَّا — وَذَا الْجَنَاحَيْنِ الْفَتَى الْكَمِيَّا

وَأَسَدَ اللهِ الشَّهِيدَ الْحَيَّا [۲]

پھر میدان میں آئے فوج کوفہ سے شدید جنگ کی یہاں تک کہ ان میں سے ایک سو بیس کو قتل کردیا یہ امام حسینؑ کے ان باوفا اصحاب میں سے تھے کہ جنہوں نے آپؑ سے پہلے شمشیر زنی کر کے جام شہادت نوش کیا ہے [۳]،

بشیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس تمیمی نے ان پر حملہ کر کے شہید کردیا، ان کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے فرمایا: اے زہیر خدا تم پر اپنا رحم وکرم کرے اور تمہارے قاتلوں کو اپنے ابدی عذاب میں ایسے ہی مبتلا کرے کہ جس طرح مسخ شدہ لوگوں کو کیا ہے [۴]

جب ان کی باوفا بیوی کو یہ خبر ملی کہ زہیر بن قین نے امام حسینؑ کی مدد کرتے ہوئے شہادت پائی ہے تو اس نے اپنے غلام سے کہا: جاؤ اور اپنے مولا کو کفن دو، زہیر کے غلام نے جب قتل گاہ میں امام حسینؑ کی لاش بے کفن دیکھی تو اپنے دل میں کہا: میں اپنے مولا زہیر کو کفن دوں اور حسینؑ کو بے کفن چھوڑ

---

۱ ابصار العین ص ۹۵،

۲ اے ہدایت یافتہ وہادی آگے بڑھیے، آج آپ اپنے جد نبی اکرمؐ سے اور اسی طرح حسن مجتبیٰؑ سے علی مرتضیٰؑ اور جعفر طیار جیسے دلیر اور حمزہ جیسے شیر خدا زندہ شہیدوں سے ملاقات کریں گے،

۳ نفس المہموم ص ۲۷۷، ۴ نفس المہموم ص ۱۸۱، ۵ بحار الانوار ج ۵ ص ۲۵،

دوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ خدا کی قسم مجھ سے نہ ہوگا لہٰذا اس نے امام حسینؑ کو اس کپڑے کا کفن دیا جو اس کے پاس تھا اور زہیر کو کفن کے کپڑے میں دفن کیا۔[۱]

(۲۱) حجاج بن مسروق الجعفی

یہ امیرالمومنینؑ کے اصحاب اور شیعوں میں سے تھے کوفہ میں سکونت تھی، جب امام حسینؑ نے مکہ کا قصد کیا تو حجاج بن مسروق جعفی کوفہ سے مکہ آئے اور امام حسینؑ سے ملاقات کے بعد آپؑ ہی کے ساتھ رہے نماز کے اوقات میں اذان دیتے تھے اور روز عاشور جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو حجاج بن مسروق جعفی امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جنگ کے لئے اجازت طلب کی، میدان میں گئے کافی دیر تک قتال کیا اور پھر واپس امام حسینؑ کے پاس گئے وہ خون میں شرابور یہ رجز پڑھ رہے تھے،

اَلْیَوْمَ اَلْقیٰ جَدَّکَ النَّبِیَّا ثُمَّ اَبَاکَ ذَاالنَّدیٰ عَلِیَّاً

ذاکَ الَّذِي نَعْرِفُهُ الوَصِیّا[۲]

امام حسینؑ نے فرمایا: میں بھی تم سے ملحق ہوں گا اور تم سے ملاقات کروں گا، حجاج بن مسروق دوبارہ میدان کی طرف چلے گئے اور مبارزہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔[۳]

(۲۲) یزید بن معقل جعفی

یہ اچھے شاعر، دلیر شیعہ اور حضرت علیؑ کے ان اصحاب میں سے تھے جو جنگ صفین میں آپ کے ساتھ تھے یہ مکہ میں حجاج بن مسروق کے ساتھ امام حسینؑ سے ملحق ہوئے، روز عاشورہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جنگ کے لئے اجازت حاصل کی میدان میں گئے اور یہ رجز پڑھا:

۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۴۵،

۲۔ آج میں آپ کے جد نبی اکرمؐ کا دیدار کروں گا پھر آپ کے والد حضرت علی مرتضیٰؑ سے ملاقات کروں گا کہ جن کو ہم وصی رسولؐ جانتے ہیں، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۵۳،

۳۔ انصار الحسین ص ۸۹،

أَنَا يَزِيدُ وَأَنَا ابْنُ مَعْقِلِ　　وَفِي يَمِينِي نَصْلُ سَيْفٍ مَصْقَلِ
أَعْلُو بِهِ الهَامَاتِ وَسْطَ القَسْطَلِ　　عَنِ الحُسَيْنِ المَاجِدِ المُفَضَّلِ

ابْنُ رَسُولِ اللهِ خَيْرِ مُرْسَلِ [1]

اور ایسی جنگ کی کہ دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر کے جام شہادت نوش کیا[2]

۲۳ حنظلہ بن اسعد شبامی

آپ شیعوں کے سربرآوردہ افراد میں سے ایک، فصیح، شجاع اور قاری قرآن تھے انکے ایک بیٹے تھے جن کا نام علی تھا تاریخ میں ان کا ذکر ہے، جب امام حسینؑ کربلا پہونچے تو حنظلہ آپ سے ملحق ہو گئے اور امام حسینؑ نے انھیں نمائندہ کے عنوان سے عمر بن سعد کے پاس بھیجا روز عاشور امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاد کے لئے اجازت حاصل کی اور امام حسینؑ کے پہلو میں کھڑے ہو کر فوج کوفہ کو مخاطب کر کے کہا: لوگو! مجھے تمہارے نتیجہ سے تشویش ہے کہیں تمہارا حال ثمود و عاد کی قوموں جیسا نہ ہو اے لوگو! قیامت کے دن میں تمہاری رسوائی سے ڈرتا ہوں جس روز خدا کے علاوہ کوئی نہیں بچا سکے گا اور جو گمراہ ہو گیا ہے اسے ہدایت نصیب نہ ہو سکے گی،

اے لوگو! حسینؑ کو قتل نہ کرو! کہ خدا تمہیں اپنے عذاب میں مبتلا کر دے گا اور افترار باندھنے والے خسارہ میں رہیں گے،

امام حسینؑ نے فرمایا: تم نے اس گروہ کو حق کی دعوت دی اس نے قبول نہیں کی بلکہ تمہارا اور تمہارے دوستوں کا خون بہانے کا قصد کر لیا تمہارے اور تمہارے نیک بھائیوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کئے ہیں اب یہ خدا کے عذاب کے مستحق ہو گئے ہیں،

حنظلہ بن اسعد نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا قربان جاؤں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے

---

[1] میرا نام یزید ہے معقل کا بیٹا ہوں میرے داہنے ہاتھ میں صیقل شدہ تلوار ہے گرد و غبار میں اس سے سروں کو شگافتہ کروں گا اور فضیلت والے حسینؑ سے دفاع کروں گا وہ اس رسولؐ کے فرزند ہیں جو رسولوں میں سب سے بہتر ہیں۔ [2] ابصار العین ص ۹۱،

پرو ردگار سے ملاقات کیلئے جاؤں اور اپنے بھائیوں سے جا ملوں،

امام حسین ؑ نے اجازت دیکر فرمایا: جاؤ اس کی طرف جو دنیا و ما فیھا سے بہتر ہے اس دنیا میں کہ جس کی حد و انتہا نہیں، اس بادشاہت میں جس کے لئے زوال نہیں ہے حنظلہ نے کہا: السلام علیک یا اباعبد اللہ صلی اللہ علیک وعلیٰ اہل بیتک۔ اب ہماری اور آپ کی ملاقات بہشت میں ہوگی،

امام حسین ؑ نے فرمایا: آمین! آمین،

اس کے بعد وہ فوج کوفہ پر حملہ آور ہوئے، دشمنوں نے بھی ان پر حملہ کیا اور شہید کر دیا رضوان اللہ تعالیٰ علیہ [۱]

(۲۴) عابس بن ابی شبیب [۲]

آپ کا تعلق قبیلۂ بنی شاکر سے تھا یہ قبیلہ ہمدان کا ایک طائفہ ہے عابس شیعوں کے رجال اور ان کے سربرآوردہ افراد میں سے ایک ہیں شجاع، بہترین خطیب، بڑے عابد اور نماز شب کے پابند تھے [۳]

---

[۱] ابصار العین ص ۷۷، ۔

[۲] بعض لوگوں نے ان کا نام عابس بن شبیب لکھا ہے، تظلم الزہرا ص ۱۹۲، لیکن ابصار العین کے صفحہ ۷۶ اور تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۱۲ پر عابس بن ابی شبیب لکھا ہے، قبیلۂ بنی شاکر محب اہلبیت ؑ تھے خصوصاً امیر المومنین ؑ سے بہت خلوص رکھتے تھے نصر بن مزاحم نے اپنی کتاب وقعۃ صفین میں نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں امیر المومنین ؑ نے فرمایا: اگر بنی شاکر والوں کی تعداد ہزار ہو جاتی تو خدا کی عبادت کا حق ادا ہو جاتا، بنی شاکر ایسے شجاع تھے کہ انھیں فتیان الصباح، یا صبح کے جوان کہتے تھے،

[۳] ابو مخنف لکھتے ہیں جب مسلم بن عقیل ؑ کوفہ آئے تو مختار کے گھر قیام کیا شیعہ ان کے پاس جمع ہوئے مسلم ؑ نے ان کے سامنے امام حسین ؑ کا خط پڑھا خط کا مضمون سنکر سب رونے لگے، اٹھارہ ہزار سے زائد لوگوں نے بیعت کرلی عابس بن شبیب کھڑے ہوئے اور کہا: میں آپ سے لوگوں کے بارے میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ان کے دل میں کیا ہے ہاں اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپ کی دعوت قبول کرلی ہے، آپ کے دشمنوں سے جنگ کروں گا آپ کی نصرت میں خدا سے ملاقات تک شمشیر زنی کروں گا اور میرا مقصد صرف خدا کی رضا کا حصول ہے، ان کے بعد حبیب بن مظاہر کھڑے ہوئے اور عابس کی بات کی تائید کی جب لوگوں نے مسلم بن عقیل ؑ کی بیعت کرلی تو انہوں نے امام حسین ؑ کو ایک خط لکھا جو عابس بن شبیب کے ذریعہ مکہ بھیجا، وسیلۃ الدارین ص ۱۵۸،

عابس روز عاشورہ کہہ رہے تھے، آج ہمیں اپنی کامیابی اور سعادت کیلئے پوری کوشش کرنی چاہیے کیونکہ آج کے بعد حساب ہے عمل نہیں پھر امام حسینؑ کے پاس آئے اور عرض کیا: اے ابو عبداللہ خدا کی قسم روئے زمین پر کوئی بھی مجھے آپ سے زیادہ عزیز و محبوب نہیں ہے اگر میرے پاس میری جان اور خون سے زیادہ عزیز کوئی چیز عزیز ہوتی تو اسے آپ پر قربان کر دیتا اور آپ کو قتل ہونے سے بچا لیتا اس کے بعد کہا:

«السَّلامُ عَلَيْكَ يا أَبا عَبْدِاللهِ أَشْهَدُ أَنِّي عَلىٰ هُداكَ وَهُدىٰ أَبيكَ»

اے ابو عبداللہ آپ پر سلام میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپ اور آپ کے والد کے راستے پر ثابت قدم ہوں، اس کے بعد تلوار سے دشمنوں پر حملہ کیا۔

ربیع بن تمیم کہتا ہے: میں نے دیکھا کہ عابس میدان کی طرف آرہے ہیں میں انہیں جانتا تھا جنگوں میں ان کے سابقہ سے بھی واقف تھا، سب سے زیادہ شجاع تھے، لہذا میں نے عمر بن سعد کی فوج سے کہا: یہ شیروں کا شیر ہے، یہ شبیب کا بیٹا ہے اس سے جنگ کے لئے نہ جانا عابس نے بار بار مبارز طلب کیا لیکن کسی میں جرأت نہیں ہوئی کہ ان سے مقابلہ کے لئے جائے۔

عمر بن سعد نے کہا: صورتحال یہ ہے تو ان پر پتھروں سے حملہ کرو لشکر نے ایسا ہی کیا عابس نے یہ دیکھ کر بدن سے زرہ اتاری اور سر سے خود بھی اتار دیا اور فوج کو پر حملہ کیا۔

ربیع بن تمیم کہتا ہے: خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ انہوں نے دو سو سے زیادہ فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، پھر ان پر چاروں طرف سے حملہ کر کے شہید کر دیا، میں دیکھ رہا تھا کہ عابس بن شبیب کا سر چند لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور وہ آپس میں لڑ رہے تھے ایک کہتا تھا میں نے عابس کو قتل کیا ہے دوسرا کہتا ہے میں نے قتل کیا ہے، عمر بن سعد نے کہا: جھگڑا مت کرو، خدا کی قسم اس شخص کو ایک آدمی نے قتل نہیں کیا ہوگا۔

(۴۵) شوذب بن عبداللہ

آپ رجال شیعہ اور گنے چنے سورماؤں میں سے تھے، حضرت امیر المومنینؑ سے حدیث سنکر حفظ کی تھیں حدیث کا درس دیتے تھے شیعہ ان کے پاس آتے اور حدیث یاد کرتے تھے، عابس بن شبیب کو شو

سے مکہ آئے اور عاشور تک امام حسینؑ کے ساتھ رہے جنگ چھڑی تو مبارزہ میں مشغول ہوئے عابس نے انھیں بلایا اور پوچھا کیا تم امام حسینؑ کی مدد کرنے اور شہید ہونے کے لیے تیار ہو انہوں نے کہا: میں جام شہادت پینے کے لیے تیار ہوں اور دلیروں کی مانند جنگ کرتے ہوئے شہادت پائی[1]!

۲۶۔ جون بن ابی مالکؓ

یہ ابوذر غفاری کے غلام تھے[2]، امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی، امام حسینؑ نے فرمایا: تمہیں ہماری طرف سے اجازت ہے لیکن تم تو ہمارے پاس عافیت کے لیے آئے تھے تو خود کو مشقت میں نہ ڈالو۔

اس نے کہا: میں آرام میں رہوں اور آپ حضرات کو شدائد میں چھوڑ دوں، ہر چند کہ میرے بدن کی بو اچھی نہیں ہے اور حسب بلند و بالا نہیں ہے لیکن جب آپ ایسے امامؑ نے میری خوشبو کو بہترین اور میرے بدن کو پاک اور میرے چہرہ کے رنگ کو گورا کر دیا ہے اور مجھے بہشت کی بشارت دیتے ہیں تو خدا کی قسم میں اس وقت آپ سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ میرا کالا خون آپ کے شریف خون سے مخلوط نہ ہو جائے گا، اس کے بعد رجز خوانی شروع کی۔

كَيْفَ تَرَى الفُجَّارُ ضَرْبَ الأَسْوَدِ	بِـالمَشْرَفِيِّ القَـاطِعِ المُـهَنَّدِ
أَذُبُّ عَـنْـهُمْ بِـاللِّسَانِ وَالْيَـدِ	أَرْجُو بِهِ الجَنَّةَ يَوْمَ المَوْرِدِ[3]

1۔ ابصار العین ص ۷۷۔

2۔ ابو علی نے اپنی کتاب رجال میں نقل کیا ہے کہ وہ اہل نوبہ سے تھے حضرت علیؑ نے ۱۵۰ دینار میں خرید اور ابوذر کو بخش دیا جب ابوذر کو عثمان کے حکم سے ربذہ جلاوطن کیا گیا تو وہ بھی ابوذر کے ساتھ ربذہ گئے اور جب ۳۲ھ میں ابوذر کا انتقال ہوگیا تو وہ مدینہ لوٹ آئے اور حضرت علیؑ کے ساتھ، پھر امام حسنؑ کے ہمراہ رہے اور پھر ان کے بعد امام حسینؑ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا آئے۔ وسیلۃ الدارین ص ۱۱۵۔

3۔ فاجر لوگ! مشرفی اور کاٹنے والی تلوار سے کالے غلام کا جنگ کیسے دیکھتے ہیں؟ میں ہاتھ اور زبان سے آل رسولؐ کا دفاع کرتا ہوں امید ہے کہ روز قیامت مجھے جنت نصیب ہوگی۔

دشمن کے ساتھ دلیرانہ جنگ شروع کی اور ان میں سے پچیس کو قتل کر کے شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

امام حسینؑ ان کے سرہانے آئے اور فرمایا: اے اللہ اس کارنگ گورا اس کی بو کو بہترین قرار دے اور اسے نیکیوں کے ساتھ محشور فرما اور انھیں محمدؐ و آل محمدؐ کے زمرہ میں قرار دے۔

امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ: ہر شخص اپنے مقتول کو میدان سے لے جاتا اور دفن کرتا تھا لیکن جون کا کوئی نہیں تھا تو انھیں میدان سے اٹھالاتا چنانچہ ان کا پارہ پارہ بدن دس روز بعد دیکھا گیا ان کے بدن سے مشک جیسی بو آ رہی تھی۔[۱]

(۲۷) عبدالرحمن الارحبی

تابعین میں سے تھے سورما و شجاع تھے بارہ رمضان کو قیس بن مسہر کے ساتھ اہل کوفہ کا خط لیکر مکہ میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام حسینؑ نے عبدالرحمن کو مسلم بن عقیلؑ کے ہمراہ کوفہ بھیجدیا وہ پھر واپس آگئے امام حسینؑ کے انصار میں سے تھے۔ روز عاشورہ اس مصیبت کو دیکھ کر اجازت طلب کی آپؑ نے اجازت مرحمت کی، میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھتے ہوئے جنگ شروع کی:

صَبْراً عَلَى الأَسْيافِ وَالأَسِنَّه　　　صَبْراً عَلَيْها لِدُخُولِ الجَنَّه[۱]

اور جام شہادت نوش کیا۔[۲]

(۲۸) غلام ترکی

یہ امام حسینؑ کے غلام اور قاری قرآن تھے، اجازت حاصل کی میدان میں آئے اور رجز پڑھتے ہوئے جنگ کی

اَلْبَحْرُ مِنْ طَعْنِي وَضَرْبِي يَصْطَلِي　　　وَالْجَوُّ مِنْ سَهْمِي وَنَبْلِي يَمْتَلِي

إِذَا حُسَامِي فِي يَمِينِي يَنْجَلِي　　　يَنْشَقُّ قَلْبُ الحَاسِدِ المُبَجَّلِ[۳]

---

۱ نفس المہموم ص ۱۹۰، [۱] میں تلواروں اور نیزوں پر صبر کرتا ہوں اور اس صبر سے جنت میں داخل ہونے کیلئے کرتا ہوں۔

۲ ابصار العین ص ۱۱، لیکن صاحب مناقب نے ان کا ذکر حملہ اولی کے شہداء میں کیا ہے احبار میں بیان ہوا ہے کہ عبدالرحمن بن الکدن بن ارحب صحابی تھے مہاجر تھے دین میں فضیلت رکھتے تھے، وسیلۃ الدارین ص ۱۶۲ لیکن تنقیح المقال میں انھیں تابعین میں شمار کیا ہے۔

۳ میری نیزہ و شمشیر زنی دریا میں آگ لگا دیتی ہے میری تیر اندازی سے فضا پر ہو جاتی ہے جب میرے داہنے ہاتھ میں تلوار چمکتی ہے تو حسود کا کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔

دشمن کے بہت سے فوجیوں کو قتل کیا زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے، امام حسین ان کے پاس آئے اور گریہ کیا اپنا رخسار ان کے منھ پر رکھا، غلام نے آنکھ کھول کر دیکھا اور امام حسین کو اپنے سرہانے پایا تو مسکرائے اور جان دیدی۔[۱]

(۲۹) انس بن حارث

انس بن حارث، آپ رسولؐ کے صحابی ہیں بدر و حنین میں رسولؐ کے ساتھ تھے رسولؐ سے کچھ حدیثیں نقل کی ہیں منجملہ ان کے یہ حدیث ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: یہ میرا بیٹا حسینؑ کربلا کی سرزمین پر قتل ہوگا جو شخص وہاں موجود ہو اسے ان کی مدد کرنا چاہیئے۔[۲]

روز عاشورا انہوں نے امام حسین علیہ السلام سے مدد حاصل کی اپنا عمامہ کمر سے باندھا اور ایک کپڑے سے اپنی بھوؤں کو اوپر کر کے باندھا، امام حسینؑ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر رو دیئے اور فرمایا: شکرا اللہ لک یا شیخ۔

انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود اٹھارہ کوفیوں کو تہ تیغ کیا اور پھر خود بھی شہید ہوگئے۔[۳]

(۳۰) عبداللہ بن عروہ

(۳۱) عبدالرحمٰن بن عروہ

ان دونوں بھائیوں کے جد امیرالمومنینؑ کے صحابی تھے، دونوں کربلا میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے روز عاشورہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کیا اور عرض کیا ہم آپ کے سامنے مبارزہ کر کے آپ کے حریم سے دفاع کرنا چاہتے ہیں،

امام حسینؑ نے فرمایا: شاباش ہو تمہیں یہ دونوں امام حسینؑ کے نزدیک رہ کر دشمنوں سے جنگ کرتے رہے یہاں تک خود بھی شہید ہوگئے[۴] زیارت ناحیہ میں آیا ہے:

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۰، ۲۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۴۹،

۳۔ مقتل الحسین مقرم ص ۲۵۲،

۴۔ ابصار العین ص ۱۰۳،

السَّلَامُ عَلَىٰ عَبْدِاللّٰهِ وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنَا عُرْوَةَ بْنِ حِرَاقِ الْغِفَارِيَّيْنِ » [۱]

(۳۲) عمرو بن جنادہ

عمرو بن جنادہ انصاری اپنے والد جنادہ بن حارث انصاری کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت انکی عمر ۱۵ سال سے زیادہ نہ تھی، امام حسینؑ نے انھیں اجازت نہ دی اور فرمایا: انکے والد حملہ اولیٰ میں شہید ہو چکے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس کی ماں اس فعل سے خوش نہ ہوں،

بچہ نے کہا: میری ماں نے حکم دیا ہے کہ میں میدان میں جاؤں، امام حسینؑ نے اس کی یہ بات سنکر اسے اجازت دیدی [۲] وہ میدان میں گئے اور شہید ہو گئے دشمنوں نے اس کا سر قلم کر کے امام حسینؑ کی طرف پھینک دیا ماں نے بیٹے کا سر اٹھایا اسے خون و خاک سے صاف کیا اور اسے فوج کوفہ کے اس شخص کے سر پر دے مارا جو اس کے پاس کھڑا تھا جس سے وہ ہلاک ہو گیا، اس کے بعد خیمہ میں لوٹ آئی خیمہ کی چوب یا عمود شمشیر اٹھائی اور یہ رجز پڑھا

أَنَا عَجُوزٌ سَيِّدِي ضَعِيفَه ۔۔۔ خَاوِيَةٌ بَالِيَةٌ نَحِيفَه

أَضْرِبُكُمْ بِضَرْبَةٍ عَنِيفَه ۔۔۔ دُونَ بَنِي فَاطِمَةَ الشَّرِيفَه [۳]

اور دشمن پر حملہ آور ہوئی اور دو آدمیوں کو ہلاک کر دیا اس کے بعد امام حسینؑ نے انہیں واپس خیمہ میں بھیج دیا [۴]

---

[۱] وسیلۃ الدارین ص ۱۶۵،

[۲] مقتل الحسینؑ مقرم، ص ۲۵۳، وسیلۃ الدارین ص ۱۱۳، بعض انہیں مسلم بن عوسجہ کا بیٹا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جب وہ میدان میں آئے تو یہ رجز پڑھا:

أَمِيرِي حُسَيْنٌ وَنِعْمَ الْأَمِيرِ ۔۔۔ سُرُورُ فُؤَادِ الْبَشِيرِ النَّذِيرِ

عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالِدَاهُ ۔۔۔ وَهَلْ تَعْلَمُونَ لَهُ مِنْ نَظِيرِ

حسینؑ میرے امیر ہیں اور کتنے بہترین امیر ہیں بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسولؐ کے لئے باعث مسرت ہیں علیؑ و فاطمہؑ ان کے ماں باپ ہیں کیا تمہاری نظروں میں ان جیسا کوئی ہے؟ نفس المہموم ص ۱۹۳،

[۳] میں کمزور و ضعیف عورت ہوں، نحیف و سن رسیدہ ہوں، فاطمہؑ کی اولاد سے دفاع کی خاطر ضرب لگا رہی ہوں،

[۴] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۸،

(۴۳) واضح الترکی

شجاع، قاری قرآن، ترکی تھے، جنادہ بن حارث کے ساتھ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، میرا خیال ہے کہ یہ وہی شخص ہے کہ جس کے بارے میں اہل مقاتل نے یہ لکھا ہے کہ روز عاشور فوج کوفہ کے مقابلہ میں پیادہ کھڑے ہوئے، تلوار سے جنگ کی اور رجز خوانی کی، زمین پر گرے تو امام حسینؑ سے استغاثہ کیا، امامؑ ان کے سرہانے آئے اور ان کی گردن کے نیچے ہاتھ دیا، انھیں بڑی مسرت ہوئی کہ مجھ جیسا کون ہے کہ فرزند رسولؐ نے اپنا چہرہ میرے چہرے پر رکھا ہے اس کے بعد ملاء اعلیٰ میں پہنچ گئے۔[۱]

(۴۴) رافع بن عبداللہ

یہ اپنے غلام مسلم بن کثیر کے ساتھ اس وقت امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپؑ کربلا میں داخل ہوئے فوج کوفہ سے جنگ کی، مسلم بن کثیر اور نماز ظہر کے بعد جنگ کی اور شہادت پائی۔

(۴۵) یزید بن ثبیط

ابوالاسود کے اصحاب اور بصرہ کے شیعوں میں سے تھے، اپنی قوم کے شریف و سربرآوردہ تھے اپنے دو بیٹوں کے ساتھ بصرہ سے مکہ آئے اور امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا گئے اور دشمن سے مبارزہ کر کے جام شہادت نوش کیا۔[۲]

(۴۶) بکر بن حی

یہ عمر بن سعد اور فوج کوفہ کے ساتھ امام حسینؑ سے جنگ کرنے آئے تھے روز عاشور جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے تو وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے توبہ کی فوج کوفہ سے جنگ کی اور امام حسینؑ کے سامنے شہادت پائی۔[۳]

۱۔ ابصار العین ص ۹۵،

۲۔ ابصار العین ص ۱۰۸،

۳۔ نفس المہموم ص ۲۸۳، ۴۔ ابصار العین ص ۱۱۳

(۴۷) ضرغام بن مالک

یہ کوفہ کے شیعوں اور مسلم ابن عقیلؑ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے والوں میں سے تھے، مسلم سے لوگوں نے بے وفائی کی تو ضرغام عمر بن سعد کے ساتھ کربلا آئے اور امام حسینؑ سے ملحق ہو گئے، نماز ظہر کے بعد امام حسینؑ کے شانہ بشانہ فوج کوفہ سے جنگ کی اور شہادت[۱] سے ہمکنار ہوئے ان کا رجزیہ تھا:

إِلَيْكُمْ مِنْ مَالِكٍ ضِرْغَامِ ضَرْبُ فَتًى يَحْمِي عَنِ الْكِرَامِ

يَرْجُو ثَوَابَ اللهِ بِالتَّمَامِ سُبْحَانَهُ مِنْ مَلِكٍ عَلَّامِ [۲]

(۴۸) مجمع بن زیاد

یہ اطراف مدینہ میں منازل جہنیہ میں امام حسینؑ سے ملحق ہوئے اور مسلمؑ کی شہادت کی خبر کے بعد مستقل امام حسینؑ کے ساتھ رہے اور کربلا میں شہادت پائی[۳]

(۴۹) عباد بن مہاجر

یہ بھی جہنیہ کی منازل میں سے ایک منزل پر امام حسینؑ سے متصل ہوئے اور کربلا میں آپ کے ساتھ شہید ہوئے[۴]

(۵۰) وہب بن حباب کلبی

پھر وہب بن حباب نے جہاد کی اجازت حاصل کی میدان میں گئے دشمنوں سے زبردست جنگ کی سختیوں اور مشکلوں پر صبر کیا اور اپنی والدہ و بیوی کے پاس واپس آئے کہ کربلا میں ان کے ساتھ تھیں اور اپنی والدہ سے کہا: کیا مجھ سے راضی ہو گئیں؟

کہا: میں تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تم حسینؑ کے سامنے اور ان کے راہ میں شہید نہیں ہو گے، ان کی بیوی نے کہا: مجھے اپنے ماتم میں غمگین نہ کیجئے،

۱۔ ابصار العین ص ۱۱۴،   ۲۔ مالک ضرغام پر ضرب لگا رہا ہے جو کہ ایک جوان ہے شریف و کرام کی حمایت پر خدائے سبحان سے ثواب کی امید رکھتا ہے،   ۳۔ ابصار العین ص ۱۱۵،   ۴۔ ابصار العین ص ۱۱۵،

ماں نے کہا بیٹا! بیوی کی باتوں کی پروا نہ کرو، امام حسینؑ کی طرف سے جنگ کرو تاکہ روز قیامت تمہیں ان کے جد کی شفاعت نصیب ہو، وہب نے جنگ کی یہاں تک کہ ہاتھ قلم ہوگئے بیوی نے ایک لکڑی اٹھالی اور ان کی طرف روانہ ہوئیں اور ان سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں حرم رسولؐ سے دفاع کیجئے۔

وہب انھیں واپس لوٹانا چاہتے تھے لیکن وہ واپس نہ ہوئی امام حسینؑ نے فرمایا: لوٹ جاؤ خدا تمہیں اہلبیتؑ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ وہ خیمہ میں واپس چلی گئی وہب نے دوبارہ جنگ کی اور شہادت پائی۔[۱]

(۴۱) حبشی بن قیس بن سلمہ

ان کے دادا رسولؐ کے اصحاب میں سے تھے، قبیلۂ نہم سے تعلق ہے ان کے والد نے بھی شاید رسولؐ کو درک کیا تھا یہ اس وقت کربلا میں پہنچے جب کہ جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا تھا اور شہادت سے ہمکنار ہوئے۔[۲]

(۴۲) زیاد بن عریب

ان کا تعلق قبیلۂ ہمدان سے ہے، کنیت ابی عمرہ ہے، عابد و تہجد گذار تھے، ان کے والد رسولؐ کے اصحاب میں سے تھے خود نے بھی رسولؐ کو درک کیا تھا، شجاع تھے، پرہیزگاری اور عبادت میں مشہور تھے مہر کاہلی کہتا ہے: میں کربلا میں موجود تھا میں نے ایک آدمی کو زبردست لڑائی لڑتے ہوئے دیکھا وہ جب بھی فوج کوفہ پر حملہ کرتے تھے انھیں پراگندہ کر دیتے تھے پھر وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

ابشر ہدیت الرشد یا ابن احمدا فی جنۃ الفردوس تعلو صعدا[۳]

۱۔ مثیر الاحزان ص ۷۴،

۲۔ ابصار العین ص ۷۰،

۳۔ تمہیں بشارت ہو کہ ترقی کی راہ کی ہدایت پائی اے احمد کے فرزند اور جنت میں اعلیٰ رتبہ ملے گا،

میں نے معلوم کیا کہ یہ کون ہے؟ بتایا یہ ابو عمرہ حنظلی ہے، پھر ان کے سامنے عامر بن نہشل آیا اور اس نے آپ کو شہید کر کے تن سے سر جدا کر دیا۔[1]

(۴۲) عقبہ بن صلت

یہ بھی مکہ سے کربلا کے درمیان راستہ میں جہنیہ کی منازل میں سے ایک منزل پر امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر ان سے جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ کربلا میں شہید ہوئے۔[2]

(۴۳) قعنب بن عمر

بصرہ کے شیعوں میں سے ایک تھے، حجاج بن بدر کے ساتھ بصرہ سے مکہ آئے اور امام حسینؑ کے اصحاب سے ملحق ہوئے اور روز عاشور آپ کے سامنے جام شہادت نوش کیا زیارت ناحیہ میں آیا ہے: السلام علیٰ قعنب بن عمر النمیری۔[3]

(۴۴) انیس بن معقل

یہ بھی دلیر و بہادر تھے سخت جنگ کرنے کے بعد شہادت پائی۔[4]

(۴۵) قرہ بن ابی قرۃ

انہوں نے آل رسولؐ سے دفاع کیا دشمن سے جنگ کی اور دشمن کی فوج کے چھیاسٹھ سپاہیوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔[5]

(۴۶) عبدالرحمٰن بن عبداللہ الیزنی

یہ بھی شہادت کا عظیم درجہ حاصل کرنے کی خاطر میدان میں آئے اور امام حسینؑ کے دیگر انصار کی مدد میں جنگ کر کے شہید ہوئے وقت جنگ انکا رجزیہ تھا:

أَنَـا أَبْـنُ عَـبْـدِاللهِ مِـنْ آلِ يـزَنْ ۔۔۔ دِيـنِي عَلَى دِيـنِ الحُسَيْنِ وَالحَسَنْ

أَضْـرِبُـكُـمْ ضَـرْبَ فَـتًـى مِـنَ الـيَـمَـنْ ۔۔۔ أَرْجُو بِذَاكَ الفَوْزَ عِنْدَ المُؤْتَمَنْ[6]

۱؎ ابصار العین ص ۲۳، ۲؎ ابصار العین ص ۱۱۵، ۳؎ ابصار العین ص ۱۲۵، ۴؎ وسیلۃ الدارین ص ۱۸۷،

۵؎ حیاۃ الامام الحسین ج ۳ ص ۲۴۸، وسیلۃ الدارین ص ۱۸۰، ۶؎ میں عبداللہ کا بیٹا ہوں میرا تعلق آل یزن سے ہے میرا دین وہی جو حسن و حسین کا دین ہے تمہیں تلوار کا ایسا وار لگاؤں گا جیسے یمن کا جوان لگاتا ہے امید ہے کہ اس میں خدا کے نزدیک رستگار قرار پاؤں، حیاۃ الامام الحسین ص ۲۴۹

(۴۸) یحیی المازنی

آپ نے بھی دوسرے ساتھیوں کی طرح رجز پڑھتے ہوئے، جو کہ شجاعت اور موت سے نہ ڈرنے کا غماز ہے، دشمن پر حملہ کیا اور امام حسینؑ کے سامنے شہادت پائی۔[۱]

(۴۹) منجح

شیخ طوسی نے ان کا ذکر امام حسینؑ کے ان اصحاب میں کیا ہے جو کربلا میں آپؑ کے ساتھ شہید ہوئے زمخشری ربیع الابرار سے منقول ہے کہ حسنیہ امام حسینؑ کی کنیز تھی جسے آپؑ نوفل بن حارث سے خرید اتھا اور بعد میں سہم کے ساتھ اس کی شادی کر دی تھی اس سے منجح پیدا ہوئے، منجح کی والدہ حسنیہ امام زین العابدینؑ کے گھر میں خدمت کرتی تھی، جب امام حسینؑ عراق آئے تو وہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ کربلا آئے اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔[۲]

(۵۰) سوید بن عمرو

شریف اور بڑے نمازی تھے، میدان میں غضبناک شیر کی مانند مبارزہ کرتے تھے، سختیوں اور بلاؤں میں ثابت قدم رہتے تھے، اصحاب حسینؑ میں سے سب کے بعد آپ ہی نے شہادت پائی ہے لکھا ہے کہ بہت زیادہ زخم کھا کر مقتولین کے درمیان گر پڑے تھے کچھ دیر بعد جب ہوش آیا اور حسینؑ قتل کر دیئے گئے کی آواز سنی اور اپنے اندر کچھ طاقت محسوس کی تو اٹھے اور خنجر سے دشمن پر حملہ کیا کافی دیر تک جنگ کرتے رہے کہ عمرو بن بکار اور یزید بن ورقا نے شہید کر دیا۔[۳]

اپنے اصحاب سے امام حسینؑ کا خطاب

امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرکے فرمایا:

---

[۱] حیاۃ الامام الحسینؑ ۳ / ۲۳۷، [۲] تنقیح المقال ۳ / ۲۴۳، [۳] ابصار العین ص ۱۰۱، تاریخ کامل ابن اثیر کی ج ۳ ص ۷۹ پر عروہ بن بکار اور زید بن ورقاء کی بجائے سوید بن عمرو کے قاتلوں کے نام عروہ بن بطان تغلبی اور زید بن ورقاء الجہنی لکھے ہیں۔

اے عظیم زادو! استقامت و صبر سے کام لو موت کی مثال ایک پل کی سی ہے جو تمہیں دنیا
کے رنج و محن سے نجات دلا کر وسیع و عریض اور نعمتوں والی بہشت میں پہنچا دے گا
اب تم میں سے ایسا کون ہے جو زندان سے چھوٹ کر قصر میں آرام کرنا پسند نہیں کرتا؟
میرے والد نے رسولؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:
دنیا مومن کے لئے قیدخانہ اور کافر کیلئے جنت ہے اور موت مومن کو جنت میں پہنچانے کیلئے
اور کافر کو جہنم میں پہنچانے کے لئے ایک پل ہے، نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے اور نہ میں
جھوٹ بولتا ہوں۔

امام حسینؑ کے اصحاب میدان کی طرف جانے، مبارزہ کرنے اور آپ کے سامنے شہادت کے لئے
ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔ انہوں نے سخت جنگ کی یہاں تک کہ نصف روز گذر گیا کوفی فوج
کے تیر انداز دستہ سپہ سالار حصین ابن نمیر نے جب یہ دیکھا کہ امام حسینؑ کے اصحاب ثابت قدم ہیں تو اس
نے اپنے پانچ سو تیر اندازوں کو حکم دیا کہ اصحاب امام حسینؑ پر تیر باراں کرو۔
اس تیر باراں کے نتیجہ میں اصحاب امام حسینؑ سے بعض زخمی ہوئے اور بعض گھوڑے ہلاک ہوگئے
چونکہ امام حسینؑ کے اصحاب کی تعداد بہت ہی مختصر تھی لہٰذا ان میں سے جو بھی شہید ہوتا تھا اصحاب کے
درمیان اس کی جگہ خالی نظر آتی تھی لیکن دشمن کی فوج اتنی زیادہ تھی کہ ان میں سے جتنے بھی ہلاک ہوتے
تھے ان میں کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

امام حسینؑ نے عمر بن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا: جو کچھ تم آج دیکھ رہے ہو ایک روز یہ منظر تم
کو آزردہ کرے گا۔

پھر امام حسینؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے کہا: اے اللہ! عراق والوں نے ہمیں فریب
دیا اور ہمیں دھوکہ دیا اور میرے بھائی حسنؑ کے ساتھ جو کچھ کیا ہے ... اے اللہ ان کے امور کو پراگندہ کردے۔

معانی الاخبار ص ۲۸۹، ۲ے مثیر الاحزان ص ۵۱، ۳ے ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۰۳، ۴ے طبقات ابن سعد، ترجمہ امام حسینؑ ص ۷۲۔

اصحابِ حسینؑ کی جنگ

عمر بن سعد نے جب یہ محسوس کیا کہ اس کی فوج امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کا مقابلہ نہیں کر سکتی تو اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ دائیں بائیں جانب سے خیموں کو غارت کرنا شروع کردو تاکہ امام حسینؑ کے اصحاب کا محاصرہ کر سکو۔ اس جنگی تکنیک کا مقابلہ کرنے کے لئے آپؑ کے اصحاب تین تین آدمیوں کی چار جماعتوں میں تقسیم ہو گئے اور دشمن کے جو سپاہی خیمے ہٹانے میں مشغول تھے ان پر تیر و تلوار سے حملہ کر دیا اور ان کے گھوڑے ہلاک کر دیئے۔ اس کے بعد عمر بن سعد نے خیموں میں آگ لگانے کا حکم دیا[1]

امام حسینؑ نے فرمایا: جلانے دو اپنا ہی راستہ بند کر رہے ہیں چنانچہ امام حسینؑ نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی[2]

خیام پر حملہ

عمر بن سعد کے حکم کے مطابق شمر کے زیر فرمان فوج خیمے جلانے لگی، شمر امام حسینؑ کے خیمہ کے نزدیک پہنچ گیا اور نیزہ سے خیمہ کی طرف اشارہ کر کے چلایا: آگ لاؤ تاکہ اس خیمہ کو اس کے رہنے والوں سمیت جلا دوں[3]

اہل حرم فریاد کناں خیمے سے باہر نکل گئے، امام حسینؑ نے شمر کو مخاطب کر کے کہا: ذی الجوشن کے بیٹے خدا تجھے جہنم میں جلائے تو آگ مانگ رہا ہے تاکہ میرا خیمہ میرے اہلبیتؑ سمیت جلا دے۔

---

[1] اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شہادتِ امام حسینؑ سے قبل ہی بعض خیموں میں آگ لگائی تھی۔

[2] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۹۹،

[3] خیام حسینیؑ کو جلانے کے منصوبہ سے سقیفہ اور اس کے نتائج ذہن میں گردش کرنے لگتے ہیں گویا شمر نے خیمہ جلانے کا سبق ان لوگوں سے لیا تھا جنہوں نے حضرت فاطمہؑ کا گھر جلایا تھا۔

حمید بن مسلم وہاں موجود تھا اس نے شمر سے کہا: میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں، خیموں میں آگ لگانا صحیح نہیں ہے کیا تم ان معصوم بچوں اور بے کس و ناچار عورتوں کو جلانا چاہتے ہو اور اپنے لئے ابدی عذاب کے اسباب فراہم کرنا چاہتے ہو، خدا کی قسم اگر تم ان کے مردوں کو قتل کروگے تو بھی امیر تم سے راضی ہو جائیگا بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

شمر نے پوچھا تم کون ہو؟

حمید بن مسلم نے جان کے خوف سے اپنا تعارف نہیں کرایا تاکہ اس کی گزند سے محفوظ رہیں[1]

شبیث بن ربعی نے شمر سے کہا: میں تمہیں اتنا سنگدل نہیں سمجھتا تھا اور اس سے بدتر کلام انجام دیتے نہیں دیکھا تھا کیا تم عورتوں کو دہشت زدہ کرنا چاہتے ہو یہ سنکر شمر لعنۃ اللہ علیہ واپس چلا گیا[2]

ضحاک بن عبد اللہ[3]

قبیلۂ ہمدان سے تھا اثنار راہ میں امام حسینؑ سے ملحق ہوا، جب آپؑ کے انصار شہید ہو چکے اور آپؑ تنہا رہ گئے تو ضحاک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: میں آپؑ کے ساتھ تھا چاہتا تھا کہ جب تک آپ کے اصحاب وفادار درجۂ شہادت پر فائز نہ ہوں میں آپ سے دفاع کروں لیکن اب وہ سبھی موت سے ہمکنار ہو گئے آپ تنہا رہ گئے ہیں آپ سے دفاع کرنے کی میں اپنے اندر طاقت نہیں پاتا اجازت دیجئے کہ جس راستے سے آیا ہوں اسی سے لوٹ جاؤں۔

امام حسینؑ نے اسے اجازت دیدی اور اس نے ثابت قدم رہنے پر فرار کو ترجیح دی راستہ میں عمر بن سعد کے جاسوسوں نے اس کا راستہ روکا اور پہچان کر چھوڑ دیا اور وہ کربلا سے نکل گیا[4]

---

[1] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۴۸،

[2] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۸،

[3] یہ شخص شہادت سے محروم رہنے والوں میں سے ہے بعض وقائع اسی سے منقول ہیں،

[4] انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۹۷،

امام حسینؑ کے اصحاب کی شجاعت وشرافت کا اعتراف

اس شخص سے کہا گیا جو فوج کوفہ میں موجود تھا: وائے ہو تجھ پر تو نے فرزند رسولؐ کو کیوں قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: تمہارا منھ ٹوٹ جائے! اگر تم کربلا میں موجود ہوتے اور جو کچھ ہم نے دیکھا ہے تم دیکھتے تو تم بھی ایسا کرتے، وہ قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھتے اور شیروں کی مانند ہمارے اوپر حملہ کرتے اور خود موت پر جا پڑتے تھے، امان قبول نہیں کرتے تھے، دنیا کے مال ومنال کی طرف رغبت نہیں رکھتے تھے ان کے اور موت کے درمیان کوئی بھی فاصلہ قائم نہیں کر سکتا تھا اگر ہم ان سے جنگ نہ کرتے تو وہ ہم سب کو قتل کر دیتے ہمارے لئے ان سے جنگ ناگزیر تھی [۱]

ابن عمارہ اپنے والد سے نقل کرتا ہے! میں نے امام صادقؑ سے عرض کیا مجھے امام حسینؑ کے اصحاب اور فداکاری وجاں نثاری پر - سبقت کرنے سے آگاہ کیجئے،

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: انکی آنکھوں کے سامنے سے پردے اٹھا لئے گئے تھے وہ جنت میں اپنی منزلیں دیکھ رہے تھے، اس لئے شہادت کی طرف بڑھ رہے تھے تاکہ جنت میں اپنی منزلوں میں پہنچ جائیں [۲]

اصحاب حسینؑ کے حالات کو اس عرب شاعر نے کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

جَادُوا بِاَنْفُسِهِمْ فِي حُبِّ سَيِّدِهِمْ — وَالْجُودُ بِالنَّفْسِ اَقْصَىٰ غَايَةِ الْجُودِ

اَلسَّابِقُونَ اِلَى الْمَكَارِمِ وَالْعُلَىٰ — وَالْحَائِزُونَ غَداً حِيَاضَ الْكَوْثَرِ

لَوْلَا صَوَارِمُهُمْ وَوَقْعُ نِبَالِهِمْ — لَمْ تَسْمَعِ الْآذَانُ صَوْتَ مُكَبِّرٍ [۳]

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۶۳، [۲] علل الشرائع ج ۱ ص ۲۲۹،

[۳] وہ اپنے امام کی محبت میں جان سے گذر گئے جاں نثاری میں سخاوت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں بلندیوں کے حصول میں انہوں نے سبقت کی یہی کل آب کوثر سے سیراب ہوں گے اگر کل ان بہادر لوگوں کی تلواریں اور تیر نہ ہوتے تو آج اذان کی آواز سنائی نہ دیتی۔

شہدائے بنی ہاشم

جب اصحاب حسینؑ یکے بعد دیگرے آپؑ سے اجازت لیکر اور داد شجاعت دیکر شہید ہوچکے اور آپؑ کے خاص اہلبیتؑ کے علاوہ کوئی آپؑ سے دفاع کرنے والا نہ رہا تو اہلبیتؑ کی نوبت آئی ان کی جانبازی ملاحظہ فرمائیں :

علی ابن الحسینؑ

حضرت علی بن الحسینؑ "علی اکبر" نے گیارہ شعبان ۳۳ھ میں ولادت پائی [۱]۔ اپنے جد حضرت علی بن ابی طالبؑ سے حدیث نقل کرتے تھے، ابن ادریس نے "سرائر" میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کی کنیت ابوالحسن اور لقب اکبر ہے، موثق روایات کے رو سے آپ امام حسینؑ کے سب سے بڑے بیٹے تھے [۲] آپ کی والدہ لیلی بنت ابی مرۃ بن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں [۵]، وجاہت اور تناسب الاعضا میں علی اکبر جیسا کوئی نہ تھا،

روز عاشورہ والد سے اذن جنگ طلب کیا، امام نے اجازت دیکر انہیں محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور پھر سر جھکا لیا، آنکھوں میں آنسو بھر آئے [۶] آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا : اے اللہ گواہ رہنا اس جوان کو جنگ کیلئے بھیج رہا ہوں جو کہ جمال و کمال اور اخلاق و عادات میں سب سے زیادہ تیرے رسولؐ سے مشابہ ہے جب ہم تیرے رسولؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس جوان کو دیکھ لیتے تھے اے اللہ! اس قوم کو زمین کی برکتوں سے محروم کر دے، انہیں پراکندہ کر دے ان میں جدائی ڈال دے

---

[۱] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۰۹،　　[۲] علی اکبر مقرم ص ۱۲،

[۳] علی اکبر مقرم ص ۱۱،　　[۴] ابصار العین ص ۳۱،

[۵] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۰۶، تاریخ کامل ابن اثیر ۴ / ۲۰،　　[۶] نفس المہموم ص ۳۰۷،

اور ان کے امیروں کو ان سے راضی نہ کر کہ انہوں نے ہمیں دعوت دی کہ ہماری مدد کریں گے اور اب ہمارے اوپر تلوار کھینچ رہے ہیں اور ہمارے قتل میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے ہیں۔

اسکے بعد امام حسین علیہ السلام نے عمر بن سعد کو مخاطب کر کے کہا: خدا تیری نسل کو قطع کر دے اور تیرے کسی کام میں برکت نہ دے اور میرے بعد تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو تیرے بستر پر تیرا سر تن سے جدا کر دے اور تیرے رحم کے سلسلے کو قطع کرے کہ تو نے میری رسولؐ سے قرابت کا لحاظ نہیں کیا پھر بلند آواز سے اس آیت کی تلاوت کی:

﴿إِنَّ اللهَ اصْطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى العَالَمِينَ ۞ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [۱]

اس وقت علی اکبرؑ نے غیظ میں آکر فوج کوفہ پر حملہ کیا [۲] اور یہ رجز پڑھا۔

أَنَا عَلِيُّ بنُ حُسَينِ بنِ عَلِيِّ ... نَحنُ وَبَيتُ اللهِ أَولَى بِالنَّبِيِّ

أَطعَنُكُم بِالرُّمحِ حَتَّى يَنثَنِي ... أَضرِبُكُم بِالسَّيفِ أَحمِي عَن أَبِي

ضَربَ غُلامٍ هَاشِمِيٍّ عَلَوِيِّ ... وَاللهِ لا يَحكُمُ فِينَا ابنُ الدَّعِيِّ [۲]

متعدد بار دشمن کی فوج پر حملے کئے بہت سے کوفیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ دشمن اپنے مقتولوں کی کثرت دیکھ کر غصہ میں آپے سے باہر ہو گیا،

روایت ہے کہ علی اکبرؑ نے تشنہ لب ہونے کے باوجود ایک سو بیس دشمنوں کو قتل کیا [۳] اور بہت سے زخم کھا کر والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: بابا! پیاس مجھے مارے ڈال رہی ہے، اسلحہ کے

۱۔ سورہ آل عمران آیت ۳۳ و ۳۴۔

۲۔ میں علی، حسین بن علیؑ کا بیٹا ہوں۔ خدا کی قسم سب سے زیادہ رسولؐ سے نزدیک ہم ہیں میں تمہیں نیزہ سے ضرب لگاتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ خم ہو جائے اپنے والد سے دفاع کروں گا اور تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا، جیسا کہ جوان ہاشمی کی شایان شان ہے، خدا کی قسم ابن زیاد ہم پر حکومت نہیں کر سکتا۔

۳۔ مناقب میں آیا ہے کہ ستر آدمیوں کو قتل کئے۔

بار سے پریشان ہوں گیا ایک گھونٹ پانی مل سکتا ہے کہ دشمن سے جنگ جاری رکھنے کی طاقت پیدا کر سکوں ؟

یہ سنکر امام حسینؑ رو دیئے اور فرمایا: واغوثاہ ! بیٹے تھوڑی دیر اور جنگ کرو کہ عنقریب تم اپنے جد رسولؐ کی زیارت کرو گے وہ تمہیں سیراب کریں گے اس کے بعد کبھی تشنگی محسوس نہیں کرو گے

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: بیٹا اپنی زبان میرے منھ میں دے دو پھر اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا کہ اسے منھ میں رکھ لو اور دشمنوں کی طرف لوٹ جاؤ امید ہے کہ دن ختم ہونے سے قبل رسول خدا تمہیں سیراب کریں گے کہ اس کے بعد کبھی تشنگی محسوس نہیں کرو گے پس علی اکبرؑ میدان میں لوٹ آئے اور یہ رجز پڑھا :

اَلْحَرْبُ قَدْ بانَتْ لَهَا الحَقائِق   وَظَهَرَتْ مِنْ بَعْدِها مَصادِق

وَاللهِ رَبِّ العَرْشِ لا نُفارِق   جُمُوعَكُمْ اَوْ تُغْمَدَ البَوارِق[۱]

اسی طرح جنگ کرتے رہے اور یہاں تک دو سو دشمنوں کو ہلاک کر دیا[۲] عمر بن سعد کے لشکر میں علی اکبرؑ کو شہید کرنے کی جرأت نہیں تھی لیکن مرہ بن منقذ عبدی نے کہا: اگر یہ جوان میرے پاس سے گذرا اور میں نے اس کے باپ کو اس کے غم میں نہ رلایا تو سارے عرب کے گناہوں کا بار میری گردن پر ہے جب فوج نے علی اکبرؑ پر حملہ کیا تو آپؑ اس شقی کے قریب سے گذرے تو اس نے نیزہ مار کر آپؑ کو گھوڑے سے گرا دیا اور دوسرے ظالموں نے آپ کا بدن پارہ پارہ کر دیا[۳]

بعض مورخین نے نقل کیا ہے کہ مرہ بن منقذ نے پہلے آپ کی پشت پر نیزہ مارا اور پھر فرق پر تلوار سے ضرب لگائی جس سے سر شگافتہ ہو گیا آپ نے گھوڑے کی گردن میں باہیں ڈال دیں لیکن چونکہ گھوڑے کی آنکھوں میں خون بھر گیا تھا وہ آپ کو دشمنوں کے درمیان لے گیا ہر طرف سے دشمن آپ پر ٹوٹ پڑے

۱۔ مقتل الحسین مقرم ص ۳۱۳،

۲۔ جنگ مردوں کے جوہر کو آشکار کرتی ہے اور دعوے کا صحیح ہونا جنگ کے بعد معلوم ہوتا ہے، عرش کے رب کی قسم میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا مگر یہ کہ تم اپنی تلوار نیام میں رکھ لو گے ۔   ۳۔ نفس المہموم ص ۳۰۸،

اس وقت آپ نے آواز دی ، السلام علیک یا ابتاہ ، بابا : یہ میرے جد رسول خدا ہیں جو مجھے سیراب کر رہے ہیں اور آج کی شب آپ کے منتظر ہیں[1] آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں ہمارے پاس آنے میں جلد کرو اس کے بعد روح پرواز کر گئی[2] ۔

امام حسینؑ ان کے سرہانے آئے منھ پہ منھ رکھدیا اور کہا : خدا غارت کرے ان لوگوں کو جنہوں نے تمہیں قتل کیا ، گستاخی میں حد سے گزر گئے اور حرمت رسولؐ کا خیال نہ کیا ، تمہارے بعد اس دنیا پر خاک ہے[3]

اس وقت آپ اس طرح چیخ کر روئے کہ اس وقت تک کسی نے آپ کو اس طرح روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا[4]

پھر علی اکبرؑ کا سر زانو پہ رکھا اور دانتوں سے خون صاف کیا چہرہ کو بوسہ دیا اور فرمایا : بیٹا دنیا کی تنگی سے تم نے بھی نجات پائی اور حق کی ابدی رحمت کی طرف چلے گئے تمہارے بعد باپ تنہا ہے لیکن عنقریب تم سے ملحق ہو جاؤں گا[5] ۔

اسی وقت زینب کبریٰ خیمے سے فریاد کناں نکلیں ! یا اخاہ وبن اخاہ : اور خود کو علی اکبرؑ کی لاش پر گرادیا ، امام حسینؑ نے انھیں علی اکبرؑ کی لاش سے اٹھایا اور واپس خیمہ میں لے گئے اور جوانوں سے فرمایا کہ میدان سے علی اکبرؑ کی لاش اٹھالو ، انہوں نے لاش کو اس خیمہ کے سامنے رکھدیا جس کے مقابل جنگ ہو رہی تھی[6]

امام حسینؑ غم زدہ خیمہ میں لوٹ آئے ، سکینہؑ آئیں اور آپ سے بھائی کی خبر معلوم کی امام حسینؑ نے بیٹی کو بھائی کی شہادت کی خبر دی ، سکینہ نالہ کناں خیمہ سے باہر نکلنا چاہتی ہیں آپ نے فرمایا : سکینہ صبر کرو اور خیمہ سے باہر نہ نکلو ۔

سکینہ نے عرض کیا بابا : وہ کیسے صبر کرے کہ جسکا جوان بھائی مر گیا ہو[7]

---

[1] ابصار العین ص ۲۳ ، [2] مقاتل الطالبین ص ۱۱۷ ، [3] الملہوف ص ۶۷ ، [4] نفس المہموم ص ۱۱۳ ،

[5] ذریعۃ النجاۃ ص ۱۲۸ ، [6] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۰۷ ،

[7] الدمعۃ الساکبہ ج ۴ ص ۳۳۳ ، معتبر کتابوں میں یہ نہیں ملتا کہ علی اکبرؑ کی والدہ کربلا میں موجود تھیں یا اس وقت بقید حیات تھیں ، محدث قمی کہتے ہیں مجھے معلوم ہی نہیں ملا کہ علی اکبرؑ کی والدہ کربلا میں موجود تھیں لیکن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ واقعہ کربلا میں موجود تھیں ، وسیلۃ الدارین ص ۲۹۲ ،

خاندان عقیل بن ابی طالبؑ

(۱) عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ

آپ رقیہ بنت علیؑ کے فرزند تھے، علی اکبرؑ کے بعد میدان میں آئے[۱] اور اس طرح رجز پڑھا:

اَلْیَوْمَ اَلْقٰی مُسْلِماً وَهُوَ اَبِیْ — وَفِتْیَةً بَادُوْا عَلٰی دِیْنِ النَّبِیِّ

لَیْسُوْا کَقَوْمٍ عُرِفُوْا بِالْکَذِبِ — لٰکِنْ خِیَارٌ وَکِرَامُ النَّسَبِ [۲]

مورخین نے لکھا ہے کہ آپ نے مسلسل تین حملے کر کے فوج کوفہ کے اٹھانوے سپاہیوں کو فی النار کر دیا[۳] جب آپ عمرو بن صبیح پر جھپٹے تو اس نے آپ کی طرف تیر چلایا آپ نے جب یہ محسوس کیا کہ اس شقی نے پیشانی کا نشانہ لیا ہے تو آپ نے پیشانی کو بچانے کے لئے پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا لیکن تیر ہاتھ کو چھید کر پیشانی میں در آیا آپ نے ہاتھ جدا کرنا چاہا مگر جدا نہ کر سکے اسی وقت عمرو بن صبیح نے آپ کے دل پر نیزہ مار کر شہید کر دیا[۴]۔

(۲) محمد بن مسلم بن عقیل

عبداللہ بن مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد بنی ہاشم اور آل ابوطالب نے فوج کوفہ پر متفق ہو کر حملہ کیا[۵] امام حسینؑ نے فرمایا: میرے چچا کے بیٹو! صبر و استقامت سے کام لو اور اے میرے اہلبیتؑ

---

[۱] ابصار العین ص ۵۰، [۲] آج میں اپنے والد مسلم سے ملاقات کروں گا اور جو لوگ رسول اللہ کے دین پر ہیں وہ ان لوگوں کی مثل نہیں ہیں جو کہ جھوٹ میں مشہور ہیں بلکہ وہ نیک اور شریف النسب ہیں۔ [۳] وسیلۃ الدارین ص ۲۰۴،

[۴] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۰۷، لکھا ہے کہ مختار نے کسی کو زید بن رقاد کے پاس بھیجا وہ کہتا تھا کہ میں نے اس جوان کو تیر مارا جس نے اپنی پیشانی پکڑ رکھی تھی اس جوان کا نام عبداللہ بن مسلم تھا جب میں نے اسکے ہاتھ کو پیشانی میں سی دیا تو اس نے کہا: اے اللہ انہوں نے ہماری قدر نہ کی انہیں اسطرح قتل کر دے جسطرح انہوں نے ہمیں قتل کیا ہے میں نے دوسرا تیر مارا پھر اس کے نزدیک جا کر دیکھا تو وہ مر چکا تھا میں نے چاہا کہ تیر اس کی پیشانی سے کھینچ لوں ہلا کر تیر کھینچ تو لیا لیکن اس کی نوک وہیں ٹوٹ گئی، مختار کے کارندوں نے اس سنگین جرم کی پاداش میں اس پر تیر اور سنگباری

صبر کرو کہ آج کے بعد ہرگز کوئی سختی و مصیبت نہ دیکھو گے[1]

اس حملہ میں محمد بن مسلم زمین پر گر پڑے اور انھیں ہرم ازدی و لقیط بن ایاس جہنی نے شہید کر دیا[2]

(۳) جعفر بن عقیل

ان کی والدہ خوصاء بنت عمرو بن عامر ہیں وہ میدان میں آئے اور شمشیر زنی کرتے ہوئے کہا:

أَنَا الغُلَامُ الأَبْطَحِيُّ الطَّالِبِيّ   مِنْ مَعْشَرٍ فِي هَاشِمٍ وَغَالِبِ

فَنَحْنُ حَقّاً سَادَةُ الذَّوَائِبِ   فِينَا حُسَيْنٌ أَطْيَبُ الأَطَائِبِ[3]

فوج کوفہ کے ایک سو پچاس سپاہیوں کو قتل کیا آخر کار آپ کو بھی بشر بن خوط نے شہید کر دیا[4]۔

(۴) عبدالرحمن بن عقیل

آپ میدان میں آئے رجز خوانی کی اور دشمن کے ۱۷ سواروں کو فنا کر دیا۔ عثمان بن خالد جہنی نے آپ کو شہید کیا[5]۔

(۵) عبداللہ بن عقیل

انھیں عبداللہ اکبر کہتے تھے، میدان میں آئے، جنگ کی اور عثمان بن خالد اور قبیلۂ ہمدان کے ایک آدمی کے ہاتھ سے شہادت پائی[6]۔

کی اور جب زمین پر گر گیا تو اسے زندہ جلا دیا، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۴۳، اس عبارت کی رو سے زید بن رقاد عبداللہ بن مسلم کا قاتل تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے کسی دوسرے کو اس طرح شہید کیا ہو۔

[1] ابصار العین ص ۵۰۔   [6] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۶۔

[2] ابصار العین ص ۵۰۔

[3] میں خاندان ہاشم و غالب سے ابطحی و طالبی غلام (لڑکا) ہوں بیشک ہم عظیم اور سادات سے ہیں اور حسینؑ ہمارے درمیان پاکیزاؤں کے پاکیزہ ہیں۔

[4] ابصار العین ص ۵۱۔   [5] بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کو پہلے عبداللہ بن عروہ خثعمی نے تیر مارا پھر بشر بن خوط نے جا کر انھیں شہید کیا جبکہ ان کی ماں در خیمہ پر کھڑی دیکھ رہی تھی، زیارت ناحیہ میں آیا ہے، السلام علی جعفر بن عقیل بن ابی طالب لعن اللہ قاتلہ و رامیہ بشر بن خوط الہمدانی

⑥ محمد بن ابی سعید بن عقیل

جب امام حسینؑ کو شہید کر دیا گیا تو اس وقت ایک جوان حیران و پریشان خیمے سے باہر آیا جو کہ گھبرا کر دائیں بائیں دیکھ رہا تھا ایک سوار نے اسے ایک ضربت لگائی میں نے اس کا نام ونشان معلوم کیا تو بتایا گیا کہ یہ محمد بن ابی سعید بن عقیل ہیں اس سوار کا نام معلوم کیا تو بتایا کہ یہ لقیط بن ایاس جہنی ہے۔

ہانی بن ثبیت کہتا ہے میں حسینؑ کی شہادت کے وقت کربلا میں موجود تھا ہم دس آدمی سوار تھے دسواں میں تھا ہم میدان میں گھوڑے دوڑاتے پھر رہے تھے، ناگہاں حسینؑ کے اہلبیتؑ میں سے ایک نوجوان خیمہ سے باہر آیا اس کے دائیں ہاتھ میں ایک لکڑی اور ایک پیراھن تھا دائیں بائیں دیکھ رہا تھا اس وقت ایک سوار اس کے قریب آیا اور تلوار سے اس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اس خبر کا ناقل ہشام کلبی کہتا ہے: اس نوجوان کا قاتل خود ہانی بن ثبیت تھا لیکن خوف سے اپنا نام نہیں لیا [1]

خاندانِ جعفر بن ابی طالبؑ

① عون بن عبداللہ بن جعفر

آپ عقیلۂ بنی ہاشم زینبؑ بنت علی بن ابی طالبؑ کے بیٹے ہیں [2]

عبداللہ بن جعفر نے اپنے دو بیٹوں، عون و محمد، کو امام حسینؑ کے پاس بھیجا یہ دونوں وادی عقیق میں امام حسینؑ سے جا ملے، عون بن عبداللہ روز عاشورہ میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا:

---

[1] ابصار العین ص ۵۱۔

[2] مقاتل الطالبیین ص ۹۱۔

إِنْ تُنْكِرُونِي فَأَنَا ابْنُ جَعْفَر — شَهِيدُ صِدْقٍ فِي الْجِنَانِ أَزْهَر

يَطِيرُ فِيهَا بِجَنَاحٍ أَخْضَر — كَفَىٰ بِهٰذَا شَرَفاً فِي الْمَحْشَر [1]

اور دشمن کے تین سوار اور اٹھارہ پیادہ سپاہیوں کو تہ تیغ کیا، عبداللہ بن قطبہ نے ان پر حملہ کیا اور تلوار سے شہید کردیا۔[2]

(۲) محمد بن عبداللہ بن جعفر

خوصا بنت حفصہ کے بیٹے ہیں، بعض نے کہا ہے کہ وہ اپنے بھائی عون سے پہلے میدان میں آئے اور یہ رجز پڑھا:

أَشْكُو إِلَى اللهِ مِنَ الْعُدْوَانِ — فِعَالَ قَوْمٍ فِي الرَّدَىٰ عِمْيَانِ

قَدْ بَدَّلُوا مَعَالِمَ الْقُرْآنِ — وَمُحْكَمَ التَّنْزِيلِ وَالتِّبْيَانِ [3]

اور اس گروہ کے دس آدمیوں کو قتل کیا پھر دشمن ان پر حملہ آور ہوئے مختصر یہ کہ عامر بن نہشل تمیمی نے انھیں شہید کر دیا۔[4]

(۳) عبیداللہ بن عبداللہ بن جعفر

یہ بھی خوصا بنت حفصہ کے بیٹے تھے امام حسینؑ کی مدد کیلئے آئے اور شہادت سے ہمکنار ہوئے۔[5] کہتے ہیں کہ انہیں بشر بن حویطر قانصی نے شہید کیا تھا۔[6]

---

[1] اگر تم مجھے نہیں پہچانتے تو جان لو کہ میں جعفر طیار کا بیٹا ہوں جو کہ شہید صدق بہشت میں ہیں، سبز رنگ کے پروں سے جنت میں پرواز کرتے ہیں اور قیامت کے دن اتنا شرف کافی ہے۔

[2] ابصار العین ص ۳۹۔

[3] میں اس گروہ کی ظلم و زیادتی کی خدا سے شکایت کروں گا جو کہ پستی میں اندھوں کی مانند ہے انہوں نے قرآن کے طریقہ بدل ڈالے ہیں اور قرآن کے محکمات میں رد و بدل کی ہے۔ وسیلۃ الدارین ص ۲۴۴۔

[4] ابصار العین ص ۴۰۔ [5] مقاتل الطالبین ص ۹۱۔ [6] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۰۶۔

④ قاسم بن محمد بن جعفر بن ابی طالب

یہ ہمیشہ اپنے ابن عم امام حسینؑ کے ساتھ رہتے تھے کبھی ان سے جدا نہیں ہوتے تھے امام حسینؑ نے ان کے چچا کی بیٹی ام کلثوم سے ۔ جو کہ عبداللہ بن جعفر اور زینب کبریٰ سے تھیں ، شادی کردی تھی ،

قاسم اپنی بیوی کے ساتھ کربلا آئے اور عون ابن عبداللہ بن جعفر کے بعد میدان میں گئے بہت سے دشمنوں کو قتل کیا بعض نے لکھا ہے کہ انہوں نے اسی سوار اور بارہ پیادہ سپاہیوں کو قتل کیا تو خود بھی زخموں سے چور ہو گئے دشمنوں نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا ؎۱

امام حسنؑ کے بیٹے

① قاسم بن حسنؑ

ان کی والدہ کا نام رملہ ہے ؎۲ ، قاسم نوجوان تھے ، شاید حد بلوغ تک نہیں پہنچے تھے جب میدان میں جانے کے لئے امام حسینؑ سے اجازت لینے گئے تو آپؑ انھیں سینہ سے لگایا اور دونوں اتنا روئے کہ بے ہوش ہو گئے مختصر یہ کہ امام حسینؑ سے جنگ کی اجازت طلب کی آپ نے اجازت نہ دی لیکن قاسم نے کسی طرح آپؑ سے اجازت حاصل کی اور میدان میں آئے ، رخسار پر آنسو بہہ رہے تھے اور یہ رجز پڑھ رہے تھے :

إنْ تُنْكِرُونِي فَأَنَا ابْنُ الْحَسَنِ — سِبْطِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى الْمُؤْتَمَنِ
هٰذا حُسَيْنٌ كَالأَسِيرِ الْمُرْتَهَنِ — بَيْنَ أُنَاسٍ لَا سُقُوا صَوْبَ الْمُزْنِ ؎۳

لکھا ہے کہ قاسم کم سنی میں چاند کی مانند تھے بچپنے ہی میں شدید جنگ کر کے ۳۵ دشمنوں کو قتل

؎۱ تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۲ ،

؎۲ ابصار العین ص ۳۶ ، برصغیر میں جناب قاسم کی والدہ کا نام ام فروہ مشہور ہے ، ؎۳ اگر تم مجھے نہیں جانتے تو جان لو کہ میں حسنؑ کا بیٹا ہوں جو کہ برگزیدہ اور امین نبیؐ کے فرزند ہیں ، یہ حسینؑ اس گروہ کے درمیان اسیر کی مانند ہیں خدا اس گروہ کو سیراب نہ کرے ،

کیا، حمید بن مسلم کہتا ہے: میں کوفی فوج کے درمیان میں کھڑا اس جوان کو دیکھ رہا تھا، پیراہن اور نعلین پہنے تھا کہ اچانک ایک نعلین کا تسمہ ٹوٹ گیا مجھے یاد ہے کہ اسکے بائیں پیر کی نعلین تھی، عمرو بن سعد ازدی نے مجھ سے کہا: کہ میں اس پر حملہ کروں گا۔

میں نے کہا: سبحان اللہ! تمہارا کیا ارادہ ہے؟ خدا کی قسم اگر وہ مجھے قتل بھی کر دے تو بھی میں دست درازی نہیں کروں گا جس گروہ نے اسے گھیر رکھا ہے وہی کافی ہے۔ اس نے کہا: میں اس پر حملہ کروں گا،

اس نے قاسم ع پر حملہ کر کے سر پر ایک ضربت لگائی جس سے وہ منھ کے بل زمین پر گر پڑے آواز دی یا عماہ! امام حسین ع فوجوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے قاسم ع کے سرہانے پہنچے اور قاسم ع کے قاتل پر حملہ کیا اسنے ہاتھ پر وار روکا جس سے اس کا ہاتھ کہنی سے کٹ گیا اس نے کہا: میری مدد کرو فوج کو فوراً اسے بچانے کے لئے دوڑی دونوں کے درمیان شدید جنگ ہونے لگی جس سے قاسم ع کی لاش گھوڑوں کی سموں سے پامال ہوگئی میدان کی فضا گرد و غبار سے پر ہوگئی جب گرد بیٹھ گئی تو میں نے امام حسین ع کو دیکھا کہ قاسم ع کے سرہانے کھڑے ہیں اور قاسم ع ایڑیاں رگڑ رہے ہیں،

امام حسین ع نے فرمایا: یہ بات تمہارے چچا کے لئے کتنی تکلیف دہ ہے کہ تم انہیں مدد کیلئے پکارو اور وہ کچھ نہ کر سکیں اور اگر کچھ کر سکیں تو اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہو اس قوم کے شامل حال خدا کی رحمت نہ ہو جس نے تمہیں قتل کیا ہے [۱]

اس کے بعد امام حسین ع قاسم ع کی لاش کو میدان سے لیکر چلے حمید بن مسلم کہتا ہے میں دیکھ رہا تھا کہ قاسم ع کے پاؤں زمین پر خط دیتے جا رہے تھے، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ لاش کہاں لے جا رہے ہیں؟ میں نے دیکھا کہ آپ نے قاسم ع کی لاش اپنے بیٹے علی اکبر ع اور دیگر شہیدوں کی لاش کے برابر میں لٹا دی [۲]

کفایۃ الطالب میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت قاسم ع گھوڑے سے زمین پر گرے تو چچا کو آواز دی حسین ع قاسم ع کی لاش لائے تو اس وقت ماں کھڑی ہوئی یہ منظر دیکھ رہی تھی اور امام حسین ع کی زبان پر یہ

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴، ۲۔ نفس المہموم ص ۳۲۳،

اشعار تھے :

غَرِيبُونَ عَنْ أَوْطَانِهِمْ وَدِيَارِهِم — تَنُوحُ عَلَيْهِمْ فِي الْبَرَارِي وُحُوشُها
وَكَيْفَ وَلا تَبْكِي الْعُيُونُ لِمَعْشَرٍ — سُيُوفُ الأَعادِي فِي الْبَرَارِي تَنُوشُها
بُدُورٌ تَوَارَى نُورُها فَتَغَيَّرَتْ — مَحاسِنُها تُرْبُ الْفَلاةِ تَغُوشُها[۱]

② ابوبکر بن الحسنؑ

آپ حضرت قاسمؑ کے حقیقی بھائی تھے یعنی ایک باپ اور ایک ہی ماں سے تھے، امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ انھیں عقبۃ الغنوی نے شہید کیا ہے ۲۔

③ عبداللہ بن الحسنؑ

فوج کوفہ نے امام حسینؑ کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا، عبداللہ بن الحسنؑ جو کہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے جلد از جلد امام حسینؑ کے پاس پہنچنا چاہتے تھے، زینب کبریٰؑ انھیں جانے نہیں دینا چاہتی تھیں لیکن وہ نہ مانے اور کہا: خدا کی قسم میں اپنے چچا سے ہرگز جدا نہ ہوں گا اسی اثنا میں بحر بن کعب یا ایک قول کے مطابق حرملہ بن کاہل ”نے تلوار سے امام حسینؑ پر حملہ کیا، عبداللہ نے اس سے کہا: اے بدکار عورت کے بیٹے تو میرے چچا کو شہید کرنا چاہتا ہے؟ اس ”شقی“ نے تلوار سے عبداللہ پر حملہ کیا جس سے ان کے ہاتھ کٹ گئے اور کھال میں الجھ کر رہ گئے۔ بچہ نے آواز بلند کی اے اماں!

امام حسینؑ نے بچے کو آغوش میں لیا اور فرمایا: بھتیجے! اس مصیبت پر صبر کرو اور خدا سے اجر ثواب کی امید رکھو تاکہ وہ تمہیں نیکوکار آباء و اجداد سے ملحق کر دے اسی وقت حرملہ بن کاہل نے ایک تیر

۱۔ وہ اپنے گھروں اور وطن سے دور ہیں، بیابان میں وحشی جانور ان پر نوحہ کرتے ہیں، ان پر آنکھیں کیوں نہ روئیں کہ جن پر دشمنوں کی تلوار ٹوٹ رہی ہے جن مہتابوں کا نور ختم ہوگیا اور ان کے خوبصورت بدن بیابان میں دگرگوں ہوگئے ہیں، وسیلۃ الدارین ص ۲۵۲۔

۲۔ ابوالفرج نے تحریر کیا ہے کہ وہ قاسمؑ سے پہلے شہید ہوئے ہیں لیکن طبری، جزری اور شیخ مفید نے ان کی شہادت قاسم کے بعد لکھی ہے۔ نفس المہموم ص ۳۲۵۔

مارا اور یہ چچا کے آغوش میں شہید ہو گیا[1]

۴ حسن بن الحسنؑ

امام حسنؑ کے بیٹوں میں سے ایک حسن مثنیٰ ہیں، وہ روز عاشورہ میدان میں آئے دلیروں کی مانند جنگ کرتے کرتے زمین پر گرے، جب فوج کوفہ شہیدوں کے سر قلم کرنے آئی تو دیکھا کہ وہ ابھی زندہ ہیں تو ان کا ننہالی رشتہ دار اسماء بن خارجہ انھیں اپنے ساتھ کوفے گیا، علاج کرایا، زخم بھر جانے کے بعد وہ مدینہ آگئے[2]

امیر المومنینؑ کے بیٹے

۱ عبد اللہ بن علیؑ

ان کی والدہ فاطمہ ام البنین ہیں، حضرت علیؑ کی شہادت کے وقت ان کی عمر چھ سال تھی جب امام حسینؑ کے اصحاب اور اہلبیت میں سے بھی کچھ لوگ شہید ہو چکے تو حضرت عباسؑ نے اپنے ان بھائیوں کو جو کہ ایک ماں سے تھے، بلایا اور کہا: میدان میں جاؤ،

سب سے پہلے عبد اللہ بن علیؑ جو کہ عثمان و جعفر سے بڑے تھے اٹھے، ابو الفضلؑ نے ان سے کہا: بھائی میدان میں جاؤ تاکہ میں تمہیں راہ خدا میں شہید دیکھوں چنانچہ وہ میدان میں آئے رجز خوانی کی، تلوار کے جوہر دکھائے جنگ کی، ہانی بن ثبیت نے آپ کے سر پر تلوار سے ضرب لگا کر شہید کر دیا[3]،

۲ عثمان بن علیؑ

عبد اللہ بن علیؑ کے بعد یہ میدان میں آئے، اس وقت ان کی عمر اکیس سال تھی[4] اور یہ رجز پڑھا:

---

۱ اللہوف ص ۷۱،

۲ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۲۵۶، ۳ ابصار العین ص ۳۴، ۴ صاحب ابصار العین نے اس جوان کی عمر ۲۳ سال بیان کی ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کے بھائی جعفر ان سے چھوٹے تھے وہ ۲۱ سال کے تھے،

إنّي أنا عُثمانُ ذُو مَفاخِر شَيْخي عَليٌّ ذُو الفِعالِ الطّاهِر

صِنْوُ النّبيّ ذِي الرّشادِ السّائِر مابَيْنَ كُلِّ غائِبٍ وحاضِر [1]

خولی بن یزید نے ایک تیر مار کر انھیں شہید کر دیا، بعض نے لکھا ہے کہ اس تیر کے لگنے سے آپ زمین پر گرے تو بنی ابان میں سے ایک شخص نے حملہ کر کے شہید کر دیا اور تن سے سر جدا کر دیا۔[2]

(۳) جعفر بن علیؑ

حضرت علیؑ کی شہادت کے وقت ان کی عمر دو سال تھی، اپنے بھائی امام حسنؑ کے ساتھ بارہ سال اور بھائی حسینؑ کے ساتھ اکیس سال زندگی گذاری، روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے بھائی کی محبت میں ان کا نام جعفر رکھا تھا یہ بھی میدان میں گئے اور یہ رجز پڑھا

إنّي أنا جَعفَرٌ ذُو المَعالي اِبْنُ عَليّ الخَيْرِ ذُو النّوال

ذاكَ الوَصيُّ ذُو السَّنا والوالي حَسْبي بِعَمّي جَعفَرٍ والخال

أحْمِي حُسَيْناً ذِي النَّدَى المِفضال [3]

جنگ کی یہاں تک کہ خولی بن یزید نے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا بعض نے ان کے قاتل کا نام ہانی بن ثبیت لکھا ہے۔[4]

---

[1] میں صاحب مفاخر عثمان ہوں میرے شیخ ، والد، پاک کردار والے علی ہیں جو کہ ہر غائب و حاضر کے درمیان ہدایت کرنے والے نبی کے بھائی ہیں،

[2] نفس المہموم ص ۱۷۶، حضرت علیؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے اس بچہ کا نام اپنے بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر رکھا ہے۔

[3] میں بلندیوں والا جعفر ہوں، میں نیک منش اور صاحب کرم علیؑ کا بیٹا ہوں جو کہ رسولؐ کے وصی، بلند مرتبہ اور والی ہیں میرے لیے میرے چچا جعفر کافی ہیں میں فضل و کرم والے حسینؑ کی حمایت کرتا ہوں، مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۰۷۔

[4] ابصار العین ص ۳۵۔

④ ابوبکر بن علیؑ

مورخین نے ان کا نام نہیں لکھا ہے بلکہ ابوبکر ان کی کنیت ہے ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد میں وہ بھی میدان میں آئے رجز پڑھا جنگ کی اور قبیلہ ہمدان کے ایک شخص کے ہاتھ سے شہادت پائی۔[1]

⑤ محمد بن علیؑ

یہ محمد اصغر ہیں، حضرت علیؑ کے ایک اور بیٹے کا نام محمد تھا جو ان سے بڑے تھے اس لئے انھیں محمد اصغر کہتے ہیں ان کی والدہ ام ولد ہیں انھیں قبیلہ ابان کے ایک شخص نے شہید کیا۔[2] بعض نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس ہیں۔[3]

⑥ عباس الاصغرؑ[4]

قاسم بن اصبغ مجاشعی سے منقول ہے کہ اس نے کہا: جب شہیدوں کے سر کوفہ لائے گئے تو میں نے ایک سوار کو دیکھا کہ اس نے اپنے گھوڑے کی گردن میں ایک جوان کا سر لٹکا رکھا ہے اس جوان کی مسیں نہیں بھیگی تھیں اور چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا تھا، جب گھوڑا نیچے سر جھکاتا تھا تو وہ سر زمین سے ٹکراتا تھا، میں نے اس شخص سے پوچھا: یہ کس مظلوم کا سر ہے جو تو نے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا رکھا ہے،

اس نے کہا: عباس بن علیؑ کا سر ہے

میں نے کہا تم کون ہو؟

اس نے کہا: حرملہ بن کاہل اسدی،

قاسم کہتے ہیں: چند روز کے بعد میں نے حرملہ کو دیکھا تو اس کا منھ کالا ہو چکا تھا۔[5]

---

[1] ابصار العین ص ۳۵، [2] مقاتل الطالبین ص ۸۵، [3] تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۹،

[4] بعض لوگوں نے یہ احتمال دیا ہے کہ کربلا میں حضرت علیؑ کے دو بیٹے عباس نام کے شہید ہوئے ہیں ایک عباس الاصغر ہیں جو کہ شب عاشور شہید ہوئے ان کی والدہ صہباء ثعلبیہ ہیں دوسرے عباس اکبر ہیں، آپ نے اپنے دو سرتیلے بھائیوں کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی مقرم نے عباس الاصغر کو اولاد علی میں ذکر کیا ہے یہ اور عمر اطرف ایک ماں سے تھے جنکا نام صہبا تھا یہ بھی منقول ہے کہ یہ شب عاشور کھاٹ ←

⑦ عباس بن علیؑ

آپ نے ۲۶ھ میں ولادت پائی آپ کی والدہ ام البنین فاطمہ بنت حزام ہیں، حضرت علیؑ نے اپنے بھائی عرب کے اخبار وانساب کے عالم وماہر عقیل سے کہا: میرے لئے ایسی عورت تلاش کیجئے جس سے شجاع بچے پیدا ہوں، عقیل نے فاطمہ بنت حزام کا نام بتایا اور کہا: میری نظر میں ان کے آباء سے زیادہ عرب میں زیادہ شجاع نہیں ہیں، حضرت علیؑ نے ان سے نکاح کر لیا، ام البنین سے پہلے بیٹے عباسؑ پیدا ہوئے جنہیں خوبصورت ہونے کی وجہ سے قمر بنی ہاشم کہتے تھے آپ کی کنیت ابو الفضلؑ ہے، حضرت عباسؑ کے بعد ام البنین سے تین بیٹے عبداللہ، عثمان اور جعفر پیدا ہوئے، حضرت عباسؑ نے چودہ سال اپنے والد امیرالمومنینؑ کے ساتھ اور باقی زندگی اپنے دو بھائیوں کے ساتھ گذاری، شہادت کے وقت آپ کی عمر چونتیس سال تھی، شجاعت میں بے نظیر تھے، گھوڑے پر سوار ہوتے تو پاؤں زمین تک پہنچ جاتے تھے۔

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے چچا عباسؑ بن علیؑ صاحب بصیرت اور راسخ الایمان تھے، امام حسینؑ کی رکاب میں جہاد کرتے ہوئے شہادت پائی[۱]

منقول ہے کہ ایک روز علی بن الحسینؑ نے حضرت عباسؑ کے بیٹے عبیداللہ کو دیکھا اور رونے لگے اور پھر فرمایا: رسولؐ پر جنگ احد کے دن سے زیادہ سخت کوئی دن نہیں گزرا اس دن حضرت حمزہ بن عبد المطلب شہید ہوئے، اس کے بعد رسولؐ کیلئے وہ دن سخت تھا جب جنگ موتہ میں جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے اور کوئی دن حسینؑ کے دن " عاشورہ " جیسا نہیں ہے، آپ کو ان تیس ہزار سپاہیوں نے گھیر رکھا تھا، خود اس امت سے سمجھتے تھے، اور قتل حسینؑ کے ذریعہ خدا کا تقرب چاہتے تھے حسینؑ نے نصیحت کی، لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور دردناک طریقہ سے آپ کو شہید کر دیا،

پر پانی لینے گئے تھے وہیں شہید ہوئے، العباسؑ مقرم ص ۵۲، وسیلۃ الدارین ص ۲۲۰،

۵۔ تذکرۃ الخواص ص ۱۶۱،

۱۔ ابصار العین ص ۲۵،

اس کے بعد امام زین العابدینؑ نے فرمایا: خدا میرے چچا عباسؑ پر رحم کرے انہوں نے خود کو اپنے بھائی حسینؑ پر قربان کردیا اور اتنا ایثار کیا کہ دونوں ہاتھ قلم ہوگئے خدا نے آپؑ کو جعفر طیار کے مانند دو پر عطا کئے ہیں جن سے فرشتوں کے ساتھ جنت میں پرواز کرتے ہیں، نیز فرمایا: خدائے متعال کے نزدیک عباسؑ کی وہ منزلت ہے کہ قیامت کے دن سارے شہداء اس پر غبطہ کریں گے۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جب عباسؑ نے امام حسینؑ کی بے کسی کو دیکھا تو خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: مولا مجھے اجازت ہے کہ میدان میں جاؤں؟

یہ سنکر امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا: بھائی تم میرے لشکر کے علم دار ہو۔ عباسؑ نے کہا: بھائی میرا دل بھر گیا اور زندگی سے سیر ہوگیا ہوں۔ میں ان منافقوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں، امام حسینؑ نے فرمایا: ان بچوں کے لئے پانی کی سبیل کرو۔

عباس میدان میں آئے اور فوج کوفہ کو نصیحت کی خدا کے عذاب سے ڈرایا، لیکن ان پر اثر نہیں ہوا۔ واپس آئے اور بھائی سے ماجرا بیان کیا، اسی وقت بچوں کی العطش العطش کی آوازیں سنیں مشک ونیزہ اٹھایا، گھوڑے پر سوار ہوئے فرات کا رخ کیا فرات پر دشمن کی چار ہزار فوج لگائی گئی تھی فوج آپ پر تیروں سے حملہ کیا، عباس نے انھیں پراگندہ کردیا اوران میں سے اسی کو واصل جہنم کردیا، اور فرات میں داخل ہوگئے پانی پینا چاہتے تھے کہ حسینؑ، اہلبیتؑ اور بچوں کی پیاس یاد آگئی تو پانی پھینک دیا اور لعوے یہ اشعار پڑھے

يا نَفْسُ مِنْ بَعْدِ الحُسَيْنِ هُوني	وَبَعْدَهُ لا كُنْتِ أَنْ تَكُوني
هذا الحُسَيْنُ شارِبُ المَنُونِ	وَتَشْرَبينَ بارِدَ المَعينِ [۱]

مشک کو پانی سے بھرا دوش پر رکھا خیمہ کی طرف چلے، لشکر کوفہ نے راستہ روکا چاروں طرف سے

[۱] اے نفس! حسینؑ کے بعد زندگی بیکار ہے ان کے بعد ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا، حسینؑ پیاسے ہیں تو ٹھنڈا اور گوارا پانی پینا تیرے لئے مناسب نہیں ہے۔

آپؑ کو گھیر لیا، عباسؑ یہ رجز پڑھتے ہوئے ان سے جنگ کرنے لگے،

لَا أَرْهَبُ الْمَوْتَ إِذَا الْمَوْتُ زَقَىٰ   حَتَّىٰ أُوَارَىٰ فِي الْمَصَالِيتِ لُقَا

نَفْسِي لِنَفْسِ الْمُصْطَفَى الطُّهْرِ وِقَا   إِنِّي أَنَا الْعَبَّاسُ أَغْدُو بِالسِّقَا

وَلَا أَخَافُ الشَّرَّ يَوْمَ الْمُلْتَقَىٰ (۱)

ازرق نوفل نے آپؑ کا دایاں ہاتھ قطع کر دیا تو آپؑ نے مشک بائیں دوش پر رکھی اور بائیں ہاتھ میں علم لیا اور یہ رجز پڑھا:

وَاللهِ إِنْ قَطَعْتُمْ يَمِينِي   إِنِّي أُحَامِي أَبَداً عَنْ دِينِي

وَعَنْ إِمَامٍ صَادِقِ الْيَقِينِ   نَجْلِ النَّبِيِّ الطَّاهِرِ الْأَمِينِ (۲)

اسی ملعون نے آپ کا بایاں ہاتھ بھی قلم کر دیا، نیز منقول ہے کہ حکم بن طفیل نے جو کہ خرمے کے درخت کے پیچھے چھپا ہوا تھا تلوار مار کر آپؑ کا بایاں ہاتھ قلم کر دیا آپ نے علم کو سینے سے لگا کر یہ رجز پڑھا:

يَا نَفْسُ لَا تَخْشَيْ مِنَ الْكُفَّارِ   وَأَبْشِرِي بِرَحْمَةِ الْجَبَّارِ

مَعَ النَّبِيِّ السَّيِّدِ الْمُخْتَارِ   قَدْ قَطَعُوا بِبَغْيِهِمْ يَسَارِي

فَأَصْلِهِمْ يَا رَبِّ حَرَّ النَّارِ (۳)

۱؎ جب موت چنگھاڑتی ہے تو میں موت سے ہرگز نہیں ڈرتا مقابلہ کے وقت سورماؤں کو تہ تیغ کر دیتا ہوں میں نے اپنے نفس کو فرزند رسولؐ کا محافظ قرار دیا ہے مجھے عباس کہتے ہیں مقابلہ کے وقت مجھے موت سے ہراس نہیں ہوتا۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۰۸،

۲؎ خدا کی قسم اگر چہ تم نے میرا دایاں ہاتھ قلم کر دیا لیکن ہمیشہ اپنے دین سے دفاع کرتا رہوں گا اور اپنے صادق الایمان امام سے دفاع کروں گا جو کہ پاک و امین رسولؐ کے فرزند ہیں،

۳؎ اے نفس! کافروں سے نہ ڈر اور برگزیدہ رسولؐ کی ہمنشینی پر رحمت خدا کی بشارت قبول کر انہوں نے میرا بایاں ہاتھ بھی قلم کر دیا اے اللہ انھیں جہنم واصل کر،

مشک کو دانتوں میں دبالیا، مشک پر ایک تیر لگا جس سے سارا پانی بہہ گیا دوسرا تیر آپؑ کے سینے پر لگا، بعض کہتے ہیں یہ تیر آپؑ کی آنکھ میں لگا تھا بعض نے لکھا ہے کہ لوہے کا گرز آپؑ کے سرِاقدس پر مارا جس سے آپ گھوڑے سے زمین پر گر پڑے، امام حسینؑ کو صدا دی،

حسینؑ عباسؑ کے سرہانے آئے اور یہ حال دیکھ کر فرمایا: الآن انکسر ظہری وقلت حیلتی۔ اب میری کمر ٹوٹ گئی اور تدبیر کی ساری راہیں بند ہوگئیں [۱] اور جب آنکھ میں تیر کھائے اور خون میں غلطیدہ عباسؑ کو فرات کے کنارے دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور زار و قطار روتے رہے یہاں تک عباسؑ کی روح پرواز کر گئی [۲] پھر لاش کو خیمہ کی طرف لے چلے [۳]

بعض نے یہ بھی لکھا ہے چونکہ عباسؑ کا بدن پارہ پارہ تھا اسلئے حسینؑ قتل گاہ سے گنج شہیداں تک نہ لاسکے [۴]

اس وقت امام حسینؑ نے دشمنوں پر حملہ کیا دائیں بائیں ان پر تلوار چلائی، فوج میدان سے فرار ہوگئی آپؑ نے فرمایا: کہاں بھاگ رہے ہو؟ تم نے میرے بھائی کو قتل کردیا؟ کہاں بھاگے جارہے ہو تم نے میرا بازو توڑ دیا! پھر اپنی پہلی جگہ واپس لوٹ آئے،

اصحاب حسینؑ میں عباسؑ آخری شہید تھے آپؑ کے بعد آل ابوطالب میں سے وہ بچے شہید ہوئے جن کے پاس اسلحہ نہیں تھا [۵]

---

[۱] بحارالانوار ج ۴۵ ص ۴۲، [۲] بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حسینؑ نے عباسؑ کا سر زانو پر رکھا اور ان کی آنکھ سے خون صاف کیا دیکھا کہ عباسؑ رو رہے ہیں فرمایا: کیوں روتے ہو؟ عرض کی اے بھائی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نہ کیسے روؤں، حسینؑ بیٹھے ہی تھے کہ عباسؑ نے ایک آہ کی اور روح پرواز کر گئی حسینؑ نے فریاد کی وا اخاہ وا عباساہ وسیلۃ الدارین ص ۲۷۰، [۳] ابصار العین ص ۳۱، بحارالانوار ج ۴۵ ص ۴۱

[۴] الدمعۃ الساکبہ ج ۴ ص ۳۲۴، [۵] قاسم بن اصبغ کہتے ہیں: میں نے بنی ابان کے قبیلہ کے ایک آدمی کو دیکھا اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا جبکہ پہلے اسکا چہرہ ٹھیک تھا میں نے اسکا چہرہ سیاہ ہونے کی وجہ معلوم کی اس نے کہا: میں نے کربلا میں ایک قوی اور حسین آدمی کو قتل کیا ہے جسکی آنکھوں کے درمیان سجدہ کا نشان تھا اس زمانے سے رات کو جب میں سوتا ہوں تو وہ میرے پاس آتا ہے اور جہنم کی طرف کھینچتا ہے اور دھکا دیتا ہوں اور یہ میری چیخ میرے خاندان والے بھی سنتے ہیں، قاسم بن اصبغ کہتے ہیں: یہ خبر ہر جگہ پھیل گئی اس کے ہمسایوں میں سے ایک عورت

←

بعض کتابوں میں مرقوم ہے کہ جب عباسؑ وحبیب بن مظاہر شہید ہوگئے تو امام حسینؑ کے چہرہ پر اضمحلال کے آثار نمایاں ہوگئے تھے۔ اندوہ وغم کے بارکی وجہ سے بیٹھکر رونے لگے [۱]

سکینہ آئیں اور پوچھا: میرے چچا کہاں؟ امام حسینؑ نے فرمایا: شہید ہوگئے، زینبؑ نے فریاد کی وا اخاہ! وعباساہ!

حرم کی عورتوں میں کہرام بپا ہوگیا، امام حسینؑ نے بھی گریہ کیا اور فرمایا: واضیعتنا بعدک و انقطاع ظہراہ [۲] اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:۔

أَخِي يا نُورَ عَيْنِي يا شَقِيقِي	فَلِي قَدْ كُنْتَ كَالرُّكْنِ الوَثِيقِ
أَيا أَبْنَ أَبِي نَصَحْتَ أَخاكَ حَتّىٰ	سَقاكَ اللهُ كَأْساً مِنْ رَحِيقِ
أَيا قَمَراً مُنِيراً كُنْتَ عَوْنِي	عَلَىٰ كُلِّ النَّوائِبِ فِي المَضِيقِ
فَبَعْدَكَ لا تَطِيبُ لَنا حَياةٌ	سَنُجْمَعُ فِي الغَداةِ عَلَى الحَقِيقِ
أَلا لِلّٰهِ شَكْوائِي وَصَبْرِي	وَما أَلْقاهُ مِنْ ظَمَإٍ وَضِيقِ [۳]

نے کہا: راتوں کی اس کی چیخوں نے ہماری نیند حرام کردی ہے میں چند افراد کے ساتھ اس کی بیوی کے پاس گیا اور اس سے صورت حال معلوم کی تو اس نے کہا: ہاں حقیقت وہی ہے جو خود اس نے بیان کی ہے،

قاسم بن اصبغ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؑ بن علیؑ اس نابکار کے ہاتھ سے شہید ہوئے تھے، ابصار العین ص ۳۲،

[۱] ابصار العین ص ۳۰،

[۲] ذریعۃ النجاۃ ص ۱۱۵، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۷۰،

[۳] اے بھائی تم میری آنکھوں کی ٹھنڈک، میرے پارہ تن تم میرے لئے مستحکم رکن تھے، بھائی خلوص کے ساتھ جنگ لڑ یہاں تک کہ اللہ نے رحیق کے پیالے سے تمہیں سیراب کردیا، اے چمکتے چاند ہر مصیبت و سختی میں تم میرے مددگار تھے تمہارے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہ رہا کل ہم تم دونوں یکجا ہوں گے میں خدا ہی سے شکایت کروں گا اور اسی کیلئے صبر کرتا ہوں جو تشنگی اور سختی برداشت کی ہے اس سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں، وسیلۃ الدارین ص ۲۷۳،

⑧ محمد بن عباس بن علیؑ

ابن شہر آشوب نے امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے والے بنی ہاشم کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ بعض نے کہا ہے: محمد بن عباس بن علیؑ بن ابی طالب بھی شہید ہوئے ہیں [۱]

آخری گھڑیاں اور شیر خوار بچہ

امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے اور زینبؑ سے فرمایا:

میرے سب سے چھوٹے بچے کو لاؤ، زینبؑ نے بچہ حسینؑ کو دیدیا، ہشام بن محمد کلبی نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ نے یہ محسوس کیا کہ فوج کوفہ آپ کا خون بہانے پر مصر ہے تو آپؑ نے قرآن لیا، کھولا، سر پر رکھا اور فرمایا: اے لوگو! میرے اور تمہارے درمیان کتاب خدا اور میرے جد رسولؐ اللہ ہیں تم کس چیز سے میرا خون حلال سمجھ رہے ہو؟

اسی اثناء میں رونے کی آواز سنی، بچہ کو ہاتھوں پر لے کر آئے اور فرمایا: اے لوگو! اگر مجھ پر رحم نہیں کھاتے تو اس شیر خوار بچے پر رحم کرو اسی اثناء میں فوج کوفہ میں سے ایک شخص نے تیر مار کر معصوم بچے کو قتل کر دیا یہ حالت دیکھ کر امام حسینؑ رونے لگے اور فرمایا: اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان انصاف کرنا کہ انہوں نے دعوت دیکر ہمیں بلایا، ہماری مدد کا وعدہ کیا اور اب ہمارے اوپر تلواریں کھینچ لی ہیں،

بعض نے ذکر کیا ہے کہ آسمان سے ندا آئی اے حسینؑ! بچے کو ہمیں دیدو کہ جنت میں اسکے دودھ پلانے کا انتظام ہے [۲]

---

[۱] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۰۷

[۲] تذکرۃ الخواص ص ۱۴۳

بچے کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے خیمہ کے نزدیک تلوار سے چھوٹی سی قبر کھودی اور اسی حالت میں بچے کو دفن کر دیا[1] منقول ہے کہ بچے کی نماز جنازہ پڑھی اور بچے کو خون آلود صورت میں دفن کیا[2]

اہلبیتؑ کے شہداء

اہلبیت کے شہیدوں کی تعداد کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے، بعض اقوال کی طرف ہم یہاں اشارہ کر رہے ہیں،

① ۱۷ افراد، یہ تعداد امام جعفر صادقؑ سے نقل ہوئی ہے، حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا وہ خون ہے جس کا خدا مطالبہ کرے گا، جو اولاد فاطمہؑ میں سے شہید ہوئے ہیں جیسی مصیبت امام حسینؑ پر پڑی ہے ایسی کسی پر نہیں پڑی ان کے ساتھ ۱۷ آدمی خود ان کے اہلبیت میں سے شہید ہوئے ہیں، انہوں نے راہ خدا میں صبر کیا اور خلوص کے ساتھ جان دیدی،

محمد حنفیہ سے منقول ہے کہ امام حسینؑ کے ہمراہ سترہ آدمی وہ شہید ہوئے ہیں جو کہ فاطمہ بنت اسد حضرت علیؑ کی والدہ کی اولاد تھے،

زیارت ناحیہ میں اہلبیت میں سے ۱۷ شہیدوں کا ذکر ہوا ہے، شیخ مفید نے بھی یہی تعداد بیان کی ہے شاید یہی صحیح ہے،

② ۱۶ افراد یہ قول حسن بصری سے نقل ہوا ہے وہ کہتے ہیں: حسین بن علیؑ کے ساتھ سولہ افراد ایسے افراد شہید ہوئے جن کی مثال روئے زمین پر نہیں تھی،

③ ۱۵ افراد یہ تعداد مغیرہ بن نوفل نے ان کے مرثیہ کے ایک شعر میں بیان کی ہے،

---

[1] الصار العین ص ۱۴۹، [2] نفس المہموم ص ۳۰۵، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۷۳،

(۴) ۱۹/ افراد ،

(۵) ۲۰/ افراد ،

(۶) ۲۴/ افراد ،

(۷) ۱۷ افراد فاطمہ بنت اسد کی اولاد میں سے ،

(۸) ۲۷ افراد یہ تعداد نسّاب سید ابو محمد الحسین حسینی نے بیان کی ہے ، شاید یہ تعداد کربلا کے تمام شہداء کی ہے ،

(۹) ۳۰ افراد یہ عبداللہ بن سنان کی حدیث میں آئی ہے ،

(۱۰) ۱۳ افراد یہ تعداد مسعودی نے مروج الذہب میں بیان کی ہے ،

(۱۱) ۱۴ افراد یہ تعداد خوارزمی نے بیان کی ہے [۱]

امام حسینؑ کے اشعار

جب امام حسینؑ اپنے شیر خوار بچّے کو دفن کر چکے تو کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے :

كَفَرَ القَومُ وَقِدماً رَغِبُوا ‏ ‏ ‏ ‏ عَنْ ثَوابِ اللهِ رَبِّ الثَّقَلَيْن

قَتَلُوا قِدماً عَلِيّاً وَابْنَهُ ‏ ‏ ‏ ‏ حَسَنَ الخَيرِ كَرِيمَ الطَّرَفَيْن

حَنَقاً مِنهُمْ وَقالُوا اجْمَعُوا ‏ ‏ ‏ ‏ نَفْتِكُ الآنَ جَمِيعاً بِالحُسَيْن

يا لَقَوْمٍ مِنْ أُناسٍ رُذَّلٍ ‏ ‏ ‏ ‏ جَمَعُوا الجَمْعَ لِأَهْلِ الحَرَمَيْن

ثُمَّ صارُوا وَتَواصَوْا كُلُّهُمْ ‏ ‏ ‏ ‏ بِاجْتِياحِي لِرِضاءِ المُلْحِدِين

لَمْ يَخافُوا اللهَ فِي سَفْكِ دَمِي ‏ ‏ ‏ ‏ لِعُبَيْدِاللهِ نَسْلِ الكافِرِين

---

[۱] حیات الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۱۰۹ ،

وَابْـنُ سَـعْدٍ قَـدْ رَمـانِي عَـنْوَةً … بِـجُنُودٍ كَـوُكُـوفِ الهـاطِلَيْن

لا لِشَـيءٍ كـانَ مِـنّي قَـبْلَ ذا … غَـيْرَ فَخْرِي بِضِياءِ الفَرْقَدَيْن

بِـعَلِيِّ الخَـيْرِ مِـنْ بَـعْدِ النَّبِيّ … وَالنَّـبِيِّ القَـرَشِيِّ الوالِـدَيْن

خِـيرَةُ اللهِ مِـنَ الخَـلْقِ أَبِـي … ثُـمَّ أُمِّـي فَـأَنـا ابْـنُ الخِـيرَتَيْن

فِـضَّةٌ قَـدْ خُـلِصَتْ مِـنْ ذَهَـبٍ … فَـأَنَـا الفِـضَّةُ وَابْـنُ الذَّهَـبَيْن

مَنْ لَـهُ جَـدٌّ كَـجَدِّي فِـي الوَرى … أَوْ كَشَيْخِي فَـأَنَـا ابْـنُ القَـمَرَيْن

فـاطِمُ الزَّهْـراءُ أُمِّـي وَأَبِـي … قـاصِمُ الكُـفْرِ بِـبَدْرٍ وَحُـنَيْن

عُـرْوَةُ الدِّيـنِ عَـلِيُّ المُـرْتَضى … هـازِمُ الجَـيْشِ مُـصَلِّي القِـبْلَتَيْن

وَلَـهُ فِـي يَـوْمِ أُحُـدٍ وَقْـعَةٌ … شَـفَتِ الغِـلَّ بِـفَضِّ العَسْـكَرَيْن

ثُـمَّ بِـالأَحْزابِ وَالفَـتْحِ مَـعاً … كـانَ فِـيها حَـتْفُ أَهْـلِ الفَـيْلَقَيْن

فِـي سَـبِيلِ اللهِ مـاذا صَـنَعَتْ … أُمَّـةُ السُّـوءِ مَـعاً بِـالعِتْرَتَيْن

عِـتْرَةُ البَـرِّ النَّـبِيِّ المُـصْطَفى … وَعَـلِيِّ القَـرْمِ يَـوْمَ الجَـحْفَلَيْن

عَـبَدَ اللهَ غُـلاماً يـافِعاً … وَقُـرَيْشٌ يَـعْبُدُونَ الوَثَـنَيْن

وَقَـلَى الأَوْثـانَ لَـمْ يَـتَّخِذْ لَـها … مَعَ قُرَيْشٍ لا وَلا طَرْفَةَ عَيْن [(۱)(۲)]

---

(۱) یہ لوگ کافر ہو گئے ہیں اور خدا کے ثواب سے روگرداں ہیں، پہلے علیؑ کو شہید کیا پھر ان کے بیٹے حسنؑ جو کہ نجیب الطرفین تھے کو قتل کیا، یہ ان لوگوں کے کینہ کا نتیجہ تھا پھر ان لوگوں نے کہا: اب سب حسینؑ پر حملہ کریں گے، وائے ہو پست گروہ پر جو اہل حرم کیلئے لوگوں کو جمع کیا اور پھر مجھے قتل کرنے کی ایک دوسرے سے سفارش کرنے لگے

میرا خون بہانے کے سلسلے میں خدا سے نہ ڈرے کافر کی اولاد عبید اللہ کے حکم سے عمر بن سعد نے بے شمار فوج کے ساتھ میرے اوپر تیروں کی بارش کی اس کے سوا میری کوئی خطا نہیں تھی کہ میں دو ستاروں کے نور پر فخر کرتا تھا، رسولؐ کے بعد علیؑ بہترین خلق تھے، رسولؐ کے والدین دونوں قریش تھے، خدا کے برگزیدہ علیؑ میرے والد ہیں اور ان کے بعد میری والدہ ہیں، میں دو برگزیدہ ہستیوں کا بیٹا ہوں ایسی چاندی ہوں جو سونے سے حاصل کی گئی ہے اور سونے سے وجود میں آیا ہوں دنیا میں کسی کا جد میرے جد کی مانند ہے، میرے والد کی مانند اس کا باپ ہے، پس میں ابن نیرین ہوں، میری والدہ فاطمہ زہراء

امام حسینؑ کا استغاثہ

جب امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو دیکھا کہ وہ جام شہادت نوش کر کے خاک کربلا پر سو گئے ہیں اور اب کوئی نہیں ہے جو آپ کی مدد کرے، اہلبیتؑ میں بے تابی کا عالم ہے تو فوج کوفہ کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا:

هَلْ مِنْ ذابٍّ يَذُبُّ عَنْ حُرَمِ رَسُولِ اللهِ؟ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخافُ اللهَ فِينا؟ هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يَرْجُو اللهَ فِي إغاثَتِنا؟ هَلْ مِنْ مُعِينٍ يَرْجُو ما عِنْدَ اللهِ فِي إعانَتِنا؟[۱]

کیا کوئی ہے جو حرم رسولؐ سے دفاع کرے؟ کیا تمہارے درمیان ایسا موحد ہے جو ہمارے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری فریاد رسی کر کے خدا سے لو لگائے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری مدد کر کے خدا سے اجر و ثواب کی امید رکھے۔

حرم کی عورتوں نے جب حسینؑ کی آواز سنی تو ان میں ایک کہرام بپا ہو گیا[۲]، امام زین العابدینؑ امام حسینؑ کی آواز سنکر خیمہ سے باہر نکل آئے، بیماری کا یہ حال تھا کہ شمشیر نہیں اٹھا سکتے تھے لیکن اس

اور میرے والد بدر و حنین میں سپاہ کفر کا قلع قمع کرنے والے ہیں، علی مرتضیٰ دین کی محکم رسی ہیں، دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے اور دشمن کے لشکر کو شکست دینے والے ہیں۔ جنگ احد ایک واقعہ ہے کہ جہاں ان کی حدت نے دو لشکروں پر قابو پا کر شور و غلغلہ ختم کر دیا پھر احزاب و فتح میں کہ جس میں دو عظیم لشکروں کی نابودی تھی راہ خدا میں کیا، کیا اس بد کردار امت نے عترت رسولؐ اور عترت تقیؑ کے ساتھ کیا، کیا فوج کفار سے مقابلہ کے وقت علیؑ شجاع و عظیم، انہوں نے بچپنے میں خدا کی عبادت کی جبکہ قریش دو بتوں کو پوجتے تھے اور علیؑ نے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی یہاں تک کہ چشم زدن کیلئے بھی ایسا نہیں کیا۔ الاحتجاج ۲ / ۱۰۱۔

۱۔ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۲۷۰۔ ۲۔ الملہوف ص ۱۵۱۔

ناتوانی کے باوجود میدان کی طرف چلے، ام کلثوم پیچھے پیچھے آواز دیتی چلیں! بھتیجے لوٹ آیئے! امام زین العابدینؑ فرماتے تھے، پھوپھی مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ فرزند رسولؐ سے دفاع کروں۔
امام حسینؑ نے فرمایا: بہن انھیں روک لو! ڈرتا ہوں کہ زمین نسل آل محمدؐ سے خالی نہ ہو جائے[1]
امام حسینؑ کے اس استغاثہ کا دشمن کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا اسی لئے آپ اصحاب کی لاشوں کے پاس آئے اور فرمایا:

يا حبيبَ بنَ مَظاهِر! وَيا زُهَيْرَ بْنَ القَيْنِ! وَيا مُسْلِمَ بنَ عَوْسَجَة! وَيا أبْطالَ الصَّفاءِ! وَيا فُرْسانَ الهَيْجاءِ! مالي أُنادِيكُمْ فَلا تَسْمَعُونَ؟! وَأَدْعُوكُمْ فَلا تُجِيبُونَ؟! وَأَنْتُمْ نِيامٌ أرْجُوكُمْ تَنْتَبِهُونَ، فَهذِهِ نِساءُ آلِ الرَّسُولِ فَقَدْ عَلاهُنَّ مِنْ بَعْدِكُمُ النُّحُولُ، فَقُومُوا عَنْ نَوْمَتِكُمْ أيُّها الكِرامُ وَادْفَعُوا عَنْ آلِ الرَّسُولِ الصَّغاةَ اللِّئامَ[2]

اے حبیب بن مظاہر! اے زہیر بن قین: اے مسلم بن عوسجہ اے دلیرو، اے جنگ کے زمانہ کے شہسوارو! اٹھو میں تمہیں آواز دے رہا ہوں لیکن تم میری آواز نہیں سن رہے ہو میں تمہیں بلا رہا ہوں تم کیوں نہیں آرہے ہو؟ تم سو رہے ہو؟ مجھے امید ہے کہ گہری نیند سے بیدار ہوگے یہ آل رسولؐ کی عورتیں ہیں تمہارے بعد جن کا کوئی مددگار نہیں ہے اے شریفو نیند سے اٹھو! اور آل رسولؐ کو سرکشوں سے بچاؤ۔
بعض روایات میں آیا ہے کہ شہیدوں کی پاکیزہ لاشوں میں حرکت ہوئی تاکہ اپنے امام کی آواز پر لبیک کہیں اور زبان حال یا قال سے عرض کیا: ہم آپ کے حکم پر عمل کرنے کیلئے تیار ہیں، آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔[3]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۶۔
[2] المفید فی ذکری السبط الشہید ص ۱۱۵
[3] المفید فی ذکری السبط الشہید ص ۱۱۵

أَنَا ابْنُ عَلِيِّ الطُّهْرِ مِنْ آلِ هاشِمٍ　　كَفانِي بِهٰذا مَفْخَراً حِينَ أَفْخَرُ
وَجَدِّي رَسُولُ اللهِ أَكْرَمُ مَنْ مَشىٰ　　وَنَحْنُ سِراجُ اللهِ فِي الخَلْقِ نَزْهَرُ
وَفاطِمُ أُمِّي مِنْ سُلالَةِ أَحْمَدٍ　　وَعَمِّي يُدْعىٰ ذَاالجَناحَيْنِ جَعْفَرُ
وَفِينا كِتابُ اللهِ أُنْزِلَ صادِقاً　　وَفِينا الهُدىٰ وَالْوَحْيُ بِالخَيْرِ يُذْكَرُ
وَنَحْنُ أَمانُ اللهِ لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ　　نَطُولُ بِهٰذا فِي الأَنامِ وَنَجْهَرُ
وَنَحْنُ وُلاةُ الحَوْضِ نَسْقِي وُلاتَنا　　بِكَأْسِ رَسُولِ اللهِ ما لَيْسَ يُنْكَرُ
وَشِيعَتُنا فِي النَّاسِ أَكْرَمُ شِيعَةٍ　　وَمُبْغِضُنا يَوْمَ القِيامَةِ يَخْسَرُ(۱)(۲)

پھر مبارز طلب کیا چنانچہ جو بھی آپ سے مقابلہ کیلئے آتا تھا اس کو تہہ تیغ کر دیتے تھے یہاں تک کہ دشمن کے بہت سپاہیوں کو جہنم واصل کیا، فوج کے میمنہ پر حملہ کیا اور فرمایا:

اَلْمَوْتُ أَوْلىٰ مِنْ رُكُوبِ العارِ　　وَالعارُ أَوْلىٰ مِنْ دُخُولِ النّارِ(۳)

پھر میسرہ پر حملہ آور ہوئے اور فرمایا:

أَنَا الحُسَيْنُ بْنُ عَلِي　　آلَيْتُ أَنْ لا أَنْثَنِي
أَحْمِي عِيالاتِ أَبِي　　أَمْضِي عَلىٰ دِينِ النَّبِي(۴)(۵)

۱۔ میں خاندان ہاشم سے پاک و مطہر علیؑ کا بیٹا ہوں، میرے لئے اتنا فخر کافی ہے۔ میرے جد رسول خداؐ ہیں جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل ہیں خلق کے درمیان ہم خدا کی روشن شمع ہیں میری والدہ فاطمہؑ بنت رسولؐ ہیں، میرے چچا جعفرؑ ہیں جن کو خدا نے دو پر عطا کئے، ہمارے درمیان بصدق کتاب خدا نازل ہوئی، ہمارے درمیان ہدایت و وحی کا بخوبی ذکر ہوتا ہے، تمام لوگوں کے لئے ہم خدا کی پناہ ہیں اسے ہم کھلے عام اور خفیہ طور پر بیان کرتے ہیں ہم حوض کے مالک ہیں اپنے دوستوں کو رسولؐ کے پیالے سے سیراب کریں گے اور اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا، ہمارے شیعہ بہترین شیعہ ہیں اور قیامت کے دن ہمارے دشمن خسارے میں رہیں گے،

۲۔ الاحتجاج، ۲ / ۲۵،　۳۔ ذلت قبول کرنے سے بہتر موت ہے اور جہنم میں جانے سے بہتر ذلت قبول کرنا ہے،

۴۔ میں حسین بن علی ہوں میں نے قسم کھائی ہے کہ خود کو حوالے نہیں کروں گا میں اپنے والد کے خاندان سے دفاع کروں گا اور نبی کے دین کا اتباع کروں گا، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۳۴۷،

حضرت سجادؑ سے وصیت

امام سجادؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جس روز والد شہید ہوئے اس دن مجھے سینے سے لگایا جبکہ سراپا خون میں غرق تھے اور مجھ سے فرمایا: بیٹا میں تمہیں ایک دعا بتاتا ہوں اسے یاد کرو یہ دعا میری والدہ فاطمہ زہراؑ نے مجھے تعلیم دی تھی اور انہوں نے رسولؐ اور رسولؐ نے جبرائیل سے نقل کی ہے، جب کوئی بڑی حاجت، سخت غم اور کوئی دشوار کام ہو تو یہ کہو:

«بِحَقِّ يٰس وَالقُرآنِ الحَكِيمِ وَبِحَقِّ طٰه وَالقُرآنِ العَظِيمِ، يا مَنْ يَقْدِرُ عَلىٰ حَوائِجِ السّائِلِينَ، يا مَنْ يَعْلَمُ ما فِي الضَّمِيرِ، يا مُنَفِّساً عَنِ المَكْرُوبِينَ، يا مُفَرِّجاً عَنِ المَغْمُومِينَ، يا راحِمَ الشَّيْخِ الكَبِيرِ، يا رازِقَ الطِّفْلِ الصَّغِيرِ، يا مَنْ لا يَحْتاجُ إِلَى التَّفْسِيرِ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَافْعَلْ بِي كَذا وكَذا» [1]

امام حسینؑ کی رخصت

رخصت کے لئے امام حسینؑ خیام میں آئے اور فرمایا:

«يا سُكَيْنَةُ! يا فاطِمَةُ! يا زَيْنَبُ! يا أُمَّ كُلْثُوم! عَلَيْكُنَّ مِنِّي السَّلامُ!». [2]

سکینہ نے رو کر کہا: بابا! کیا مرنے کو جاتے ہیں، امام حسینؑ نے فرمایا: کیسے نہ جاؤں کہ اب کوئی یاور و مددگار نہیں ہے، سکینہ نے کہا: بابا: ہمیں ہمارے جد کے حرم میں واپس پہونچا دیجئے

---

[1] نفس المہموم ص ۳۴۱،

امام حسینؑ نے فرمایا: اگر پرندہ قطار کو چھوڑ دیتا تو آرام کرلیتا [۱]

آپؑ کی یا باتیں سنکر حرم میں نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہونے لگیں، امام حسینؑ نے انھیں تسلی دی اور ام کلثوم سے مخاطب ہوکر فرمایا: بہن میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہوش نہ کھونا، اسی وقت سکینہ نالہ کناں امام حسینؑ کے پاس آئیں، سکینہ سے آپ کو بہت محبت تھی، سینہ سے لگایا اور آنسو صاف کرکے فرمایا:

سَيَطُولُ بَعْدِي يَا سُكَيْنَةُ فَاعْلَمِي ‏ مِنْكِ الْبُكَاءُ إِذَا الْحِمَامُ دَهَانِي

لَا تُحْرِقِي قَلْبِي بِدَمْعِكِ حَسْرَةً ‏ مَادَامَ مِنِّي الرُّوحُ فِي جُثْمَانِي

فَإِذَا قُتِلْتُ فَأَنْتِ أَوْلَى بِالَّذِي ‏ تَأْتِينَنِي يَا خِيَرَةَ النِّسْوَانِ [۲] [۳]

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب امام حسینؑ کی شہادت کا وقت قریب آگیا تو آپ نے فاطمہ کبریٰ کو بلایا اور انھیں ایک لپٹا ہوا خط دیا اور زبانی کچھ وصیتیں کیں، بعد میں فاطمہ کبریٰ نے وہ خط علی بن الحسینؑ کو دیا اور ان سے ہم تک پہنچا ہے [۴]

امام حسینؑ کی جنگ

اس کے بعد امام حسینؑ شمشیر برہنہ لئے ہوئے دشمن کے سامنے کھڑے ہوئے اور یہ اشعار پڑھے

۱۔ یہ مثل وہاں استعمال ہوتی ہے کہ جہاں کوئی شخص کوئی کام انجام دینے پر مجبور ہو جبکہ اس سے خوش نہ ہو۔

۲۔ اے سکینہ میری شہادت کے بعد تمہیں بہت زیادہ رونا پڑے گا اشک حسرت سے بہت زیادہ نہ تڑپاؤ، میرے جیتے جی نہ روؤ اور جب شہید ہوجاؤں تو میرے سوگ میں بیٹھنا۔

۳۔ نفس المہموم ص ۳۴۶۔

۴۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۷۔

لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے دشمنوں کی فوج میں سے، زخمیوں کے علاوہ انیس سو پچاس کو قتل کیا یہاں تک کہ عمر بن سعد نے چلا کر کہا: وائے ہو تم پر! جانتے ہو کس سے جنگ کر رہے ہو؟ یہ عربوں کو تہہ تیغ کرنے والے علی ابن ابی طالبؑ کے فرزند ہیں[1] ان پر چاروں طرف سے حملہ کرو یہ سنکر ایک سو اسی نیزہ باز اور چار ہزار تیر اندازوں نے آپ پر حملہ کیا[2]،

امام حسینؑ نے اعور سلمی اور عمرو بن حجاج زبیدی۔ جو کہ چار ہزار کی فوج کے ساتھ فرات کا گھاٹ روکے ہوئے تھے۔ پر حملہ کیا اور فرات میں گھوڑا ڈال دیا، جب گھوڑے نے پانی پینے کے لئے سر جھکایا تو امام حسینؑ نے فرمایا: تو بھی پیاسا ہے، میں بھی پیاسا ہوں، خدا کی قسم جب تک تو پانی نہیں پئے گا میں بھی نہیں پیونگا، امام حسینؑ کی بات سنکر گھوڑے نے سر اٹھالیا اور پانی نہیں پیا، گویا آپؑ کی بات سمجھ گیا، امامؑ نے فرمایا: پی لے میں بھی پیونگا اس کے بعد آپؑ نے ایک چلو پانی لیا،

شمر نے امام حسینؑ سے کہا: خدا کی قسم پانی نہ پی سکو گے، ایک شخص نے کہا: کیا آپ فرات کو مچھلی کے شکم کی مانند چمکتا ہوا دیکھ رہے ہیں، خدا کی قسم اس سے آپ کو ایک گھونٹ بھی میسر نہ ہوگا اور تشنہ لب مرو گے،

امام حسینؑ نے فرمایا: اے اللہ یہ پیاسا مرے، لکھا ہے: اس واقعہ کے بعد وہ چلاتا تھا کہ مجھے پانی دو لوگ اسے پانی دیتے اور وہ بے تحاشہ پیتا یہاں تک منھ سے نکل پڑتا لیکن پھر پانی پانی چلاتا رہتا تھا چنانچہ اسی حال میں مرگیا[3]

بعض نے کہا ہے کہ اسی وقت ایک سوار نے کہا: اے ابو عبداللہ! آپ پانی پینا چاہتے ہیں جبکہ آپ کے خیام لوٹے جا رہے ہیں، یہ سنکر امامؑ فرات سے نکل آئے اور دشمنوں پر حملہ کر کے خیمہ گاہ تک

---

[1] ھذا ابن الانزع البطین، ھذا ابن قتال العرب۔

[2] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۰،

[3] مقاتل الطالبیین ص ۸۶،

پہنچے دیکھا کہ خیمے دشمن کی دست برد سے محفوظ ہیں۔[1]

آخری خطبہ

امام حسینؑ نے اپنے آخری خطبہ میں سلیس و بلیغ بیان سے دشمنوں کو دنیا کے فریب میں آنے اور اس پر مغرور ہونے سے ڈرایا۔ مورخین کی عبارتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے اس ولولہ انگیز خطبہ اور آپؑ کی شہادت کے درمیان بہت کم فاصلہ ہے۔ خطبہ یہ ہے:

عِبادَ اللهِ اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مِنَ الدُّنْيا عَلىٰ حَذَرٍ فَإِنَّ الدُّنْيا لَوْ بَقِيَتْ لِأَحَدٍ وَبَقِيَ عَلَيْها أَحَدٌ لَكانَتِ الأَنْبِياءُ أَحَقُّ بِالبَقاءِ وَأَوْلىٰ بِالرِّضاءِ وَأَرْضىٰ بِالقَضاءِ. غَيْرَ أَنَّ اللهَ تَعالىٰ خَلَقَ الدُّنْيا لِلْبَلاءِ وَخَلَقَ أَهْلَها لِلْفَناءِ. فَجَدِيدُها بالٍ وَنَعِيمُها مُضْمَحِلٌّ وَسُرُورُها مُكْفَهِرٌّ وَالمَنْزِلُ بُلْغَةٌ وَالدّارُ قُلْعَةٌ. فَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزّادِ التَّقْوىٰ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[2].

خدا کے بندو! خدا سے ڈرو، دنیا سے دامن بچا کر رکھو اگر دنیا کسی کیلئے باقی رہتی اور اگر کوئی دنیا میں ہمیشہ باقی رہتا تو خدا انبیاء کی بقاء اور خدا کی رضا اور اس کی قضا پر راضی رہنے کے زیادہ حقدار تھے، لیکن خدا نے دنیا کو امتحان و آزمائش اور اہل دنیا کو فنا کیلئے پیدا کیا ہے، یہاں پر نئی چیز پرانی ہو جاتی ہے اور اس کی نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں اور اس کی مسرتیں رنج میں بدل جاتی ہیں، دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ توشہ و زاد راہ فراہم کرنے کی جگہ ہے پس زاد راہ

---

1. مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۰۵، مرحوم شعرانی کہتے ہیں: ایسی غفلت شان امامت کے خلاف ہے خواہ اس کا ناقل مشہور اخباریین ہی میں سے ہو، امیر المومنینؑ نے فرمایا: لا استغفل عن مکیدۃ۔ اگر امامت سے چشم پوشی بھی کریں تو بھی ان کی زیرکی کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ترجمہ نفس المہموم ص ۱۴۹۔

2. نفس المہموم ص ۲۵۵۔

فراہم کرلو اور بہترین زاد راہ تقویٰ ہے، خدا کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔

آخری رخصت

پھر امام حسینؑ دوبارہ خیمہ میں آئے، اپنے اہلبیت سے رخصت ہوئے اور انہیں صبر و شکیبائی کی تلقین کی، خدا کے اجر و ثواب کا وعدہ کیا اور فرمایا: اپنا لباس پہن کر بلاؤں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، اور سختیوں کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ، جان لو کہ خدا تمہارا حافظ و نگہبان ہے دشمن کے شر سے جلد ہی نجات دلائے گا اور تمہاری عاقبت بخیر ہوگی اور تمہارے دشمنوں کو بلاؤں میں مبتلا کرے گا اور تم جو رنج و مصیبت اٹھاؤ گے اس کے عوض تمہیں نعمتوں اور عظمتوں سے نوازے گا پس زبان سے شکوہ نہ کرنا اور ایسی بات نہ کہنا جس سے تمہاری قدر گھٹ جائے [۱]۔

اس کے بعد فرمایا: میرے لئے ایسا لباس لاؤ جس کی کوئی طمع نہ کر سکے میں اسے لباس کے نیچے پہنوں گا تاکہ اسے کوئی نہ اتارے چنانچہ آپ کے لئے چھوٹا لباس لایا گیا، آپ نے فرمایا: نہیں! یہ لباس ذلیل لوگوں کا ہے، پھر پرانا لباس لیا، اسے پارہ پارہ کر کے پہن لیا [۲] اسکے بعد حجرہ سے پاجامہ طلب کیا اور اس میں چاک لگا کر پہن لیا۔

جب میدان کی طرف جانا چاہتے تھے اس وقت اپنی اس بیٹی کی طرف متوجہ ہوئے جو عورتوں سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھی بین کر رہی تھی، اسکے قریب گئے، تسلی دی، زبان حال سے یہ کہا:

هَـذَا الْوَدَاعُ عَـزِيزَتِي وَالْمُلْتَقَى — يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ حَوْضِ الْكَوْثَرِ

فَـدَعِي الْبُكَاءَ وَلِلْأَسَارِ تَـهَيَّئِي — وَاسْتَشْعِرِي الصَّبْرَ الْجَمِيلَ وَبَادِرِي

وَإِذَا رَأَيْتِنِي عَلَى وَجْهِ الثَّرَى — دَامِي الْوَرِيدِ مُبَضَّعاً فَتَصَبَّرِي [۳]

---

۱ نفس المہموم ص ۳۵۵، ۲ اللہوف ص ۵۱،

۳ میرے عزیزو یہ آخری رخصت ہے اب روز قیامت حوض کوثر کے کنارے ملاقات ہوگی، رونا نہیں اسیری کیلئے تیار رہو بہترین بردباری کو اپنا شعار بناؤ اور جب میرا ٹکڑے ٹکڑے بدن خاک پر اور رگوں سے خون بہتے ہوئے دیکھو تو صبر کرنا،

وحشیانہ حملہ

عمر بن سعد نے فوج کوفہ سے کہا : اس وقت حسینؑ خیمہ گاہ میں اپنے اہلبیت سے رخصت ہو رہے ہیں اسی وقت ان پر حملہ کر دو ، کیونکہ رخصت ہونے کے بعد تمہیں اس طرح پراگندہ کر دیں گے کہ میسرہ اور میمنہ کی تمیز باقی نہ رہے گی ، فوج نے آپ پر تیروں کی بوچھار شروع کر دی ، بہت سے تیر خیموں کی چادر چھید کر بعض عورتوں کے لباس تک کو پارہ پارہ کر دیا یہ حال دیکھ کر امام حسینؑ نے دشمن پر غضبناک شیر کی مانند حملہ کیا جبکہ ہر طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا تھا لیکن آپؑ نے تیروں کے لئے اپنا سینہ ڈھال بنا دیا تھا[1]

امام حسینؑ نے فوج کوفہ سے فرمایا : تم کس لئے مجھ سے قتال کر رہے ہو کیا میں نے کوئی واجب چھوڑ دیا ہے یا کسی سنت کو بدل دیا ہے یا شریعت میں تحریف کر دی ہے ؟

اس گروہ نے جواب دیا نہیں ! لیکن آپ کے والد کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ ہے کہ انہوں نے بدر و حنین میں ہمارے آبا و اجداد کو قتل کیا تھا اسلئے آپ سے قتال کریں گے[2]

جب امام حسینؑ نے اس گروہ کی یہ بات سنی تو زار و قطار رونے لگے پھر دائیں بائیں جانب دیکھا لیکن آپ کا کوئی مددگار نہ تھا سب شہید ہو چکے تھے[3]

تین بھال کا تیر

گرمی کی شدت اور جنگ کرنے کی وجہ سے آپ تھک چکے تھے لہذا گھڑی بھر سانس لینے کے لیے ٹھہرے

---

۱ مقتل الحسین مقرم ص ۲۷۷ ،

۲ الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۲۰۷ ، ۳ ذریعۃ النجات ، گرمرودی ص ۱۳۳ ،

کہ ایک پتھر آپؑ کی پیشانی پر لگا، پیراہن کے دامن سے خون صاف کرنا چاہتے تھے کہ زہر میں بجھا ہوا تین بھال کا تیر سینۂ مبارک پر اور بعض روایت کے مطابق قلب پر، لگا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: بسم اللہ وباللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ، آسمان کی طرف رخ کیا اور کہا: اے اللہ: تو جانتا ہے کہ یہ لوگ کس کو قتل کر رہے ہیں کہ جسکے سوا روئے زمین پر کوئی فرزند رسولؐ نہیں ہے اس کے بعد پشت کی جانب سے تیر کھینچ لیا، خون پرنالے کی مانند بہنے لگا، خون چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا جس کا قطرہ بھی زمین پر واپس نہ آیا، پھر خون سے چلو بھری اور اسے منھ پر مل لیا اور فرمایا: اسی حال میں اپنے جد رسولؐ سے ملاقات کروں گا اور کہوں گا اے اللہ کے رسولؐ! مجھے اس گروہ نے قتل کیا ہے [1]

خیام پر یورش

اس کے باوجود آپؑ دشمن سے جنگ کرتے رہے یہاں تک شمر بن ذی الجوشن آپ کے اور آپؑ کے خیام واہلبیت کے درمیان حائل ہوگیا۔ آپؑ نے فوج کوفہ سے فرمایا: اے ابوسفیان کی پیروی کرنے والو! اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور معاد کے دن کا تمہیں کوئی خوف نہیں ہے تو کم از کم دنیا میں آزاد رہو اگر تم عرب ہو تو اپنے حسب کی طرف پلٹ جاؤ۔

شمر نے کہا: فرزند فاطمہؑ کیا کہہ رہے ہو۔

امام حسینؑ نے فرمایا: میں تم سے اور تم مجھ سے جنگ کر رہے ہو، عورتوں کی کیا خطا ہے حد سے گذر جانے والے اپنے اس گروہ سے کہدو کہ میرے جیتے جی حرم سے کچھ نہ کہیں۔

شمر نے کہا: فرزند فاطمہؑ ایسا ہی کروں گا۔

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۳، [2] بیت الاحزان ص ۷۲۔

پھر لشکر سے کہا: اہل حرم کے خیموں پر حملہ نہ کرو بلکہ خود حسینؑ کی طرف بڑھو، قسم اپنی جان کی وہ کریم ہے اس پر فوج کوفہ اسلحہ کے ساتھ امام حسینؑ کی طرف چلی شدید جنگ شروع ہوگئی، فوج آپؑ پر اور آپؑ اس پر حملہ کرتے تھے، اس وقت ایک گھونٹ پانی پینا چاہتے تھے لیکن مل نہ سکا بدن پر ۷۲ زخم لگ چکے تھے [۱]

کہتے ہیں کہ آپ کے بدن مبارک میں اتنے تیر لگے تھے کہ آپؑ کی زرہ ساہی کی مانند ہوگئی تھی تیر سارے سامنے کی طرف لگے تھے [۲]

بہت دیر ہوگئی کسی میں ہمت نہیں تھی کہ آپ کو شہید کرے ہر ظالم دوسرے ظالم پر چھوڑ دیتا تھا کہ شمر نے کہا: وائے ہو تم پر! تمہاری مائیں تمہیں روئیں، کس چیز کا انتظار ہے؟ قتل کرو آپؑ پر ہر طرف سے لشکر لوٹ پڑا [۳]

شیث بن ربعی تلوار لیکر امام حسینؑ کی طرف بڑھا، سرتن سے جدا کرنا چاہتا تھا کہ امام حسینؑ نے اس کی طرف دیکھا تو چیختا ہوا بھاگا [۴]

دعائے امام حسینؑ

جب امام حسینؑ کو بہت تکلیف ہوئی تو آپؑ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا:

اَللّٰهُمَّ مُتَعالِي الْمَكانِ عَظِيمُ الْجَبَرُوتِ شَدِيدُ الْمِحالِ غَنِيٌّ عَنِ الْخَلائِقِ عَرِيضُ الْكِبْرِياءِ قادِرٌ عَلىٰ ما تَشاءُ قَرِيبُ الرَّحْمَةِ صادِقُ الْوَعْدِ سابِغُ النِّعْمَةِ حَسَنُ الْبَلاءِ قَرِيبٌ إِذا دُعِيتَ مُحِيطٌ بِما خَلَقْتَ قابِلُ التَّوْبَةِ لِمَنْ تابَ إِلَيْكَ قادِرٌ عَلىٰ

---

[۱] الملہوف ص ۵۰، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۱،
[۲] مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۱۱،
[۳] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۷۸،
[۴] تظلم الزہراء ص ۱۱۱،

ما أَرَدْتَ تُدْرِكُ ما طَلَبْتَ شَكُورٌ إِذا شُكِرْتَ ذَكُورٌ إِذا ذُكِرْتَ أَدْعُوكَ مُحْتاجاً وَأَرْغَبُ إِلَيْكَ فَقِيراً وَأَفْزَعُ إِلَيْكَ خائِفاً وَأَبْكِي مَكْرُوباً وَأَسْتَعِينُ بِكَ ضَعِيفاً وَأَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ كافِياً اللّهُمَّ اُحْكُمْ بَيْنَنا وَبَيْنَ قَوْمِنا فَإِنَّهُمْ غَرُّونا وَخَذَلُونا وَغَدَرُوا بِنا وَنَحْنُ عِتْرَةُ نَبِيِّكَ وَوُلْدُ حَبِيبِكَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله الَّذِي اصْطَفَيْتَهُ بِالرِّسالَةِ وَائْتَمَنْتَهُ عَلَى الْوَحْيِ فَاجْعَلْ لَنا مِنْ أَمْرِنا فَرَجاً وَمَخْرَجاً يا أَرْحَمَ الرّاحِمِينَ [1]

اے بلند و اعلیٰ خدا، اے عظیم قدرت و سلطنت اور تدبیر و عقاب رکھنے والے، اے خلائق سے بے نیاز و وسیع کبریائی کے مالک، ہر چیز پر قادر، تیری رحمت قریب، وعدہ کو پورا کرنے والے، تیری نعمتیں تمام، تیری آزمائش بہترین، جب پکارا جائے تو قریب، اپنی مخلوقات پر احاطہ کیے ہوئے ہے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے، جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کی قدرت رکھتا ہے، جو چاہتا ہے انجام دیتا ہے، جب تیری حمد کی جاتی ہے تو اس پر جزا دیتا ہے، جب تجھے کوئی یاد کرتا ہے تو اسے یاد کرتا ہے، میں تجھے ضرورت کے وقت پکار رہا ہوں، تیری طرف راغب ہوں، جبکہ میں ناچار ہوں خوف و ہراس کی حالت میں تجھ ہی سے پناہ چاہتا ہوں، سختیوں پر آنسو بہاتا ہوں ناتوانی کے وقت تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں، تجھ ہی پر توکل کرتا ہوں، ہمارے لئے تو ہی کافی ہے، اے اللہ، ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر دے، انہوں نے ہمیں فریب دیا اور پھر تنہا چھوڑ دیا اور ہم سے غدر کرنے لگے، ہم تیرے نبی ؐ کی عترت ہیں اور تیرے حبیب محمد ؐ کی اولاد ہیں کہ جن کو تو نے مبعوث بہ رسالت کیا اور انہیں اپنی وحی کا امین قرار دیا، پس اے سب سے زیادہ مہربان! ہمارے امر میں ہمارے لئے کشائش عطا فرما۔

---

[1] مقتل الحسین ؑ مقرم ص ۲۸۲۔

مناجات

امام حسینؑ نے اپنی حیات کے آخری لمحات میں خدا سے اس طرح مناجات کی :

صَبْراً عَلىٰ قَضائِكَ يا رَبِّ، لا إِلٰهَ سِواكَ يا غِياثَ الْمُسْتَغِيثِينَ مالِي رَبٌّ سِواكَ وَلا مَعْبُودٌ غَيْرُكَ. صَبْراً عَلىٰ حُكْمِكَ يا غِياثَ مَنْ لا غِياثَ لَهُ يا دائِماً لا نَفادَ لَهُ يا مُحْيِي الْمَوْتىٰ يا قائِماً عَلىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِما كَسَبَتْ. اُحْكُمْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الْحاكِمِينَ[1] ۱؎

اے رب! تیری قضا پر صابر ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اے فریادیوں کی فریاد کو پہنچنے والے، تیرے سوا میرا کوئی پروردگار نہیں ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، تیرے حکم پر صبر کروں گا اے اسکے فریادرس جس کا تیرے سوا کوئی فریادرس نہیں ہے، اے ہمیشہ رہنے والے اور مُردوں کو زندہ کرنے والے اے اپنی مخلوق کے افعال و کردار کو دیکھنے والے، تو میرے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر دے کہ تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔

شہادت

جب زخموں کی کثرت اور تشنگی کی شدت سے امام حسینؑ ناتواں اور نڈھال ہو گئے تو شمر نے اپنی فوج سے کہا: اب کس چیز کے منتظر ہو؟ حسینؑ بہت زیادہ زخمی ہیں، نیزوں سے انہیں شہید کر دو تمہاری ماں تمہارے غم میں روئے ان پر چاروں طرف سے حملہ کر دو!

اسکے بعد ہر طرف سے امامؑ پر حملے ہونے لگے۔ حصینؑ بن تمیم نے آپؑ کے دہن پر ایک تیر مارا اور ابوایوب غنوی نے آپ کا حلقوم تیر سے چھید دیا، زرعہ بن شریک نے امامؑ کے بازو پر ضرب

۱؎ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۸۳،

لگائی، سنان بن انس نے آپؑ کے سینۂ اقدس پر نیزہ مارا، صالح بن وہب نے ایک نیزہ آپؑ کے پہلو میں مارا، جس سے زمین پر گر پڑے پھر بیٹھ گئے اور حلق سے تیر نکالا، اس وقت عمر بن سعد امامؑ کے نزدیک آگیا۔[1]

فریادِ زینبؑ

زینبؑ کبریٰ خیمہ سے باہر نکلیں اور فریاد کی: وا اخاہ! واسیداہ! وا اہل بیتاہ! اے کاش آسمان زمین پر گر پڑتا، اے کاش پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر پراگندہ ہو جاتے۔[2]

اسکے بعد عمر بن سعد کو مخاطب کر کے کہا: وائے ہو تجھ پر ابو عبداللہ کو شہید کر رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے؟ اس نے کوئی جواب نہ دیا، زینبؑ نے کہا: وائے ہو تم پر، کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے؟ اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا۔[3]

بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ یہ سنکر عمر بن سعد رونے لگا لیکن زینبؑ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔[4]

ہلال بن نافع

ہلال بن نافع کہتا ہے: ہم عمر بن سعد کے اصحاب کے درمیان کھڑے تھے ناگہاں دیکھا کہ کوئی چلّا رہا ہے، اے امیر مبارک ہو شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا،

ہلال کہتا ہے: میں دو صفوں کے بیچ سے نکلا اور امامؑ کے جان دینے کو دیکھنے لگا، خدا کی قسم میں نے ان سے زیادہ نورانی اور نیک مقتول خون میں آلودہ نہیں دیکھا ہے، ان کے چہرہ کے نور اور حسن کی

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۵،

[2] اللہوف ص ۵۱، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۷۸۔

[3] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۲،

[4] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۷۸۔

وجہ سے میرے ذہن سے ان کے قتل کی فکر محو ہوگئی، اور جب پانی کا گھونٹ طلب کیا تو میں نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا، تمہیں ہرگز پانی نہیں ملے گا، یہاں تک کہ جہنم میں پہونچو گے اور کھولتا ہوا پانی پیو گے، امامؑ کا جواب سنا کہ آپؑ نے فرمایا: میں اپنے جد کے پاس جا رہا ہوں اور جنت میں ان کے ساتھ رہوں گا اور گوارہ پانی پیونگا اور جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس کی شکایت کرونگا، اس پر پوری فوج غصہ میں آپے سے ایسے باہر ہوگئی گویا خدا نے ان کے دل میں رحم پیدا ہی نہیں کیا ہے، میں نے کہا خدا کی قسم اب میں کسی کام میں تمہارا شریک نہیں ہوں گا۔[1]

آخری لمحے

کچھ دیر گزر جانے کے بعد جو شخص بھی قتل کے ارادہ سے آپؑ کے پاس آتا وہی واپس لوٹ جاتا آپؑ کو قتل کرنے سے بچتا تھا پھر شقی ترین آدمی مالک بن نسیر کندی آیا اور تلوار سے حملہ کیا جس سے خود کٹ گیا اور سر سے خون جاری ہوگیا آپؑ نے اس شقی سے فرمایا: اس ہاتھ سے تو نہ کھانا کھا سکے گا اور نہ پانی پی سکے گا، خدا تجھے ظالموں کے ساتھ محشور کرے گا، اس کے بعد اس شخص کی زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوئی اور اسکے ہاتھ ایسے ہوگئے جیسے شل آدمی کے ہوتے ہیں۔[2]

جب آپؑ گھوڑے سے زمین پر آئے تو داہیں کروٹ لیٹنا چاہا لیکن زخموں کی وجہ سے نہیں لیٹ سکے پھر بائیں کروٹ لیٹنا چاہا لیکن نہ لیٹ سکے ریت اکٹھا کر کے اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے فوج کو وحیرت میں تھی کہ ان کی کیا حالت ہے؟ بعض کہتے تھے مر چکے ہیں، بعض کہتے تھے اب ان میں جنگ کی طاقت نہیں ہے۔[3]

۱۔ نفس المہموم ص ۳۶۶۔

۲۔ انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳۔

۳۔ المقید فی ذکری السبط الشہید ص ۱۰۲۔

فرمانِ قتل

عمر ابن سعد نے اپنی دائیں طرف کھڑے ہوئے، ایک آدمی سے کہا: وائے ہو تجھ پر! اتر کر انہیں قتل کر دے، خولی نے امام حسینؑ کا سر قلم کرنے میں عجلت کی کہ سنان ابن انس نخعی، لعنۃ اللہ، گھوڑے سے اترا آپؑ کے گلے پر تلوار چلاتا تھا اور کہتا تھا: خدا کی قسم میں آپؑ کا سر قلم کروں گا اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ آپ فرزند رسولؐ ہیں اور آپ کی والدہ سب سے افضل ہیں، پھر آپؑ کا سر تن سے جدا کر دیا۔[1]

قاتل کی تعیین

(۱) شمر ابن ذی الجوشن، ابن عبد البر نے خلیفہ بن خیاط سے نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ کو عمر ابن سعد کی فوج کے سپہ سالار شمر ابن ذی الجوشن نے قتل کیا ہے، لکھا ہے کہ سینۂ امام پر سوار ہوا، جب آپؑ کو قتل کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا: کیا تم مجھے جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟

شمر نے کہا: خوب پہچانتا ہوں، آپؑ کی والدہ فاطمہؑ، والد علی مرتضیٰؑ اور آپؑ کے جد محمد مصطفیٰؐ ہیں اس کے باوجود قتل کروں گا اور مجھے کوئی خوف نہیں ہے اس کے بعد تلوار کی بارہ ضربوں سے امام حسینؑ کو شہید کر دیا اور سر تن سے جدا کر دیا۔[2]

(۲) سنان ابن انس نخعی، اس نے خولی سے کہا: حسینؑ کا سر تن سے جدا کر، جب خولی نے سر حسینؑ قلم کرنا چاہا تو اس کا بدن کانپنے لگا، سنان نے اس سے کہا: خدا تیرا ہاتھ شل کر دے کیوں کانپ رہے ہو؟ خود گھوڑے سے اترا اور امامؑ کا سر تن سے جدا کر کے خولی کو دے دیا۔[3]

---

[1] اللہوف ص ۵۲، [2] الاستیعاب ج ۱ ص ۳۹۵، ابصار العین ص ۱۷،
[3] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۶، [4] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۰۰، انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳،

(۴) خولی بن یزید، اس نے امام حسینؑ پر حملہ کیا اور آپؑ کا سر قلم کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گیا اور کہا:

اَوْقِرْ رِكَابِي فِضَّةً وَذَهَباً ... اِنِّي قَتَلْتُ الْمَلِكَ الْمُحَجَّبا
قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ اُمّاً وَاَبا ... وَخَيْرَهُمْ اِنْ يَنْسُبُونَ نَسَبا [۱]

ملائکہ میں کہرام

امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے تو آسمان پر ملائکہ میں کہرام بپا ہو گیا اور بارگاہ خدا میں عرض کی:
حسینؑ تیرا برگزیدہ اور تیرے رسولؐ کا فرزند ہے۔ خدا نے ملائکہ کے سامنے حضرت قائمؑ کی تصویر ظاہر کی اور فرمایا: میں اس قائمؑ کے ذریعہ خون حسینؑ کا انتقام لوں گا [۲]

خبر شہادت

راوی کہتا ہے: ایک کنیز امام حسینؑ کے خیام کی طرف سے آئی، ایک آدمی نے اس سے کہا: اے کنیز خدا! تیرا مولا قتل کر دیا گیا۔
کنیز کہتی ہے: میں دوڑی ہوئی حرم کے پاس گئی اور نالہ کیا دیگر عورتیں بھی مرے ساتھ گریہ کرنے لگیں [۳]

---

[۱] میرا دامن سونے اور چاندی سے بھر دو کہ میں نے بڑے بادشاہ کو قتل کیا ہے جو کہ والدین کے لحاظ سے سب سے افضل اور حسب نسب میں سب سے اعلیٰ تھا۔ استیعاب ج ۱ ص ۳۹۳، کشف الغمہ ج ۲ ص ۵۱، مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۳

[۲] کافی ج ۱ ص ۴۶۵۔

[۳] الملہوف ص ۵۵،

آخری شہید

سوید بن مطاع بہت زیادہ زخم کھاکر گر پڑے تھے، و ظاہراً وہ حملۂ اولی میں دشمنوں کے تیروں سے زخمی ہوکر گر پڑے تھے اور بے ہوش ہوگئے تھے۔ جب انھیں ہوش آیا تو قتل حسینؑ کی آواز سنی، اپنے اندر اٹھنے کی طاقت محسوس کی چنانچہ اپنی تلوار لیکر اٹھے اور کافی دیر تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہے کہ عروہ بن بطان و زید بن رقاد نے انھیں قتل کیا، امام حسینؑ کے اصحاب میں سب کے بعد یہی شہید ہوئے۔[1]

ذوالجناح

شہادت کے بعد آپؑ کا گھوڑا ہنہناتا اور گریہ کرتا خیموں کی طرف دوڑا، خونِ حسینؑ سے اس کی پیشانی رنگین تھی۔[2]

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ گھوڑا کہہ رہا تھا:

«الظَّلِيمَةُ الظَّلِيمَةُ مِنْ أُمَّةٍ قَتَلَتْ ابْنَ بِنْتِ نَبِيِّهَا»

افسوس اس امت کے ظلم پر کہ جس نے اپنے نبیؐ کا نواسہ قتل کر ڈالا، یہی فریاد کرتا ہوا خیموں کی طرف چلا۔[3]

زیارت ناحیہ میں آیا ہے:

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۷۹، انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۴۔

[2] الفتوح ج ۵ ص ۱۲۰۔

[3] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۸۳۔

فَلَمَّا رَأَيْنَ النِّسَاءُ جَوَادَكَ مَخْزِيّاً وَنَظَرْنَ سَرْجَكَ عَلَيْهِ مَلْوِيّاً بَرَزْنَ مِنَ الْخُدُورِ نَاشِرَاتِ الشُّعُورِ عَلَى الْخُدُودِ لَاطِمَاتِ الْوُجُوهِ سَافِرَاتٍ وَبِالْعَوِيلِ دَاعِيَاتٍ وَبَعْدَ الْعِزِّ مُذَلَّلَاتٍ وَإِلَى مَصْرَعِكَ مُبَادِرَاتٍ. وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلَى صَدْرِكَ وَمُولِغٌ سَيْفَهُ عَلَى نَحْرِكَ قَابِضٌ عَلَى شَيْبَتِكَ بِيَدِهِ ذَابِحٌ لَكَ بِمُهَنَّدِهِ [1]

جب حرم کی عورتوں نے آپؑ کے گھوڑے کو بغیر سوار کے اس حالت میں دیکھا کہ زین ڈھلکا ہوا ہے اور یال کے بال خون سے تر ہیں، تو وہ سر برہنہ اور پیٹتی ہوئی خیمے سے باہر نکل آئیں اور بلند آواز سے نالہ و شیون کرتی ہوئیں مقتل کی طرف چلیں، —— ۔ اس وقت شمر ملعون آپؑ کے سینے مبارک پر سوار تھا ایک ہاتھ میں آپ کی داڑھی کے بال پکڑے ہوئے تھا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کے ذریعے تن سے سر جدا کر رہا تھا۔

انقلاب

آپؑ کی شہادت کے بعد فوج کوفہ نے تکبیر کہی! زمین کو شدید زلزلہ آیا، مشرق و مغرب میں تاریکی چھاگئی لوگ زلزلوں اور بجلی کی کڑک میں گھر گئے، آسمان سے خون کی بارش ہوئی، آسمان سے ہاتف نے ندا کی، خدا کی قسم! امام ابن امام، برادر امام اور اولاد امام حسینؑ بن علیؑ قتل کر دیئے گئے ہیں۔[2]

راوی کہتا ہے: اس وقت گرد و غبار کے ساتھ آسمان پر ایسا سرخ طوفان چھا گیا کہ جس میں ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا تھا انہوں نے سوچا کہ ان پر عذاب نازل ہوگیا، یہ طوفان گھنٹوں جاری رہا۔[3]

امام صادقؑ نے زرارہ سے فرمایا: اے زرارہ حسینؑ کے غم میں چالیس روز تک آسمان سے خون

۱؎ ذریعۃ النجاۃ ص ۱۴۰، ۲؎ اللہوف ص ۵۳، ۳؎ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۰۶،

کی بارش ہوئی، زمین پر چالیس دن تاریکی چھائی رہی، سورج کو چالیس دن گہن لگا رہا پہاڑوں میں زلزلہ آیا اور دریا متلاطم رہے[۱]

داود بن فرقد نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب امام حسینؑ بن علیؑ شہید کر دیئے گئے تو آسمان و زمین ایک سال تک حسین بن علیؑ پر روئے جیسا کہ یحییٰ بن ذکریا پر روئے تھے، آسمان کی سرخی ہی اس کا گریہ ہے[۲]

مسعودی کی اثبات الوصیہ، میں مرقوم ہے! روایت ہے کہ چودہ دن تک آسمان امام حسینؑ پر رویا، پوچھا گیا، آسمان کے رونے کی علامت کیا ہے؟ جواب دیا گیا، آفتاب سرخی میں طلوع و غروب ہوتا تھا[۳]

سیوطی نے نقل کیا ہے کہ جب حسینؑ بن علیؑ شہید کر دیئے گئے تو سات دن تک سورج کی روشنی دیواروں پر زرد دکھیی گئی اور بعض ستارے آپس میں ٹکرا گئے اور روز عاشورہ جس دن آپؑ شہید ہوئے تھے، سورج کو گہن لگا اور چھ ماہ تک آسمان کے آفاق سرخ رہے[۴]

خلاد کہتے ہیں: شہادت حسینؑ کے بعد ایک مدت تک صبح اور عصر کے وقت در و دیوار پر سرخ نشان نظر آتے تھے اس وقت لوگوں میں خوف و ہراس تھا کیونکہ یہ تازہ خون تھا۔

ابو قبیل کہتے تھے: جب حسینؑ شہید کر دیئے گئے تو سورج کو شدید گہن لگا کہ دن میں ستارے نظر آنے لگے اور لوگوں نے یہ خیال کیا کہ قیامت آگئی ہے[۵]

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۰۶،

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۱۰،

۳۔ اثبات الوصیۃ ص ۱۶۷،

۴۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۷،

۵۔ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۴۹،

ابن حجر نے صواعق میں ترمذی سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہ نے رسولؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کا چہرہ اور سر گرد سے اٹے ہوئے ہیں اور رو رہے ہیں میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: ابھی ابھی حسینؑ کو لوگوں نے قتل کیا ہے۔[1]

امام صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جب امام حسینؑ کو تلواریں لگائیں اور آپؑ گھوڑے سے زمین پر آئے اور وہ آپؑ کا سر قلم کرنے کیلئے دوڑے تو عرش سے منادی نے ندا کی، اے وہ امت جو پیغمبر کے بعد متحیر و گمراہ ہوگئی ہے خدا تمہیں اضحیٰ و فطر کی توفیق نہ دے گا۔[2]

جس روز امام حسینؑ شہید ہوئے تھے اس کی شام کو مدینہ والوں نے ہاتف کی آواز سنی کہ کہتا ہے:

مَسَحَ الرَّسُوْلُ جَبِيْنَهُ　　فَلَهُ بَرِيْقٌ فِي الْخُدُوْد

أَبَوَاهُ مِنْ عُلْيَا قُرَيْشٍ　　وَجَدُّهُ خَيْرُ الْجُدُوْد[3]

تاریخ شہادت

امام حسینؑ نے روز جمعہ دس محرم ۶۱ھ کو نماز ظہر کے بعد شہادت پائی اس وقت آپؑ کی عمر ۵۶ سال اور چند ماہ تھی۔[4]

بلاذری نے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے شنبہ کے دن عاشورہ کو شہادت پائی، کہا گیا ہے جمعہ کا دن تھا۔[5]

---

[1] الامام الحسینؑ و اصحابہ، ص ۳۳۶۔

[2] علل الشرائع ج ۱ ص ۲۷۔

[3] رسولؐ اپنی پیشانی پکڑے ہوئے ہیں، رخسار پر آنسو جاری ہیں، حسینؑ کے ماں، باپ قریش کی نمایاں شخصیتیں ہیں اور ان کے جد اجداد میں بہترین ہیں، البدء و التاریخ ج ۶ ص ۱۰۔

[4] مقاتل الطالبین ص ۸۷۔

[5] انساب الاشراف ج ۳ ص ۱۰۸۔

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ آپ نے دس محرم بروز شنبہ شہادت پائی۔ پھر کہتے ہیں: کہا گیا ہے کہ آپ نے روز جمعہ ظہر کے بعد شہادت پائی ایک قول یہ ہے کہ شنبہ کے دن شہادت پائی[1]

امامؑ کے زخموں کی تعداد

روایت کی گئی ہے کہ آپ کے پیراہن میں تیروں، نیزوں اور تلواروں کے سیکڑوں سے زیادہ نشان دیکھے گئے، امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام حسینؑ کے بدن پر ۳۳ زخم نیزہ کے اور ۳۴ زخم تلوار کے دیکھے گئے[2]

شہادت کے بعد

کہتے ہیں: امامؑ کی شہادت کے بعد دشمن کے سپاہیوں نے فوج امام حسینؑ کا لباس لوٹنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کی، طبری نے ابومخنف سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے امامؑ کا لباس اتار لیا آپؑ کا پاجامہ بحر بن کعب تمیمی نے لیا، ملہوف میں روایت کی گئی ہے کہ اس کے پاؤں خشک ہو گئے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا" اور آپؑ کا پیراہن اسحاق بن حیاة حضرمی نے پہنا، جس سے اس کے بال جھڑ گئے اور ذلیل و رسوا ہوا" آپؑ کا عمامہ جیش بن مرثد یا جابر بن یزید نے لیا" اور دیوانہ ہو گیا" اور آپؑ کی ٹوپی جو خز سے بنی تھی، مالک بن بشیر کندی نے لیا جب اس کی بیوی کو واقعہ کی خبر ملی تو دونوں میں جھگڑا شروع ہو گیا" باقی ماندہ عمر فقر و ناداری میں گذری" اور آپؑ کی زرہ "بتراء" عمر بن سعد نے

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۷۷۔

[2] الملہوف ص ۵۴، انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۳۔

اٹھائی اور جب مختار نے اسے قتل کیا تو وہ زرہ اس کے قاتل ابی عمرہ کو دیدی، آپؑ کی دوسری زرہ مالک بن نسیر نے اٹھائی اور پہن لی، وہ پاگل ہو گیا، آپؑ کا تولیہ قیس بن اشعث نے لیا یہ بھی خز سے بنا گیا تھا، خوارزمی نے نقل کیا ہے کہ وہ جذام کے مرض میں مبتلا ہوا، اس کے خاندان والے اس سے بھاگتے تھے اسے گھور پر ڈال دیا تھا، وہیں کیفر کردار کو پہنچا مرنے سے پہلے ہی کتے اور سور اس کا گوشت کھانے لگے تھے، آپؑ کی نعلین قبیلۂ بنی اودمیں سے ایک شخص نے لے لی اور شمشیر قبیلۂ بنی نہشل کے ایک آدمی نے اٹھائی، اس کے بعد حبیب بن بدیل کے ہاتھ لگی، ملہوف میں نقل ہوا ہے کہ یہ ذوالفقار کے علاوہ دوسری تلوار تھی کہ وہ نبوت و امامت کے ذخائر میں سے ایک ہے۔

ابن شہر آشوب کہتے ہیں: آپ کی کمان اور اس سے متعلق چیزیں رحیل بن خیثمہ جعفی بن شبیب حضرمی، جریر بن مسعود اور ثعلبہ بن اسود اودی نے اٹھائی، اور آپؑ کی انگوٹھی سمیت انگشت قطع کردی، یہ وہ انگوٹھی نہیں ہے جو نبوت کے ذخیرہ میں سے ہے کیونکہ اسے امام حسینؑ نے "جیسا کہ شیخ صدوق نے محمد بن مسلم سے نقل کیا ہے" حضرت علی بن الحسینؑ کی انگلی میں پہنادی تھی۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے امام حسینؑ کی انگوٹھی کے بارے میں سوال کیا کہ آپ کے بعد کس کے ہاتھ میں پہنچی؟ اور عرض کی کہ گویا آپ کی انگوٹھی دشمن لے گئے تھے۔

فرمایا: لوگ جو کہتے ہیں وہ حقیقت نہیں ہے، حسینؑ نے اپنے بیٹے علی بن الحسینؑ کو وصیت کی اور اپنی انگوٹھی ان کی انگلی میں پہنائی اور امر ان کے سپرد کیا۔[1]

ابن زائدہ کہتے ہیں: فوج کوفہ نے دوسرے شہداء کے لباس بھی لوٹ لئے تھے۔[2]

---

[1] الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۳۰۱،

[2] بحار الانوار ۴۵/ ۱۷۹،

خیام کی تاراجی

خیام حسینی کی تاراجی میں بھی دشمنوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی، یہاں تک عورتوں کے سروں سے چادریں چھین لیں آل رسولؐ کی بیٹیوں کو بے پردہ کر دیا، حالانکہ وہ سب اپنے عزیزوں اور بزرگوں کے فراق میں نالہ کر رہی تھیں،

حمید بن مسلم نے روایت کی ہے کہ میں قبیلۂ بنی بکر بن وائل کی شوہردار ایک عورت کو ابن سعد کے لشکر میں دیکھا تھا، جب اس نے دیکھا کہ اس گروہ نے حسینؑ کی عورتوں اور ان کے خیام پر حملہ کر دیا ہے اور خیام کو تاراجی کر رہے ہیں تو اس نے ہاتھ میں تلوار اٹھائی خیموں کی طرف بڑھی اور اپنے قبیلہ والوں کو آواز دی: اے آل بکر بن وائل کیا رسولؐ کی بیٹیوں کو لوٹ رہے ہو؟ لاحکم الا للہ یالثارات رسول اللہ، خدا کے فرمان کے علاوہ کوئی فرمان نہیں ہے، خون رسولؐ کا انتقام لینے کے لئے اٹھو اس کے شوہر نے اسے پکڑ کر اس کی جگہ لوٹا دیا،

راوی کہتا ہے کہ عمر بن سعد کے لشکر نے بیبیوں کو خیموں سے نکال کر ان میں آگ لگا دی، وہ بے مقنعہ و چادر ادھر ادھر پناہ ڈھونڈ رہی تھیں[1] اس وقت فوج کوفہ میں سے ایک پست آدمی نے ام کلثوم کے گوشوارے چھین لیے اور اس خبیث نے روتے ہوئے فاطمہ بنت الحسینؑ کے پاؤں سے پازیب اتارلی، دختر حسینؑ نے اس سے پوچھا: تم رو کیوں رہے ہو؟ اس نے کہا: کیونکر نہ روؤں کہ میں دختر رسولؐ کا مال لوٹ رہا ہوں،

فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب اس کی یہ محبت دیکھی تو اس سے کہا: تم ایسا نہ کرو اس نے کہا: ڈرتا ہوں کہ دوسرا اسے لے جائے گا[2]

---

[1] اللہوف ص ۵۵، [2] امالی شیخ صدوق مجلس ۳۱، ص حدیث ۲،

خیام کا سارا اثاثہ لوٹ لے گئے ، شمر کو خیام میں سونے کا ایک ٹکڑا ملا وہ اس نے اپنی لڑکی کو دیدیا کہ اپنے زیور بنوالے وہ سونے کے اس ٹکڑے کو سنار کے پاس لے گئی جب اس نے آگ میں ڈالا تو وہ جلکر ختم ہو گیا [۱]

حمید بن مسلم کہتا ہے: خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ عمر بن سعد کے لشکر نے خیموں پر حملہ کیا اور ان کا اثاثہ لوٹنے لگے بی بیوں نے مزاحمت کی لیکن مغلوب ہوگئیں اور وہ سارا مال لوٹ لے گئے ،

اس کے بعد پیادہ فوج کے ساتھ شمر علی بن الحسین ؑ کے خیمہ میں آیا ، اس وقت آپ ؑ شدید بیمار تھے اور اپنے بستر پر لیٹے تھے ، ساتھ آنے والوں نے شمر سے کہا: اسے قتل نہیں کرو گے ؟

حمید بن مسلم کہتا ہے: میں نے کہا : سبحان اللہ ! نوجوان ؑ بھی قتل کئے جاتے ہیں؟ یہ بچہ ہے اور اسکے لئے بیماری ہی کافی ہے ، میں نے ان سے اصرار کیا اور آپ ؑ کو قتل سے بچا لیا ، [۲]

شمر نے کہا: مجھے ابن زیاد نے یہ حکم دیا ہے کہ حسین ؑ کے بیٹوں کو قتل کردوں لیکن عمر بن سعد نے میری راہیں مسدود کردی ہیں ، خصوصاً جب زینب بنت امیرالمومنین ؑ کو یہ معلوم ہوا کہ شمر کا یہ ارادہ ہے تو آئیں اور فرمایا: جب تک میں زندہ ہوں وہ ہرگز نہیں مارے جائیں گے اس پر وہ اپنے ارادہ سے دست کش ہوگیا ،

فاطمہ بنت الحسین ؑ کہتی ہیں : میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نیزہ کی نوک سے عورتوں کا پیچھا کررہا ہے اور وہ ایک دوسرے کے دامن میں پناہ لے رہی ہیں ، ان کی چادریں اور زیور چھین لیا گیا ہے ، جب اس شخص نے مجھے دیکھا تو میری طرف چلا تو میں ڈر سے بھاگی ، اس نے میرا تعاقب کیا اور نیزہ سے

---

[۱] حیاۃ الامام الحسین ؑ ج ۳ ص ۲۹۱ ،

[۲] اگرچہ اس وقت امام سجاد ؑ کی عمر ۲۳ سال تھی لیکن یہ بات حمید بن مسلم نے انھیں قتل سے بچانے کے لئے کہی تھی ، صدر اسلام کی جنگوں کے دستورات میں سے یہ بھی تھا کہ بچوں کو قتل نہیں کریں گے ۔

[۳] مقتل الحسین ؑ مقرم ص ۳۰۱ ،

میرے اوپر حملہ کیا، میں منھ کے بل گر پڑی اور بے ہوش ہوگئی جب ہوش آیا تو میں نے سر بالین اپنی پھوپھی ام کلثوم کو روتے ہوئے دیکھا۔[۱]

حمیدہ بنت مسلم

حضرت مسلم بن عقیل کی اس بیٹی کی عمر سات سال کی تھی ان کی والدہ رقیہ بنت علی بن ابی طالبؑ تھیں، جب فوج نے خیام پر حملہ کیا تھا یہ اس وقت جاں بحق ہوگئی تھیں۔[۱]

بحار میں آیا ہے کہ اس موقعہ پر امام حسنؑ کا ایک چھ سالہ بچہ امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوا، اس کا نام احمد بن الحسنؑ تھا اس بچے کی دو بہنیں ام الحسن وام الحسین بھی امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اس وقت جاں بحق ہوگئی تھیں جب فوج یزید نے خیام پر حملہ کیا تھا۔[۳]

خیام میں آتش زنی

دشمن نے اہلبیت کے خیام کو آگ لگانے کا ارادہ کیا حالانکہ عورتیں اور بچے خیام ہی میں تھے آگ لیکر خیام کی طرف بڑھے، ان میں سے ایک کہتا تھا: احرقوا بیوت الظالمین۔ ظالموں کے خیام کو جلادو، خیام میں آگ لگادی گئی، رسولؐ زادیاں خیموں سے نکل کر ادھر ادھر دوڑنے لگیں اور آگ کے شعلے

۱؎ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۳۰۰،

۲؎ معالی السبطین ج ۱ ص ۳۶۶،

۳؎ کربلا میں امام حسنؑ کا چھ سالہ بچہ نہیں ہوسکتا کیونکہ سانحہ کربلا امام حسنؑ کی وفات کے گیارہ سال بعد رونما ہوا تھا اگر کوئی ایسا بچہ شہید ہوا ہے تو اس کی عمر زیادہ رہی ہوگی، ۔ وسیلۃ الدارین ص ۲۹۷،

ان کے پیچھے پیچھے اڑے چلے جاتے تھے، بعض بچے آگ سے بچنے اور ظالموں سے امان میں رہنے کے لئے پھوپھی کے دامن میں چھپتے تھے، کچھ بیابان میں نکل گئے تھے اور بعض ان ستمگروں سے فریاد کر رہے تھے کہ جن کے دل میں رحم نہیں تھا۔[1]

امام سجادؑ، امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اپنی زندگی میں جب بھی عاشورہ کے تلخ و جانگداز واقعات یاد کر لیتے تھے تو چیخ مار کر رونے لگتے تھے اور فرماتے تھے: خدا کی قسم جب بھی میں اپنی پھوپھی اور بہنوں کو دیکھتا ہوں تو میرے گلے میں گریہ گلوگیر ہو جاتا ہے میری آنکھوں میں وہ منظر پھر جاتا ہے جب وہ ایک خیمہ سے دوسرے میں پناہ لیتی تھیں اور فوج کوفہ کا منادی کہہ رہا تھا ان ظالموں کے خیام کو جلا کر خاک کر دو۔[2]

حمید بن مسلم کہتا ہے: عمر بن سعد امام حسینؑ کے خیموں کے پاس آیا تو عورتیں اس کے سامنے کھڑی ہو کر رونے لگیں تو اس نے اپنے فوجیوں سے کہا: کوئی ان خیموں میں داخل نہیں ہو سکتا اور اس بیمار امام سجادؑ سے کچھ نہیں کہہ سکتا، عورتوں نے اس سے کہا: ہماری چھینی ہوئی چادریں لوٹا دی جائیں تاکہ پردہ کر سکیں، عمر بن سعد نے کہا: جس نے ان عورتوں کا جو کچھ چھینا ہے وہ انہیں واپس لوٹا دے، خدا کی قسم ان میں سے کسی نے کوئی چیز واپس نہیں لوٹائی، اس کے بعد عمر بن سعد نے کچھ سپاہیوں کو ان کی نگہبانی کے لئے معین کر دیا اور پھر اپنے خیمہ میں واپس چلا گیا۔[2]

صاحب معالی السبطین نے نقل کیا ہے کہ شام غریباں میں دو بچے جاں بحق ہو گئے اور جب زینبؑ نے بچوں کو جمع کیا تو انھیں نہ پایا، تلاش کرتے ہوئے دیکھا کہ دونوں ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈالے لیٹے ہیں قریب جا کر دیکھا تو دونوں مر چکے تھے۔[3]

1۔ حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۰۸۔

2۔ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۳

3۔ وسیلۃ الدارین ص ۲۹۰۔

انعام کی درخواست

سنان بن انس عمر بن سعد کے خیمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر بلند آواز میں یہ شعر پڑھے:

أَوْقِرْ رِكابِي فِضَّةً وَذَهَبا   أَنا قَتَلْتُ المَلِكَ المُحَجَّبا

قَتَلْتُ خَيْرَ النّاسِ أُمّاً وَأَبا   وَخَيْرَهُمْ إِذْ يُنْسَبُونَ نَسَبا

وَخَيْرَهُمْ فِي قَوْمِهِمْ مَرْكَبا [۱]

عمر بن سعد نے کہا: میری نظر میں تم دیوانے ہو، عقل سے تمہارا واسطہ ہی نہیں ہے اس کے بعد کارندوں کو حکم دیا کہ اسے خیمہ کے اندر بلاؤ، جب وہ خیمہ کے اندر آگیا تو اسے کئی چھڑی لگائی اور کہا: احمق: ایسی بات کرتا ہے؟ خدا کی قسم اگر ابن زیاد تیری زبان سے یہ سن لے گا تو گردن مار دے گا [۲]

ظلم کی انتہا

اس وقت عمر بن سعد نے ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے اصحاب کے درمیان کھڑے ہو کر کہا: "مَن ينتدب للحسين"، تم میں سے کون ہے جو حسینؑ کی لاش پر گھوڑا دوڑائے اور ان کی لاش پامال کرے؟ شمر آگے بڑھا اور بدن مطہر پر گھوڑا دوڑایا [۳] اسکے ساتھ دس دمی اور اس جرم کے مرتکب

---

۱ میرے اونٹ کے بار کے برابر مجھے سونے چاندی سے نواز دیجئے کہ میں نے باعظمت بادشاہ کو قتل کیا ہے، جس کے ماں باپ افضل ہیں اور سب سے اعلیٰ ہیں اور اپنی قوم میں بھی سرفراز ہیں۔

۲ انساب الاشراف ج۳ ص۲۰۵۔ ۳ حیاۃ الامام الحسینؑ ج۳ ص۳۰۳۔

ہوئے جن کے نام یہ ہیں:

(۱) اسحاق بن حویہ	(۲) اخنس بن مرثد ،
(۳) حکیم بن طفیل	(۴) عمرو بن صبیح،
(۵) رجا بن منقذ	(۶) سالم بن خثیمہ جعفی
(۷) واحد بن ناعم	(۸) صالح بن وہب
(۹) ہانی بن ثبیت	(۱۰) اسید بن مالک

ان ظالموں نے گھوڑا دوڑا کر آپؑ کی لاش کو پامال کیا سینہ مبارک کو پاش پاش کر دیا پھر یہ ابن زیاد کے سامنے حاضر ہوئے اور اس سے انعام طلب کیا، ابن زیاد نے پوچھا تم کون ہو؟ ان میں اسید بن مالک نے کہا:

نَحْنُ رَضَضْنَا الصَّدْرَ بَعْدَ الظَّهْرِ   بِكُلِّ يَعْبُوبٍ شَدِيدِ الاسر[۱]

اسکے بعد عبید اللہ کے حکم سے انھیں حقیر سا انعام دیا گیا[۲] منقول ہے کہ انہوں نے حسینؑ کے سینہ اور پشت کو پامال کیا تھا[۳]

جمّال کا واقعہ

جب امام حسینؑ شہید ہو چکے تو اونٹوں کا ساربان آیا اور جب اس نے آپ کے تن کو بے سر دیکھا تو اسنے آپؑ کا کمر بند لینا چاہا آپؑ نے دائیں ہاتھ سے کمر بند پکڑ لیا، جمّال نے آپؑ کا ہاتھ قلم کر دیا اور پھر کمر بند لینا چاہا آپ نے بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا، جمّال نے آپؑ کا بایاں ہاتھ قطع کر دیا[۴]

---

[۱] ہم نے پشت حسینؑ کو پامال کرنے کے بعد قوی ہیکل اور تیز گھوڑوں سے آپؑ کے سینے کو پاش پاش کیا،

[۲] الملہوف ص ۵۰،

[۳] الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۲۷۰، [۴] اثبات الھداۃ ج ۲ ص ۵۸۸۔

امامؑ کے زخمی اصحاب

امام حسینؑ کے جو انصار زخمی ہو جانے کی وجہ سے میدان میں گر پڑے تھے اور عمر بن سعد کی فوج سے بچ گئے تھے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) سوار بن حمیر جابری انہیں زخمی ہو جانے کے بعد میدان جنگ سے باہر اٹھا لائے تھے انہوں نے چھ ماہ بعد انہیں زخموں کے سبب وفات پائی

(۲) عمرو بن عبداللہ یہ بھی زخموں کی وجہ سے میدان جنگ میں گر پڑے تھے انہیں بھی وہاں سے دوسری جگہ پہونچا دیا تھا ایک سال بعد انتقال ہوا۔

(۳) حسن بن الحسنؑ آپ امام حسنؑ کے بیٹے ہیں، اپنے چچا امام حسینؑ کی طرف سے فوج کوفہ سے جنگ کی اور زخمی ہو کر گر پڑے، جب عمر بن سعد کے فوجی سر قلم کرنے کے لئے آئے تو دیکھا کہ زندہ ہیں اسماء بن خارجہ جو کہ ان کی والدہ کے رشتہ داروں میں سے تھا اس نے قتل ہونے سے بچا لیا اور انہیں اپنے ساتھ کوفہ لے گیا جب علاج کے بعد زخم بھر گئے تو کوفہ سے مدینہ آئے [۱]

جن شہداء کی مائیں کربلا میں موجود تھیں

سماوی نے نقل کیا ہے کہ کربلا میں ۹ افراد ایسے شہید ہوئے جن کی مائیں بھی کربلا میں موجود تھیں۔

(۱) علی اصغر، ان کی والدہ رباب ہیں

---

[۱] حیات الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۰۱،

(۲) عون بن عبداللہ بن جعفر ان کی والدہ زینب کبریٰؑ ہیں،

(۳) قاسم بن الحسنؑ ان کی والدہ رملہ ہیں،

(۴) عبداللہ بن الحسنؑ ان کی والدہ شلیل بجلی کی بیٹی ہیں،

(۵) عبداللہ بن مسلم ان کی والدہ رقیہ بنت علیؑ ہیں،

(۶) محمد بن ابی سعید بن عقیل،

(۷) عمرو بن جنادہ دشمنوں سے جنگ کرنے کا حکم انھیں ان کی والدہ نے دیا تھا،

(۸) عبداللہ کلبی، انھیں بھی ۔ جیسا کہ سید بن طاؤس نے تحریر کیا ہے ۔ ان کی والدہ نے جہاد کی ترغیب کی تھی،

(۹) علی اکبرؑ، ان کی والدہ لیلیٰ ہیں آپ خیمہ میں کھڑی دعا کر رہی تھیں، بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو شہید ہوتے دیکھا ہے، [1]

تنقیح المقال میں مرقوم ہے کہ منجح بھی اپنی والدہ کے ساتھ کربلا آئے تھے [2]

اصحابِ رسولؐ

سانحۂ کربلا میں رسولؐ کے پانچ اصحاب بھی شہید ہوئے ہیں،

(۱) انس بن الحرث کاہلی تمام مورخین نے تحریر کیا ہے کہ وہ کربلا میں شہید ہوئے،

(۲) حبیب بن مظاہر، ابن حجر نے بیان کیا ہے،

(۳) مسلم بن عوسجہ اسدی، محمد بن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے ۔

---

[1] انصار الحسین ص ۱۴۰،

[2] تنقیح المقال ج ۳ ص ۲۰۴،

④ ہانی بن عروہ مرادی کوفہ میں مسلم بن عقیل کے ساتھ اسی سال کی ۸ میں شہید ہوئے۔

⑤ عبداللہ بن یقطر حمیری، امام حسینؑ کے ہم سن تھے یہ بھی امام حسینؑ سے قبل کوفہ میں شہید ہوئے[۱]

شہداء کربلا کی تعداد

① ۷۲ تھی، یہ تعداد بلاذری نے نقل کی ہے وہ لکھتے ہیں: اصحاب و انصار میں سے جو لوگ امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے وہ بہتر ۷۲ تھے[۲] شیخ مفید نے بھی یہی تعداد بیان کی ہے وہ کہتے ہیں: عاشور کے روز امام حسینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ قتال کیلئے تیار ہوئے اس وقت آپ کے ساتھ بتیس ۳۲ سوار اور چالیس پیدل تھے[۳] اور یہی تعداد ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے[۴] اور یہی تعداد محمد بن جریر طبری نے دلائل الامامہ میں نقل کی ہے[۵]، یہی قول مشہور ہے،

② ۸۷ تھی، یہ تعداد مسعودی نے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں: عاشور کے روز کربلا میں شہید ہونے والوں کی تعداد ۸۷ ہے[۶]

③ ۶۱ تھی، بعض لوگوں نے روایت کی ہے اس دن جو لوگ شہید ہوئے ان کی تعداد ۶۱ تھی[۷] ممکن ہے اس تعداد میں صرف اصحاب و انصار شامل ہوں کہ اہلبیت و بنی ہاشم کے شہداء کو شامل کرنے سے وہی تعداد ہو جائے گی جو کہ آنے والے قول میں بیان ہوگی،

④ ۸۷ تھی، یہ تعداد سید ابن طاؤس نے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: روایت کی گئی ہے کہ امام حسینؑ کے اصحاب ۷۸ تھے[۸] اور امام حسینؑ کو شامل کرنے سے ۷۹ افراد ہو جائیں گے، یہ تعداد بنی ہاشم کے شہداء کے

---

[۱] ابصار العین ص ۱۲۸، [۲] انساب الاشراف ج ۳ ص ۴۰۵، [۳] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۹۵،

[۴] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۰، [۵] دلائل الامامہ ص ۱۱، [۶] مروج الذہب ج ۳ ص ۶۱،

البدء والتاریخ ج ۶ ص ۹، [۷] اثبات الوصیہ ص ۱۳۹، [۸] اللہوف ص ۶۰۔

ساتھ اس تعداد کے مطابق ہو جاتی ہے جو مسعودی نے نقل کی ہے۔

(۵) ۸۲ تھی، یہ تعداد مرحوم مجلسی نے محمد بن ابی طالب سے نقل کی ہے۔[1]

(۶) ۱۴۵ تھی، امام باقرؑ سے منقول ہے کہ کربلا میں شہید ہونے والے ۴۵ سوار اور سو پیادہ تھے۔[2]

جو انصار شہید نہیں ہوئے

امام حسینؑ کے بعض انصار ایسے بھی ہیں جو ان ظالموں کے ہاتھ سے بچ نکلے تھے جو صرف اہلبیت معصومین کے خون کے پیاسے تھے۔

(۱) امام زین العابدینؑ آپ کربلا میں بیمار تھے، شمر آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا، زینبؑ نے قتل ہونے سے بچا لیا۔[3]

(۲) امام محمد باقرؑ واقعہ کربلا کے وقت آپؑ بچے تھے آپؑ کی عمر ڈھائی سال سے زیادہ نہ تھی۔[4]

(۳) حسن بن الحسنؑ، ان کا واقعہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ زخمی ہو گئے تھے، کوفہ میں علاج ہوا اور صحت یاب ہوئے،

(۴) عمر بن الحسنؑ،

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴،

[2] نفس المہموم ص ۳۳۶، کتاب شفاء الصدور میں شہداء کربلا کی تعداد کے سلسلے میں کچھ اور اقوال بھی نقل ہوئے ہیں شائقین کتاب مذکور کی ج ۱ ص ۱۹۴ ملاحظہ فرمائیں۔

[3] المنتظم ابن جوزی ج ۵ ص ۳۴۱،

[4] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۴۵۵، لیکن قول صحیح کی رو سے امام محمد باقرؑ نے ۵۷ھ میں ولادت پائی تھی اور کربلا میں آپ ۴ سال کے تھے۔ ارشاد ص ۲۶۵

(۵) زید بن الحسن اسیروں کے زمرے میں امام حسنؑ کی اولاد میں سے یہ تین افراد بھی اسیر تھے[1]

(۶) قاسم بن عبداللہ یہ عبداللہ بن جعفر طیار کے ایک اور فرزند تھے۔

(۷) محمد بن عقیل[2]

(۸) عقبہ بن سمعان، یہ جناب رباب کے غلام[3] تھے، دشمن کے سپاہی انھیں پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لے گئے عمر بن سعد نے پوچھا کون ہو؟ عقبہ بن سمعان نے کہا: میں مملوک و غلام ہوں، اسے آزاد کر دیا گیا[4]

(۹) موقع بن ثمامہ اسدی یہ بھی امام حسینؑ کے ساتھ تھے ان کے پاس جتنے تیر تھے وہ سب دشمن پر استعمال کر ڈالے پھر ان کے قبیلہ کے کچھ لوگوں نے آکر انہیں امان دیدی اور وہ ان کے ساتھ چلے گئے جب عبیداللہ نے یہ واقعہ سنا تو اس نے انہیں زارہ میں جلا وطن کر دیا۔

(۱۰) مسلم بن رباح، یہ امام حسینؑ کے ساتھ رہا اور آپؑ کی خدمت کرتا تھا جب امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے تو اسے رہائی مل گئی کربلا کے بعض وقائع اسی نے بیان کئے ہیں[5]

(۱۱) ضحاک بن عبداللہ، ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ جو لوگ کربلا میں قتل ہونے سے بچ گئے ان میں سے ایک ضحاک بن عبداللہ ہے اس کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔

جو لوگ امام حسینؑ کے بعد شہید ہوئے

(۱) سوید بن ابی مطاع بیہوش ہو گئے تھے جب ہوش آیا تو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دی

---

۱ مقاتل الطالبیین ص ۱۹۱، ۲ حیات الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۰۳۔

۳ رباب بنت امرا القیس کلبی امام حسینؑ کی دختر سکینہ کی والدہ ہیں۔

۴ انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۵، ۵ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۸۰،

آپؑ کے بچوں کی فریاد سنی، انہوں نے پھر جنگ کی اور شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

(۳۹) سعد بن الحرث اور ان کے بھائی ابوالحتوف دشمن کی فوج میں تھے جب امام حسینؑ شہید ہوگئے اور انہوں نے آپؑ کے بچوں کی آہ و زاری سنی تو توبہ کی اور فوج کوفہ پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ خود بھی شہید ہوگئے

(۴) محمد بن ابی سعید بن عقیل، جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر آئے اور عورتوں اور بچوں کی آواز بلند ہوئی وہ خیمہ کے دروازہ پر آئے اور لقیط یا ہانی نے انھیں شہید کردیا۔[1]

طفلانِ مسلم

جب امام حسینؑ شہید ہو چکے تو آپؑ کی لشکرگاہ سے دو کمسن بچے اسیر کئے گئے۔[2] انہیں عبیداللہ کے سامنے لایا گیا اس نے زندان کے داروغہ کو بلایا اور کہا: ان دونوں کو قید میں ڈال دو! دیکھو! انہیں اچھا کھانا اور ٹھنڈا پانی نہ دینا اور جہاں تک ہوسکے ان پر سختی کرنا۔

یہ دونوں دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات کو انھیں جَو کی روٹی اور ایک کوزہ پانی ملتا تھا اسی طرح ایک سال گذر گیا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: بھائی عرصہ ہوگیا کہ ہم قید میں ہیں ہماری عمر برباد اور صحت خراب ہورہی ہے آج رات کو جب داروغہ آئے گا ہم اپنا تعارف کرائیں گے ممکن ہے اسے رحم آجائے اور ہمیں آزاد کردے۔

رات کو زندان کا بوڑھا داروغہ روٹی اور پانی لیکر آیا، چھوٹے بھائی نے اس سے کہا: اے بزرگ کیا آپ محمدؐ سے واقف ہیں؟

۱۔ ابصار العین ص ۱۲۹۔

۲۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے یہ دونوں بچے امام حسینؑ کے ساتھ تھے، لیکن قزوینی نے روضۃ الشہداء سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں بچے اپنے والد مسلمؑ کے ہمراہ کوفہ آئے تھے، انھیں عبیداللہ بن زیاد نے گرفتار کرکے قید کردیا تھا۔

اس نے کہا: ان سے کیوں نہیں واقف ہوں گا کہ وہ میرے رسولؐ ہیں،

بچے نے کہا: جعفر بن ابی طالب کو بھی پہچانتے ہو؟

اس نے کہا: جعفرؓ کو کیوں نہیں پہچانوں گا وہ رسولؐ کے چچازاد بھائی ہیں،

بچے نے کہا: ہم آپ کے رسولؐ کے خاندان سے ہیں اور مسلم بن عقیلؑ کے بیٹے ہیں ایک سال سے آپ کے ہاتھوں میں قید ہیں اور قید میں ہم پر سختی کرتے ہو،

زندان کے بوڑھے داروغہ کو بہت افسوس ہوا اور بچوں پر جو سختی کی تھی اس کی تلافی کیلئے ان کے پیروں پر گرا اور کہنے لگا: اے عترت رسولؐ میں تمہارے پر قربان، زندان کا دروازہ کھلا ہوا ہے جدھر چاہو نکل جاؤ اور انھیں دو جو کی روٹی اور ایک کوزہ پانی دیا اور فرار کرنے کی راہ بتاتے ہوئے کہا: رات میں راستہ طے کرنا اور دن میں مخفی رہنا تاکہ خدا تمہاری نجات کے اسباب فراہم کرے،

دونوں بچے قید سے باہر آئے ایک بوڑھی عورت کے دروازہ پر پہونچے اور اس سے کہا: ہم دو مسافر اور اجنبی بچے ہیں آج کی شب ہمیں بطور مہمان ٹھہرا لیجئے صبح ہوتے ہی چلے جائیں گے،

بوڑھی عورت نے کہا: میرے پیارو! تم کون ہو، ہر پھول سے زیادہ معطر ہو،

بچوں نے کہا: ہم رسولؐ کے خاندان سے ہیں، عبید اللہ ابن زیاد کے قیدخانہ سے بھاگے ہیں،

بوڑھی عورت نے کہا: میرے پیارو میرا داماد ایک بدکار آدمی ہے جو واقعہ کربلا میں ابن زیاد کی فوج میں شامل تھا ڈرتی ہوں کہ تمہیں پہچان کر قتل نہ کر دے،

بچوں نے کہا: ہم صرف آج کی رات آپ کے پاس رہیں گے، صبح چلے جائیں گے،

عورت ان کے لئے کھانا لائی دونوں نے کھانا کھایا اور سو گئے نصف رات گذری تھی کہ اس عورت کے داماد نے دروازہ کھٹکھٹایا،

عورت نے پوچھا کون؟

اس نے کہا: تیرا داماد،

عورت نے کہا: اتنی دیر سے کیوں آئے ہو؟

داماد نے کہا: وائے ہو تجھ پر جلدی دروازہ کھول کہ تھکن سے مر رہا ہوں۔

عورت نے پوچھا: کیا کوئی حادثہ پیش آیا ہے؟

اس نے کہا عبید اللہ کے قید سے دو بچے فرار ہو گئے ہیں اور امیر نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو بھی ان میں سے کسی ایک کا سر لائے گا اسے ہزار درہم انعام دیا جائے گا اور دونوں کے سر لانے والے کو دو ہزار درہم دیئے جائیں گے، میں نے انھیں کافی تلاش کیا مگر افسوس کہ کامیاب نہیں ہو سکا،

عورت نے کہا: خدا کے رسولؐ سے شرم کر کہ روز قیامت تیرے دشمن ہوں گے۔

اس نے کہا: کیا کہتی ہو؟ دنیا حاصل کرنا چاہیئے،

عورت نے کہا: جس دنیا سے آخرت حاصل نہ ہوتی ہو اس کا کیا فائدہ،

اس نے کہا: تم ان کی طرفداری کر رہی ہو، لگتا ہے کہ تمہیں ان کی خبر ہے، تمہیں امیر کے پاس لے جاؤں گا،

عورت نے کہا: امیر مجھ جیسی بوڑھی عورت سے جو کہ بیابان کے ایک گوشہ میں زندگی گذارتی ہے کیا لے گا؟

اس نے کہا: دروازہ کھولو! تاکہ رات بھر آرام کر کے صبح ان کی تلاش میں نکلوں،

عورت نے اس کے لیئے دروازہ کھول دیا، وہ گھر میں داخل ہوا کھانا کھا کر سو گیا آدھی رات کو ان دونوں بچوں کی آواز اس کے کان میں پہنچی، اپنی جگہ سے اٹھا اور اندھیرے میں انہیں ڈھونڈنے لگا جب نزدیک ہو گیا تو بچوں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا: گھر کا مالک: تم کون ہو؟

چھوٹا بھائی جو پہلے بیدار ہو گیا تھا اس نے اپنے بڑے بھائی کو جگایا اور کہا: جس سے ہم ڈرتے تھے وہی ہمیں ڈھونڈ رہا ہے، اس کے بعد اس سے کہا: اگر ہم سچ بتا دیں تو کیا ہمیں امان ملے گی۔

اس نے کہا: ہاں،

بچوں نے کہا: ایسی امان جس کو خدا اور اس کا رسولؐ محترم سمجھتے ہیں،

اس نے کہا: ہاں،

بچوں نے کہا: اپنی امان پر خدا ورسول ؐ کو گواہ قرار دیتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں،

بچوں نے کہا: ہم تیرے رسول ؐ کی عترت میں عبید اللہ کے قید خانہ سے نکلے ہیں،

اس نے خوش ہو کر کہا: موت سے بھاگے تھے اور موت کے منھ میں آگئے، شکر ہے اس خدا کا جس نے میرے ہاتھوں تمہیں اسیر کرایا، پھر دونوں یتیموں کو مضبوط باندھ دیا تاکہ فرار نہ کر سکیں۔

صبح سویرے اس نے اپنے کالے غلام "فلیح" کو آواز دی اور کہا: ان دونوں کے سر قلم کر کے میرے پاس لے آؤ، تاکہ انہیں میں عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جاؤں اور اس سے انعام پاؤں۔

غلام نے تلوار اٹھائی اور انہیں آگے آگے لے چلا تاکہ انہیں فرات کے کنارے شہید کرے جب گھر سے دور نکل گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: اے غلام تو رسول ؐ کے موذن بلال سے مشابہ ہے!

اس نے کہا: مجھے تمہاری گردن مارنے کا حکم دیا گیا ہے تم کون ہو؟

بچوں نے کہا: ہم رسول ؐ کے خاندان سے ہیں، جان کے خوف سے قید خانہ سے نکلے تھے، اس عورت نے ہمیں مہمان کے طور پر اپنے گھر میں ٹھہرایا تھا اور اب اس کا داماد ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔

اس کالے غلام نے ان کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا: اے عترت رسول ؐ تم پر میں قربان، اس کے بعد اس نے تلوار پھینک دی اور فرات میں کود کر فرار ہو گیا اور اپنے آقا کو جواب دیا کہ میں تمہارے فرمان کی اس وقت تک اطاعت کروں گا جب تک فرمان خدا کے تحت رہو گے اور جب خدا کے حکم کی نافرمانی کرو گے تو میں اطاعت نہیں کروں گا،

اس شخص نے اس واقعہ کے بعد اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا: میں تمہاری آسائش وآرام کے اسباب حلال وحرام طریقہ سے فراہم کرتا ہوں اور تمہاری دنیا آباد کروں گا فوراً ان دونوں کے سر قلم کر کے میرے پاس لاؤ تاکہ انھیں میں عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جاؤں اور انعام پاؤں، اس کے بیٹے نے تلوار اٹھائی اور بچوں کو لیکر فرات کی طرف چلا، ان میں سے ایک نے کہا: اے جوان میں ڈرتا ہوں کہ تو عذاب جہنم میں مبتلا نہ ہو جائے،

اس نے کہا: تم کون ہو؟

بچوں نے کہا: ہم تیرے رسول محمدؐ کی عترت ہیں، تیرا باپ ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔

اس آگاہی کے بعد لڑکے نے انھیں بوسہ دیا اور کالے غلام کی طرح تلوار دور پھینک دی اور خود فرات میں کود گیا،

باپ نے چلّا کر کہا: تو نے بھی نافرمانی کی؟ اس نے کہا: خدا کا فرمان تیرے فرمان پر مقدم ہے اس شخص نے کہا: میرے سوا انہیں کوئی قتل نہیں کرسکتا یہ کہکر تلوار اٹھائی بچوں کو فرات کے کنارے لے گیا، تیغ کھینچی بچوں نے جب اس کی برہنہ تلوار دیکھی تو رونے لگے اور کہا:

اے شخص ہمیں بازار میں لے جاکر بیچ دے اور روز قیامت رسولؐ کو اپنا دشمن نہ بناو،

اس نے کہا: تمہارے سر ابن زیاد کے پاس لے جاؤں گا اور انعام پاؤں گا،

بچوں نے کہا: رسولؐ سے جو ہماری قرابت ہے تو اس سے چشم پوشی کر رہا ہے،

اس نے کہا: تمہارا رسولؐ سے رشتہ نہیں ہے،

بچوں نے کہا: ہمیں عبیداللہ کے پاس لے چل تاکہ وہ خود ہمارے بارے میں فیصلہ کرے۔

اس نے کہا: میں تمہارا خون بہاکر اس کا تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں،

بچوں نے کہا: ہمارے بچپنے پر رحم کر،

اس نے کہا: خدا نے ہمارے دل میں رحم پیدا نہیں کیا ہے،

بچوں نے کہا: ہمیں چند رکعت نماز پڑھ لینے دے،

اس نے کہا: اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، پڑھو،

بچوں نے چار رکعت نماز پڑھی، آسمان کی طرف دیکھا اور فریاد کی یا حیؔ یا حکیم یا احکم الحاکمین ہمارے اور اس شخص کے درمیان حق کے ساتھ حکم کردے [1]

---

[1] منتخب میں منقول ہے کہ جب اس شخص نے ان دونوں بچوں کو قتل کرنا چاہا تو اس کی بیوی نے اس سے کہا: ان دونوں یتیم بچوں سے درگزر کر اور جو عبیداللہ ابن زیاد سے چاہتا ہے وہ خدا سے طلب کر، خدا تمہیں عبیداللہ کے انعام کے عوض کئی برابر عطا کرے گا لیکن اس نے کچھ نہ سنا۔ ریاض الاحزان ص ۶۰۔

اس کے بعد اس شخص نے بڑے بھائی کا سر قلم کیا اور سر ایک کپڑے پر رکھ دیا، چھوٹا بھائی بڑے کے خون میں لوٹ گیا اور اس شخص سے کہا: میں چاہتا ہوں کہ رسولؐ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ بھائی کے خون میں آلودہ ہوں،

اس شخص نے کہا: کوئی بات نہیں ہے تمہیں بھی ان کے پاس پہونچا دوں گا اور اسے بھی قتل کر دیا اس کا سر بھی اسی کپڑے پر رکھ دیا اور دونوں کے بدن فرات میں ڈال دیئے اور سر ابن زیاد کے پاس لے گیا،

ابن زیاد تخت پر بیٹھا تھا اس کے ہاتھوں میں خیزرانی عصا تھا، جب اس نے اس کے سامنے سر رکھا، ابن زیاد ان کے سر دیکھتے ہی تین بار اٹھا اور تین بار بیٹھا اور کہا: وائے ہو تجھ پر تو نے انھیں کہاں پایا:

اس نے کہا: میری ایک رشتہ دار بڑھیا نے انھیں اپنے یہاں مہمان ٹھہرایا تھا،

ابن زیاد نے کہا: تو نے اس طرح مہمانوں کی میزبانی کی ہے؟

پھر اس سے پوچھا: قتل ہونے سے پہلے انہوں نے تجھ سے کچھ کہا تھا؟

اس شخص نے سارا واقعہ سنایا

ابن زیاد نے کہا: میرے پاس انھیں زندہ کیوں نہیں لایا تاکہ میں تجھے چار ہزار درہم انعام دیتا

اس نے کہا: میری سمجھ میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہ آئی کہ ان کے خون کے ذریعہ آپ کا تقرب حاصل کروں،

ابن زیاد نے کہا: انہوں نے آخری بات کیا کہی تھی؟

اس نے کہا: آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا تھا: یا حی یا حکیم یا احکم الحاکمین، ہمارے اور اس شخص کے درمیان حق کے ساتھ حکم فرما،

ابن زیاد نے کہا: خدا نے تیرے اور ان کے درمیان حق کے ساتھ حکم کر دیا،

اسکے بعد ابن زیاد نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا: کون ہے جو اس نابکار کا قصہ تمام کرے،

ایک شامی اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: میں ملے

عبیداللہ نے کہا: اس شخص کو اسی جگہ لے جا کر قتل کرو جہاں اس نے ان بچوں کو قتل کیا ہے خبردار اس کے خون کا ان کے خون سے مخلوط نہ ہو جائے اور اس کا سر میرے پاس لانا،

اس شامی نے حکم کی تعمیل کی اور ابن زیاد کے حکم کے مطابق اسے فرات کے کنارے اس کے جرم کی سزا دی اور سر ابن زیاد کے پاس لے گیا،

لکھا ہے کہ اس کا سر نیزہ پر چڑھا کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا اور بچوں نے اس پر پتھر و تیر برسائے اور کہا: یہ عترت رسولؐ کا قاتل ہے [۲]

دشمن کا نقصان

دشمن نے بہت نقصان اٹھایا تھا. امام حسینؑ کے انصار نے کم ہونے کے باوجود، دشمن کو پراگندہ کر دیا اور اس پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں ایسا کوئی گھر نہ تھا جس سے نالہ و شیون کی آواز نہ آ رہی ہو، بعض مقاتل میں لکھا ہے کہ عمر بن سعد کے آٹھ ہزار اسی فوجی ہلاک ہوئے تھے [۳]

البتہ امام حسینؑ اور آپؑ کے بیٹوں، بھائی، بھتیجوں، دیگر عزیزوں اور اصحاب کی جاں نثاری و فداکاری کے لحاظ سے اس تعداد میں مبالغہ محسوس نہیں ہوتا، مثلاً صرف امام حسینؑ نے انیس سو پچاس کو قتل کیا تھا [۴]

---

[۱] منتخب میں اس شخص کا نام نادر اور بعض نے مقاتل لکھا ہے اور اسے دوستدار اہلبیتؑ بتایا ہے، ریاض الاحزان ص ۸۱،

[۲] امالی شیخ صدوق مجلس ۱۹ حدیث ۲،

[۳] حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۱۵،

[۴] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۰،

اسی طرح جب حضرت عباس بن علیؑ نے تنہا حملہ کیا تھا اس وقت گھاٹ کو روکے ہوئے چار ہزار سپاہی تھے آپؑ نے ان کی صفوں کو چیر دیا، بہت سوں کو خاک و خون میں غلطاں کیا۱ اور گھاٹ پر پہونچنے سے پہلے آپؑ نے جن کو تہہ تیغ کیا تھا ان کی تعداد، روایات کے مطابق، اسّی ہے۲ علی اکبر کے مقابلہ میں دشمن کے لشکر میں کھلبلی مچی ہوئی تھی، آپؑ نے تشنہ لب ہونے کے باوجود ایک سو بیس۳ کو قتل کیا تھا، بعض نے لکھا ہے کہ آپ نے دو سو کو تہہ تیغ کیا تھا۴ اسی طرح امام حسینؑ کے دوسرے فداکار اصحاب نے داد شجاعت دی تھی،

وقتِ شہادت امامؑ کی عمر

کہا گیا ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۸ سال تھی، سات سال اپنے جد رسولؐ کے سایہ میں رہے، تیس سال اپنے والد امیرالمومنینؑ کے ساتھ اور دس سال اپنے بھائی امام حسنؑ کے ہمراہ اور بھائی کے بعد آپ کی امامت کا زمانہ گیارہ سال ہے۵

۱۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۶۸،

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۱،

۳۔ نفس المہموم ص ۱۰۳۔ ۴۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۲۵۹،

۵۔ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۳۳، انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۱۹، آپؑ کی عمر کے بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کی طرف یہاں اشارہ کیا جاتا ہے، مسعودی کہتے ہیں وقت شہادت امام حسینؑ کی عمر ۵۵ سال تھی، مروج الذہب ج ۳ ص ۷۰، طبری کہتے ہیں شہادت کے وقت امام حسینؑ کی عمر ۵۸ سال تھی، دلائل الامامہ ص ۱۷۸، ابن جوزی کہتے ہیں امام حسینؑ روز عاشورہ کہ جمعہ ۱۰، ۶۱ھ میں شہید ہوئے اس وقت آپؑ کی عمر ۵۶ سال اور پانچ ماہ تھی، صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۷۶۳، ابوالفرج اصفہانی نے بھی آپؑ کی عمر ۵۸ سال اور چند ماہ تحریر کی ہے، مقاتل الطالبیین ص ۷۸۔

سرِ مقدس

عمر بن سعد نے آپؑ کے سرِ مقدس کو عاشور ہی کے روز خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم ازدی کے ذریعہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔[1] خولی بن یزید سرِ مقدس لیکر کوفہ آیا اور قصرِ عبید اللہ پر گیا چونکہ محل کا دروازہ بند تھا اس لئے اپنے گھر آ گیا اور سر کو ایک طشت کے نیچے رکھدیا۔

ہشام کہتا ہے: میرے باپ نے مجھ سے "نوار بنت مالک" خولی کی بیوی، کے حوالے سے نقل کیا ہے اس نے کہا: میں نے رات کو دیکھا کہ خولی کوئی چیز لایا ہے اور اسے طشت کے نیچے چھپا رہا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟

اس نے کہا تمہارے لئے ایک چیز لایا ہوں کہ اب تمہیں کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی یہ سرِ حسینؑ ہے،

نوار نے کہا: میں نے اس سے کہا: وائے ہو تجھ پر! لوگ اپنے گھر سونا چاندی لاتے ہیں اور تو دخترِ رسولؐ کے بیٹے کا سر لایا ہے۔ خدا کی قسم میں اس گھر میں تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزاروں گی، یہ کہکر میں بستر سے اٹھی، صحن میں گئی، خدا کی قسم میں نے آسمان سے طشت تک ایک نور کا سلسلہ دیکھا اور ایک سفید پرندہ دیکھا جو صبح تک اس سر کے گرد گھومتا رہا صبح ہوئی تو خولی سر کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے گیا۔[2]

1۔ اللہوف ص ۶۰،

2۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۵۵، بعض مورخین نے لکھا ہے بشر بن مالک امام حسینؑ کا سر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے گیا تھا اور اس کے سامنے سر رکھکر کہا تھا: املا رکابی فضۃ و ذھبا ۔ فقد قتلت الملک المحجبا، ترجمہ: میری سواری کے بار کے برابر سونا اور چاندی عطا کر میں نے عظیم الشان بادشاہ کو قتل کیا ہے یہ سنکر ابن زیاد کو غصہ آ گیا اور کہا: اگر تجھے یہ معلوم تھا تو پھر تو نے انہیں قتل کیوں کیا ہے؟ خدا کی قسم تجھے کچھ نہیں دوں گا یہ کہکر اس کی گردن اڑا دی، کشف الغمہ ج ۲ ص ۳۳

سروں کی تقسیم

عمر بن سعد نے کہا: حسینؑ کے دیگر اصحاب و انصار کے سر تن سے جدا کیے جائیں اور خاک و خون صاف کیا جائے ان ۷۲ سروں کو شمر بن ذی الجوشن، قیس بن اشعث، اور عمرو بن حجاج کے ساتھ کوفہ بھیجا [۱]

روایت کی گئی ہے کہ قبائل نے ان سروں کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا،

(۱) قبیلہ کندہ کو جس کا سردار قیس بن اشعث تھا، ۱۳ سر،

(۲) قبیلۂ ہوازن کو شمر بن ذی الجوشن کی سرکردگی میں ۱۲ سر،

(۳) قبیلہ تمیم کو سترہ سر،

(۴) قبیلہ بنی اسد کو ۱۶ سر،

(۵) قبیلہ مذحج کو سات سر،

(۶) باقی لوگوں کو ۱۳ سر دیے گئے تھے [۲]

کربلا سے سفر

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عمر بن سعد دو روز تک کربلا میں رہا اور پھر کوفہ کی طرف چلا گیا اور امام حسینؑ کی بیٹیوں، بہنوں اور بچوں کو اپنے ساتھ کوفہ لے گیا، امام زین العابدینؑ ابھی تک مریض ہی تھے [۳]

---

[۱] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۳،

[۲] اللہوف ص ۷۰،

[۳] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۸۰،

یہ بھی منقول ہے کہ عمر بن سعد نے روز عاشورہ اور گیارہ محرم کو دوپہر تک کربلا میں رہ کر اپنے کشتوں کو جمع کیا ان کی نماز جنازہ پڑھی، دفن کیا اور حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کی لاشوں کو بے گور و کفن چھوڑ دیا، پھر حمید بن بکیر احمر کو حکم دیا کہ فوج کے درمیان کوفہ کی طرف کوچ کرنے کا اعلان کر دے [۱]

اسیروں کی تعداد

ہم نے مقتل کی کتابوں اور مصادر کی چھان بین کی ہے لیکن ہمیں قطعی طور پر یہ نہیں ملا کہ امام حسینؑ کے ہمراہ بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم کے کتنے بچے اور عورتیں کربلا آئی تھیں اور امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جو اسیر ہو کر کوفہ گئے ان کی تعداد کتنی تھی، جن بنی ہاشم اور غیر بنی ہاشم کے اسیروں کے نام ہمیں مختلف مصادر سے دستیاب ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں،

بنی ہاشم کے قیدی مرد

(۱) علی بن الحسینؑ، زین العابدینؑ

(۲) امام محمد بن علی بن الحسینؑ، [۲]

(۳) حسن بن الحسنؑ، [۳]

(۴) محمد الاصغر بن علی بن ابی طالبؑ، ایک قول کی بنا پر [۴]،

---

[۱] نفس المہموم ص ۳۸۵، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۸۱، پر مرقوم ہے کہ عمر بن سعد لعلم حسینؑ کی شہادت کے بعد دو روز کربلا میں ٹھہرا اور پھر کوفہ چلا گیا،

[۲] العقد الفرید ج ۴ ص ۱۷۱، [۳] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۳،

[۴] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۱۳،

۵. عمر بن الحسنؑ بن علی بن ابی طالبؑ [۱]
۶. زید بن الحسنؑ بن علی بن ابی طالبؑ [۲]
۷. مسلم بن عقیلؑ کے بیٹے ،
۸. مسلم بن عقیلؑ کے دوسرے دو بیٹے [۳]

بنی ہاشم کی اسیر عورتیں

۱. حضرت زینب کبریٰؑ بنت امیر المومنینؑ آپ اپنے بھائی امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا آئی تھیں اور وہاں سے دوسرے اسیروں کے ساتھ شام گئیں [۴]
۲. ام کلثوم ، زینب صغریٰؑ اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ کربلا آئیں اور حضرت سجادؑ کے ساتھ شام اور وہاں سے مدینہ گئیں [۵] ،
۳. فاطمہ بنت امیر المومنینؑ [۶] ،
۴. فاطمہ بنت الحسینؑ [۷] ،
۵. سکینہ بنت الحسینؑ [۸]

---

۱ و ۲ مقاتل الطالبین ص ۱۱۹ ،

۳ امالی شیخ صدوق مجلس ۱۹ حدیث ۲ ، اس حدیث میں ان دونوں بچوں کے نام کا ذکر نہیں ہوا ہے لیکن مرحوم مقرم نے کتاب ۔ الشہید مسلم بن عقیلؑ ، میں ریاض الاحزان میں نقل کیا ہے کہ ان کے نام محمد و ابراہیم تھے ،

۴ و ۵ تنقیح المقال ج ۳ ص ۷۱ ۔

۶ مقاتل الطالبین ص ۱۱۹ ،

۷ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۸۸ ، ۸ نفس المہموم ص ۴۵۶ ،

(۶) رباب بنت امرالقیس، زوجۂ امام حسین؏ [۱]

(۷) رقیہ بنت الحسین؏ [۲]

(۸) رقیہ زوجۂ مسلم بن عقیل؏،

(۹) دختر مسلم بن عقیل؏،

(۱۰) خوصاء، جوکہ ام الشعر کے نام سے مشہور ہیں، عقیل کی زوجہ اور جعفر بن عقیل کی والدہ ہیں اپنے بیٹے کے ساتھ کربلا آئی تھیں [۳]

(۱۱) ام کلثوم صغریٰ، عبداللہ بن جعفر اور زینب کبریٰ کی بیٹی ہیں اپنے شوہر قاسم بن محمد بن جعفر کے ساتھ کربلا آئی تھیں، ان کے شوہر کربلا میں شہید ہوئے [۴]،

(۱۲) رملہ حضرت قاسم بن حسن؏ کی والدہ ہیں [۵]،

(۱۳) شہر بانو یہ امام زین العابدین؏ کی والدہ نہیں ہیں بلکہ ایک اور بچہ کی ماں ہیں جو کربلا میں امام حسین؏ کے ہاتھوں پر ہانی بن ثبیت کے تیر سے شہید ہوا [۶]،

(۱۴) لیلیٰ بنت مسعود بن خالد تمیمی، عبداللہ اصغر کی والدہ ہیں یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے [۷] یہ علی اکبر؏ کی والدہ نہیں ہیں بلکہ امیر المومنین کی زوجہ ہیں،

(۱۵) فاطمہ بنت حسن؏ امام محمد باقر؏ کی والدہ ہیں، امام زین العابدین؏ کے ہمراہ کربلا آئی تھیں، اور اسیروں کے قافلہ کے ساتھ شام گئیں [۸]،

---

۱ نفس المہموم ص ۳۵۲،

۲ ریاحین الشریعہ ج ۳ ص ۳۰۷،

۳ ریاحین الشریعہ ج ۴ ص ۲۵۵،

۴ تنقیح المقال ج ۲ ص ۳۴۴،

۵ ابصار العین ص ۱۳۰،

۶ ریاحین الشریعہ ج ۳ ص ۳۰۹،

۷ ریاحین الشریعہ ج ۳ ص ۳۰۸،

۸ ریاحین الشریعہ ج ۳ ص ۱۵،

غیر بنی ہاشم کی اسیر عورتیں

① حسنیہ ، امام زین العابدینؑ کی خدمتگار تھی ، اپنے بیٹے منجح کے ساتھ کربلا آئی ، منجح درجۂ شہادت پر فائز ہوئے ۔[1]

② عبداللہ بن عمیر کلبی کی زوجہ ، اپنے شوہر کے ہمراہ کربلا آئی ، شوہر کو اہلبیتؑ سے دفاع کرنے کی ترغیب دلاتی رہی ، عبداللہ انہیں واپس لوٹانا چاہتے تھے لیکن اس نے قبول نہ کیا ، امام حسینؑ نے خیمہ میں واپس بھیج دیا[2] ،

③ فکیہہ قارب بن عبداللہ بن اریقط ، کی والدہ ، قارب اپنی والدہ ، جو کہ امام حسینؑ کی زوجہ رباب کی خادمہ تھی ، کے ساتھ مکہ اور وہاں سے کربلا آئے ، حملۂ اولیٰ میں شہید ہوئے[3]

④ بحریہ بنت مسعود خزرجی اپنے شوہر جنادہ بن کعب اور اپنے بیٹے عمرو بن جنادہ کے ساتھ کربلا آئی شوہر و فرزند دونوں شہید ہوئے[4]

⑤ مسلم بن عوسجہ اسدی کی کنیز جو کہ مسلم بن عوسجہ کی شہادت کے بعد بین کرتی تھی ، یا ابن عوسجا یا سیداہ[5] بعض نے انھیں ام خلف اور زوجہ مسلم بن عوسجہ لکھا ہے[6]

⑥ فضہ ، بعض روایات میں ملتا ہے کہ کربلا میں یہ بھی موجود تھیں[7]

---

1. تنقیح المقال ۳ / ۷۴۴ ، ریاحین الشریعہ ۳ / ۳۱۸ ،
2. تنقیح المقال ۳ / ۲۰۱ ،
3. تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۸ ،
4. تنقیح المقال ج ۲ ص ۳۰۷ ،
5. نفس المہموم ص ۲۶۵ ،
6. ریاحین الشریعہ ج ۳ ص ۳۰۵ ،
7. کافی ج ۱ ص ۴۶۵ ،

اسیروں کی یہ تعداد مجھے مصادر میں ملی ہے، ممکن ہے اسیروں کی تعداد اس سے زیادہ ہو لیکن ارباب مقاتل نے بیان نہیں کی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے بنی ہاشم کے اسیر ہونے والے مردوں کی تعداد آٹھ تحریر کی ہے جبکہ عبد ربہ نے نقل کیا ہے کہ بنی ہاشم کے بارہ نوجوانوں اسیر ہوئے [۱]

یہاں اس بات کی وضاحت کردینا ضروری ہے کہ اسیروں کے درمیان ہمیں غیر بنی ہاشم کا نام تاریخی مصادر میں نہیں ملا ہے صرف مرقع بن ثمامہ اسدی ایسے ہیں کہ فوج کوفہ سے جنگ کے درمیان جن کے سارے تیر ختم ہوگئے تھے اور انھیں گرفتار کر کے عمر بن سعد کے پاس لے جایا گیا، فوج کوفہ میں ان کے عزیز و اقارب نے قتل ہونے سے بچالیا، لیکن انھیں اسیروں کے ساتھ کوفہ لائے اور عبیداللہ نے انہیں "زارہ" جلاوطن کردیا [۲]

منقول ہے کہ جب اسیروں کو کوفہ لایا گیا تو بنی ہاشم کی عورتوں کے علاوہ قیدیوں کے کوئی رشتہ دار عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے اور ان کی رہائی کا تقاضا کیا، اس نے ان کی رہائی کا حکم دیدیا اور بنی ہاشم کے اسیروں کو شام روانہ کردیا [۳]

اسیروں کا قافلہ

عمر بن سعد حسینؑ کے پسماندگان کو ساتھ لیکر چلنے کیلئے تیار ہوا، انھیں اونٹوں پر سوار کیا قافلہ والے اس رنج و مصیبت اور دل پر عزیزوں کا داغ لیکر سرزمین کربلا سے چلے،

امام حسینؑ کی بہنوں، بچوں، دیگر اہلبیت و انصار میں سے بعض کے بیوی و بچوں کو بے محمل اونٹوں پر سوار کیا جبکہ ان کے سروں پر چادر نہ تھی، عترت رسولؐ کی حرمت کا خیال نہ کیا گیا اور انھیں غیروں کی طرح قیدی بنا کرلے چلے اس سلسلے میں حریم خدا کا بھی لحاظ نہ کیا اس مقام پر شاعر کہتا ہے:

۱۔ العقد الفرید ج ۴ ص ۱۷۱

۲۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۸۰،   ۳۔ ابصار العین ص ۱۳۳

يُصَلّىٰ عَلَى الْمَبْعُوثِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ　　وَيُغْزىٰ بَنُوهُ إِنَّ ذَا لَعَجِيبُ[1]

دوسرا شاعر کہتا ہے:

أَتَرْجُو أُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْناً　　شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ[2][3]

زینبؑ مقتل میں

قافلہ کی روانگی کے وقت بی بیوں نے عمر بن سعد سے کہا: تمہیں خدا کی قسم ہمیں ہمارے مقتولوں کی لاش کے پاس سے لے چلو۔

جب اسیروں نے شہیدوں کا ٹکڑے ٹکڑے بدن دیکھا تو نالہ و شیون کی آواز بلند کی اور منہ پر طمانچے مارے[3]

بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ بنی امیہ نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کی لاشوں کو زمین پر پڑا رہنے دیا اور عناد کی وجہ سے عورتوں کو آل رسولؐ کے شہدا کی طرف سے لے گئے۔ جب ام کلثومؑ نے اپنے بھائی حسینؑ کی لاش کو خاک و خون میں غلطاں بے کفن زمین پر پڑا دیکھا تو خود کو اونٹ سے زمین پر گرا دیا اور بھائی کی لاش سے لپٹ گئیں[5]

قرہ بن قیس تمیمی کہتے: میں ان عورتوں کو دیکھ رہا تھا جب انھیں ان عزیزوں کی لاشوں کی طرف سے گذارا گیا تو ایک کہرام بپا ہوگیا، میں ہر چیز فراموش کرسکتا ہوں لیکن زینب بنت فاطمہؑ کے وہ کلمات

---

١. رسولؐ پر جو کہ بنی ہاشم میں سے ہیں، درود بھیجتے ہیں اور ان کی اولاد کو قتل کرتے ہیں، تعجب ہے!!

٢. جس امت نے حسینؑ کو قتل کیا ہے وہ روز قیامت ان کے جد کی شفاعت کی امید بھی رکھتی ہے!!

٣. اللہوف ص ٧٠،

٤. نفس المہموم ص ٣٧٥　　٥. مقتل الحسینؑ مقرم ص ٣٠٦،

میں کبھی نہیں بھول سکتا۔[۱]

جو اپنے بھائی حسینؑ کی لاش پر لب پر لائی تھیں، خدا کی قسم زینب کی بیقراری اور بین نے دشمن کو بھی رونے پر مجبور کر دیا تھا۔[۲]

زینب کبریٰؑ کے سخن

① زینب نے اپنے بھائی کی لاش کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا: «إلهي تَقَبَّلْ مِنّا هذا القُرْبانَ».

اے اللہ ہماری یہ قربانی قبول فرما۔[۳]

② يا مُحَمَّداهُ! صَلّى عَلَيْكَ مَلائِكَةُ السَّماءِ! هذا الْحُسَيْنُ بِالْعَراءِ، مُرَمَّلٌ بِالدِّماءِ، مُقَطَّعُ الأعْضاءِ، وَبَناتُكَ سَبايا وَذُرِّيَّتُكَ مُقَتَّلَةٌ، تَسفي عَلَيْها الصَّبا. فَأَبْكَتْ كُلَّ عدو وصديق۔[۴]

اے اللہ کے رسولؐ! زمین و آسمان کے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے ہیں یہ آپؐ کے حسینؑ ہیں جن کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہے سر تن سے جدا کر دیا گیا ہے، یہ آپؐ کا حسینؑ ہے جس کا بدن صحرا میں پڑا ہے جس پر ہوا خاک ڈال رہی ہے، جس سے ہر دوست و دشمن رو رہا ہے،

۱۔ تظلم الزہرا ص ۱۵۵، ریاض الاحزان ص ۱۴۴،

۲۔ نفس المہموم ص ۳۶۶،

۳۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۸۱، الملہوف ص ۵۶،

۴۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۳۰۷، ۵۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۸۱،

③ اس کے بعد اپنی والدہ کو مخاطب کر کے کہا:

اے اماں: اے دختر خیر البشر صحرائے کربلا پر ایک نظر ڈالئے اور اپنے لخت جگر کو دیکھئے کہ ان کا سر دشمنوں کے نیزہ پر اور ان کا بدن خاک و خون میں غلطاں ہے، اس صحرا میں آپ کا فرزند خاک پر پڑا ہے، اپنی بیٹیوں کو دیکھئے ان کے خیمے جلا دیئے گئے، انھیں بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا گیا اور قیدی بنایا گیا ہے ہم آپ کی اولاد ہیں جو غربت میں گرفتار ہیں۔[1]

④ پھر اشک فشانی کرتے ہوئے سید الشہداء کی لاش کو مخاطب کر کے کہا:

بِأَبِي مَنْ أَضْحىٰ عَسْكَرُهُ فِي يَوْمِ الاثْنَيْنِ نَهْبا، بِأَبِي مَنْ فِسْطاطُهُ مُقَطَّعُ العُرىٰ، بِأَبِي مَنْ لا غائِبٌ فَيُرْتَجىٰ وَلا جَرِيحٌ فَيُداوىٰ، بِأَبِي مَنْ نَفْسِي لَهُ الفِداء، بِأَبِي المَهْمُومُ حَتّىٰ قَضىٰ، بِأَبِي العَطْشانُ حَتّىٰ مَضىٰ، بِأَبِي مَنْ شَيْبَتُهُ تَقْطُرُ بِالدِّماء، بِأَبِي مَنْ جَدُّهُ رَسُولُ إِلٰهِ السَّماء، بِأَبِي مَنْ هُوَ سِبْطُ نَبِيِّ الهُدىٰ، بِأَبِي مُحَمَّدٌ المُصْطَفىٰ، بِأَبِي خَدِيجَةُ الكُبْرىٰ، بِأَبِي عَلِيٌّ المُرْتَضىٰ بِأَبِي فاطِمَةُ الزَّهْراء سَيِّدَةُ النِّساء، بِأَبِي مَنْ رُدَّتْ لَهُ الشَّمْسُ وَصَلّىٰ[2]

اسکے فدا جس کا لشکر دوشنبہ کے دن برباد ہوا، اس کے قربان جس کے خیموں کی رسیاں کاٹ دی گئیں، اسکے صدقے جو نہ گم ہے کہ اس کے لوٹنے کی امید کی جاسکے اور نہ زخمی ہے کہ اس کے صحت یاب ہونے کی توقع کی جاسکے، اسکے فدا کہ جس پر میں قربان اس کے صدقے جو رنجیدہ خاطر شکستہ دل اور تشنہ لب شہید کیا گیا، اسکے قربان جس کی داڑھی سے خون رواں تھا، اس کے صدقے جس کے جد رسول اللہ ہیں اور وہ محمد مصطفیٰ رسول، خدیجہ الکبریٰ، علی مرتضیٰ

---

[1] مرحوم نراقی نے محرق القلوب کی مجلس پانزدہم میں حضرت زہراؑ سے خطاب کو دو نمبر پر لکھا ہے، ہم نے پہلا خطاب اللھم تقبل منا ھذا القربان، کو جو کہ ہم نے مقتل الحسینؑ مقرم، سے نقل کیا ہے، بیان نہیں کیا ہے۔

[2] اللہوف ص ٥٦۔

اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کے فرزند ہیں، اس کے نثار جس کی نماز کیلئے سورج پلٹ آیا،

⑤ اسکے بعد اصحاب رسولؐ کو مخاطب کر کے فرمایا:

يا حُزْناهُ! يا كَرْباهُ! اَلْيَوْمَ ماتَ جَدّي رَسُولُ اللهِ، يا اَصْحابَ مُحَمَّداهُ! هٰؤُلاءِ ذُرِّيَّةُ الْمُصْطَفىٰ يُساقُونَ سَوْقَ السَّبايا [1]

افسوس! آج میرے جد رسول اللہؐ دنیا سے اٹھ گئے ہیں، اے اصحاب رسولؐ! یہ رسولؐ کی ذریت ہے جن کو اسیروں کی مانند لے جا رہے ہیں،

زینبؑ کی ان باتوں کو سنکر دشمن کی فوج رونے لگی، صحرا کے جانوروں اور دریا کی مچھلیاں بے قرار ہوگئیں،

راوی کہتا ہے: اس وقت اکثر لوگوں نے دیکھا کہ گھوڑوں کی آنکھوں سے اتنے آنسو جاری ہوئے کہ ان کے سم تر ہوگئے [2]

سکینہ اور لاش حسینؑ

سکینہ بنت الحسینؑ اپنے بابا کے جسد منور سے لپٹ گئیں، سوختہ جگر نے اس طرح بین کئے کہ حاضرین سر پیٹ کر اس قدر روئے کہ بے ہوش ہوگئے، حضرت سکینہ فرماتی ہیں میں نے اپنے بابا کو یہ کہتے ہوئے سنا،

شِيعَتي ما اِنْ شَرِبْتُمْ عَذْبَ ماءٍ فَاذْكُرُوني

اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيبٍ اَوْ شَهِيدٍ فَانْدُبُوني [3]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۹، [2] محرق القلوب نراقی مجلس پانزدہم،

[3] میرے شیعوں جب تم ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کرلینا یا کسی مسافر شہید کی مصیبت سننا تو میرے اوپر آنسو بہالینا۔

سکینہ کو باپ کی لاش سے کوئی جدا نہ کر سکا، دشمن کی فوج میں سے کچھ سپاہیوں نے زبردستی حسینؑ کی لاش سے جدا کیا۔[1]

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: جب عاشور کے دن ہم پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹنے لگے اور بابا اپنے انصار کے ساتھ جام شہادت نوش کر چکے، ان کے حرم کو اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف لے چلے تو میں نے دیکھا کہ لاش بے گور و کفن پڑی ہیں، یہ میرے لئے بہت شاق تھا اس دردناک منظر کو دیکھنے سے قریب تھا کہ میری روح پرواز کر جائے جب پھوپھی زینبؑ نے میری یہ حالت دیکھی تو کہا: اے میرے جد و پدر اور بھائی کی یادگار اتنے بے تاب کیوں ہو اور خود کو معرض خطر میں کیوں قرار دے رہے ہو؟

میں نے کہا: میں کیسے مضطرب و بے تاب نہ ہوں جبکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بابا، بھائی، چچا اور ان کے بیٹے خون میں غلطاں زمین پر پڑے ہیں، ان کا لباس تک ظالموں نے اتار لیا ہے نہ کسی نے انھیں کفن دیا اور نہ سپرد خاک کیا، کوئی ان کے پاس نہیں آتا گویا یہ اجنبی ہیں۔

پھوپھی نے کہا: آپ ان چیزوں سے پریشان نہ ہوں کہ یہ عہد رسولؐ نے آپؑ کے جد اور والد سے کیا تھا اور خدا نے اس امت میں سے اس گروہ سے عہد لیا ہے جنہیں روئے زمین پر رہنے والے سرکش لوگ نہیں پہچانتے لیکن آسمان کے فرشتے انھیں اچھی طرح پہچانتے ہیں چنانچہ وہ ان پراگندہ ہڈیوں کو جمع کریں گے اور ان خون آلود لاشوں کے ساتھ دفن کر دیں گے اور اس سرزمین کربلا پر آپؑ کے والد حسینؑ کی قبر کی ایسی نشانی قائم کر دیں گے کہ جس کے آثار نہیں مٹیں گے اور کفر و ضلالت کے سرغنہ ان آثار کو مٹانے کی جتنی زیادہ کوشش کریں گے یہ اتنے ہی نمایاں ہوں گے۔[2]

1۔ اللہوف ص ۵۶، مقتل الحسینؑ مقرم ص ۳۰۸،

2۔ کامل الزیارات ص ۲۶۱،

شہداء کے مطہر بدن

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روز عاشورہ امام حسینؑ نے ایک خیمہ نصب کرایا اور فرمایا: اہلبیت اور اصحاب میں سے جو بھی شہید ہو جائے اس کی لاش کو اس خیمہ میں منتقل کیا جائے فقط قمر بنی ہاشم حضرت ابوالفضل العباسؑ کی لاش اس خیمہ میں نہیں آسکی،

لکھا ہے کہ جب بھی گنج شہیداں میں کسی کا بدن لایا جاتا تھا تو امام حسینؑ فرماتے تھے، شہید ہونے والے انبیاء اور انبیاء کی آل کی مانند ہیں، اور کربلا کے شہداء کے بارے میں حضرت علیؑ نے فرمایا ہے: دنیا و آخرت میں یہ عظیم المرتبت شہداء ہیں اور ابھی تک کوئی بھی ان پر سبقت نہیں کر سکا ہے اور سبقت نہیں کر سکے گا،

ایک آدمی کے مشاہدات

بنی اسد میں سے ایک آدمی کہتا ہے کربلا سے قافلہ جانے کے بعد میں مقتل میں آیا، عجیب منظر تھا رسولؐ کے اہلبیتؑ اور ان کے انصار کی لاشیں خون میں ڈوبی ہوئی زمین پر پڑی تھیں، ان پر گرد جم چکی تھی بہت دلخراش منظر تھا، ان کے بدن سے آسمان تک نور ساطع تھا، ان کے پاکیزہ بدن سے جو نسیم گذرتی تھی وہ عطر پاش تھی، اسی وقت ایک شیر امام حسینؑ کے پاس آیا اور آپؑ کے خون میں لوٹ کر اس دلخراش انداز میں نالہ کیا کہ اس سے قبل میں نے نہیں سنا تھا، جس چیز سے میری حیرت کی انتہا نہ رہی وہ یہ تھی رات کے وقت جب میں نے میدان کارزار کی طرف نگاہ کی تو ہر لاش کے پاس شمع کی مانند ایک نور چمکتا نظر آیا اور ان کی لاشوں پر رونے والوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔[۱]

[۱] مدینۃ المعاجز ج ۴ ص ۰

قَدْ غَيَّرَ الطَّعْنُ مِنْهُمْ كُلَّ جارِحَةٍ   إلَّا المَكارِمَ في أمْنٍ مِنَ الغِيَرِ [۱]

ان کے درمیان جنت کے جوانوں کے سردار کی لاش کی ایسی دلسوز حالت تھی کہ اسے دیکھ کر پتھر کا دل بھی پاش پاش ہوجاتا تھا اس مطہر بدن کے آس پاس نور الٰہی برس رہا تھا اور اس سے عطر کی خوشبو آرہی ہے [۲]

تدفین

بعض مصادر میں لکھا ہے کہ قبیلہ بنی اسد میں سے کچھ لوگ امام حسینؑ اور ان کے انصار کی لاش کو دفن کرنے کیلئے آئے لیکن اکثر لاشیں بے سر کی تھیں بلکہ ظالم لباس تک اتارے گئے تھے، زیادہ تر لاشیں پارہ پارہ تھیں پہچان میں نہیں آتی تھیں، اسلئے بنی اسد والے حیرت زدہ رہ گئے تھے اسی وقت امام زین العابدینؑ تشریف لائے اور بنی اسد کو لاشوں کی پہچان کرائی اور آپ نے اپنے والد کی لاش دفن کرنے کا اقدام کیا نیز گریہ کرتے ہوئے فرمایا:

طُوبىٰ لِأرْضٍ تَضَمَّنَتْ جَسَدَكَ الطّاهِرَ، فَإنَّ الدُّنْيا بَعْدَكَ مُظْلِمَةٌ وَالآخِرَةَ بِنُورِكَ مُشْرِقَةٌ، أمّا اللَّيْلُ فَمُسَهَّدٌ وَالحُزْنُ فَسَرْمَدٌ، أوْ يَخْتارَ اللهُ لِأهْلِ بَيْتِكَ دارَكَ الَّتِي أنْتَ بِها مُقِيمٌ وَعَلَيْكَ مِنِّي السَّلامُ يَابْنَ رَسُولِ اللهِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكاتُهُ

خوش نصیب ہے وہ زمین جس نے آپؑ کی لاش کو اپنی آغوش میں لیا ہے دنیا آپ کے بعد تاریک اور آخرت آپؑ کے نور سے روشن ہے، رہی میری بات تو راتوں کو نیند نہیں ن اور غم والم کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے، یہاں تک کہ خدا آپؑ کے اہلبیت کو

---

۱ تلواروں اور نیزوں کے زخم سے ان کے بدن متغیر ہوگئے ہیں لیکن ان کی عظمت اور بلندیاں نہیں بدلی ہیں۔

۲ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۳۱۸،

بھی آپؑ سے ملحق کر دے اور آپ کی پناہ میں جگہ مرحمت فرمائے رسولؐ آپ پر میرا سلام اور اللہ کی رحمت و برکتیں ہوں،

اسکے بعد قبر مطہر پر لکھا «هٰذا قَبْرُ الحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طالِب الَّذِي قَتَلُوهُ عَطْشاناً غَرِيباً».

پھر حضرت علی اکبرؑ کی لاش کو آپ کے پائنتی دفن کیا اور اس کے بعد امامؑ کے فرمان کے مطابق باقی اہلبیتؑ کے شہیدوں کو امام حسینؑ کی قبر کے پاس ایک جگہ دفن کیا گیا[1]، بنی اسد امام زین العابدینؑ کے ساتھ قمر بنی ہاشم کو دفن کرنے کیلئے علقمہ کی طرف چلے اور آپ کی لاش کو اسی جگہ دفن کیا جہاں شہید ہوئے تھے، امام زین العابدینؑ نے بہت گریہ کیا اور فرمایا:

عَلَى الدُّنْيا بَعْدَكَ العَفا يا قَمَرَ بَنِي هاشِمٍ وَعَلَيْكَ مِنِّي السَّلامُ مِنْ شَهِيدٍ مُحْتَسِبٍ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكاتُهُ.

اے قمر بنی ہاشم آپ کے بعد دنیا پر خاک، آپ پر میرا سلام اور خدا کی رحمت و برکت ہو[2]

---

[1] بظاہر ان کی تعداد اٹھارہ تھی، جس میں امام حسینؑ کے بیٹے، بھائی اور چچا زاد بھائی بھی شامل تھے جو پائنتی دفن ہوئے ہیں، ارشاد شیخ مفید ج ۲ص ۱۲۶،

[2] حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ص ۳۰۲، بعض مورخین نے دفن امام حسینؑ کی نسبت دوسروں کی طرف دی ہے، مثلاً کہتے ہیں: بنی اسد نے امامؑ کو دفن کیا، زہیر کے غلام نے یا کچھ یہودیوں نے دفن کیا، یہ احتمالات باطل ہیں کیونکہ امامؑ کے دفن کی ذمہ داری بعد والے امام پر عائد ہوتی ہے اس سلسلے میں کافی اور دیگر کتابوں میں روایات موجود ہیں، امام محمد باقرؑ سے روایات کی گئی ہے کہ امام زین العابدینؑ مخفیہ طور پر آئے اور اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا، جلاء العیون، شبر ج ۲ص ۲۱۹، اور یہ بات امام رضاؑ کے بیانات سے بھی سمجھ میں آتی ہے جب علی بن حمزہ نے آپؑ سے عرض کیا: ہم نے آپ کے آباء سے سنا ہے کہ امامؑ کے امر امام ہی انجام دے گا، امام رضاؑ نے فرمایا: بتاؤ حسینؑ بن علیؑ امام تھے یا نہیں؟ علی بن حمزہ نے کہا: امام تھے، امام رضاؑ نے فرمایا: انھیں کس نے دفن کیا ہے؟ علی بن حمزہ نے کہا: حضرت علی بن الحسینؑ، امام رضاؑ نے فرمایا: علی بن الحسینؑ اس وقت کہاں تھے؟ وہ عبید اللہ بن زیاد کے اسیر تھے

اس کے بعد بنی اسد نے اصحاب کو ایک جگہ دفن کیا اور حبیب بن مظاہر کو اسی جگہ سپردِ خاک کیا جہاں آج قبر ہے، اور چونکہ وہ بنی اسد سے تھے ان کے خاندان کے رئیس تھے اسلئے انھیں امام حسینؑ کے سر کے نزدیک دفن کیا۔[۱]

حر بن یزید وہیں دفن ہوئے جہاں شہید ہوئے تھے، بنی اسد عرب کے تمام قبائل پر فخر کرتے تھے کہ ہم نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب پر نماز پڑھ کر دفن کیا ہے۔[۲]

لاشیں دن میں دفن ہوئیں یا رات میں

بعض اربابِ مقاتل نے لکھا ہے کہ لاشیں ۱۱ محرم کو دن میں دفن ہوئی ہیں اور بعض نے تحریر کیا ہے کہ لاشیں تیرہویں کی شب میں دفن ہوئی ہیں لیکن صحیح قول یہ لگتا ہے لاشیں بارہویں کی شب میں دفن ہوئی ہیں۔[۳]

علی بن حمزہ نے کہا: وہ دشمنوں کی بے خبری میں کربلا آئے اور امامؑ کی لاش دفن کر کے واپس چلے گئے۔

امام رضاؑ نے فرمایا: جس ذات نے علی بن الحسینؑ کو یہ طاقت عطا کی تھی کہ وہ کربلا آکر اپنے والد کو دفن کریں اسی نے امام وقت کو یہ قدرت عطا کی ہے کہ وہ بغداد آکر امامت و والد کے امور کو انجام دیکر واپس چلا جائے جبکہ آپ علی بن الحسینؑ کی مانند دشمن کی قید میں بھی نہیں تھے۔ بحار الانوار ج ۴۸ ص ۲۷۰،

[۱] الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۳۷۵،

[۲] نفس المہموم ص ۳۸۸،

[۳] الامام الحسینؑ و اصحابہ ص ۳۸۰، و ۳۸۲،

چھٹی فصل

کوفہ میں

کوفہ میں اسیروں کا داخلہ

مسلم حجاص کہتے ہیں :

عبید اللہ بن زیاد نے مجھے دار الامارہ کی مرمت کیلئے بلایا ، میں دار الامارہ کی چونا کاری میں مشغول تھا کہ اچانک میں نے شور و غل کی آواز سنی ، میں نے اپنے ساتھ والے خدمتگار سے پوچھا : کیا ہوا کہ کوفہ نالہ و شیون کی آواز سے گونج رہا ہے ،

اس نے کہا : ابھی لوگ اس خارجی کا سر لائے ہیں جس نے یزید کے خلاف بغاوت کی تھی ، میں نے اس سے اس کا نام معلوم کیا تو اس نے کہا : حسین بن علیؑ ،

مسلم کہتے ہیں : میں کچھ دیر تک متحیر رہا اور جیسے ہی وہ خدمتگار کسی کام کیلئے گیا تو میں نے شدت غم و الم سے اپنے منھ پر طمانچہ مارا ، چونا کاری چھوڑ کر منھ ہاتھ دھویا اور دار الامارہ کے پیچھے سے باہر نکل آیا اور کناسہ[1] تک پہونچ گیا وہاں کھڑا ہو کر دیکھا کہ لوگ اسیروں اور مقتولوں کے سروں کی

---

[1] کناسہ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوڑا ڈالا جاتا ہے ۔

آمد کے منتظر ہیں اسی اثنا میں دیکھا کہ چالیس اونٹ آتے ہیں جن پر اہلبیت رسول صؐ کی عورتیں سوار ہیں، ناگہاں میں نے امام سجادؑ کو دیکھا کہ بے کجاوہ اونٹ پر سوار ہیں اور خار دار طوق کی وجہ سے گلے کی رگوں سے خون بہہ رہا ہے اور آپؑ روتے ہوئے فرماتے ہیں:

يا أُمَّةَ السُّوءِ! لا سَقياً لِرَبْعِكُمْ! — يـا أُمَّـةً لَـمْ تُـراعِ جَدَّنا فينا!

لَـوْ أنّنا وَرَسُولُ اللهِ يَجْمَعُنا — يَوْمَ القِيامَةِ ما كُنْتُمْ تَقُولُونا؟!

تُسَيِّرُونا عَلَى الأَقْتابِ عارِيَةً — كَـأنَّـنا لَـمْ نُشَـيِّدْ فِـيكُمْ دِينا!

بَني أُمَيَّةَ ما هذَا الوُقُوفُ عَلى — تِلْكَ المَصائِبِ لَمْ تُصْغُوا لِداعِينا!

تُـصَفِّقُونَ عَـلَيْنا كَـفَّكُمْ فَـرَحاً! — وَأَنْتُمْ فِي فِجاجِ الأَرْضِ تَسْبُونا!

أَلَيْسَ جَدِّي رَسُولُ اللهِ وَيْلَكُمُ — أَهْدَى البَرِيَّةَ مِنْ سُبُلِ المُضِلِّينا؟!

يا وَقْعَةَ الطَّفِّ قَدْ أَوْرَثْتِنِي حُزْناً — وَاللهُ يَهْتِكُ أَسْتارَ المُسِيئِينا![1]

مسلم کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ اہل کوفہ اونٹوں پر سوار بھوکے بچوں کو خرما و روٹی دے رہے ہیں، ام کلثوم نے جب ان کی یہ نازیبا حرکت دیکھی تو فرمایا:

---

(۱) اے بدکردار لوگو! خدا تمہیں کبھی سیراب نہ کرے، اے وہ امت جس نے ہمارے بارے میں ہمارے جد کی حرمت کا خیال نہ کیا، اگر روز قیامت ہم اور رسولؐ ایک جگہ جمع ہوئے تو اس فاجعہ کا رسولؐ کو کیا جواب دوگے؟ ہمیں بے کجاوہ، اونٹوں پر سوار کر کے گلی کوچوں میں پھراتے ہو، گویا کہ ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے تمہارے درمیان دین کی بنیادیں محکم کی ہیں اے بنی امیہ ہم پر جو یہ مصیبت پڑی ہے اس سے تم آگاہ ہو لیکن ایسا لگتا ہے کہ تم ہماری فریاد سن ہی نہیں رہے ہو خوشی میں تالیاں بجا رہے ہو، اور ہمیں دور دراز سے اسیر بنا کر لئے پھرتے ہو، وائے ہو تم پر! کیا ہمارے جد رسولؐ نے دنیا کے لوگوں کو گمراہی سے نجات نہیں دلائی اور ان کی صراط مستقیم کی طرف ہدایت نہیں کی ہے؟ اے حادثہ کربلا تو نے مجھے غمگین کیا ہے خدائے متعال بدکاروں کے کرتوت سے پردہ ہٹائے گا اور انھیں ذلیل کرے گا۔

کوفہ والو! ہمارے خاندان پر صدقہ حرام ہے اور خرمہ و روٹی بچوں سے لے لی۔ کوفی اپنی حرکت اور اہلبیتؑ کی ہتک پر آنسو بہانے لگے۔

ام کلثوم نے ایک بار پھر انھیں مخاطب کر کے فرمایا: اے کوفہ والو! تمہارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں؟ ہمارا اور تمہارا فیصلہ خدا ہی کرے گا اور قیامت کے دن ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

مسلم کہتے ہیں: اسی درمیان میں رونے پیٹنے کی آواز بلند ہوئی میں نے دیکھا کہ کربلا کے شہیدوں کے سر لائے گئے ان میں آگے آگے امام حسینؑ کا سرِ مقدس ہے امام حسینؑ کا سر چاند اور ستارۂ زہرہ کی مانند چمک رہا ہے رسولؐ سے مشابہ ہے اس وقت اس نورانی اور چاند سے سر پر زینبؑ کی نظر پڑی تو اس نورانی سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

یـا هِـلالاً لَـمّا اَسْتَتَمَّ کَـمالا	غـالَهُ خَسْـفُهُ فَـاَبْـدیٰ غُـرُوبا!
ما تَوَهَّمْتُ یا شَقیقَ فُؤادي!	کـانَ هـذا مُقَدَّراً مَکْتُوبا!
یا اَخي! فاطِمَةَ الصَّغیرَةَ کَلِّمْها	فَـقَدْ کـادَ قَـلْبُها اَنْ یَـذُوبا!
یا اَخي! قَلْبُكَ الشَّفیقُ عَلَیْنا	مالَهُ قَدْ قَسیٰ وَصارَ صَلیبا!
یا اَخي! لَوْ تَریٰ عَلِیّاً لَدَی الاَسْرِ	مَعَ الْیَتیمِ لا یُطیقُ جَوابا!
کُلَّما اَوْجَعُوهُ بِـالضَّرْبِ نـاداٰ	کَ بِذُلٍّ یَفیضُ دَمْعاً سَکُوبا!
یا اَخي! ضُمَّهُ اِلَیْكَ وَقَرِّبْهُ	وَسَکِّنْ فُؤادَهُ الْمَرْعُوبا!
مـا اَذَلَّ الْیَتیمَ حینَ یُنادي	بِـأَبیهِ وَلا یَـراهُ مُجیبا! [1]

[1] اے میرے چاند تو اپنے کمال پر پہنچا مگر تجھے گہن لگ گیا اور غروب ہوگیا اے میرے دل کے ٹکڑے یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا دن دیکھنا پڑے گا۔ بھائی اپنی چھوٹی بچی سے بات کیجیے کہ جس کا دل اس مصیبت پر شق ہوا جا رہا ہے۔ اے بھائی آپ تو ہم پر بہت شفیق تھے اب وہ شفقت و محبت کیا ہوئی۔ اے بھائی کاش آپ اپنے بیٹے علیؑ کو اسیری کی حالت میں دیکھتے کہ آپ کے یتیم میں بات کرنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ جب بھی ظالم ان کو کوڑے لگاتے ←

سب سے پہلے نیزہ پر چڑھایا جانے والا سر

ابن اعثم کوفی نقل کرتے ہیں: عمر بن سعد نے اہلبیت رسولؐ کو بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا اور اسیروں کی طرح کوفہ لایا جب کوفہ پہونچے تو عبیداللہ نے حکم دیا کہ حسینؑ کا سر شہر سے باہر لے جاؤ اور قیدیوں کے ساتھ لاؤ، چنانچہ سر حسینؑ اور دیگر شہیدوں کے سروں کو نیزہ پر چڑھایا گیا، امام حسینؑ کے سر کو آگے آگے لے چلے اور اس طرح کوفہ میں داخل ہوئے اور سروں کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھرایا گیا،

عاصم نے[1] زر[2] سے روایت کی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس کے سر کو نیزہ پر پھرایا گیا وہ حسینؑ بن علیؑ کا سر تھا، لیکن اس دن تک اتنے مرد و عورت روتے ہوئے نہیں دیکھے گئے تھے،

جزری کہتے ہیں: اسلام میں سب سے پہلے جو سر لکڑی پر بلند کیا گیا وہ ایک قول کے مطابق امام حسینؑ کا سر تھا ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے عمرو بن حمق خزاعی کا سر نیزہ پر بلند کیا گیا ہے[3]

تھے تو وہ آپ کو پکارتے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، بھائی انہیں اپنے سینے سے لگا لیجئے، اپنے پاس بلا لیجئے، ان کا دل بہت دکھا ہوا ہے انہیں تسلی دیجئے، اس بیٹے کی بے چارگی کا اندازہ لگائیے جو باپ کو پکارے لیکن ان کا جواب نہ سنے، تظلم الزہراؑ ص ۱۹۳،

[1] عاصم بن ابی النجود، سات مشہور قاریوں میں سے ایک ہیں دیگر قاریوں پر ان کی قرأت کو ترجیح دی گئی ہے، موجودہ قرآن کا رسم الخط انہیں کی قرأت کے مطابق ہے اور یہ زر بن حبیش کے شاگرد تھے اور زر بن حبیش جلیل القدر تابعی اور عبداللہ بن مسعود کے اصحاب میں سے تھے، قرآن کے عالم تھے، قرآن حضرت علیؑ سے پڑھا تھا ۸۲ھ میں ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال کیا، ترجمہ نفس المہموم ص ۳۰۲،

[3] عمرو بن حمق رسولؐ کے صحابی تھے، صلح حدیبیہ کے بعد رسولؐ کی خدمت میں آئے اور رسولؐ سے حدیثیں سن کر حفظ کیں، صاحب استیعاب کہتے ہیں: انہوں نے شام میں سکونت اختیار کی پھر کوفہ منتقل ہو گئے جبیر بن نفیر رفاعہ بن شداد وغیرہ نے ان سے حدیث نقل کی ہے۔ حضرت علیؑ کے شیعہ تھے، بلکہ مفید نے اختصاص میں لکھا ہے کہ علیؑ کے برگزیدہ اصحاب

بے کجاوہ اونٹ

ایک آدمی کہتا ہے میں بازار کوفہ میں بیٹھا تھا، مجھے حسینؑ کی شہادت کی خبر نہیں تھی میں نے دیکھا کہ لوگ حیران اور دہشت زدہ ہیں لیکن مجھے اس کی وجہ نہیں معلوم تھی اسی وقت میرے کانوں میں تکبیر و تہلیل کی آواز پہنچی میں اٹھا دیکھوں کیا قصہ ہے ؟

میں نے دیکھا کہ نیزوں پر سر بلند ہیں بے کجاوہ اونٹوں پر عورتیں اور چھوٹی چھوٹی بچیاں سوار ہیں جن کے سر شرم و حیا سے جھکے ہوئے ہیں، ایک جوان کو اونٹ پر سوار دیکھا جس کو زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا وہ بھی سر برہنہ تھا اور پیروں سے خون جاری تھا، سر لے جانے والوں کے بیچ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک سر اٹھائے ہوئے ہے، اس سر سے نور ساطع ہے اور اس کو دیکھنے سے قتل ہونے کے آثار محسوس نہیں ہوتے، وہ شخص جو نیزہ پر سر اٹھائے ہوئے ہے، وہ کہتا ہے

أنا صاحِبُ الرُّمحِ الطَّويلِ!　　أنا صاحِبُ السَّيفِ الصَّقيلِ!

أنا قاتِلُ دِينِ الأصيلِ![1]

اسیروں کے درمیان میں سے ایک عورت نے کہا: وائے ہو تیرے اوپر یہ کہو!

وَمَنْ ناغاهُ فِي المَهْدِ جِبْرَئِيلُ وَمَنْ بَعْضُ خُدّامِهِ مِيكائِيلُ وَإسْرافِيلُ وَعِزْرائِيلُ وَمَنْ عُتَقاؤُهُ صَلْصائِيلُ وَمَن اهْتَزَّ لِقَتْلِهِ عَرْشُ رَبِّ الجَلِيلِ. وَقُلْ يا وَيْلَكَ أنا قاتِلُ مُحَمَّدٍ المُصْطَفى وَعَلِيِّ المُرْتَضى وَفاطِمَةَ الزَّهْراءِ وَالحَسَنِ المُزَكّى وَأئِمَّةِ الهُدى وَمَلائِكَةِ السَّماءِ وَالأنْبِياءِ وَالأوْصِياءِ.

میں تھے کہ جنہوں نے جمل، صفین اور نہروان میں حضرتؑ کی طرف سے جنگ کی، امویوں سے مبارزہ میں انہوں نے حجر بن عدی کا ساتھ دیا، پھر موصل چلے گئے، معاویہ نے تعاقب کیا موصل کے نزدیک ایک غار میں انہیں قتل کر دیا اور ان کا سر نیزہ پر چڑھایا استیعاب ۳/۲ ،۱۷۰۔ [1] میں بلند نیزہ والا صیقل شدہ شمشیر والا اور اس کا قاتل ہوں جس کے پاس دین کی حقیقت ہے۔

یہ ہے جبریل جس کی گہوارہ جنبانی کرتے تھے اور میکائیل و اسرافیل اور عزرائیل ان کے خدمتگذار تھے، اور صلصائیل ان کے آزاد کیے ہوئے ہیں، یہ وہ ہیں جن کے قتل ہونے سے عرش خدا کانپ اٹھا وائے ہو تم پر لوگوں سے یہ بتاؤ کہ میں محمد مصطفیٰ علی مرتضیٰ فاطمہ زہرا حسن مجتبیٰ، ائمہ ہدیٰ، آسمان کے ملائکہ اور انبیاء اور اوصیاء کا قاتل ہوں۔

راوی کہتا ہے: میں نے اس عورت کا نام پوچھا تو بتایا میں زینب بنت علی بن ابی طالبؑ ہوں اور یہ قیدی سب رسولؐ و علیؑ کی بیٹیاں ہیں [۱]

خبر غیبی

حضرت زینب کہتی ہیں جب ابن ملجم کی ضرب سے بابا کا سر شگافتہ ہوگیا اور میں نے آپ کے چہرہ اقدس پر شہادت کے آثار دیکھے تو عرض کی! بابا! ام ایمن نے مجھے رسولؐ کی ایک حدیث سنائی ہے میں آپؑ کی زبان سے سننا چاہتی ہوں، میرے بابا نے فرمایا: یا بنیۃ الحدیث کما حدثتک ام ایمن، حدیث وہی ہے جو ام ایمن نے تمہیں سنائی ہے، گویا میں تمہیں رسولؐ کے خاندان کی دوسری عورتوں کے ساتھ اسی شہر میں دشمن کے ہاتھوں اسیر دیکھ رہا ہوں اور تم خوف زدہ ہو اس مصیبت پر صبر کرنا، قسم اس ذات کی جس نے دانہ شگافتہ کیا اور جنین کو پیدا کیا اس دن روئے زمین پر تم سے اور تمہارے شیعوں سے زیادہ خدا کے نزدیک کوئی محبوب نہ ہوگا [۲]

حضرتِ زینبؑ کا خطبہ

جس وقت حسینی قافلہ والوں کی حالت دیکھ کر کوفی عورتیں گریہ وزاری کر رہی تھیں اور اپنے

---

[۱] الدمعۃ الساکبہ ج ۵ ص ۲۷۰۔ [۲] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۸۳۔

گریبان چاک کر رہی تھیں ان کے ساتھ کوفے کے مرد بھی رو رہے تھے اس وقت حضرت زینبؑ نے لوگوں سے کہا: خاموش رہو،

اس سے نہ صرف یہ کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے بلکہ اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز بھی بند ہو گئی پھر جناب زینبؑ نے خدا کی حمد و ستائش اور رسولؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

أَمّا بَعْدُ يا أَهْلَ الكُوفَةِ، يا أَهْلَ الخَتْلِ وَالغَدْرِ وَالخَذْلِ، أَلا فَلا رَقَأَتِ العَبْرَةُ وَلا هَدَأَتِ الزَّفْرَةُ، إِنَّما مَثَلُكُمْ كَمَثَلِ الَّتي نَقَضَتْ غَزْلَها مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكاثاً تَتَّخِذُونَ أَيْمانَكُمْ دَخَلاً بَيْنَكُمْ. هَلْ فِيكُمْ إِلّا الصَّلَفُ وَالعُجْبُ وَالشَّنَفُ وَالكَذِبُ وَمَلَقُ الإِماءِ وَغَمْزُ الأَعْداءِ، أَوْ كَمَرْعىً عَلى دِمْنَةٍ أَوْ كَفِضَّةٍ عَلى مَلْحُودَةٍ. أَلا بِئْسَ ما قَدَّمَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَنْ سَخِطَ اللهُ عَلَيْكُمْ وَفِي العَذابِ أَنْتُمْ خالِدُونَ.

أَتَبْكُونَ أَخي؟! أَجَلْ وَاللهِ فَابْكُوا فَإِنَّكُمْ أَحْرِياءُ بِالبُكاءِ فَابْكُوا كَثيراً وَاضْحَكُوا قَليلاً. فَقَدْ بُليتُمْ بِعارِها وَمُنيتُمْ بِشَنارِها وَلَنْ تَرْحَضُوها أَبَداً وَأَنّى تَرْحَضُونَ قَتْلَ سَليلِ خاتَمِ النُّبُوَّةِ وَمَعْدِنِ الرِّسالَةِ وَسَيِّدِ شَبابِ أَهْلِ الجَنَّةِ وَمَلاذِ حَرْبِكُمْ وَمَعاذِ حِزْبِكُمْ وَمَقَرِّ سِلْمِكُمْ وَآسي كَلْمِكُمْ وَمَفْزَعِ نازِلَتِكُمْ وَالمَرْجِعُ إِلَيْهِ عِنْدَ مُقاتَلَتِكُمْ وَمَدَرَةِ حُجَجِكُمْ وَمَنارِ مَحَجَّتِكُمْ. أَلا ساءَ ما قَدَّمَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ وَساءَ ما تَزِرُونَ لِيَوْمِ بَعْثِكُمْ.

فَتَعْساً تَعْساً، وَنَكْساً نَكْساً. لَقَدْ خابَ السَّعْيُ وَتَبَّتِ الأَيْدي وَخَسِرَتِ الصَّفْقَةُ وَبُؤْتُمْ بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةُ وَالمَسْكَنَةُ.

أَتَدْرُونَ وَيْلَكُمْ أَيَّ كَبِدٍ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فَرَثْتُم؟ وَأَيَّ عَهْدٍ نَكَثْتُمْ؟ وَأَيَّ كَريمَةٍ لَهُ أَبْرَزْتُمْ؟ وَأَيَّ حُرْمَةٍ لَهُ هَتَكْتُمْ؟ وَأَيَّ دَمٍ لَهُ سَفَكْتُمْ؟ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئاً إِدّاً تَكادُ السَّمٰواتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الأَرْضُ وَتَخِرُّ الجِبالُ هَدّاً.

لَقَدْ جِئْتُمْ بِها شَوْهاءَ صَلْعاءَ عَنْقاءَ سَوْداءَ فَقْماءَ خَرْقاءَ طِلاعَ الأَرْضِ أَو مِلْءَ

السَّماءِ، اَفَعَجِبْتُمْ اَنْ تُمْطِرَ السَّماءُ دَماً، وَلَعَذابُ الآخِرَةِ اَخْزىٰ وَهُمْ لا يُنْصَرُونَ. فَلا يَسْتَخِفَّنَّكُمُ المَهَلُ. فَاِنَّهُ عَزَّوَجَلَّ لا يَحْفِزُهُ البِدارُ وَلا يُخْشىٰ عَلَيْهِ فَوْتُ الثّارِ. كَلّا اِنَّ رَبَّكَ لَنا وَلَهُمْ بِالْمِرْصادِ.

کوفہ والو! اے مکار و خیانت کار لوگو! اے بے غیرت لوگو! خدا کرے کہ تمہاری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب نہ رکے اور تمہارے نالوں کا سلسلہ ختم نہ ہو تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جس نے اپنا سارا سوت کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا ہو نہ تمہارے عہد و پیمان کی کوئی قدر و قیمت ہے اور نہ تمہاری قسم کا کوئی اعتبار ہے،

تمہارے پاس جھوٹی باتوں اور غرور و دشمن کے علاوہ اور کیا ہے، تمہاری مثال ان کنیزوں کی سی ہے جن کا کام چاپلوسی اور سخن چینی ہے، یا گھورے پر اگی ہوئی گھاس کی مانند ہو یا ایسی چاندی کی طرح ہو جس سے قبروں کو سجایا جائے، تمہارا ظاہر پر فریب و خوبصورت لیکن باطن منفور و ناپسند ہے اپنی آخرت کے لئے تم نے کتنا برا توشہ فراہم کیا ہے، اپنے لئے کتنا برا توشہ بھیجا ہے، جس سے خدا کو غضبناک کیا ہے اور اس کے ہمیشہ عذاب کو خرید لیا ہے، کیا تم میرے بھائی حسینؑ کیلئے رو رہے ہو، روؤ کہ تم اسی لائق ہو، ہنسو کم روؤ زیادہ کہ تمہارے دامن پر ذلت کی گرد بیٹھ چکی ہے، یہ بدنامی کا داغ تمہارے دامن پر ہمیشہ رہے گا اسے ہرگز نہ چھڑا سکو گے،

اور اس دھبے کو تم کیسے چھڑا سکتے ہو کہ تم نے جنت کے جوانوں کے سردار اور فرزند رسولؐ کو قتل کیا ہے، اس شخص کو قتل کیا ہے جو جنگ میں تمہاری پناہ گاہ تھا اور صلح کے زمانے میں تمہارے آرام و سکون کا باعث تھا تمہارے اور پرخون آلودہ دکھن سے بچتے نہیں تھے،

سختیوں اور مشکلوں میں وہی تمہاری امید تھے اور جنگ و جدال کے زمانہ میں تم ان کے پاس پناہ ڈھونڈتے تھے،

آگاہ ہو جاؤ تم نے آخرت کے لئے جو چیز پہلے سے بھیج دی ہے وہ بہت برا توشہ تھا اور

جس گناہ سے قیامت تک تمہاری کمر جھکی رہے گی وہ بہت بڑا گناہ ہے،

خدا تمہیں نابود کرے اور تمہارے پرچم ہمیشہ سرنگوں رہیں، تمہاری کوشش نے صرف ناامیدی کا ثمرہ دیا اور تمہارے ہاتھ کٹ گئے، تمہارے مال میں خسارہ ہوا، اپنی جان کے عوض خدا کی ناراضگی خریدی اور تمہاری شرمندگی یقینی ہوگئی کیا تم جانتے ہو کہ تم نے رسول کی اولاد میں سے کس کا خون بہایا ہے اور تم نے کون سا پیمان توڑا ہے اور اہل حرم کو بے پردہ کیا ہے، کس کی ہتک عزت کی ہے اور کس کس کا خون بہایا ہے؟

تم نے بہت برا کام کیا ہے نزدیک ہے کہ اس سے آسمان گر پڑے اور زمین دھنس جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں کتنی بڑی مصیبت! جان سوز، طاقت فرسا اور ایسی پریشانیوں میں لپٹی ہوئی کہ جن سے مفر نہیں اور اتنی بڑی ہے کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں،

اگر اس مصیبت پر آسمان سے خون برسے تو کیا تمہیں تعجب ہوگا آخرت کے عذاب سے زیادہ تمہیں کوئی چیز رسوا کرنے والی نہیں ہے۔

اور ان، اموی حکومت کے سرغناؤں، کی کسی طرف سے مدد نہیں ہوگی،

اس مہلت سے تمہیں مغرور نہیں ہونا چاہیئے کہ خدا کسی کام میں عجلت کرنے سے منزہ ہے اور بے گناہ خون کو پامال کرنے سے ڈرو کہ وہ انتقام لینے والا ہے، اور ہمیں تمہیں دیکھ رہا ہے،

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

مَاذَا تَقُولُونَ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ   مَاذَا صَنَعْتُمْ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

بِأَهْلِ بَيْتِي وَأَوْلَادِي وَتَكْرُمَتِي   مِنْهُمْ أُسَارَى وَمِنْهُمْ ضُرِّجُوا بِدَمِ

مَاكَانَ ذَاكَ جَزَائِي إِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ   أَنْ تَخْلُفُونِي بِسُوءٍ فِي ذَوِي رَحِمِي

إِنِّي لَأَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ يَحِلَّ بِكُمْ   مِثْلُ الْعَذَابِ الَّذِي أَوْدَى عَلَى إِرَمِ (۱)

---

(۱) جب رسولؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے میرے اہلبیتؑ اور اولاد کے ساتھ کیا کیا ہے ان میں سے بعض اسیر اور بعض خون میں ←

راوی کہتا ہے کہ زینب کے اس خطبہ کے بعد میں نے اہل کوفہ کو دیکھا کہ وہ پشیمانی میں انگشت بدنداں ہیں میں نے اپنے پاس کھڑے ضعیف العمر آدمی کو اس طرح روتے دیکھا کہ آنسوؤں سے اس کی سفید داڑھی تر ہوگئی تھی اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہہ رہا تھا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کے بوڑھے بہترین بوڑھے آپ کے یہاں کی عورتیں بہترین عورتیں آپ کے بچے بہترین بچے آپ کا خاندان بہترین خاندان ہے آپ فضل و کرم میں بہت زیادہ ہیں۔ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے،

كُهُولُكُمْ خَيْرُ الْكُهُولِ وَنَسْلُكُمْ   إذا عُدَّ نَسْلٌ لا يَبُورُ وَلا يَخْزىٰ ۱ ؎

امام زین العابدین علیہ السلام زینبؑ کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: پھوپھی جان تھوڑا آرام کیجیے جو رہ گئے ہیں انھیں چلے جانے والوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے خدا کا شکر کہ آپ عالمہ غیر معلمہ ہیں اور ہمارے رونے سے چلے جانے والے واپس نہیں آجائیں گے،

خطبہ ام کلثوم

اسی دن ام کلثوم بنت امیر المومنین علیؑ نے روتے ہوئے یہ خطبہ دیا،

يا أَهْلَ الْكُوفَةِ! سَوْءاً لَكُمْ، مالَكُمْ خَذَلْتُمْ حُسَيْناً وَقَتَلْتُمُوهُ وَانْتَهَبْتُمْ أَمْوالَهُ وَوَرِثْتُمُوهُ، وَسَبَيْتُمْ نِساءَهُ وَنَكَبْتُمُوهُ؟! فَتَبّاً لَكُمْ وَسُحْقاً.

وَيْلَكُمْ أَتَدْرُونَ أَيَّ دَواهٍ دَهَتْكُمْ؟ وَأَيَّ وِزْرٍ عَلى ظُهُورِكُمْ حَمَلْتُمْ؟ وَأَيَّ دِماءٍ سَفَكْتُمُوها؟ وَأَيَّ كَرِيمَةٍ أَهْتَضَمْتُمُوها؟ وَأَيَّ صَبِيَّةٍ سَلَبْتُمُوها؟ وَأَيَّ أَمْوالٍ

ظالم ہیں، تو آخری امت ہو تو اس وقت کیا جواب دو گے، میں تمہارا خیر خواہ تھا میری جزا یہ نہ تھی کہ تم میرے خاندان کے حق میں جفا کرو۔ ڈرتا ہوں کہ تم پر ایسا عذاب نہ نازل ہو جائے کہ جیسا قوم ارم پر ہوا تھا اور اسے ہلاک کر دیا تھا،

۱ ؎ آپ کے بوڑھے بہترین بوڑھے آپ ہی کی نسل وہ ہے کہ جس کے لئے ذلت و گھاٹا نہیں ہے،

نَهَبْتُمُوها؟ قَتَلْتُمْ خَيْرَ رِجالاتٍ بَعْدَ النَّبِيِّ وَنُزِعَتِ الرَّحْمَةُ مِنْ قُلُوبِكُمْ اَلا إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الغالِبُونَ وَحِزْبَ الشَّيْطانِ هُمُ الخاسِرُونَ.

اے کوفیو! تمہارے چہرے منفور ہو جائیں تم نے حسینؑ کو وہ میدان جنگ اور دشمن کے ہاتھ میں تنہا چھوڑ دیا اور انھیں قتل کر دیا۔ اسی پر اکتفا نہ کی ان کا مال و اسباب بھی لوٹ لیا گویا وہ مال تمہیں میراث میں ملا ہے پردہ نشین حرم کو تم نے اسیر کیا اور آزار و اذیت پہونچائی خدا تمہیں نابود کرے کیا تم جانتے ہو کہ تم نے خود کو کس مشکل میں مبتلا کیا ہے اور کتنے بڑے گناہ کا بار اپنے دوش پر اٹھایا ہے اور کتنا مقدس، خون بہایا ہے اور کسی شریف عورتوں کو سوگ میں بٹھایا ہے کن لڑکیوں کے سروں سے چادر چھینی ہے اور کونسا مال لوٹا ہے۔

رسولؐ کے بعد جو بہترین مرد تھے انھیں تم نے تہ تیغ کر دیا گویا تمہارے دل سے محبت و رحم ختم ہو گیا، جان لو کہ اللہ والے، "حزب اللہ" کامیاب اور شیطان کے پیرو، حزب شیطان، گھاٹا اٹھانے والے ہیں، اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:

قَتَلْتُمْ اَخِي صَبْراً فَوَيْلٌ لِأُمِّكُمْ ... سَتُجْزَوْنَ نـاراً حَرُّها يَتَوَقَّدُ

سَفَكْتُمْ دِماءً حَرَّمَ اللهُ سَفْكَها ... وَحَرَّمَها القُرآنُ ثُـمَّ مُحَمَّدُ

اَلا فَابْشِرُوا بِالنّارِ إِنَّكُمْ غَداً ... لَفِي سَقَرٍ حَقّاً يَقِيناً تَخْلُدُوا

وَإِنِّي لَأَبْكِي فِي حَياتِي عَلىٰ أَخِي ... عَلىٰ خَيْرِ مَنْ بَعْدِ النَّبِيِّ سَيُولَدُ

بِدَمْعٍ غَزِيرٍ مُسْتَهِلٍّ مُكَفْكَفٍ ... عَلَى الخَدِّ مِنِّي دائِماً لَيْسَ يَجْمُدُ[1]

---

[1] تمہاری ماں تمہارے غم میں بیٹھے تم نے میرے بھائی کو بے چارگی کی حالت میں قتل کیا ہے عنقریب اس کی جزا تمہیں جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی صورت میں دی جائے گی، تم نے اس پاک خون کو زمین پر بہایا ہے جس کی حرمت کا قائل خود خدا اور قرآن مجید اور اللہ کا رسولؐ ہے اب میں تمہیں آتش جہنم کی بشارت دیتی ہوں کل تم ضرور جہنم کے شعلوں میں جلوگے اور ابدی عذاب میں مبتلا ہوگے میں زندگی بھر اپنے بھائی پر روتی رہوں گی کہ رسولؐ کے بعد وہ سب سے بہتر تھے، اور اپنے رخساروں کا اور میرے آنسوؤں کا مینھ برستا ہی رہے گا۔

راوی کہتا ہے کہ اس دن سے زیادہ کسی عورت، مرد روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا ہے [۱]

امام زین العابدینؑ

اسی اثنا میں امام زین العابدین اٹھے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا، لوگوں کی سانس جہاں تھی وہیں رک گئی، مجمع پر سناٹا چھا گیا، امام زین العابدینؑ نے اپنا تاریخی خطبہ شروع کیا: خدا کی حمد و ثنا اور رسولؐ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا:

أيّها النّاسُ! مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي، وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي فَأَنا عَلِيُّ بْنُ الحُسَيْنِ المَذْبُوحِ بِشَطِّ الفُراتِ مِنْ غَيْرِ ذَحْلٍ وَلا تِراتٍ، أَنَا اْبنُ مَنِ انْتُهِكَ حَرِيمُهُ وَسُلِبَ نَعِيمُهُ وَانْتُهِبَ مالُهُ وَسُبِيَ عِيالُهُ. أَنَا اْبنُ مَنْ قُتِلَ صَبْراً، فَكَفى بِذلِكَ فَخْراً.

أيُّها النّاسُ! ناشَدْتُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّكُمْ كَتَبْتُمْ إِلى أَبِي وَخَدَعْتُمُوهُ، وَأَعْطَيْتُمُوهُ مِنْ أَنْفُسِكُمُ العَهْدَ وَالمِيثاقَ وَالبَيْعَةَ ثُمَّ قاتَلْتُمُوهُ وَخَذَلْتُمُوهُ؟ فَتَبّاً لَكُمْ ما قَدَّمْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَسَوْءةً لِرَأْيِكُمْ، بِأَيَّةِ عَيْنٍ تَنْظُرُونَ إِلى رَسُولِ اللهِ ﷺ يَقُولُ لَكُمْ: قَتَلْتُمْ عِتْرَتِي وَانْتَهَكْتُمْ حُرْمَتِي فَلَسْتُمْ مِنْ أُمَّتِي.

لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے کہ میں کون ہوں لیکن جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں علیؑ ہوں اس حسینؑ کا بیٹا جسے فرات کے کنارے "تشنہ لب" بے گناہ قتل کیا گیا میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس کے حرم کی ہتک حرمت کی گئی، جس کا مال لوٹ لیا گیا جس کے خاندان والوں کو قیدی بنا لیا گیا میں اس کا بیٹا ہوں جسے بے چارگی کی حالت میں شہید کیا گیا میرے لئے اتنا ہی فخر کافی ہے۔

---

[۱] الملہوف ص ۶۵،

لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں یاد ہے کہ تم نے میرے والد کو خط لکھے اور پھر انھیں دھوکہ دیا، تمہیں یاد ہے کہ ان سے وفاداری کا عہد کیا ان کے ، اور ان کے نمائندہ کے ، ہاتھ پر بیعت کی لیکن ، وقت پر ، انھیں تنہا چھوڑ دیا ، اسی پر اکتفا نہ کی ، بلکہ ان سے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے .

خدا تمہیں موت دے! تم نے کتنا برا توشہ اپنے لئے بھیجا ہے اور تمہاری رائے کتنی بری اور ناپسند تھی تم کس آنکھ سے رسولؐ کا دیدار کرو گے جب وہ تم سے کہیں گے کہ تم نے میرے اہلبیت کو قتل کیا میرے حریم کی حرمت کو پامال کیا گویا تم میرے امتی نہیں ہو .

امام زین العابدینؑ کے یہ سخن سنکر سارا مجمع رونے لگا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے تباہ ہو گئے اور ہوش نہ کیا ؟ امام زین العابدینؑ نے خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا :

خدا رحم کرے اس پر جو میری نصیحتوں پر کان دھرے ، قبول کرے ، اور خدا و رسولؐ اور ان کے اہلبیت کے بارے میں میری وصیت کو دل میں محفوظ کرے میں نیکی کے ساتھ رسولؐ کا ذکر کرتا ہوں اور ان کے کردار کو اپناتا ہوں .

سو آدمیوں نے آواز بلند کی ،

اے فرزند رسولؐ! ہم آپ کے ، حکم کے ، فرمانبردار ہیں ، آپ کے عہد کو محترم سمجھتے ہیں اور ہمارے دل آپ ہی کی طرف لگے ہوئے ہیں ، دل میں آپ ہی کی محبت ہے ،

خدا آپ پر رحم کرے : آپ حکم دیجئے کہ جو آپ کے آڑے آئے اس سے جنگ کریں اور جو آپ کا فرمان تسلیم کرے اس سے صلح کریں اور یزید کو تخت حکومت سے اتار کر ، قید کریں جنہوں نے آپ کے خاندان والوں پر ظلم کیا ، ان سے بیزاری اختیار کرتے ہوئے ان سے آپ کے اصحاب و ذریت کے خون کا انتقام لیں

امام زین العابدینؑ نے فرمایا :

هَيهات ! أَيُّهَا الغَدَرَةُ المَكَرَةُ ! حِيلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ شَهَوَاتِ أَنْفُسِكُمْ . أَتُرِيدُونَ

أَنْ تَأْتُوا إِلَيَّ كَما أَتَيْتُمْ إِلى آبائِي مِنْ قَبْلُ، كَلَّا وَرَبِّ الرّاقِصاتِ إِلى مِنىً
، فَإِنَّ الجُرْحَ لَمّا يَنْدَمِلْ. قُتِلَ أَبِي بِالأَمْسِ وَأَهْلُ بَيْتِهِ مَعَهُ. فَلَمْ يُنْسِنِي ثُكْلَ
رَسُولِ اللهِ ﷺ وَثُكْلَ أَبِي وَبَنِي أَبِي وَجَدِّي شَقَّ لَهازِمِي وَمَرارَتُهُ بَيْنَ
حَناجِرِي وَحَلْقِي، وَغُصَصُهُ تَجْرِي فِي فِراشِ صَدْرِي، وَمَسْأَلَتِي أَنْ لا
تَكُونُوا لَنا وَلا عَلَيْنا.

دور ہو جاؤ! اے دھوکہ باز اور بیوفا لوگو! تمہارے اور تمہارے نفسوں کی خواہشوں کے درمیان پردہ حائل کردیا گیا ہے، کیا تم میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا چاہتے ہو جو میرے بزرگوں کے ساتھ کر چکے ہو! اطمینان رکھو! میں تمہاری باتوں میں آنے والا نہیں ہوں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

منیٰ کی طرف جانے والے اونٹوں کے خدا کی قسم آج تک میرے دل کا وہ زخم نہیں بھرا ہے جو میرے والد، بھائیوں، اور اصحاب کے قتل عام سے لگا تھا، ابھی میں رسولؐ کی رحلت ہی کے داغ کو نہیں بھلا سکا تھا کہ میرے والد، بھائیوں اور دادا کے غم نے میری داڑھی اور سر کے بال سفید کردیئے ابھی اس غم کی تلخی اپنے حلق میں محسوس کرتا ہوں یہ جانگداز غم میرے سینہ میں رہ گئے ہے، اب تم سے میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ تم ہماری طرفداری کرو اور نہ ہم سے جنگ کرو۔

اسکے بعد امام زین العابدینؑ نے ان اشعار پر اپنا خطبہ تمام کیا:

لا غَرْوَ إِنْ قُتِلَ الحُسَيْنُ وَشَيْخُهُ	قَدْ كانَ خَيْراً مِنْ حُسَيْنٍ وَأَكْرَما
فَلا تَفْرَحُوا يا أَهْلَ كُوفَةَ بِالَّذِي	أُصِيبَ حُسَيْنٌ كانَ ذٰلِكَ أَعْظَما
قَتِيلٌ بِشَطِّ النَّهْرِ نَفْسِي فِداءُهُ	جَزاءُ الَّذِي أَرْداهُ نارُ جَهَنَّما [1]

---

[1] یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ حسینؑ شہید کردیئے گئے ان کے والد علیؑ جو کہ حسینؑ سے بہتر تھے، وہ بھی شہید ہوئے تھے کوفہ والو! خوشی نہ مناؤ! حسینؑ پر جو یہ مصیبت پڑی ہے یہ بہت بڑی مصیبت ہے فرات کے کنارے شہید ہونے والے ←

کوفہ کا دارالامارہ

عبیداللہ ابن زیاد نے نخیلہ کی چھاؤنی سے دارالامارہ میں واپس آنے کے بعد امام حسینؑ کے سر اقدس کو اپنے سامنے رکھا کہ ناگہاں دارالامارہ کے در و دیوار سے خون ابلنے لگا، اور دارالامارہ کے بعض حصہ میں آگ لگ گئی اور اس کے شعلے ابن زیاد کی طرف بڑھے، عبیداللہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کر بھاگا اور دارالامارہ کے کمرے میں پناہ لی، اسی اثنا میں سر حسینؑ گویا ہوا، عبیداللہ اور ان لوگوں نے سنا جو کہ دارالامارہ میں موجود تھے، فرمایا: فرار کر کے کہاں جائے گا اگر دنیا میں آگ سے بچ جائے گا تو آخرت میں جہنم میں جلے گا اس کے بعد آگ بجھ گئی، اور امام حسینؑ کا سر بھی خاموش ہو گیا دیکھنے والوں کے دلوں میں اس منظر کو دیکھ کر عجیب خوف و ہراس بیٹھ گیا۔[1]

دربار ابن زیاد

اس کے بعد حسین ابن علیؑ کے اہلبیتؑ کو ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا، ان کے ساتھ امام حسینؑ کی بہن زینبؑ بھی پرانے لباس میں ملبوس دربار میں داخل ہوئیں اور دارالامارہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں، کنیزیں آپ کے پاس جمع ہو گئیں،

ابن زیاد نے پوچھا یہ کون ہے جو عورتوں کے ساتھ وہاں بیٹھی ہے،

کے میں قرآن اور جس نے انھیں شہید کیا ہے اس کی سزا جہنم ہے۔، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲۰، احتجاج، ج ۲، ص ۱۱۱، واضح رہے خطبوں کی ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے ہم نے یہاں علامہ مجلسی کی بحار الانوار کی ترتیب سے نقل کئے ہیں۔

[1] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۳۳۳،

زینبؑ نے کوئی جواب نہ دیا، دو تین بار اس نے یہی سوال دہرایا، تو ایک کنیز نے کہا:

«هٰذِهِ زَيْنَبُ بِنْتُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ!»

یہ زینب بنت فاطمہؑ بنت رسولؐ ہیں۔

ابن زیاد نے زینبؑ کو مخاطب کر کے کہا: حمد و ستائش ہے اس خدا کے لئے جس نے تمہیں رسوا و قتل کیا، اور تمہارے جھوٹ کو آشکار کر دیا۔

جناب زینبؑ نے فرمایا: حمد و ستائش ہے اس خدا کے لئے جس نے ہمیں اپنے رسولؐ محمدؐ کے ذریعہ عزت بخشی، کثافتوں سے ہمیں پاک رکھا، ذلیل تو فاسق ہوتا ہے اور نابکار جھوٹ بولتا ہے اور ہم ایسے نہیں ہیں بلکہ غیر ایسا ہے۔[1]

ابن زیاد نے کہا: دیکھا خدا نے تمہارے اور تمہارے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟

زینبؑ نے فرمایا: خدا کی طرف سے میں نے بہتر ہی دیکھا، یہ ایک جماعت تھی جس کیلئے خدا نے شہادت لکھ دی تھی چنانچہ وہ ابدی قیام گاہ میں جا کر محو آرام ہو گئے ہیں، قیامت کے دن خدا ان کے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور تجھ سے خون کا قصاص لے گا، اس روز تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کامیاب کون ہے؟ ابن مرجانہ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے۔

یہ جملے سنکر عبید اللہ بن زیاد کو غصہ آگیا اور اس نے جناب زینبؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔[2]

عمرو بن حریث نے اس سے کہا: یہ عورت ہیں اور عورت کی بات کا لوگ برا نہیں مانتے۔

ابن زیاد نے کہا: خدا نے میرے دل کو، حسینؑ اور تمہارے خاندان کے قتل کرنے سے تسلی دی ہے یہ سنکر جناب زینبؑ چیخ مار کر رونے لگیں اور کہا: قسم اپنی جان کی، تو نے میرے سردار کو قتل کیا میری عمر کی شاخ کو قطع کر دیا اور میری جڑ کاٹ دی ہے، اگر تیرے دل کا آرام اسی میں تھا تو تجھے آرام مل گیا ہے

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۵،

[2] الملہوف ص ۶۷،

ابن زیاد نے کہا: یہ عورت موزون اور ہم آہنگ بات کہتی ہے، اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا اور مشہور شاعر سمجھا جاتا تھا،

زینبؑ نے فرمایا: عورت کو مسجع گوئی سے کیا کام؟ جو کچھ میری زبان پر جاری ہوا وہ میرے دل کا سوز تھا۔[1] تو اس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جس کو ائمہ کے قتل میں آرام ملتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ روز جزا اس سے انتقام لیا جائے گا۔[2]

امام سجادؑ کے قتل کا حکم

اسی وقت عبید اللہ بن زیاد نے علی ابن الحسینؑ کی طرف دیکھا اور کہا: یہ کون ہے؟ بتایا گیا: علی بن الحسینؑ ہیں،

ابن زیاد نے کہا: خدا نے علی ابن الحسینؑ کو قتل نہیں کیا،

علی ابن الحسینؑ نے فرمایا: میرے ایک بھائی تھے ان کا نام بھی علی بن الحسینؑ تھا انھیں لوگوں نے قتل کیا ہے۔

عبید اللہ بن زیاد نے کہا: بلکہ اسے خدا نے قتل کیا ہے۔

علی ابن الحسینؑ نے فرمایا: "اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا" موت کے وقت خدا روح قبض کرتا ہے،

ابن زیاد کو غصہ آ گیا اس نے کہا: میرے جواب میں جسارت کے ساتھ بات کر رہے ہو اسکی گردن مار دو!

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۵،

[2] مثیر الاحزان ص ۹۱،

جب زینبؑ نے یہ صورتحال دیکھی تو امام سجادؑ سے لپٹ گئیں اور فرمایا: زیاد کے بیٹے تو جتنا ہمارا خون بہا چکا ہے وہی کافی ہے، خدا کی قسم میں اس سے جدا نہیں ہوں گی اور تو انہیں قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہے تو ان کے ساتھ مجھے قتل کر دے،

ابن زیاد نے لمحہ بھر زینب اور علی بن الحسینؑ کی طرف دیکھا اور کہا: کتنی تعجب انگیز قرابتداری ہے خدا کی قسم یہ عورت اپنے بھتیجے کے ساتھ قتل ہو جانے کو پسند کرتی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ جوان اسی بیماری میں مر جائے گا۔[۱]

علی بن الحسینؑ نے اپنی پھوپھی زینبؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: پھوپھی مجھے چھوڑ دیجئے میں بات کرتا ہوں، پھر ابن زیاد کی طرف رخ کر کے فرمایا:

«اَبِالقَتلِ تُهَدِّدُنِي يَابْنَ زِياد ؟! اَما عَلِمْتَ اَنَّ القَتْلَ لَنا عادَةٌ وَكَرامَتُنا الشَّهادَةُ»

کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور راہ خدا میں شہادت ہمارے لئے باعث شرف ہے،

ابن زیاد نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ امام زین العابدینؑ اور ان کے اہلبیتؑ کو کوفی کی جامع مسجد کے برابر والے مکان میں لے جاؤ۔[۲]

امام حسینؑ کا سرِ مقدس

مورخین نے لکھا ہے کہ ابن زیاد ہاتھ کی چھڑی امام حسینؑ کی آنکھوں، ناک اور دہن مبارک پر لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا، کتنے اچھے دانت ہیں،

۱۔ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۶،

۲۔ اللہوف ص ۶۸،

زید بن ارقم روتے ہوئے اٹھے اور بلند آواز میں کہا: حسینؑ کے لب اور دانتوں سے چھڑی ہٹالے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے رسولؐ کو ان لبوں اور دانتوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

ابن زیاد نے ان سے کہا: اے دشمن خدا تمہاری آنکھوں کو خدا رلائے اگر تم طویل العمر اور ضعیف نہ ہوتے تو اور عقل نہ کھو دیئے ہوتے تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔

زید نے کہا: میں تم سے اس سے بھی زیادہ اہم بات کہتا ہوں۔ میں نے رسولؐ کو دیکھا کہ حسنینؑ کو زانو پر بٹھائے ہوئے ہیں اور اپنا ہاتھ ان کی گردن کے پیچھے لگائے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں:

«اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْتَوْدِعُكَ اِيّاهُما وَصالِحَ الْمُؤْمِنِيْنَ»

اے اللہ میں ان دونوں عزیزوں اور صالح مومنین کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور رسولؐ کی امانت کے ساتھ تو یہ سلوک کرتا ہے[1]!

اس کے بعد زید روتے ہوئے دارالامارہ سے باہر نکل آئے اور بلند آواز میں کہا: لوگو! آزاد آدمی کا غلام مرد بن گیا ہے، عرب والو! آج کے بعد سے تم غلام ہو کہ تم نے فرزند فاطمہؑ کو قتل کیا ہے اور زنا زادہ کو اپنا حاکم بنا لیا ہے[2]۔

اسی وقت امام حسینؑ کی زوجہ رباب اپنی جگہ سے اٹھیں اور سر مطہر کو اٹھا کر فرمایا:

واحُسَيْناً فَلا نَسِيتُ حُسَيْنا	اَقْصَدَتْهُ اَسِنَّةُ الْاَعْداءِ
غادَرُوهُ بِكَرْبَلاءَ صَرِيعاً	لا سَقَى اللهُ جانِبَيْ كَرْبَلاءِ[3]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۱۸۔

[2] تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۹۳۔

[3] اے میرے حسینؑ! میں ہرگز آپ کو فراموش نہیں کروں گی آپؑ کے بدن پر ظالموں کے نیزے لگے ہیں اور اب لاش کربلا میں تنہا ہے، خدا کربلا کی سرزمین کو سیراب نہ کرے۔ نفس المہموم ص ۴۰۳، بہ نقل از تذکرۃ الخواص۔

زندان کوفہ

عبید اللہ نے حکم دیا کہ اہلبیت کو قید خانہ میں واپس لے جاؤ اور قتل حسینؑ کی خبر قاصدوں کے ذریعہ ہر جگہ پہونچادی [۱]

طبری نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اسیروں کا قافلہ کوفہ پہونچا تو عبید اللہ نے حکم دیا کہ انھیں قید کر دیا جائے، اہلبیت قید خانہ ہی میں تھے کہ ایک روز قید خانہ میں اچانک ایک پتھر گرا جس سے ایک خط بندھا ہوا تھا، اس میں لکھا تھا، ایک تیز رفتار قاصد شام یزید کے پاس گیا ہے اور آپ لوگوں کی خبر اس نے یزید تک پہونچادی ہے، قاصد فلاں دن کوفہ سے نکلا اتنی مدت میں شام پہونچا اور اتنی مدت اسے واپسی میں لگے گی فلاں دن کوفہ پہونچے گا، اگر آپ لوگ تکبیر کی آواز سنیں تو سمجھ لینا کہ آپ حضرات کے قتل کا حکم لایا ہے اور اگر تکبیر کی آواز نہ سنیں تو سمجھ لینا کہ امن وسلامتی ہے انشاء اللہ

ابھی اس قاصد کے پہنچنے میں دو یا تین روز باقی تھے کہ پھر قید خانہ میں ایک پتھر گرا خط کے ساتھ سر مونڈنے والا ایک بلیڈ بھی بندھا ہوا تھا، خط میں لکھا تھا کہ: اگر کوئی وصیت کرنا چاہتے ہو تو کر دو کہ فلاں دن قاصد لوٹے گا،

وہ دن بھی آگیا لیکن تکبیر کی آواز نہیں سنی گئی، یزید نے لکھا تھا کہ اسیروں کو دمشق بھیجدو [۲]

عبید اللہ کا خط یزید کے نام

عبید اللہ بن زیاد نے یزید کو خط لکھا اور اسے امام حسینؑ اور اہلبیت کی شہادت سے خبر دار

---

[۱] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۶۳ ، [۲] اللہوف ص ۷۱،

کیا یزید کو خط ملا اور حالات سے آگاہ ہوا، تو اس نے جواب لکھا اور اس میں عبید اللہ کو حکم دیا کہ امام شہداء کے ساتھ حسینؑ کا سر اور لوٹا ہوا سامان بھی اسیروں کے ہمراہ شام بھیج دو۔[1]

ابن زیاد نے حکم دیا کہ حسینؑ کا سر کوفہ کے گلی، کوچوں میں پھرایا جائے۔

رَأْسُ ابْنِ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَوَصِيِّهِ ... لِلنَّاظِرِينَ عَلَى قَنَاةٍ يُرْفَعُ

وَالْمُسْلِمُونَ بِمَنْظَرٍ وَبِمَسْمَعٍ ... لَا مُنْكِرٌ مِنْهُمْ وَلَا مُتَفَجِّعُ

كُحِلَتْ بِمَنْظَرِكَ الْعُيُونُ عِمَايَةً ... وَأَصَمَّ رُزْؤُكَ كُلَّ أُذْنٍ تَسْمَعُ

أَيْقَظْتَ أَجْفَاناً وَكُنْتَ لَهَا كَرًى ... وَأَنَمْتَ عَيْناً لَمْ تَكُنْ بِكَ تَهْجَعُ

مَا رَوْضَةٌ إِلَّا تَمَنَّتْ أَنَّهَا ... لَكَ حُفْرَةٌ وَلِخَطِّ قَبْرِكَ مَضْجَعُ[2]

اسیروں کے داخل ہونے کے بعد کوفہ کے حالات

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ وہ سر مقدس میرے پاس سے گذرا، ایک نیزہ پر بلند تھا میں اپنی جگہ پر بیٹھا تھا، جب میرے سامنے آیا تو میں نے سنا سر اس آیہ کی تلاوت کر رہا ہے:

﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَباً﴾

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کہف اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے تعجب خیز نشانی ہیں۔

---

[1] اللہوف ص ۱۱۱۔

[2] رسولؐ کی بیٹی اور ان کے وصی کے فرزند کا سر لوگوں کے سامنے نیزہ پر بلند کیا جاتا ہے، مسلمان دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں لیکن نہ کوئی انکار کرتا ہے اور نہ روتا ہے آپ کی مصیبت کو دیکھنے والی آنکھیں اندھی ہو جائیں اور آپ کی مصیبت کو سننے والے کان بہرے ہو جائیں جو آنکھیں آپ کی وجہ سے سوتی تھیں وہ بیدار اور جو آپ کے لئے بیدار رہتی تھیں اب وہ سو رہی گی کوئی باغ و گلستان ایسا نہیں ہے جو آپ کی قبر بننے کی آرزو نہ رکھتا ہو۔ اللہوف ص ۶۸۔

خدا کی قسم میں یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھا اور چلّایا : اے فرزند رسول اللہؐ آپ کا سر اصحاب کہف و رقیم سے زیادہ تعجب خیز ہے [1]

عبداللہ بن عفیف ازدی [2]

عبیداللہ نے اس خوف سے کہ کہیں کوفہ میں شورش و انقلاب بپا نہ ہو جائے لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع ہونے کا اعلان کرایا، منبر پر جا کر خدا کی حمد و ثنا کی اور کہا : شکر ہے اس خدا کا جس نے حق و حقیقت

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۷، بے شک امام حسینؑ کا تکلم کرنا ایسا روشن و واضح معجزہ ہے جو ہر سننے اور دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے لیکن قابل غور بات یہ ہے اور ابھی تک میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کسی نے اسے بیان کیا ہو ہاں ریاض الاحزان کے صفحہ ۵۵ پر آیا ہے کہ کوفہ میں صرف زید بن ارقم نے امام حسینؑ کے سر اقدس سے تلاوت سنی تھی یا زید کے مانند سب نے سنی تھی ؟ اگر دوسروں نے بھی سنی تھی تو اس کا ذکر کیوں نہیں کیا ؟ اگر سبھی حسینؑ سے تلاوت قرآن کی آواز سنتے تو اسی وقت کوفہ میں انقلاب آجاتا بلکہ یہ تعجب انگیز منظر اگر دشمنان اہلبیت بھی دیکھ لیتے تو وہ بھی دگرگوں ہو جاتے ، میں نے فاضل حضرات میں سے اہل نظر سے تبادلۂ خیال کیا تو انہوں نے بھی یہ بتایا کہ یہ منظر چند افراد نے ہی دیکھا تھا مثلاً کربلا میں حمید بن مسلم کہتا ہے : فواللہ لقد شغلنی نور وجہہ وجمال ھیبتہ عن الفکرۃ فی قتلہ خدا کی قسم ان کے چہرے کے جمال و ہیبت نے مجھے شیفتہ بنا لیا پھر جا کے کہ انہیں قتل کرنے کی سوچتا ، جو حمید بن مسلم نے دیکھا وہ آپ کی پیشانی پر پتھر مارنے والوں کو نظر نہیں آیا ، بالکل ایسے ہی جیسے مباہلہ میں نصارائے نجران نے کہا تھا ہم ایسے چہرے دیکھ رہے ہیں کہ اگر وہ خدا سے دعا کریں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائیں ، مختصر یہ کہ جس طرح ادراک کے اعتبار سے سب یکساں نہیں ہیں اسی طرح احساس کے لحاظ سے بھی یکساں نہیں ہیں ۔

[2] آپ بڑے شیعہ اور اپنے زمانہ کے زاہد تھے ، ایک آنکھ جنگ جمل میں اور دوسری جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے جنگ کرتے ہوئے کھو بیٹھے تھے اور مسجد کوفہ میں رہتے تھے ، شب ہونے تک دنوں کو عبادت میں گذارتے تھے ، سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۳۵ ۔

والوں کو کامیاب کیا یزید اور اس کے پیرؤوں کی مدد کی اور کذاب بن کذاب کو قتل کیا۔

عبداللہ بن عفیف ازدی اپنی جگہ سے اٹھے اور کہا: مرجانہ کے بیٹے کذاب وابن کذاب تو اور وہ شخص ہے کہ جس نے تجھے اور تیرے باپ کو منصب دیا ہے، اے دشمن خدا! تو انبیاء کی اولاد کو قتل کرکے اور اس بے باکی سے منبر سے تقریر کرتا ہے۔

اس اعتراض کو سنکر ابن زیاد غصہ کے مارے آپے سے باہر ہوگیا پوچھا یہ کون تھا؟

عبداللہ بن عفیف نے کہا: اے دشمن خدا میں ہوں تو اس پاکیزہ خاندان کو قتل کرتا ہے جس سے خدا نے ہر قسم کی رجس کو دور رکھا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ تو مسلمان ہے؟ واغوثاہ! مہاجرین وانصار کے بیٹے کہاں ہیں؟ اس سرکش سے انتقام لیں جس پر رسولؐ نے اپنی زبان سے نفرین کی ہے۔

اس سے ابن زیاد کا غصہ اور زیادہ بھڑک اٹھا، گردن کی رگیں پھول گئیں، کہنے لگا اسے میرے پاس لاؤ! انھیں پکڑنے کے لیے ہر طرف سے سپاہیوں نے ان پر حملہ کیا تو قبیلہ ازد، کے بزرگ، عبداللہ کے چچازاد بھائی اٹھ کھڑے ہوئے اور انھیں عبیداللہ کے سپاہیوں سے بچا لیا اور مسجد کوفہ سے باہر لے گئے۔

ابن زیاد نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس ازدی اندھے کو کہ خدا نے اس کا دل بھی اس کی آنکھوں کی مانند اندھا کر دیا ہے میرے پاس لاؤ۔

جب قبیلہ ازد، کو اس کی خبر ملی تو وہ ایک جگہ جمع ہوئے ان کے ساتھ قبائل یمن بھی آگئے، اور عبداللہ کو بچانے کیلئے متحد ہو گئے۔

جب ابن زیاد کو صورتحال کی خبر ملی تو اس نے قبائل مضر کو بلایا اور انھیں محمد بن اشعث کی مدد کے لیے بھیجا اور کہا: آخری سانس تک جنگ کرنا۔

راوی کہتا ہے: طرفین کے درمیان شدید جنگ ہوئی کچھ لوگ مارے گئے آخرکار عبیداللہ بن زیاد کے طرفداروں نے عبداللہ بن عفیف کا دروازہ توڑ دیا، اور ان کے گھر میں داخل ہو گئے۔

عبداللہ بن عفیف کی بیٹی نے باپ کو ان کے حملہ سے آگاہ کیا، عبداللہ بن عفیف نے بیٹی سے

کہا : ڈرو ! انہیں میری تلوار مجھے دیدو ! وہ تلوار سے اپنا دفاع کرتے جاتے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے

أَنَا ابْنُ ذِي الفَضْلِ عَفِيفِ الطَّاهِرِ   عَفِيفُ شَيْخِي وَابْنُ أُمِّ عَامِرِ
كَمْ دَارِعٍ مِنْ جَمْعِكُمْ وَحَاسِرِ   وَبَطَلٍ جَدَّلْتُهُ مُغَادِرِ [1]

راوی کہتا ہے : عبداللہ بن عفیف کی بیٹی اپنے والد سے کہتی تھی اے کاش میں مرد ہوتی اور آپ کے ساتھ ہو کر رسولؐ کی عترت پاک کے قاتلوں سے جنگ کرتی ،

عبیداللہ بن زیاد کے سپاہیوں نے محاصرہ میں لیکر عبداللہ بن عفیف پر حملہ کیا ، وہ اندھے تھے بیٹی کی ہدایت کے مطابق ان سے جنگ کر رہے تھے جس طرف سے ان پر حملہ ہوتا بیٹی بتادیتی کہ بابا فلاں طرف سے حملہ کر رہے ہیں ، آخر کار وہ عبداللہ بن عفیف کے نزدیک آگئے ، بیٹی چلائی واذلاہ ! میرے بابا کو چاروں طرف سے گھیر لیا ، کوئی نہیں ہے جو ان کی مدد کرے ،

عبداللہ بن عفیف اپنی تلوار گھوما رہے تھے اور کہہ رہے تھے :

أُقْسِمُ لَوْ يُفْسَحُ لِي عَنْ بَصَرِي   ضَاقَ عَلَيْكُمْ مَوْرِدِي وَمَصْدَرِي [2]

مختصر یہ کہ انہیں گرفتار کر کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا ، عبیداللہ نے انہیں دیکھ کر کہا : شکر ہے خدا کا کہ اس نے تجھے رسوا کیا ۔

عبداللہ بن عفیف نے کہا : اے دشمن خدا مجھے خدا نے کس طرح رسوا کیا ہے ؟ خدا کی قسم اگر میری آنکھیں صحیح ہوتیں تو میں تمہارا جینا دوبھر کر دیتا ،

ابن زیاد نے کہا : عثمان کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟

---

[1] میں با فضل اور پاک سرشت عفیف کا بیٹا ہوں ، عفیف میرے والد ام عامر کے بیٹے ہیں ، میں تمہارے کتنے ہی زرہ پوش سر برہنہ اور تاراج کرنے والے پہلوانوں کو زمین پر سلا دوں گا ،

[2] قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اندھا نہ ہوتا تو تمہارا جینا دشوار کر دیتا ،

کہا: اے بنی علاج کے غلام، ام رجانہ کے بیٹے تجھے عثمان سے کیا مطلب؟ انہوں نے برا کیا یا بھلا، اصلاح کی یا فتنہ انگیزی، خدا لوگوں کا سرپرست ہے وہ ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا، تو مجھ سے اپنے اور اپنے باپ، یزید اور اس کے باپ کے بارے میں پوچھ۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم میں تم سے کچھ نہ پوچھوں گا یہاں تک کہ موت کے گھاٹ اتر جاؤگے

عبد اللہ بن عفیف نے کہا: الحمد للہ رب العالمین، میں خدا سے اس وقت سے شہادت کی دعا مانگ رہا تھا جب تیری ماں نے تجھے جنم بھی نہیں دیا تھا اور خدا سے یہ بھی دعا کی تھی کہ مجھے بدترین خلق شہید کرے، جب میں نابینا ہوگیا تو شہادت کے فیض سے ناامید ہوگیا، خدا کا شکر کہ اس نے مجھے مایوسی کے بعد شہادت سے سرفراز کیا اور میری پہلی دعا کی مقبولیت کی سند عطا کی۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کا سر تن سے جدا کر دیا جائے، اس کے سپاہیوں نے ان کا سر قلم کرکے بدن کو سبخہ میں دار پر چڑھا دیا[1]

شیخ مفید نے نقل کیا ہے کہ جب سپاہیوں نے انھیں پکڑ لیا اور مخصوص نعرہ، سے قبیلہ ازد کو اپنی مدد کیلئے پکارا تو قبیلہ ازد کے سات سو آدمی آپ کے چاروں طرف جمع ہو گئے اور انھیں عبید اللہ کے سپاہیوں سے چھڑا کر ان کے گھر لے گئے لیکن جب سورج غروب ہوگیا، رات ہو گئی تو عبید اللہ نے انھیں گرفتار کرنے کا حکم صادر کیا اور ان کی گردن مار دی[2]

جندب بن عبد اللہ

جندب حضرت علیؑ کے شیعوں میں سے ایک بوڑھے آدمی تھے، ابن زیاد نے انھیں اپنے پاس

---

[1] سبخہ کوفہ میں ایک مشہور جگہ تھی اسی طرح بصرہ میں بھی اس نام کی ایک جگہ تھی اور بحرین میں بھی اس نام کا ایک قریہ ہے، مراصد الاطلاع، ج ۲ ص ۶۸۹، بحار الانوار ج ۵ ص ۱۱۹

[2] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۷، اس روشن فکر بوڑھے کا جرأت مندانہ اور دلیرانہ اقدام چند چیزوں کا موجب ہوا:

بلایا، جب سپاہیوں نے حاضر کیا تو ابن زیاد نے کہا: اے دشمن خدا! کیا تو ابوتراب کے انصار میں سے نہیں ہے۔؟

انہوں نے جواب دیا: ہاں! اس عذر کی بنا پر جو میں بیان کروں گا

ابن زیاد نے کہا: میں تمہارا خون بہا کر خدا کا تقرب حاصل کروں گا،

جندب بن عبداللہ نے کہا: اس صورت میں خدا ہرگز تجھے اپنا تقرب عطا نہیں کرے گا بلکہ تجھے مردود قرار دے گا

عبیداللہ بن زیاد نے کہا: یہ بوڑھا ہے، اس کی عقل زائل ہوگئی ہے، اس کے بعد ان کے قتل کا حکم دے دیا[1]

عمر بن سعد کی پشیمانی

عمر بن سعد جب کربلا سے کوفہ واپس آیا اور دارالامارہ میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس گیا تو!

عبیداللہ نے اس سے کہا: جو حکم نامہ میں نے تمہیں قتل حسینؑ کیلئے دیا تھا وہ مجھے دو۔

عمر بن سعد نے کہا: وہ گم ہوگیا ہے،

عبیداللہ بن زیاد نے کہا: اسے لاؤ،

---

۱ کوفہ کے لوگ پراگندہ ہوگئے اور عبیداللہ جو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا اس میں ناکام رہا۔

۲ شہادت مسلم حسینؑ کے بعد عبداللہ بن عفیف کے اعتراض سے لوگوں میں ظلم و ظالم سے ٹکرانے کی جرأت پیدا ہوگئی۔

۳ نیک آدمی کی گرفتاری اور ان کی شہادت سے لوگوں میں ظلم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور کافی بعد میں رونما ہونے والی توابین کی تحریک کیلئے زمین ہموار ہوئی جیسا کہ الاحزان،

۴ ایسے محب اہلبیتؑ کی گرفتاری سے شیعہ خفیہ طور پر حاکم کے خلاف متحد و ہم آہنگ ہوگئے۔

[1] تاریخ طبری، ج ۵ ص ۲۳۶،

عمر بن سعد نے کہا: میں نے وہ حکم نامہ اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ اگر قریش کی بوڑھی عورتیں اعتراض کریں تو وہ میرے لئے عذر بن جائے، اس کے بعد کہا: خدا کی قسم میں نے حسینؑ کے بارے میں تمہیں نصیحت کی تھی، اگر میرے باپ سعد بھی مشورہ کرتے تو ان کا بھی حق ادا کر دیتا۔

عثمان ابن زیاد۔ عبید اللہ بن زیاد کے بھائی۔ نے کہا: سچ کہتے ہو، کاش زیاد کی اولاد میں قیامت تک عورتیں ہی ہوتیں اور ان کی ناک میں نتھ ڈال دی گئی ہوتی اور حسینؑ قتل نہ کئے گئے ہوتے، اور عبید اللہ بن زیاد یہ کلام نہ کرتا[۱]

عمر بن سعد، ابن زیاد کے پاس سے اٹھا اور دار الامارہ سے باہر آیا اور کہا: خدا کی قسم مجھ سے زیادہ کوئی بھی نقصان اٹھا کر نہیں لوٹا، میں نے عبید اللہ کے حکم پر عمل کیا خدا کے حکم کی نافرمانی اور رشتہ کا لحاظ نہ کیا[۲]

اہل کوفہ ابن سعد سے علیحدہ ہو گئے اور وہ جس جماعت کے پاس سے بھی گذرتا تھا وہی اس سے منھ پھیر لیتی، وہ مسجد میں جاتا تو لوگ باہر نکل آتے تھے، ہر آدمی اسے دیکھ کر گالی دیتا تھا پھر وہ مرتے دم تک خانہ نشین رہا[۳]

حمید بن مسلم کہتا ہے: عمر بن سعد کی مجھ سے دوستی تھی، کربلا سے لوٹ کر میں احوال پرسی کے لئے اس کے پاس گیا اس نے کہا: میرا حال نہ پوچھو! کیونکہ مجھ سے بدتر کوئی مسافر بھی گھر نہیں لوٹا، میں نے اپنی قرابتداری کا لحاظ نہ کیا اور بڑے گناہ کا مرتکب ہوا[۴]

مختار دار الامارہ میں

جب ابن زیاد دربار میں سر منگا چکا تو حکم دیا کہ مختار کو۔ جو کہ مسلم بن عقیل کی شہادت کے دن سے

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۶۷،

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۱۸،

۳۔ نفس المہموم ص ۳۴۱، ۴۔ الاخبار الطوال ص ۲۴۲،

قید خانہ میں تھے ۔ دربار میں حاضر کیا جائے ، جب قصر میں وارد ہوئے تو دیکھا کہ حالات سازگار نہیں ہیں گویا انھیں امام حسینؑ کا سر دکھایا گیا تھا ، مختار بہت روئے ، ان کے اور ابن زیاد کے درمیان کچھ تو تو میں میں بھی ہوئی ، مختار نے تند لہجہ میں اسے جواب دیا ، ابن زیاد کو غصہ آگیا ، اس نے حکم دیا کہ مختار کو واپس قید خانہ میں لے جاؤ ، بعض نے لکھا ہے کہ ابن زیاد نے مختار کے منھ پر تازیانہ مارا جس سے ان کی آنکھ متاثر ہوئی [1]

مدینہ میں خبرِ شہادت

جب ابن زیاد امام حسینؑ کے سر کو یزید کے پاس بھیج چکا تو اس نے عبد الملک بن ابی حارث کو مدینہ روانہ کیا تاکہ وہ مدینہ کے حاکم وقت " عمرو بن سعید بن العاص " کو یہ خبر پہونچا دے کہ امام حسینؑ شہید ہو چکے ہیں اور اسے قتل حسینؑ کی بشارت دے ،

عبد الملک کہتا ہے : میں گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ کی سمت چلا مدینہ پہنچا تو قریش میں سے ایک آدمی نے پوچھا : کیا خبر لائے ہو ؟

میں نے کہا : خبر حاکم کے پاس سنو گے ،

اس نے کہا : انا للہ وانا الیہ راجعون ، خدا کی قسم حسینؑ قتل کر دیئے گئے ہیں ، عبد الملک بن ابی حارث کہتا ہے : جب میں حاکم مدینہ کے پاس پہونچا تو اس نے پوچھا : کیا خبر ہے ؟

میں نے کہا : امیر کیلئے باعث مسرت خبر ہے ، حسین بن علیؑ قتل کر دیئے گئے ہیں ، اس نے کہا : جاؤ لوگوں کو قتل حسینؑ کی خبر سنا دو ! وہ کہتا ہے کہ میں باہر آیا اور بلند آواز سے قتل حسینؑ کا اعلان کیا خدا کی قسم شہادت حسینؑ کی خبر سنکر بنی ہاشم کے گھروں سے تو نالہ و شیون کی آواز بلند ہوئی تھی ایسی آواز

---

[1] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۴۰۹ ، ریاض الاحزان ص ۵۴ ،

نہیں سنی، اس کے بعد میں عمرو بن سعید کے پاس گیا تو اس نے مجھے دیکھ کر اظہار مسرت کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا

عَجَّتْ نِساءُ بَنِي زِيادٍ عَجَّةً   كَعَجيجِ نِسْوَتِنا غَداةَ الأَرْنَبِ [1]

اس کے بعد کہا: «هٰذِهِ واعِيَةٌ بِواعِيَةِ عُثْمانَ!» یہ نالہ و شیون عثمان پر ہونے والے نالہ و شیون کا جواب ہے [2]

پھر منبر پر گیا اور لوگوں کو قتل حسینؑ کی خبر سنائی اور یزید کے لئے دعا کی، خطبہ دیا اور قبر رسولؐ کی طرف اشارہ کر کے کہا: "یوم بیوم بدر" یہ دن بدر کے دن کا جواب ہے، انصار میں سے ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے، یہ بات ابو عبیدہ نے اپنی کتاب "المثالب" میں تحریر کی ہے [3]

اسی وقت عبداللہ بن سائب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: اگر فاطمہؑ زندہ ہوتیں اور سر حسینؑ کو دیکھتی تو ان پر ضرور گریہ کرتیں،

عمرو بن سعید نے ان کی طرف رخ کر کے کہا: تمہاری بہ نسبت ہم فاطمہؑ سے زیادہ نزدیک ہیں ان کے والد ہمارے چچا ہیں ان کے شوہر ہمارے بھائی ہیں اگر فاطمہؑ زندہ ہوتیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ان کا دل تڑپتا لیکن ہیں برا نہ کہتیں [4]

عبداللہ بن جعفر

جب مدینہ میں امام حسینؑ اور عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں کی شہادت کی خبر پھیلی تو کچھ لوگ تعزیت

---

[1] بنی زیاد کی عورتیں ایسے ہی رو رہی ہیں جیسے ہماری عورتیں جنگ ارنب میں روئی تھیں، جنگ ارنب میں قبیلہ بنی زبید نے قبیلہ بنی زیاد پر فتح پائی تھی، یہ شعر عمرو بن معدیکرب کا ہے، ترجمہ نفس المہموم ص ۳۳۱،

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲۱،

[3] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۷۲، [4] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲۲،

دینے ان کے پاس آئے اور ان کے قریبی رشتہ دار، شاید ابو السلاس، نے کہا: یہ مصیبت ہم پر ابو عبداللہ الحسینؑ کی وجہ سے پڑی ہے۔

عبداللہ اس کی اس بات سے ناراض ہوئے اور اس کو جوتی پھینک کر مارا اور سب وشتم کرتے ہوئے کہا: تو حسینؑ کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے، خدا کی قسم اگر میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی چاہتا کہ شہید ہونے تک جدا نہ ہوں، خدا کی قسم اپنے بیٹوں کی شہادت سے میں ملول نہیں ہوں، میرے لئے ان کا داغ برداشت کرنا آسان ہے کیونکہ وہ میرے چچازاد بھائی حسینؑ کی طرف سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔

پھر حاضرین کی طرف رخ کر کے کہا: حسینؑ کی شہادت میرے لئے بہت شاق و دشوار ہے خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، اگرچہ میں ان کے ساتھ نہیں تھا اور میں نے جان فدا نہیں کی تو میرے بیٹوں نے ان پر جان نثار کی ہے[1]

شیخ طوسی نے روایت کی ہے کہ جب مدینہ میں شہادت حسینؑ کی خبر پہنچی تو عقیل بن ابی طالب کی بیٹی چند عورتوں کے ساتھ گھر سے باہر آئیں اور جب قبر رسولؐ کے نزدیک پہنچیں فریاد کی اور انصار و مہاجرین کو مخاطب کر کے کہا:

مـاذا تـقُولُونَ اِذْ قـالَ النـبيُّ لَكُمْ — يَوْمَ الحِسابِ وَصِدْقُ القَوْلِ مَسْمُوعُ

خَـذَلْتُمْ عِـتْرَتِي اَوْ كُـنْتُمْ غُـيَّباً — وَالحَـقُّ عِـنْدَ وَلِيِّ الأَمْـرِ مَجْمُوعُ

اَسْلَمْتُمُوهُمْ بِـاَيْدِي الظّـالِمِينَ فَـما — مِنْكُمْ لَـهُ اليَـوْمَ عِـنْدَ اللهِ مَشْفُوعُ

ما كانَ عِنْدَ غَداةِ الطَفِّ اِذْ حَـضَرُوا — تِلْكَ المَنايا وَلا عَنْهُنَّ مَدْفُوعُ [2]

---

[1] تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۹۰، [2] قیامت کے روز تو صرف سچی بات قبول کی جائے گی جب رسولؐ تم سے پوچھیں گے تم نے میری عترت کو رسوا کیا کیا تم غائب تھے اور حق صاحب امر کے پاس آتا ہے تم نے ان کو ظالموں کے سپرد کر دیا تھا پس آج خدا کیلئے تمہاری شفاعت کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے کہ کل وہ کربلا میں مقتولین کے پاس تھے لیکن عترت رسولؐ سے دفاع نہ کیا گیا۔ امالی شیخ طوسی ج ۱ ص ۸۸،

ام سلمہ

شہر ابن حوشب کہتے ہیں: میں زوجۂ رسولؐ ام سلمہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ناگہاں ایک عورت نے چلا کر کہا: حسینؑ قتل کر دیے گئے

ام سلمہ نے کہا: انہوں نے حسینؑ کو قتل کر دیا ہے خدا ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔[1]

ندائے غیبی

جس روز، حاکم مدینہ عمرو سعید نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو حسینؑ کے قتل ہونے کی خبر سنائی اہل مدینہ نے آدھی رات کو ایک آواز سنی لیکن کسی کو آواز دینے والا نظر نہ آیا اور سب نے سنا کہ کہہ رہا ہے،

أَيُّهَا القَاتِلُونَ جَهْلاً حُسَيْناً	أَبْشِرُوا بِالعَذَابِ وَالتَّنْكِيلِ
كُلُّ أَهْلِ السَّمَاءِ يَدْعُو عَلَيْكُم	مِنْ نَبِيٍّ وَمَلَائِكٍ وَقَبِيلِ
قَدْ لُعِنْتُمْ عَلَىٰ لِسَانِ ابْنِ دَاوُدَ	وَمُوسَىٰ وَصَاحِبِ الإِنْجِيلِ (۲) (۳)

نیز حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جب حسینؑ قتل کر دیے گئے ہمارے بزرگوں نے ہاتف کی آواز سنی کہ کہہ رہا تھا: آج اس امت پر بلا نازل ہو گئی، اب یہ تمہارے قائم کے ظہور سے اور تمہارے دل خوش کرنے سے پہلے اور تمہارے دشمنوں کو قتل کرنے سے قبل کسی خوشی کا منہ نہ دیکھ سکیں گے۔[4]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲۴،

[2] اے وہ لوگو! جنہوں نے نادانی میں حسینؑ کو قتل کیا ہے، انھیں عذاب و شکنجہ کی بشارت ہو تمام اہل آسمان نبی فرشتے اور دوسرے گروہ تم پر لعنت کرتے ہیں، سلیمان و موسیٰ اور صاحب انجیل عیسیٰ تم پر لعنت کرتے ہیں،

[3] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۲۴، [4] کامل الزیارات ص ۳۳۶،

مکہ میں خبرِ شہادت

جب مکہ میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی اور عبداللہ بن زبیر اس سے آگاہ ہوا تو اس نے خطبہ دیا اور کہا: عراق والے بے وفا اور کوفہ والے عراق کے لوگوں میں سب سے بدتر ہیں، حسینؑ کو بلایا تاکہ انھیں اپنا امیر بنائیں اور اپنے امور ان کے حوالے کریں اور وہ دشمن کے شر کو دفع کرنے میں ان کی مدد کریں گے اور بنی امیہ نے اسلام کی جو نشانیاں مٹادی ہیں انھیں دوبارہ زندہ کریں گے، لیکن جب حسینؑ ان کے پاس پہنچے تو ان کے خلاف ہو گئے اور انھیں قتل کردیا کوفہ والے یہ چاہتے تھے کہ وہ ابن زیاد کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیں، لیکن حسینؑ نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اے اللہ حسینؑ پر رحم کر اور ان کے قاتلوں کو رسوا کر اور ان کے قتل کا حکم دینے والے پر لعنت کر کیا اس مصیبت کے بعد جو کہ حسینؑ پر پڑی ہے کوئی بنی امیہ کے عہد و پیمان پر باقی رہے گا؟ یا ان بے وفا اور جفاکاروں کے عہد و پیمان پر یقین کرے گا، خدا کی قسم حسینؑ دنوں کو روزہ رکھتے اور راتوں کو عبادت خدا میں مشغول رہتے تھے اور ان تخریب کاروں کی بہ نسبت رسولؐ سے نزدیک تھے، قرآن سنتے تھے، موسیقی نہیں اور خوف خدا کی بجائے لہو و لعب میں مشغول نہیں رہتے تھے، روزہ کی بجائے میگساری نہیں کرتے تھے، شب بیداری کے عوض جین و بنسری کی آواز نہیں سنتے تھے، ذکر خدا کی جگہ بندروں سے کھیلنے اور شکار کرنے میں وقت نہیں گذارتے تھے! افسوس کہ انھیں انہوں نے قتل کردیا، سو یہ اپنے کیئے کی سزا پائیں گے۔[۱]

زمخشری نے نقل کیا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد حسینؑ کو قتل کرچکا تو ایک بادیہ نشین نے کہا: دیکھو نابکار کے بیٹے نے کس طرح اس امت کے رسولؐ کے فرزند کو قتل کیا ہے۔[۲]

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۷۵۔

۲۔ تمثال زخار ص ۵۴۳۔

ابن خلکان نے عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: اگر میں ان لوگوں میں سے ہوتا جنہوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے اور خدا مجھے بخش دیتا اور جنت میں جانے ـــــ کی اجازت دیدیتا تو میں رسولؐ سے شرمندگی کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوتا ۔[1]

ربیع بن خثیم

ربیع بن خثیم[2] کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ملی تو روئے اور کہا: انہوں نے ایسے جوان مرد کو قتل کیا ہے، رسولؐ ان سے محبت کرتے اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے اور اپنے زانو پر بٹھاتے تھے ۔[3]

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: ربیع بن خثیم بیس سال تک خاموش رہے اور کوئی بات نہیں کہی لیکن جب امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے تو انہوں نے ایک جملہ یہ کہا: «أوَقد فعلوها؟!» کیا انہیں قتل کر دیا گیا ہے پھر یہ آیہ پڑھی: ﴿اللّٰهُمَّ فاطِرَ السَّمٰواتِ وَالأرْضِ عالِمَ الغَيْبِ وَالشَّهادَةِ أنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبادِكَ فِيما كانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ﴾[4] اور اس کے بعد تا حیات کچھ نہ بولے ۔[5]

---

1. قمقام زخار ص ۵۴۳،
2. ربیع بن خثیم زہاد ثمانیہ میں سے ایک ہیں امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں سے ہیں، عامہ و خاصہ میں سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ جنگ صفین میں بھی آئے تھے، اس کے جواز میں انہیں شک تھا حضرت علیؑ سے شرکت نہ کرنے کی اجازت چاہی تھی ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں مرے، معجم رجال الحدیث ج ۸ ص ۱۷۳،
3. مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۳۸۳،
4. سورہ زمر ۴۶، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اللہ، اور عیاں و پوشیدہ چیزوں کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ـــــ ان چیزوں کے سلسلے میں فیصلہ کرے گا جن میں انہوں نے اختلاف کیا ہے،
5. نفس المہموم ص ۲۱۹،

عبیداللہ بن زیاد نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے قیس بن عباد سے کہا: تم میرے اور حسینؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

قیس نے کہا: کہ قیامت کے دن حسینؑ کے جد، والد، اور والدہ، سب آئیں گے اور خدا سے ان کی شفاعت کریں گے اور تمہارے ماں باپ بھی آئیں گے اور تمہاری شفاعت کریں گے۔

یہ بات سنکر عبیداللہ کو غصہ آگیا اور انھیں وہاں سے اٹھادیا۔[1]

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ کوفہ کی چار مسجدیں، مسجد اشعث، مسجد جریر، مسجد سماک، اور مسجد شبیث بن ربعی، قتل حسین بن علیؑ کی خوشی میں بنائی گئی تھیں۔[2]

بصرہ اور حسن بصری

جب حسن بصری کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ملی تو بہت روئے اور کہا: بہت ذلیل لوگ ہیں نابکار کے بیٹے نے ان کے رسولؐ کے فرزند کو قتل کردیا۔[3]

۱۔ ریاض الاحزان ص ۳۰،

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۸۹،

۳۔ انساب الاشراف ج ۳ ص ۲۰۷،

ساتویں فصل

کوفہ سے شام تک

شام کی طرف روانگی

ابن زیاد نے زحر بن قیس[1] کو بلایا تاکہ وہ کربلا کے تمام شہیدوں کے سروں کے ساتھ امام حسینؑ کے سر مبارک کو یزید بن معاویہ کے پاس شام لے جائے[2] اور ابو بردہ بن عوف ازدی اور طارق بن ابی ظبیان ازدی کو اس کے ساتھ بھیجا[3]

---

[1] مشہور زجر بن قیس ہے لیکن زحر بن قیس ہے۔

[2] بعید نہیں ہے کہ جس طرح عمر بن سعد نے اہلبیتؑ سے پہلے سر حسینؑ کوفہ بھیج دیا تھا اسی طرح عبید اللہ نے سر حسینؑ کو اہلبیتؑ سے پہلے شام بھیج دیا ہو اور اہلبیتؑ کو بعد میں روانہ کیا ہو، جیسا کہ شیخ مفید کی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے۔

[3] تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۶۳، ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۸، منقول ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے سر حسینؑ یزید کے پاس بھیجنے کے بعد حکم دیا کہ آپ کے اہلبیتؑ کو بھی شام لے جاؤ، اور علی بن الحسینؑ کے گلے میں طوق پہناؤ ان کے ساتھ محفز بن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن کو روانہ کیا یہ روانہ ہوئے اور سر حسینؑ لے جانے والوں سے ملحق ہو گئے علی بن الحسینؑ نے راستہ میں کسی سے کوئی بات نہ کی، ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۹، اس عبارت سے معلوم

لیکن سید بن طاؤس کہتے ہیں : جب یزید بن معاویہ کو عبید اللہ کا خط ملا اور وہ اس کے مضمون سے آگاہ ہوا تو اس نے اس کا جواب دیا اور عبید اللہ کو حکم دیا کہ حسینؑ کے اہلبیتؑ اور دیگر شہیدوں کے سروں کے ساتھ آپ کا سر شام بھیجدو، ابن زیاد نے محضر بن ثعلبہ کو بلایا اور شہیدوں کے پاکیزہ سروں اور اہلبیت کو اس کے سپرد کیا اور وہ ان کو کفار کے اسیروں کی طرح شہروں میں تشہیر کرتا ہوا شام لے گیا[۱]

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں : میں نے اپنے والد علی بن الحسینؑ سے معلوم کیا کہ آپؑ کوفہ سے شام کس طرح لے جائے گئے تھے، آپؑ نے فرمایا : انہوں نے مجھے بے کجاوہ اونٹ پر سوار کیا بابا حسینؑ کا سر نیزہ پر چڑھایا اور میرے پیچھے بے کجاوہ سواریوں پر ہماری عورتوں کو سوار کیا تھا، ہمیں چاروں طرف سے نیزے باز گھیرے ہوئے تھے، اگر ہم میں سے کوئی روتا تھا تو اس کے سر پر نیزہ مارتے تھے، اسی طرح ہم دمشق پہونچے[۲]

منتخب میں آیا ہے کہ عبید اللہ بن زیاد نے شمر، خولی، شبث بن ربعی، اور عمرو بن حجاج کو بلایا اور ان کے ساتھ ایک ہزار فوجیوں پر مشتمل لشکر روانہ کیا ان کے سفر خرچ کا انتظام کیا اور حکم دیا کہ اہلبیت کے اسیروں کو شام لے جاؤ اور راستے میں پڑنے والے شہروں کے گلی کوچوں میں انہیں پھراؤ[۳]

منزلیں

ہم یہاں ان منزلوں کو بیان کرتے ہیں جو کوفہ سے شام تک اہلبیتؑ کے راستے میں پڑی تھیں، ان منزلوں کی صحیح ترتیب معلوم نہیں ہے، اور معتبر مصادر میں ان کا ذکر نہیں ہے اور زیادہ تر مصادر میں ان کی مسافرت کی کیفیت مذکور نہیں ہے، ابن اثیر نے تاریخ کامل میں، بعض کا ذکر کیا ہے جبکہ مقتل ابی مخنف میں ترتیب وار مرقوم ہیں، ہم یہاں ان حوادث کو بھی بیان کریں گے جو بعض منازل پر رونما ہوئے تھے[۴]

ہوتا ہے کہ ابن زیاد نے سر حسینؑ اہلبیتؑ سے پہلے شام روانہ کر دیا تھا۔

۱۔ اللہوف ص ۱۰۱، ۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۵۴،

۳۔ منتخب طریحی ج ۲ ص ۴۸۴، ۴۔ مقتل زخار ص ۵۰۴،

پہلی منزل

امام حسینؑ کے سر مقدس کو لے جانے والے پہلی منزل پر اترے اور شراب خوری و بدمستیوں میں مشغول ہوئے تو اچانک دیوار سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور اس نے لوہے کے قلم کے ذریعہ خون سے یہ شعر لکھا

اترجو امۃ قتلت حسینا — شفاعۃ جدہ یوم الحساب [1]

اس حادثہ کو دیکھ کر وہ لوگ سر مقدس کو وہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے بعد میں لوٹ کر آئے [2]

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں یہی واقعہ نقل کیا ہے [3] اور پھر لکھا ہے: یہ شعر خاتم النبیینؐ کے مبعوث برسالت ہونے سے تین سو سال قبل ایک پتھر پر لکھا ہوا دیکھا گیا تھا، نیز رومیوں کی ایک کلیسا میں یہ اشعار لکھے ہوئے تھے اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کس زمانہ میں لکھے گئے تھے [4]۔

سلیمان بن یسار نے کہا ہے: لوگوں کو ایک پتھر ملا کہ جس پر یہ اشعار مرقوم تھے

لَا بُدَّ أَنْ تَرِدَ الْقِيَامَةَ فَاطِمَه — وَقَمِيصُهَا بِدَمِ الْحُسَيْنِ مُلَطَّخٌ

وَيْلٌ لِمَنْ شُفَعَاؤُهُ خُصَمَائُهُ — وَالصُّورُ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ يُنْفَخُ [5]

---

[1] جس امت نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کیا وہ روز قیامت ان کے جد کی شفاعت کی بھی امید رکھتی ہے۔

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۰۵،

[3] صواعق محرقہ ص ۱۹۲۔

[4] قمقام زخار ص ۱۴۴۸، مجلسی نے بحار کی ج ۴۵ ص ۲۳۶ پر طبری سے نقل کیا ہے کہ سر حسینؑ کو لے جانے والوں نے شام کی پہلی منزل پر فرشتوں کے نوحہ کی آواز سنی

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جَهْلاً حُسَيْنا — اَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّنْكِيلِ

كُلُّ أَهْلِ السَّمَاءِ يَدْعُوا عَلَيْكُمْ — مِنْ نَبِيٍّ وَمُرْسَلٍ وَقَبِيلِ

قَدْ لُعِنْتُمْ عَلَى لِسَانِ ابْنِ دَاوُدَ — وَمُوسَى وَصَاحِبِ الْاِنْجِيلِ

[5] یقیناً روز محشر حضرت فاطمہؑ آئیں گی اور آپ کے ہاتھ میں حسینؑ کا خون آلود پیراہن ہوگا، قیامت کے دن جس وقت ←

تکریت[1]

کامل بہائی میں آیا ہے جب وہ امام حسینؑ کا سر کوفہ سے باہر لائے تو ابن زیاد کی طرف سے مامور لوگوں کو عرب کے قبائل کی طرف سے ڈر تھا کہ ہو سکتا ہے ابھی ان میں کچھ دینی غیرت باقی ہو اور وہ ان سے سر حسینؑ چھین لیں۔ اسلئے وہ اصلی راستے سے نہیں بلکہ غیر مانوس راستے سے چلے۔

ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ وہ حصاصہ[2] کے مشرق سے سر مقدس لے گئے اور تکریت سے گذرے اور وہاں کے حاکم کو اپنے آنے کی خبر دی تو اس نے بہت سے لوگوں کو جھنڈوں کے ساتھ ان کے استقبال کے لئے بھیجا اگر کوئی پوچھتا تھا کہ یہ کس کا سر ہے تو وہ جواب دیتے خارجی کا ہے[3]۔

ایک نصرانی نے سر دیکھا اور جب اسنے مذکورہ جواب سنا تو خود سے کہا: حقیقت یہ نہیں جو یہ لوگ بیان کر رہے ہیں یہ سر فاطمہؑ کے لخت جگر حسین بن علیؑ کا ہے میں خود کوفہ میں تھا، انہیں شہید کر دیا گیا ہے تمام نصرانیوں کو جب اس حادثہ کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے ناقوس کو توڑ دیئے اور کہنے لگے: اے اللہ ہم اس قوم کے عصیان سے کہ جس نے اپنے رسولؐ کے فرزند کو قتل کر دیا ہے، تیری پناہ چاہتے ہیں۔

جب کوفیوں نے یہ حال دیکھا تو انہوں نے وہاں سے بیابانوں کے راستے کوچ کیا[4]۔

صور پھونکا جائیگا۔ اس وقت۔ افسوس ناک حالت ہوگی ان لوگوں کی کہ جن کا سفارشی ہی ان کا دشمن ہوگا۔

[1] تکریت بغداد و موصل کے درمیان ایک شہر ہے جہاں سے بغداد تیس فرسخ کے فاصلہ پر دجلہ کے مغرب میں واقع ہے۔
مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۲۶۸۔

[2] حصاصہ قصر ابن ہبیرہ سے قریب کوفہ کے نواح میں ایک قریہ ہے۔ معجم البلدان ج ۲ ص ۲۶۳۔

[3] اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سر مقدس کو لے جانے والے ڈرتے تھے اس لئے خارجی، یعنی یزید کے خلاف خروج کرنے والا، بتاتے تھے۔

[4] نفس المہموم ص ۲۵۰

③ مشہد النقطہ

سر مقدس کو لے جانے والے اثنائے راہ میں اس منزل پر پہنچے اور یہاں ایک بہت بڑے پتھر پر سر مقدس رکھدیا، سر مقدس سے ایک قطرہ خون اس پتھر پر ٹپک گیا اور اس کے بعد عاشور کے روز ہر سال اس پتھر سے خون ٹپکتا تھا لوگ اس پتھر کے چاروں طرف جمع ہو جاتے تھے اور امام حسین کی مجلس عزا برپا کرتے تھے،

یہ پتھر عبد الملک بن مروان کے زمانہ تک اپنی جگہ تھا اس کے حکم سے اسے منتقل کر دیا گیا یہ معلوم نہیں کہ اسے کہاں لے گئے، یادگار کے طور پر اس پتھر کی جگہ ایک عمارت بنا دی جسے نقطہ یا مشہد النقطہ کہتے ہیں [1]

④ وادی النخلہ [2]

وہ رات کے وقت اس منزل پر اترے تو ان کے کان میں رات بھر جنوں کا نوحہ کی آواز آتی رہی [3]

نِسَاءُ الجِنِّ یَبْکِیْنَ مِنَ الحُزْنِ شَجِیَّاتٍ وَأَسْعَدْنَ بِنَوْحٍ لِلنِّسَاءِ الهَاشِمِیَّاتِ

وَیَنْدُبْنَ حُسَیْناً عظُمَتْ تِلْکَ الرَّزِیَّاتِ وَیَلْطِمْنَ خُدُوداً کَالدَّنَانِیرِ نَقِیَّاتٍ

وَیَلْبَسْنَ ثِیَابَ السُّودِ بَعْدَ القَصَبِیَّاتِ [4]

---

[1] مقتل الحسین مقرم ص ۳۴۶،

[2] وادی النخلہ، معجم البلدان اور دیگر کتابوں میں بھی اس نام کی کوئی جگہ نہیں ملی ہاں مراصد الاطلاع، میں نخلہ نام کا ذکر ہے شرقی موصل سے نزدیک ہے ممکن ہے وادی النخلہ سے وہی مراد ہو، مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۳۴۳، [3] قمقام زخار ج ۲ ص ۵۸۸،

[4] نظم میں جنوں کی عورتیں رو رہی ہیں ہاشمی عورتوں پر گریہ کر رہی ہیں، حسین اور اس عظیم مصیبت پر بین کر رہی ہیں منہ پر طمانچے مار رہی ہیں اور سفید کی بجائے کالا لباس پہن لیا ہے، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۳۶،

⑤ موصل

صبح کو دوسرے راستے سے "کحیل"[1] کا قصد کیا اور جہینہ[2] کی جانب روانہ ہوئے اور موصل[3] کے حاکم کو اپنے پہونچنے کی اطلاع دی اس نے شہر کو سنوارنے کا حکم صادر کیا اور کچھ لوگوں کو شہر کے باہر روانہ کیا،

لوگ کہتے تھے بے شک یہ حسین بن علیؑ کا سر ہے کہ جس کو یہ خارجی بتا رہے ہیں، ان سے سر حاصل کر کے زیارت گاہ بنانے اور حاکم شہر کو تہ تیغ کرنے کی غرض سے چار ہزار آدمی جنگ کیلئے تیار ہو گئے، ایک روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے کہا:

«تَبًّا لِقَوْمٍ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ! أَضَلَالَةٌ بَعْدَ هُدًى؟ أَمْ شَكٌّ بَعْدَ يَقِينٍ؟»[4]

جب حکومت کے آدمی عوام کے ارادہ سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے اپنا راستہ بدل دیا اور تل اعفر[5] و جبل سنجار[6] کی طرف چلے یہاں تک کہ نصیبین[7] پر منزل کی۔

---

۱ کحیل دجلہ کے کنارے ایک بہت بڑا شہر تھا لیکن اب اس شہر کا کہیں نشان نہیں ہے، معجم البلدان ج ۴ ص ۴۳۹،

۲ جہینہ موصل کے نواح میں ایک علاقہ ہے جو دجلہ کے کنارے واقع ہے یہاں سے موصل تک ایک منزل کا فاصلہ ہے مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۳۶۳،

۳ موصل مشہور و قدیم شہر ہے جو کہ دجلہ کے کنارے واقع ہے اس شہر کے بیچ میں جرجیس پیغمبر کی قبر ہے، مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۳۳۲

۴ اے وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے کیا ہدایت کے بعد گمراہ اور یقین کے بعد شک ہے۔

۵ تل اعفر جس کو بعض لوگ تل یعفر کہتے ہیں سنجار و موصل کے درمیان ایک قلعہ ہے جس کے بیچ میں ندی بہہ رہی ہے، مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۲۶۸

۶ سنجار جزیرہ کے نواح میں ایک مشہور شہر ہے وہاں سے موصل و نصیبین تک تین دن کا راستہ ہے، منتظم زخار ص ۵۵۱،

۷ نصیبین جزائر کے شہروں میں سے ایک بڑا شہر ہے، موصل سے شام جانے والے راستہ پر واقع ہے اور موصل سے یہاں تک چھ دن کا راستہ ہے، معجم البلدان ۵ ص ۲۸۸

⑥ نصیبین [1]

جب نصیبین پر پہونچے تو منصور بن الیاس نے شہر کو سجانے کا حکم دیا اور شہر کی سجاوٹ کے بعد اس شخص کو شہر میں داخل ہونے کے لئے کہا: جو امام حسینؑ کا سر مقدس اٹھائے ہوئے تھا لیکن اس کے گھوڑے نے اس کا حکم نہ مانا، دوسرا گھوڑا لایا گیا وہ بھی آگے نہ بڑھا، اسی طرح چند گھوڑے بدلے ناگہاں انہوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ کا سر زمین پر ہے، ابراہیم موصلی نے سر اٹھایا غور سے دیکھا اور پہچان لیا اور قاتلوں پر ملامت کی، شہر والوں نے جب یہ منظر دیکھا تو سر لے جانے والے سے سر چھین لیا، اور اسے قتل کر دیا اور سر مطہر کو شہر سے باہر ہی رکھا اندر نہیں لے گئے، شاید جہاں زمین پر سر رہ گیا تھا بعد میں اسی جگہ زیارت گاہ بنا دی گئی ہے [2]

قمقام زخار میں لکھا ہے کہ: یہاں لوگوں کو امام حسینؑ کا سر دکھایا اس دلخراش منظر کو دیکھکر جناب زینب بے تاب ہوگئیں اور یہ شعر پڑھے:

أَتُشْهِرُ مَا بَيْنَ الْبَرِيَّةِ عَنْوَةً ۔۔۔ وَوَالِدُنَا أَوْحَى إِلَيْهِ جَلِيلُ

كَفَرْتُمْ بِرَبِّ الْعَرْشِ ثُمَّ نَبِيِّهِ ۔۔۔ كَأَنْ لَمْ يَجِئْكُمْ فِي الزَّمَانِ رَسُولُ

لَحَاكُمْ إِلٰهُ الْعَرْشِ يَا شَرَّ أُمَّةٍ ۔۔۔ لَكُمْ فِي لَظَى يَوْمَ الْمَعَادِ عَوِيلُ [3]

---

[1] نصیبین جزائر کے مشہور شہروں میں سے ایک بڑا شہر ہے، موصل سے شام جانے والے راستے پر واقع ہے اور موصل سے یہاں تک چھ دن کا راستہ ہے، معجم البلدان ج ۵ ص ۲۸۸،

[2] نفس المہموم ص ۴۲۶،

[3] ستم ظریفیاں دیکھئے کہ خلائق کے درمیان ہماری تشہیر کی جارہی ہے جبکہ ہمارے والد پر خدا نے وحی نازل کی تم خدا اور اس کے رسول سے پھر گئے گویا اس زمانے میں کوئی پیغمبر آیا ہی نہیں اے بدترین لوگو! عرش خدا تم پر لعنت کرے روز معاد جہنم کے شعلوں میں تمہاری فریاد ہوگی، قمقام زخار ص ۵۴۸،

⑦ عین الوردہ[1]

صبح کو قافلہ عین الوردہ پر پہنچا اور وہاں کے حاکم کو آگاہ کیا اس نے اور شہر والوں نے سروں کو پھرانے کی اجازت دیدی اور یہ طے ہوا کہ سر کو باب اربعین سے شہر میں لایا جائے سر مقدس کو شہر کے میدان میں نیزہ بلند کیا اور دوپہر سے عصر تک لوگوں کے دیکھنے کیلئے وہیں رکھا بعض لوگ خارجی کا سر سمجھکر خوشی منا رہے تھے اور بعض رو رہے تھے ۔

⑧ رقّہ[2]

اس صورت حال کو دیکھ کر ابن زیاد کے مامور امام حسینؑ اور دیگر شہیدوں کے سروں کو لیکر روانہ ہوئے اور راستہ طے کرتے ہوئے رقّہ پہنچے ،

⑨ جوسق[3]

قافلہ رقّہ سے گذر کر جوسق نامی مقام پر پہنچا وہاں سے چل کر فرات کی طرف چلا یہاں تک کہ بشر[4] کے

---

[1] عین الوردہ جزیرہ کے شہروں میں سے ایک مشہور شہر ہے ، حران و نصیبین کے درمیان واقع ہے ، نصیبین سے ۱۵ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اسی جگہ توابین اور شامیوں کے درمیان عین الوردہ کا واقعہ رونما ہوا تھا ، نفس المہموم ص ۴۴۶ ، معجم البلدان ج ۴ ص ۱۸۰ ،

[2] رقّہ ایک شہر کا نام ہے جو فرات کے کنارے واقع ہے ، بلاد جزیرہ میں شمار ہوتا ہے یہاں سے حرّان تک تین دن کی راہ ہے مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۵۸۳ ،

[3] جوسق کا اطلاق بہت سی جگہوں پر ہوتا ہے ، بغداد کے توابع میں سے ایک بڑا گاؤں ہے ، نہروان کے قریوں میں سے ایک ہے مصر کے نواح میں ایک گاؤں ہے ، رے کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے ایک قلعہ کے اوپر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے ، مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۳۵۶

[4] بسر شام میں ایک قریہ ہے جو دمشق کی اراضی میں شمار ہوتا ہے وہاں ایک مزار ہے کہا جاتا ہے کہ یہ یسع کی قبر ہے ، مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۱۹۶ ،

نزدیک پہنچا اور وہاں سے حلب کے گورنر کو خط لکھا اور اسے اپنے حالات سے آگاہ کیا رات میں دعوات یا حلب میں ٹھہرا۔

(۱۰) دعوات[1]

ان لوگوں نے دعوات کے نزدیک پہنچکر وہاں کے گورنر کو خط لکھا: ہم حسینؑ کا سر اپنے ساتھ لائے ہیں۔

اس نے خط کا مضمون دیکھ کر بگل و نفیری بجانے کا حکم دیا۔ استقبال کے لئے تو دھی شہر سے باہر آیا اس کے بعد سر حسینؑ کو نیزہ پر بلند کر کے باب الاربعین سے داخل ہوئے اور سر مقدس کو شہر کے میدان میں عصر تک لوگوں کے تماشے کے لئے نصب کئے رکھا۔ اس شہر میں بھی بعض لوگ خوشیاں منا رہے تھے اور بعض کی آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ خوشی منانے والے کہہ رہے تھے کہ یہ خارجی کا سر ہے جس نے یزید پر خروج کیا تھا۔

رات کو اسی شہر میں ٹھہرے اور صبح کو حلب کی طرف چلے اس وقت علی بن الحسینؑ نے روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

لَيْتَ شِعْرِي هَلْ عاقِلٌ فِي الدَّياجِي	باتَ مِنْ فَجْعَةِ الزَّمانِ يُناجِي
أنا نَجْلُ الإمامِ ما بالُ حَقِّي	ضائِعٌ بَيْنَ عُصْبَةِ الأعْلاجِ[2][3]

---

[1] بعض معاجم میں دعوات نام کا کوئی مقام نہیں ملا ہاں مقتل کی کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔

[2] اے کاش میں یہ سمجھ لیتا کہ کیا کوئی عقلمند اندھیری رات میں رہتا ہے اور زمانہ کے حوادث پر زمزمہ سنجی کرتا ہے میں امام کا بیٹا ہوں، کیا ہو گیا ہے کہ میرا حق اس کفار کے ٹولے میں ضائع ہو رہا ہے۔

[3] الدمعۃ الساکبہ ج ۵ ص ۴۵

⑪ حلب

حلب کی مغربی سمت میں ایک پہاڑ ہے جسے جبل جوشن کہتے ہیں، اس سے دھات و تانبا نکلتا تھا جو دوسرے ممالک میں بھیجا جاتا تھا کہتے ہیں کہ جس وقت سے امام حسینؑ کے اہلبیت کو وہاں سے گذارا گیا ہے اس وقت سے یہ دھات معدوم ہو گئی ہے۔ [1]

⑫ قنسرین [2]

نطنزی نے خصائص میں نقل کیا ہے کہ ابن زیاد کے مامور امام حسینؑ کا سر لیکر قنسرین منزل پر اترے ایک راہب اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور دیکھا کہ سر سے آسمان تک نور کا سلسلہ ہے۔
راہب ان لوگوں کے قریب آیا اور انہیں دس ہزار درہم دیکر سر کو اپنے صومعہ میں لے گیا اس کے بعد ایک ہاتف کی آواز سنی، خوش نصیب ہو تم اور خوش قسمت ہے وہ جو اس سر کی حرمت کو پہچانتا ہے،
راہب نے سر اٹھایا اور کہا: اے اللہ بحق عیسیٰؑ اس سر کو اجازت مرحمت فرما کہ مجھ سے ہمکلام ہو جائے اس وقت سر مقدس گویا ہوا فرمایا: اے راہب تم کیا چاہتے ہو؟۔
راہب نے کہا: آپ کون ہیں،
سر مقدس سے آواز آئی "أَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَىٰ وَأَنَا ابْنُ عَلِيٍّ الْمُرْتَضَىٰ وَأَنَا

---

[1] تمقام زخار ص ۵۰۹ ج ۲،

[2] قنسرین شام میں ایک شہر ہے جو کہ حلب و حمص کے درمیان واقع ہے وہاں ایک پہاڑ ہے کہتے ہیں کہ اس میں حضرت صالح کا منبر ہے اس پر اونٹ کے پاؤں کے نشان نظر آتے ہیں، معجم البلدان ج ۴ ص ۴۰۳،

أَبْنُ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ، أَنَا الْمَقْتُولُ بِكَرْبَلا، أَنَا الْمَظْلُومُ، أَنَا الْعَطْشَانُ!» یہ جملہ کہہ کر خاموش ہو گیا ۔

راہب نے امام حسینؑ کے منھ پر منھ رکھ دیا اور کہا: آپ کے منھ سے اس وقت تک منھ نہیں اٹھاؤں گا جب تک آپ یہ نہیں کہیں گے کہ روز قیامت تمہاری شفاعت کروں گا ۔

سر مقدس پھر گویا ہوا اور کہا: میرے جد کا دین اختیار کر لو ۔

راہب نے کہا: «أَشْهَدُ أَنْ لا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ» اس کے بعد امام حسینؑ اس کی شفاعت کی درخواست قبول کر لی ۔

صبح ہوئی تو ان لوگوں نے راہب سے سر حسینؑ لیا اور اپنی راہ لی جب وادی کے بیچ میں پہنچے تو دیکھا وہ ہزار درہم «جو راہب سے لئے تھے» پتھر بن گئے ہیں ۔[1]

---

1. بحار الانوار ج ۴۵، ص ۳۰۳، ابن حجر نے صواعق محرقہ میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے ۔ راہب نے اپنے دیر میں دیکھا کہ اس سر سے ایک نور ساطع ہے وہ لشکر اور نگہبانوں کے پاس آیا اور کہا: تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ عراق سے، حسینؑ سے ہم نے جنگ کی ہے، راہب نے کہا: کیا اپنے رسولؐ اور ان کے ابن عم کے بیٹے سے تم نے جنگ کی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں اس نے کہا: وائے ہو تم پر! اگر عیسیٰ بن مریم کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے سر آنکھوں پر رکھتے، تم سے میری ایک خواہش ہے انہوں نے کہا کیا: اس نے کہا: میں نے اپنے باپ سے دس ہزار درہم میراث میں پائے ہیں تم اپنے امیر سے کہدو ان دراہم کے عوض یہ سر مجھے دے دے جاتے وقت مجھ سے واپس لے لینا، سپاہیوں نے واقعہ امیر سے بتایا اس نے کہا: ٹھیک ہے ۔ درہم لیکر سر علمدار کے سپرد کر دیا ۔ راہب نے سر کو کافور و مشک میں معطر کیا اور ایک کپڑے میں لپیٹا کر اپنی آغوش میں رکھ لیا اور زار زار رونے لگا جب قافلہ وہاں سے چلنے لگا تو راہب نے سر سے مخاطب ہو کر کہا: کل قیامت میں میری شفاعت کیجئے گا، میں نے خدا کی وحدانیت اور محمدؐ کی رسالت کی گواہی دی ہے اور مسلمان ہو گیا ہوں پھر لشکر والوں سے کہا: میں تمہارے امیر سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، اس کے پاس گیا اور کہا: میں تمہیں خدا و رسولؐ کی قسم دیتا ہوں کہ اب تک اس سر کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اب وہ نہ کرنا اور اسے صندوق سے باہر نہ نکالنا انہوں نے اس کا وعدہ قبول کر لیا ۔ راہب عبادت کیلئے پہاڑوں میں چلا گیا ۔ لیکن انہوں نے سر کے ساتھ پہلے ہی جیسا عمل کیا

⑬ معرۃ النعمانؒ

سر مقدس کو لے جانے والے جب معرۃ النعمان نامی مقام پر پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے ان کی خاطر، تواضع کی، یہ لوگ چند گھنٹے وہاں رہے اور وہاں سے شیزر کی طرف روانہ ہوئے،

⑭ شیزرؒ

یہ افراد جب شیزر پہونچے تو ایک ضعیف العمر آدمی نے کہا: یہ سر جو تمہارے ساتھ ہے یہ حسین بن علیؑ کا سر ہے، اس جگہ کے باشندوں نے آپس میں عہد کیا کہ انہیں کسی طرح بھی اپنے علاقہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، لہٰذا یہ وہاں توقف کئے بغیر چلتے ہی رہے یہاں تک کہ کفر طالب پر پہنچے،

⑮ کفرطالبؒ

کفر طالب والوں نے بھی انہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دیا، سر مقدس لے جانے والوں نے ان سے

چنانچہ جب وہ دمشق پہونچے تو وہ راہب کے دیئے ہوئے درہم کنکر بن گئے تھے اور ان پر ایک طرف آیہ: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ﴾ اور دوسری طرف ﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ﴾ لکھی ہوئی تھی۔

۱؎ معرۃ النعمان، حماۃ و حلب کے درمیان ایک جگہ ہے اس کا یہ نام، نعمان بن بشیر انصاری کے نام پر ہے، کیونکہ ان کا بیٹا یہاں مدفون ہے کہا گیا ہے کہ یوشع بن نون کی قبر بھی یہیں ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کی قبر نابلس میں ہے، معجم البلدان ج ۵ ص ۱۹۵،

۲؎ شیزر، معرہ سے نزدیک شام میں ایک علاقہ ہے اور وہاں سے حماۃ ایک دن کا راستہ ہے، مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۸۲۶،

۳؎ کفر طالب، معرہ و حمص کے درمیان ایک شہر ہے یہاں پینے کا پانی بارش کے پانی سے مخصوص جگہ جمع کیا جاتا ہے

معجم البلدان ج [illegible]

پانی مانگا تو انہوں نے کہا: ہم تمہیں پانی نہیں دیں گے کہ تم نے حسینؑ اور ان کے اصحاب کو پیاسا شہید کیا ہے۔

⑯ سیبور[۱]

ناچار انہوں نے کفر طالب سے کوچ کیا اور سیبور پہنچے اس منزل پر بھی امام زین العابدینؑ کے کچھ اشعار نقل کئے گئے ہیں عثمان کے چاہنے والوں میں سے ایک بوڑھے نے سیبور کے لوگوں کو تبیع کیا اور کہا: فتنہ برپا نہ کرنا انھیں دوسرے شہروں کی طرح یہاں سے گذر جانے دو، تو انوں نے اس کی بات نہ مانی اور اس علاقہ کے ارتباطی پل کو توڑ دیا اور اسلحہ اٹھا کر جنگ کے لئے تیار ہو گئے طرفین میں سے بعض لوگ مارے گئے۔

یہاں ام کلثوم نے دعا کی کہ خدا ان لوگوں کے رزق میں ترقی عطا کرے اور ان کے پانی کو گوارا بنا دے اور انھیں ظالموں کے شر سے محفوظ رکھے،

کہتے ہیں یہاں امام زین العابدینؑ نے کچھ اشعار پڑھے ان میں سے ایک یہ ہے:

آلُ الرَّسُولِ عَلَى الأَقْتَابِ عَارِيَةٌ　　　وَآلُ مَرْوَانَ يسرى تَحْتَهُمْ نُجُبٌ[۲]

⑰ حماۃ[۳]

یہ لوگ سیبور سے حماۃ گئے وہاں بھی انہیں بستی میں داخل نہیں ہونے دیا گیا[۴]،

---

۱ سیبور، معاجم البلدان میں بھی یہ نام نہیں ملا ہے لیکن ارباب مقاتل نے شام کی راہ میں پڑنے والی منزلوں کے درمیان اس کا ذکر کیا ہے، ریاض الاحزان ص ۸۳۔

۲ آل محمدؐ بے کجاوہ اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں اور آل مروان نجیب سواریوں پر سوار ہیں؛ الدمعۃ الساکبۃ ج ۵ ص ۷۰۔

۳ حماۃ بڑا اور بڑی خوبیوں والا شہر تھا اس میں بہت سے بازار تھے چاروں طرف مضبوط دیواریں بنی ہوئی تھیں، حمص سے ایک دن کی راہ پر اور دمشق سے پانچ روز کی مسافت پر واقع ہے، معجم البلدان ج ۲ ص ۳۰۰۔

۴ ریاض الاحزان کے مولف نے اپنی اسی کتاب میں کسی معتبر کی کتاب سے روایت کی ہے کہ میں حج کو گیا تھا جب حماۃ پہونچا تو وہاں

⑱ حمص[1]

مجبوراً حماۃ سے گذر کر حمص پہونچے اور وہاں کے گورنر کو اپنی آمد کی اطلاع دی اور حمص میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی لیکن وہاں کے لوگوں نے بھی مخالفت کی اور ان پر اتنا پتھراؤ کیا کہ ابن زیاد کے بعض سپاہی مارے گئے، انہوں نے راستہ بدل کر مشرق کی سمت والے دروازے سے شہر میں داخل ہونا چاہا لوگوں نے وہ بھی بند کر دیا اور کہا: « لا کُفْرَ بَعْدَ اِیمانٍ وَلا ضَلالَ بَعْدَ هُدیً » ہم امام حسینؑ کے سر کو اس شہر میں لانے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے وہاں سے ان ظالموں کو بھگا دیا، وہ بعلبک کی طرف چلے گئے۔

⑲ بعلبک[2]

امام حسینؑ، کا ... ے جانے والے بعلبک پہنچے اور وہاں کے گورنر کو اپنی آمد کی اطلاع دی اس نے اہل

باغوں کے درمیان ایک مسجد دیکھی جسے مسجد الحسین کہتے تھے، میں مسجد میں داخل ہوا اس کی ایک عمارت پر پردہ آویزاں تھا میں نے اسے ہٹا کر دیکھا تو اس پر گردن کا اور خشک خون کا نشان تھا میں نے مسجد کے خادم سے اس خون اور نشان کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا: اس پتھر پر حسین بن علیؑ کا سر اس وقت رکھا گیا تھا جب اسے دمشق لے جا رہے تھے۔ ریاض الاحزان ص ۱۰۳

[1] حمص دمشق اور حلب کے درمیان ایک بڑا شہر ہے یہیں خالد بن ولید اور اس کے بیٹے عبد الرحمٰن اور عیاض بن غنم کی قبر ہے۔ مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۴۱۵

[2] بعلبک ایک قدیم شہر ہے یہاں سے دمشق کا تین دن کا راستہ ہے۔ بعلبک میں بڑی بڑی عمارت، بڑے آثار اور بے نظیر پتھروں سے بنے ہوئے قصر موجود ہیں۔ مراصد الاطلاع، ج ۱ ص ۲۰۸

بعلبک کو ان کی پیشوائی کے لئے بھیجا ان لوگوں کے ہاتھ میں جھنڈے تھے اور اپنے بچوں کو اسیروں کا تماشہ دکھانے کے لئے ساتھ لائے تھے [۱]

بحار الانوار میں مرقوم ہے کہ ام کلثوم نے فرمایا: خدا ان کی عمران کی آبادی کو نابود کرے اور ان کے پینے کے پانی کو کڑوا کر دے اور ان پر ظالموں کو مسلط کر دے ۔

یہ کلمات سنکر علی بن الحسینؑ رونے لگے اور فرمایا:

وَهوَ الزَّمانُ فَلا تَفنى عَجائِبُه مِنَ الكِرامِ وَما تَهدى مَصائِبُه

يا لَيْتَ شِعْري إلىٰ كَمْ ذا تُجاذِبُنا فُنُونُهُ وَتَرانا لَمْ نُجاذِبه

يُسرىٰ بِنا فَوْقَ أقْتابٍ بِلا وَطاءٍ وَسائِقُ العِيسِ يَحمى عَنهُ غارِبُه

كَأَنَّنا مِنْ أُسارىٰ الرُّومِ بَيْنَهُمْ كَأَنَّ ما قالَهُ المُخْتارُ كاذِبُه

كَفَرْتُمْ بِرَسُولِ اللهِ وَيحَكُمْ فَكُنْتُمْ مِثلَ ما ضَلَّتْ مَذاهِبُه [۲]

کوفیوں نے یہ رات بعلبک میں بسر کی اور صبح ہوتے ہی وہاں سے چل دیئے شام کے وقت ایک راہب کے صومعہ کے پاس اترے [۳]۔

---

[۱] مقتل مقام زخار ص ۵۵،

[۲] یہ وہی زمانہ ہے جس کی حیرت انگیزیاں بزرگوں کی بخشیں گو نیوں کے لحاظ سے ختم ہونے والی نہیں ہیں اور اس کے مصائب کی حد معین نہیں ہے۔ اے کاش میں یہ جانتا کہ دنیا کے شعلے ہمیں کہاں تک کھینچیں گے تم دیکھتے ہو کہ ہم اپنے ساتھ نہیں کھینچتے ہیں ہمیں بے کجاوہ اونٹوں پر بٹھا کر ہر شہر و دیار میں پھرا رہے ہیں اور کچھ لوگ اونٹوں کی مہار پکڑ کر چلنے والوں کی پیچھے سے حمایت کرتے ہیں گویا ہم ان کے درمیان رومیوں کے اسیروں کی مانند ہیں گویا رسولؐ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ غلط تھا، وائے ہو تم پر تم نے رسولؐ کا انکار کر دیا تم ان کی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی مانند ہو گئے جن کو راستہ نہیں ملتا ہے ۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲۶،

[۳] راہب کا ذکر مع دیگر سر مطہر لیا گیا یوں لکھا ہے اور کہا ہے: ان کرامات کو دیکھکر وہ لوگ بہت ڈرے اور تیزی سے راستہ طے کرنے لگے یہاں تک کہ دمشق پہونچے، کوفہ سے شام تک کی جن منازل کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر ہم نے مقتل مقام زخار سے تلخیص کر کے

انبیاء اور سرِ مطہر

ابن لہیعہ کہتے ہیں کہ میں خانہ خدا کا طواف کر رہا تھا کہ ناگہاں ایک آدمی کو دیکھا جو پردہ کعبہ کو پکڑ کر کہہ رہا تھا: اللھم اغفرلی ولااراک فاعلاً۔ اے اللہ! مجھے بخش دے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تو مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

میں نے اس سے کہا: خدا کے بندے! خدا سے ڈر اور اسے اس طرح مخاطب نہ کر کیونکہ اگر تیرے گناہ بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہیں تو بھی خدا تجھے بخش دے گا کیونکہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اس نے کہا: میرے پاس آؤ میں تمہیں اپنا قصہ سناتا ہوں۔

میں اس کے پاس گیا اس نے کہا: مجھے ابن زیاد نے دیگر پچاس آدمیوں کے ساتھ امام حسینؑ کے سرِ مطہر کے ہمراہ شام بھیجا تھا، ہماری یہ عادت ہو گئی تھی کہ جہاں بھی راستہ میں اترتے تھے وہیں اس سر کو صندوق میں رکھ دیتے اور اس صندوق پر بیٹھ کر شراب پیتے تھے، ایک رات میرے ساتھی شراب نوشی اور بدمستیوں میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن اس رات میں نے شراب نہیں پی تھی، رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا آدھی رات ہوئی تو میں نے شدید نور دیکھا! گویا آسمان کے دروازے کھل گئے تھے، حضرت آدمؑ نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، اور حضرت محمد مصطفیٰؐ و جبریل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ زمین پر اترے ہیں، پہلے جبریل نے سر کو صندوق سے باہر نکالا آغوش میں لیکر اس کو بوسہ دیا دیگر انبیاء نے بھی ایسا ہی کیا جب رسولؐ کی باری آئی تو آپ بہت روئے دوسرے انبیاء نے آپ کو تسلیت پیش کی اس کے بعد جبریل نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! باری تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ اس امت کے بارے میں جو آپؐ حکم دیں میں

نقل کیا ہے، قمقام زخار ص ۵۷۰۔

وہی انجام دوں گا، آپ کہیں تو زمین کو اسی طرح لرزا دوں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کروں جو قوم لوط کے ساتھ کیا تھا،

رسولؐ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ ان کو اس دنیا میں سزا دی جائے میں خدا کے سامنے ان کے ساتھ کچھ اور سلوک کروں گا، اور قیامت کے دن ان سے دشمنی کروں گا،

میں نے دیکھا کہ ہمیں قتل کرنے کے لئے فرشتوں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے میں چلایا یا الامان الامان یا رسول اللہؐ

رسولؐ نے فرمایا: «اِذْهَبْ لَا غَفَرَ اللهُ لَكَ» جاؤ خدا تمہاری مغفرت نہ کرے۔[۱]

۲۰ دمشق

بہر حال وہ اہلبیت رسولؐ کو نورانی سروں کے ہمراہ دمشق کے نزدیک لے آئے دروازۂ دمشق کے قریب پہنچے تو ام کلثوم نے شمر لعنت اللہ علیہ کو آواز دی اور فرمایا: ہمیں ایسے دروازہ سے لے چلو جہاں تماش بین لوگوں کی بھیڑ کم ہو اور سروں کو سواریوں سے فاصلہ پر رکھو تاکہ لوگوں کی نظر ناموس رسولؐ پر نہ پڑے،

شمر ملعون نے ام کلثوم کی خواہش کے بالکل برخلاف عمل کیا اور قافلۂ اہلبیتؑ کو پہلی صفر کو[۲] دروازۂ[۳] ساعات سے شہر دمشق میں داخل کیا، یہ دروازہ قافلہ کے داخل ہونے کے لئے سجایا گیا تھا اور یہاں لوگوں کا

---

[۱] الملہوف ص ۷۱.

[۲] بہائی نے کامل میں، ابوریحان بیرونی نے الآثار الباقیہ میں اور کفعمی نے مصباح میں لکھا ہے کہ اہلبیتؑ پہلی صفر کو شام میں داخل ہوئے۔ مقتل الحسین مقرم ص ۴۴۳.

[۳] اس دروازہ کو اسلئے باب الساعات کہتے ہیں وہاں ایک حیوان کا مجسمہ بنایا گیا تھا جس سے دن کے وقت کا تعین کیا جاتا تھا۔ مقتل خوارزمی میں لکھا ہے کہ اہلبیتؑ کو باب توما سے دمشق میں داخل کیا گیا تھا توما دروازہ کے آثار ابھی دمشق میں موجود ہیں۔ مقتل الحسینؑ خوارزمی ص ۶۱ ج ۲.

بہت زیادہ رش تھا۔ اہلبیت رسولؐ اور شہیدوں کے سروں کو اس دروازہ پر روک دیا گیا تاکہ لوگ تماشا دیکھیں. پھر دمشق کی جامع مسجد کے نزدیک اس جگہ روک دیا گیا جہاں قیدیوں کو روکا جاتا تھا۔[1] بعض نے نقل کیا ہے کہ اس دروازے پر اہلبیتؐ رسولؐ کو تین دن تک روکے رکھا۔

---

[1] اللہوف ص ۷۴.

آٹھویں فصل

شام میں داخلہ

شام کے باشندوں کا اعتقادی رجحان

ہم یہاں اختصار کے ساتھ اہل شام کے اعتقادی اور روحی رجحان پیش کرتے ہیں،

شام اور اس کے مضافات پر تقریبا چالیس سال تک معاویہ کی حکومت رہی ہے اور وہاں کے کثر لوگ نئے مسلمان تھے، اور جس دن سے وہ مسیحیت چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے انہوں نے خاندان ابو سفیان کے معین کردہ حکام کے علاوہ کسی اور کو دیکھا ہی نہیں تھا وہی ان پر حکومت کرتے تھے لہذا شام والوں کا اسلام وہی تھا جو انھیں بنی امیہ نے سکھا دیا تھا،

بنابراین اہلبیت اس علاقہ میں داخل ہوئے کہ جہاں کے باشندوں کو معاویہ نے اپنے لحاظ سے اسلام سکھایا تھا، اخلاق اور اسلام کے عملی احکام میں وہ معاویہ اور اس کے مقرر کردہ حکام کی پیروی کرتے تھے،

واضح رہے کہ جنگ کے لئے معاویہ نے شاطرانہ چال سے ایک لاکھ شامیوں کو حضرت علیؑ کی مخالفت پر اکٹھا کر لیا تھا اور حضرت علیؑ کے خلاف اتنا پروپگنڈہ کیا تھا کہ شام والے آپؑ اور آپؑ کے خاندان کو واجب القتل سمجھتے تھے منبروں سے علیؑ اور آپ کے خاندان کو برا بھلا کہتے تھے،

یہی وجہ تھی کہ اہلبیتؑ پر شام میں بہت زیادہ ظلم ڈھائے گئے اہلبیتؑ میں سے کسی سے لوگوں نے پوچھا کہ اس سفر میں آپ حضرات کو کہاں زیادہ تکلیف پہنچی ؟ تو جواب دیا شام، شام، شام،
اس سلسلے میں امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا :

فَیالَیْتَ لَمْ اَنْظُرْ دمشق وَلَمْ اَكُنْ　　　　یَرانِي یَزِیدُ فِي البِلادِ اَسِیره [1]

البتہ شام کے شہروں میں ایسے لوگ بھی زندگی گذارتے تھے جو خاندان رسولؐ اور اہلبیتؑ عصمت وطہارت سے محبت رکھتے تھے چنانچہ انھیں لوگوں نے امام حسینؑ کا سر لے جانے والوں سے کہیں کہیں جنگ کی لیکن مخالفوں کی بہ نسبت ان لوگوں کی تعداد بہت کم تھی،

اس مدعا کے اثبات کے لیے بہت سے شواہد و دلائل ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ مسجد شام کے دروازہ پر لائے تو ایک بوڑھا شامی آگے بڑھا اور کہا: شکر ہے خدا کا کہ اس نے تمہیں قتل اور نابود کیا، اور یزید کو تم پر مسلط کیا، اور شہروں کو تمہارے مردوں سے نجات عطا کی، علی بن الحسینؑ نے اس سے فرمایا: اے ضعیف کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے ؟

اس نے کہا ہاں،

آپؑ نے فرمایا: کیا تم نے یہ آیہ ﴿قُلْ لا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْراً اِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبیٰ﴾ پڑھی ہے؟

بوڑھے نے کہا: ہاں میں نے اس آیہ کی تلاوت کی ہے،

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: وہ قرابتدار ہم ہیں، کیا آپ نے اس آیہ کی تلاوت کی ہے،

﴿وَاعْلَمُوا اَنَّما غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبیٰ﴾

اس نے کہا ہاں!

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: وہ قرابتدار ہم ہیں اے ضعیف! کیا آپ نے یہ آیہ پڑھی ہے:

﴿اِنَّما یُرِیدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیراً﴾

---

[1] اے کاش میں دمشق میں داخل نہ ہوا ہوتا اور یزید مجھے شہر و دیار میں اس طرح اسیر نہ دیکھتا،

اس نے کہا: ہاں!

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: ہم اہلبیتؑ کو جامۂ طہارت عطا کیا گیا ہے۔

راوی کہتا ہے: بوڑھا خاموش ہو گیا اور اپنی باتوں پر پشیمان ہوا اور علی بن الحسینؑ کی طرف رخ کر کے کہا: خدا کی قسم کھا کر بتایئے کہ آپؑ ہی اہلبیتؑ ہیں؟

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ہم ہی اہلبیت عصمت و طہارت ہیں اور ہمارے جد رسولؐ کے حق کی قسم ہم ہی اہلبیتؑ ہیں۔

یہ سنکر وہ بوڑھا رونے لگا اپنے سر سے عمامہ اتارا آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: اے اللہ میں دشمنان آل محمدؐ سے خواہ وہ جنوں میں سے ہوں یا انسانوں میں سے، تیری بارگاہ میں بیزاری کا اقرار کرتا ہوں اس کے بعد امام زین العابدین سے عرض کیا: کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

علی بن الحسینؑ نے فرمایا: ہاں اگر آپ توبہ کریں گے تو خدا آپ کو بخش دے گا اور ہمارے ہو جاؤ گے، اس بوڑھے نے کہا: میں نے جو کچھ کیا اور کہا: اس سے توبہ کرتا ہوں،

راوی کہتا ہے اس بوڑھے کی توبہ کی خبر یزید بن معاویہ کو پہنچی تو اس نے اسے قتل کرنے کا حکم دیدیا۔[1]

سہیل بن سعد الساعدیؓ[2]

سہیل کہتے ہیں: میں بیت المقدس گیا اور وہاں سے دمشق پہنچا میں نے ایک ہرا بھرا صاف ستھرا

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲۹، الاحتجاج ج ۲ ص ۱۲۰ کچھ اختلاف کے ساتھ

[2] سہیل بن سعد بن مالک الساعدی، انصاری ہیں رسولؐ کی وفات کے وقت انکی عمر پندرہ سال تھی حجاج کے زمانہ تک زندہ رہے کہتے ہیں کہ انہوں نے سو سال کی عمر پائی اور یہ رسولؐ کے آخری صحابی تھے وہ خود کہتے تھے کہ اگر میں مر جاؤنگا تو تم بلا واسطہ کسی سے نہیں سن سکو گے قال رسول اللہ ۹۱ھ میں انتقال کیا، استیعاب ج ۲ ص ۶۶۴،

شہر دیکھا جس کے در و دیوار پر دیبا کے پردے آویزاں تھے، لوگ خوشیاں منا رہے تھے اور عورتیں طبلہ و دف بجا رہی تھیں میں نے اپنے آپ سے کہا: یہ اہل شام کی عید کا زمانہ نہیں ہے! ہم جانتے ہیں اسی اثنا میں کچھ لوگوں کو آپس میں گفتگو کرتے ہوئے دیکھا میں نے ان سے پوچھا: کیا اہل شام کی ایسی کوئی عید ہے جس سے ہم بے خبر ہیں،

انہوں نے کہا: بابا: لگتا ہے تو بادیہ نشین اور صحرانورد ہے۔

میں نے کہا: میں رسولؐ کا صحابی سہل بن سعد ہوں،

انہوں نے کہا: اے سہیل تمہارے لئے باعث تعجب نہیں ہے کہ آسمان سے خون کیوں نہیں برس رہا ہے اور زمین اپنے رہنے والوں سمیت دھنس کیوں نہیں جاتی؟

میں نے کہا کیا کچھ ہوگیا ہے؟

انہوں نے کہا: یہ محمدؐ کے نواسے حسینؑ کا سر ہے جس کو عراق سے بطور ہدیہ لائے ہیں،

میں نے کہا: تعجب ہے سرِ حسینؑ لایا گیا ہے اور لوگ خوشیاں منا رہے ہیں، انھیں کس دروازے سے داخل کریں گے، انہوں نے اس دروازہ کی طرف اشارہ کیا جس کو باب الساعات کہتے ہیں،

ان لوگوں سے گفتگو کے درمیان ہی میں نے دیکھا کہ یکے بعد دیگرے پرچم نمایاں ہونے لگے میں پہلے میں نے ایک نورانی اور وجیہہ چہرہ نیزہ پر دیکھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ابھی مسکرا دے گا یہ حضرت ابوالفضل العباس بن علیؑ کا سر تھا، پھر میں نے ایک سوار دیکھا کہ نیزہ پر امام حسینؑ کا سر بلند کئے ہوئے تھا یہ سر رسولؐ سے بہت زیادہ مشابہ تھا اس سے بے پناہ عظمت و جلالت مترشح تھی، نور ساطع تھا، داڑھی سے ضعیفی عیاں تھی بڑی بڑی آنکھیں اور ابرو باریک تھیں ان کی پیشانی مبارک کشادہ اور بلند تھی لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھیں مشرق کی جانب لگی ہوئی تھیں، ہوا کے ذریعہ داڑھی میں حرکت تھی لگتا تھا کہ امیرالمومنینؑ ہیں یہ نیزہ عمرو بن منذر ہاتھ میں لئے آگے آگے چل رہا تھا،

میں نے امام زین العابدینؑ اور اہلبیتؑ کو سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا انہوں نے کہا: اگر ہو سکے تو اس نیزہ بردار کو کچھ دید و جو کہ امام حسینؑ کا سر لے جا رہا ہے تا کہ وہ یہاں نہ کھڑا ہو کہ تماشا دیکھنے

والوں سے ناک میں دم ہے۔

میں آگے بڑھا اس کو سو درہم دیئے تاکہ وہ جلد خواتین سے آگے بڑھ جائے، اسی طرح سر یزید کے پاس پہنچ گئے۔ۖ

سہیل بن سعد کہتے ہیں: امام حسینؑ کا سر مقدس ایک طشت میں رکھکر یزید کے دربار میں لایا گیا میں بھی وہاں پہنچ گیا یزید تخت پر بیٹھا تھا اس کے سر پر در و یاقوت سے مرصع تاج تھا اور اس کے چاروں طرف قریش کے بڑے بوڑھے بیٹھے تھے، جو شخص دربار میں سر حسینؑ لے کر آیا اس نے دو بیت پڑھے

أَوْقِرْ رِكَابِي فِضَّةً وَذَهَبا　　أَنَا قَتَلْتُ السَّيِّدَ الْمُحَجَّبا!

قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ أُمّاً وَأَبا　　وَخَيْرَهُمْ إِذْ يَنْسِبُونَ النَّسَبا! [۲]

یزید نے اس سے پوچھا: اگر تم یہ جانتے تھے کہ وہ سب سے بہترین تھے تو تم انہیں کیوں قتل کیا؟ اس نے کہا: میں نے آپ سے انعام پانے کے لئے انہیں قتل کیا ہے۔

امام زین العابدینؑ کے اشعار

اس موقع پر امام زین العابدینؑ نے یہ اشعار پڑھے۔

أُقادُ ذَلِيلاً فِي دِمَشْقَ كَأَنَّنِي　　مِنَ الزَّنْجِ عَبْدٌ غابَ عَنْهُ نَصِيرُهُ

وَجَدِّي رَسُولُ اللهِ فِي كُلِّ مَشْهَدٍ　　وَشَيْخِي أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَمِيرُهُ

فَيالَيْتَ لَمْ أَنْظُرْ دِمَشْقَ وَلَمْ يَكُنْ　　يَرانِي يَزِيدُ فِي الْبِلادِ أَسِيرُهُ [۳]

۱۔ مقتل زخار ص ۵۵۶، ۲۔ میرے اونٹ کو سونے وچاندی سے لاد دے کہ میں نے عظیم الشان بادشاہ کو قتل کیا ہے اسے قتل کیا ہے جسکے ماں باپ سب لوگوں کے ماں باپ سے بلند و برتر تھا اور ان کا خاندان ہر ایک خاندان سے بلند ہے۔ ۳۔ مجھے دمشق میں اس حقارت کے ساتھ پھرا رہے ہیں جیسے میں کوئی حبشی غلام ہوں کہ جس کا کوئی مددگار نہیں ہے جبکہ سب جانتے ہیں کہ میرے جد رسول اللہ ہیں اور بزرگ دادا امیر المومنینؑ ہیں، اے کاش میں دمشق میں داخل نہ ہوتا اور یزید مجھے شہر وں میں اسیر نہ دیکھتا، ریاض الاحزان ص ۱۰۹۔

سہیل بن کہتے ہیں: شام میں: میں نے ایک کمرہ دیکھا کہ اس میں ایک بوڑھی عورت کے ساتھ پانچ عورتیں ہیں جب سر امام حسینؑ اس بوڑھی عورت کے سامنے آیا تو اس نے ایک پتھر اٹھا کر سر مقدس کی طرف پھینکا جب میں نے یہ المناک واقعہ دیکھا تو کہا: اے اللہ ان سب کو ہلاک کر دے۔

دوسری روایت میں اس بددعا کی حضرت ام کلثوم کی طرف نسبت دی گئی ہے[1]

ابراہیم بن طلحہ

ابراہیم بن طلحہ بن عبد اللہ نے امام زین العابدینؑ کو مخاطب کر کے کہا: اے علی بن الحسینؑ! یہ بتائیے کون کامیاب ہوا؟

آپؑ نے فرمایا: نماز کا وقت ہونے تک صبر کرو اذان و اقامت کے بعد تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ کون کامیاب ہوا ہے[2]

دربار یزید

جب اسیروں کا قافلہ شام پہنچ گیا تو انہیں شہر کی جامع مسجد لے گئے اور وہاں دربار میں داخل ہونے کے لئے یزید کی اجازت کے منتظر رہے کہ مروان بن حکم مسجد میں آیا اور حادثہ کربلا کے بارے میں پوچھا:

---

[1] مقتل مقرم ص ۷۵،

[2] امام زین العابدینؑ کی ملاقات ابراہیم بن طلحہ سے واپسی کے بعد مدینہ میں ہوئی تھی یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں وہ شام آیا ہو لیکن مقتل مقرم کے مولف اور دیگر لوگوں نے یہ ملاقات اسی جگہ نقل کی ہے لہذا ہم نے بھی ان کے اتباع میں اسی جگہ لکھ دی ہے۔

ابن زیاد کے سپاہیوں نے وضاحت کی اس نے کچھ نہ کہا: اور واپس چلا گیا اس کے بعد یحیٰ بن حکم مسجد میں داخل ہوا اس نے بھی سانحہ کربلا کے بارے میں معلوم کیا اسے ماجرا بتایا گیا تو وہ اپنی جگہ سے کہتے ہوئے اٹھا خدا کی قسم روز قیامت تمہیں محمدؐ کا دیدار اور ان کی شفاعت نصیب نہ ہو سکے گی اور اب میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور اب تمہارے کسی معاملے میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔[۱]

بہرحال دربار یزید میں داخلہ کی اجازت ملی اور اہلبیت کے مرد جو کہ ۱۲ تھے "بس گردن سے ہاتھ بندھے ہوئے اور باقی ایک زنجیر میں جکڑے ہوئے یزید کے دربار میں پہنچے،

یزید اپنے قصر میں مشرف جیرون پر بیٹھا تھا[۲] اور شہیدوں کے سر اور اہلبیت کے داخل ہونے کو دیکھ رہا تھا، اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

لَمَّا بَدَتْ تِلْكَ الْحُمُولُ وَأَشْرَقَتْ	تِلْكَ الشُّمُوسُ عَلَى رُبَى جَيْرُونِ
نَعَبَ الْغُرَابُ فَقُلْتُ صِحْ أَوْ لَا تَصِحْ	فَلَقَدْ قَضَيْتُ مِنَ الْغَرِيمِ دُيُونِي[۳]

اسیروں کو دربار یزید میں پہونچانے کے بعد انھیں یزید کے سامنے کھڑا کر دیا گیا امام زین العابدینؑ نے یزید سے فرمایا: اگر رسولؐ ہمیں اس حالت میں دیکھیں گے تو تیرے ساتھ کیا سلوک کریں گے،

فاطمہ دختر حسینؑ نے کہا: اے یزید! کیا رسولؐ زادیوں کو اس طرح قید کیا جاتا ہے،

یہ جملہ سنکر دربار والے چیخ چیخ کر رونے لگے یزید نے یہ صورتحال دیکھ کر مجبوراً حکم دیا کہ علی بن

۱؎ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۶۳،

۲؎ جیرون پہلے دمشق میں صابئین کا معبد تھا بعد میں یونانی اس جگہ اپنے دین کی رسوم ادا کرنے لگے پھر اس پر یہودی قابض ہو گئے، اسی طرح یہ بت پرستوں کے اختیار میں رہا اس عمارت کے دروازہ کو باب جیرون کہتے تھے، اسی میں حسین بن علیؑ کا سر لٹکایا گیا وہ جگہ شاید مسجد اموی میں ہے، نفس المہموم مقرم ص ۳۴۸،

۳؎ وہ قافلہ نمایاں ہو گئے اور جیرون کی بلندیوں پر آفتاب کی شعائیں چھپ گئیں کوتے نے کائیں کائیں کی تو میں نے کہا: تم کائیں کائیں کرو یا نہ کرو میں نے اپنے مقروض سے قرضہ چکا لیا، نفس المہموم ص ۴۳۵،۔

الحسین ؑ کے ہاتھ کھول دیے جائیں،

اسی وقت امام حسینؑ کا سر دھوکر اور طشت طلا میں رکھکر یزید کے سامنے لاکر رکھا گیا، یزید[1] چھڑی سے امام حسینؑ کے دانتوں کو چھوکر کہنے لگا:

نُفَلِّقُ هاماً مِنْ اُناسٍ اَعِزَّةٍ عَلَيْنا وَهُمْ كانُوا اَعَقَّ وَاَظْلَما [2]

یحیٰ بن حکم نے کہا:

لَهامٌ بِجَنْبِ الطَّفِّ اَدْنىٰ قَرابَةً مِنِ ابْنِ زِيادِ الْعَبْدِ ذِي النَّسَبِ الْوَغْلِ

سُمَيَّةُ اَمْسىٰ نَسْلُها عَدَدَ الْحَصىٰ وَبِنْتُ رَسُولِ اللهِ لَيْسَتْ بِذِي نَسْلِ [3]

یزید نے اس کے سینہ پر مارا اور کہا: خاموش ہو جاؤ۔[5]

---

[1] اخبار الدول و آثار الاول للقرمانی ص ۱۰۸،

[2] ہم نے اس کا سر شگافتہ کیا ہے جس کی لوگوں میں بہت زیادہ عزت ہے اور یہ ہم کو بہت زیادہ ستاتے تھے۔

[3] صاحب مناقب نے اس شخص کا نام عبد الرحمٰن بن حکم لکھا ہے جو کہ یحیٰ بن حکم بن العاص کا بھائی ہے اور ابوالفرج اصفہانی نے کلبی سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمٰن بن حکم بن العاص اس وقت یزید کے پاس بیٹھا تھا جب ابن زیاد اس کے پاس حسینؑ کا سر بھیجا اور جب سر حسینؑ طشت میں رکھکر یزید کے سامنے رکھا گیا تو عبد الرحمٰن نے کہا:

ابلغ امیر المومنین فلا تکن کوتر قوس ولیس لھا نبلُ،

امیر المومنین تک یہ بات پہونچا دو کہ ہم ایسی کمان نہیں ہیں کہ جس میں تیر نہ ہو،

لیکن ابن نما نے ان اشعار کو حسن بن حسن کی طرف منسوب کیا ہے، مثیر الاحزان ص ۱۰۰،

[4] جو لوگ طف کے کنارے تھے وہ ابن زیاد کی بہ نسبت جس کا نسب پست ہے ہم سے بہت نزدیک تھے زیاد کی ماں سمیہ کی نسل ریت کی تعداد کے برابر ہے اور بنت رسولؐ کی نسل میں کوئی باقی نہ رہے۔

[5] ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۱۹، دوسری روایت میں آیا ہے کہ یزید نے عبد الرحمٰن کے کان سے منھ لگا کر کہا: سبحان اللہ! کیا یہ وقت ایسی بات کہنے کا ہے؟ کیا خاموش نہیں رہ سکتے تھے؟ الدمعۃ الساکبۃ ج ۵ ص ۴۹،

اس کے بعد یزید کے درباروالوں کو مخاطب کر کے کہا: یہ شخص مجھ پر بڑا بنتا اور کہتا تھا: میرے والد یزید کے باپ سے افضل ہیں، میری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے اور میرے جد اس کے جد سے بہتر ہیں اور میں اپنے کو اس سے افضل سمجھتا ہوں اسی لئے میں نے اسے قتل کر دیا۔

رہی یہ بات کہ میرے والد یزید کے باپ سے بہتر ہیں، میرے باپ کا ان کے والد سے جو معاملہ ہوا وہ اس کیلئے حکمین کی ضرورت پیش آئی اور خدا نے میرے باپ کے حق میں فیصلہ کیا۔

اور ان کا یہ کہنا کہ میری والدہ یزید کی ماں سے افضل ہیں، ہاں قسم اپنی جان کی فاطمہ بنت رسولؐ میری ماں سے بہتر ہیں۔

اور ان کا یہ قول کہ میرے جد اسکے جد سے اعلیٰ ہیں، ہاں مسلّم ہے کہ جو خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے جد محمدؐ سے بہتر ہیں۔[۲]

رہا ان کا یہ کہنا: کہ میں یزید سے افضل ہوں تو شاید انہوں نے اس آیہ کی تلاوت نہیں کی تھی۔ قل اللھم مالک الملک ...[۳]

اس کے بعد یزید نے امام زین العابدینؑ سے کہا: فرزند حسینؑ تمہارے والد نے قرابتداری کا خاظ نہ رکھا اور میرا منصب و منزلت نہ دیکھ سکے، میری بادشاہت کے بارے میں مجھ سے الجھ پڑے اور خدا نے ان کے ساتھ جو کیا وہ تم نے بھی دیکھ لیا ہے۔

علی بن الحسینؑ نے اس آیہ کی تلاوت کی: ﴿ما اَصابَ مِنْ مُصیبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلا فِي اَنْفُسِکُمْ اِلّا فِي کِتابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَأَها اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسیرٌ﴾

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا: ان کا جواب دو! لیکن خالد سے کوئی جواب نہ بن سکا، یزید نے کہا: کہدو! ﴿ما اَصابَکُمْ مِنْ مُصیبَةٍ فَبِما کَسَبَتْ اَیْدیکُمْ وَیَعْفُوا عَنْ کَثیرٍ﴾

---

۱ یعنی امام حسینؑ۔ ۲ یہ بات یزید کی بے ایمانی کا واضح ثبوت ہے کیونکہ وہ کہتا ہے جو شخص خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ میں کہتا ہوں کہ حسینؑ کے جد رسولؐ میرے جد سے بہتر ہیں۔

۳ سورہ آل عمران ۲۶، بحارالانوار ج ۴۵ ص ۱۳۱۔

ابن شہر آشوب کہتے ہیں: اس کے بعد علی بن الحسینؑ نے فرمایا: اے معاویہ وہند اور صخر کے بیٹے، نبوت وامامت اس وقت سے ہمارے بزرگوں میں چلی آ رہی ہے جب تیرا وجود بھی نہیں تھا بے شک جنگ بدر واحد اور احزاب میں رسولؐ کا پرچم میرے جد علی بن ابی طالبؑ کے ہاتھ میں تھا اور کافروں کا جھنڈا تیرے باپ دادا کے ہاتھ میں تھا،

اس کے بعد علی بن الحسینؑ نے یہ اشعار پڑھے:

مَاذَا تَقُولُونَ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ ۔۔۔ مَاذَا فَعَلْتُمْ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ

بِعِتْرَتِي وَبِأَهْلِي بَعْدَ مُفْتَقَدِي ۔۔۔ مِنْهُمْ أُسَارَى وَمِنْهُمْ ضُرِّجُوا بِدَمٍ [۱]

پھر آپؑ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اے یزید وائے ہو تجھ پر اگر تجھے معلوم ہوتا کہ تو نے کتنا برا کام کیا ہے، اور میرے بابا اہلبیتؑ اور میرے چچاؤں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو یقیناً پہاڑوں، بیابانوں میں نکل جاتا، خاک نشینی اختیار کرلیتا اور واویلا کی آواز بلند کرتا کہ تو نے میرے والد علیؑ و فاطمہؑ کے لخت جگر کے سر کو شہر کے دروازہ پر لٹکا رکھا ہے، ہم تمہارے درمیان رسولؐ کی امانت ہیں، پس تجھے بشارت دیتا ہوں کہ کل تو پشیمان و رسوا ہوگا اور یہ روز قیامت ہوگا جب لوگ جمع ہوں گے[۲]

دوسری روایت میں آیا ہے کہ یزید نے حضرت زینبؑ کی طرف رخ کرکے کہا: کچھ کہو!

حضرت زینبؑ نے امام زین العابدینؑ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ہمارے نمائندہ یہ ہیں اس کے بعد آپ نے یہ اشعار پڑھے:

لَا تَطْمَعُوا أَنْ تُهِينُونَا فَنُكْرِمَكُمْ ۔۔۔ وَأَنْ نَكُفَّ الْأَذَى عَنْكُمْ وَتُؤْذُونَا

وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّا لَا نُحِبُّكُمْ ۔۔۔ وَلَا نَلُومُكُمْ أَنْ لَا تُحِبُّونَا [۳]

---

[۱] اس وقت کیا جواب دوگے جب رسولؐ تم سے پوچھیں گے، تم آخری امت تھے میرے بعد تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا ان میں سے بعض کو قتل کردیا اور باقی کو قیدی بنالیا۔ [۲] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۳۵۔ [۳] تمہیں ہماری اہانت کرکے ہم سے احترام کی توقع نہیں رکھنی چاہیے ہم تو تمہیں آزار رسانی سے بچائیں اور تم جان بوجھ کر ہمیں آزار پہونچاؤ خدا جانتا ہے کہ تم ہمیں ہرگز پسند نہیں ہو اور ہم تمہیں اس بات پر ملامت نہیں کرتے کہ تم ہمیں پسند نہیں کرتے۔

یزید نے کہا: سچ کہتے ہو جوان لیکن تمہارے باپ دادا بادشاہ بننا چاہتے تھے، شکر ہے خدا کا کہ اس نے انھیں قتل کیا اور ان کا خون بہا دیا۔[1]

سکینہ بنت الحسینؑ

اس وقت ایک شامی نے سکینہ بنت الحسینؑ کی طرف اشارہ کرکے یزید سے کہا: یہ کنیز مجھے بخش دیجئے یہ سنکر سکینہ لرز گئیں اپنی پھوپھی زینبؑ سے لپٹ گئیں اور کہا: اے پھوپھی جان! یتیم ہوئی اب کنیزی کی نوبت ہے۔[2]

زینبؑ نے شامی کو مخاطب کر کے فرمایا: تمہارے اور یزید کے اندر یہ طاقت نہیں ہے کہ اس بچی کو کنیزی میں لے سکو،

یزید نے زینبؑ سے کہا: خدا کی قسم میں اسے کنیزی میں لے سکتا ہوں،

زینبؑ نے فرمایا: خدا کی قسم خدا نے تجھے اتنی طاقت وتسلط ہرگز نہیں دیا ہے مگر یہ کہ تو اسلام سے پھر کر دوسرا دین اختیار کرے،

یزید کو غصہ آگیا کہنے لگا مجھ سے یہ انداز تخاطب؟ تمہارے باپ اور بھائی دین سے خارج ہوگئے

زینبؑ نے فرمایا: تو نے تیرے باپ اور تیرے دادا نے خدا، میرے باپ اور بھائی کا دین اختیار کیا ہے اگر مسلمان ہو تو،

یزید نے کہا: اے دشمن خدا! جھوٹ کہتی ہو،

زینبؑ نے فرمایا: بظاہر تو امیر و بادشاہ ہے اور گالیاں دیتا ہے اور اقتدار و تسلط کی وجہ سے

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۷۵،

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۳۶،

نقش بکتا ہے،

یہاں گویا یزید کو شرم آگئی اور وہ خاموش ہوگیا،

سید کی روایت میں آیا ہے کہ شامی نے پوچھا: یہ کس کی بیٹی ہے؟ یزید نے کہا: سکینہ بنت الحسینؑ ہے اور یہ زینبؑ بنت علیؑ ابن ابی طالب ہے،

شامی نے کہا: حسینؑ، فاطمہؑ و علیؑ کے بیٹے!

یزید نے کہا ہاں!

شامی نے کہا: اے یزید خدا تیرے اوپر لعنت کرے تو خاندان رسولؐ کو قتل کرتا ہے اور ان کی اولاد کو اسیر کرتا ہے، خدا کی قسم میں تو انہیں روم کے اسیر سمجھتا تھا،

یزید نے شامی سے کہا: خدا کی قسم میں تجھے بھی ان سے ملحق کروں گا اور اس کی گردن زنی کا حکم دیدیا۔[1]

پھر یزید نے کسی کارندے سے کہا: میری چھڑی لاؤ اور اسے اہلبیتؑ کے سامنے امام حسینؑ کے دندان مبارک پر مارا،

زینبؑ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: «یا حُسَیْناهُ! یا حَبِیبَ رَسُولِ اللهِ! یَابْنَ مَکَّةَ وَمِنیٰ! یَابْنَ فاطِمَةَ الزَّهْراءِ سَیِّدَةِ النِّساءِ! یَابْنَ بِنْتِ الْمُصْطَفیٰ!»

ایسا جاں گداز نالہ تھا کہ جس سے دربار کا ہر آدمی رونے پر مجبور ہوگیا اور یزید نے ہاتھ روک لیا،

ناگہاں قصر یزید سے کسی ہاشمی عورت کے رونے کی آواز سنائی دی جو کہہ رہی تھی «یا حَبِیباهُ! یا سَیِّدَ أَهْلِ بَیْتاهُ! یَابْنَ مُحَمَّداهُ! یا رَبِیعَ الأَرامِلِ وَالْیَتامیٰ! یا قَتِیلَ أَوْلادِ الأَدْعِیاءِ!»[2]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۳۶،

[2] مصدر و ماخذ میں یہ نہیں لکھا کہ یہ آواز کس کی تھی لیکن ہاشمی عورت کے قرینہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اہلبیتؑ میں سے کوئی عورت تھی جیسے دوسری عورتوں کے ساتھ دربار میں لائے تھے۔

اس آواز کو سنکر دربار میں حاضر سبھی لوگ رونے لگے[1] جب یزید نے اہلبیت کی عورتوں کے رونے اور فریاد واحسینا کی آواز سنی تو ملامت کے انداز میں کہا: [2]

یا صَیْحَةً تُحْمَدُ مِنْ صَوائِحِ　　　ما اَهْوَنَ الْمَوتَ علَى النَّوائِحِ [2]

اس کے بعد چھڑی کو امام حسینؑ کے لب و دندان پر کہ جس کا رسولؐ بوسہ لیتے تھے، مار کر عبداللہ بن زبعری کی طرف منسوب اشعار پڑھنے لگا، [3]

لَيْتَ أشْياخِي بِبَدْرٍ شَهِدُوا　　　جَزَعَ الْخَزْرَجِ مِنْ وَقْعِ الأسَلْ

لَأهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحا　　　ثُمَّ قالُوا يا يَزِيدُ لا تَشَلْ

لَعِبَتْ هاشِمُ بِالْمُلْكِ فَلا　　　خَبَرٌ جاءَ وَلا وَحْيٌ نَزَلْ

لَسْتُ مِنْ خِنْدِفَ إنْ لَمْ أنْتَقِمْ　　　مِنْ بَنِي أحْمَدَ ما كانَ فَعَلْ [4]

---

[1] الدمعۃ الساکبہ ج ۵ ص ۱۰۵،

[2] یہ ہائے ویلا نالہ و شیون کرنے والی عورتیں کریں تو پسندیدہ ہے نوحہ کرنے والیوں پر عزیزوں کی موت کتنی آسان ہے؟

[3] عبداللہ بن زبعری، زمانہ جاہلیت میں رسولؐ اور آپؐ کے اصحاب کا سخت ترین دشمن تھا، زبان و قلب دونوں سے دشمنی رکھتا تھا، رسولؐ نے مکہ فتح کیا تو وہ بھاگ کر نجران چلا گیا لیکن پھر رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر پشیمانی کا اظہار کیا اور مسلمان ہو گیا، یہ اشعار یزید نے اسی کے پڑھے ہیں۔

[4] اے کاش بدر میں مارے جانے والے میرے بزرگ قبیلۂ خزرج کی نیزہ لگنے سے آہ و زاری دیکھتے تو خوشی سے اچھل پڑتے اور کہتے، اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں، یہ تو سلطنت حاصل کرنے کے لئے بنی ہاشم کا ڈھونگ تھا ورنہ کوئی خبر آئی ہے اور نہ وحی نازل ہوئی ہے،
اگر میں اولاد احمد سے ان کے کئے ہوئے کا انتقام نہ لوں تو خندف کی اولاد سے نہیں ہوں، شعر عبداللہ زبعری نے جنگ احد میں اصحاب رسولؐ کے شہید ہونے کے بعد کہے تھے، مقتل مقرم ص ۴۴۹ البتہ بیت اول زبعری کا اور دوسرو تیسری خود یزید کی ہے۔

ابو برزہ اسلمی[1] کہتے ہیں: اے یزید وائے ہو تجھ پر فرزند فاطمہؑ، حسینؑ کے دانت پر چھڑی مارتا ہے جبکہ میں نے رسولؐ کو ان لبوں اور دندان کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے اور حسنؑ و حسینؑ سے فرماتے تھے، تم دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہو، خدا تمہارے قاتل کو نابود کرے گا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس کے لئے جہنم تیار کر رکھا ہے۔

یہ بات سنکر یزید کو غصہ آگیا اور انھیں دربار سے نکلوادیا[2]

یزید نے امام حسینؑ کے لب اور دانت پر چھڑی مارتے ہوئے سر مقدس کو مخاطب کرکے کہا: اے حسینؑ میری نوازشیں کیسی پائیں؟

ایک کنیز قصر یزید سے باہر نکل آئی تھی، اس نے جب یہ دل خراش منظر دیکھا تو کہا: خدا تیرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرے اور آخرت کی آگ سے پہلے تجھے دنیا کی آگ میں جلائے، اے ملعون! جن دانتوں پر تو چھڑی مار رہا ہے رسولؐ ان کا بوسہ لیتے تھے۔

یزید نے کہا: خدا تجھ سے سمجھے، اس مجلس میں تو یہ کیسی باتیں کر رہی ہے؟

کنیز نے کہا: میں نے غنودگی کی حالت میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور آسمان سے نور کا ایک زینہ زمین پر آیا ہے اور دو جوان سبز لباس پہنے ہوئے اس زینہ سے زمین پر آئے، جنتی زبر جد کی ایک چادر ان کے لئے بچھا دی گئی کہ جس کا نور مشرق سے مغرب تک پھیل گیا ناگہاں اسی سیڑھی سے ایک میانہ قد آدمی نیچے آیا اس چادر پر بیٹھ گیا اور با آواز بلند کہا: اے بابا: آدمؑ آیئے، بابا ابراہیمؑ آیئے بھائی موسیٰ اور بھائی عیسیٰؑ آیئے، اس کے بعد میں نے ایک عورت کو دیکھا جو بال بکھرائے ہوئے فریاد کر رہی ہے، ماں حوا، سارا، بہن مریم، اور اماں خدیجہ آیئے، ہاتف نے ندا کی،

---

۱ ابو برزہ اسلمی کا اصل نام نضلہ بن عبید ہے، صحابی رسولؐ تھے بصرہ میں رہتے تھے، کہا جاتا ہے کہ ۶۴ھ میں انتقال کیا، الاستیعاب ج ۴ ص ۱۲۱،

۲ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۳۲،

اس وقت فاطمہ زہرا نے فرمایا: بابا کیا آپ نے نہیں دیکھا: کہ آپ کی امت نے میرے بیٹے حسین ؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

یہ سنکر رسول ؐ اور آپ کے ساتھی رونے لگے اس کے بعد حضرت آدم ؑ کی طرف رخ کر کے کہا: بابا: آدم! آپ نے نہیں دیکھا کہ میرے بعد ظالموں نے میرے بچے حسین ؑ کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ قیامت کے دن انھیں میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی۔

حضرت آدم ان کے ساتھی اور فرشتے گریہ کرنے لگے اس کے بعد میں نے تقریباً اسی ہزار آدمیوں کو دیکھا ان کے آگے آگے ایک جوان تھا جس کے ہاتھ میں سبز رنگ کا پرچم تھا، ان آدمیوں کے ہاتھوں میں آتشیں اسلحہ تھا اسے ہلاتے ہوئے کہہ رہے تھے اے آگ اس قصر والے "یزید بن معاویہ" کو جلادے اس وقت میں نے تجھ کو فریاد کرتے ہوئے دیکھا، آگ، آگ، آگ سے کہاں مفر ہے۔

یزید نے کنیز کا خواب سنکر کہا: وائے ہو تجھ پر یہ کیسا خواب تھا، تو مجھے لوگوں کے سامنے شرمندہ کرنا چاہتی ہے، اس کے بعد اس کنیز کا بھی سر قلم کرنے کا حکم دیدیا[1]

یزید شراب پیتا ہے

یزید نے جَو کی شراب مانگی[2] اس میں سے کچھ پی اور اپنے آدمی کو دیتے ہوئے کہا: یہ بابرکت شراب ہے اس کی ایک برکت یہ ہے جب ہم اس میں سے پہلا جام پیتے ہیں تمہارے دشمن "حسین ؑ" کا سر

۱۔ ریاض الاحزان ص ۱۲۲۔

۲۔ ہروی نے امام رضا علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جَو کی شراب پینے کا حکم یزید نے دیا تھا اور سب سے پہلے اس نے اس دسترخوان پر پی تھی جہاں سر حسین ؑ رکھا تھا، دشمنان اہلبیت ؑ اس دسترخوان پر کھانا کھاتے اور شراب پی کر اس عظیم مصیبت پر خوشی مناتے تھے، امام رضا نے فرمایا: ہمارے شیعہ ہرگز جَو کی شراب نہیں پیتے ہیں کیونکہ وہ دشمنان اہلبیت ؑ سے مخصوص ہے۔ عیون اخبار، ج ۲، ص ۲۲۔

ہمارے دسترخوان پر ہوتا ہے اسی لیے ہمارا کھانے کا دسترخوان بچھا ہوا ہے اور اطمینان کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں، اور شراب پی رہے ہیں،

سکینہ فرماتی ہیں: خدا کی قسم میں نے یزید سے بڑا کافر، ظالم، اور سنگدل نہیں دیکھا ہے۔[1]

روم کا سفیر یزید کے دربار میں

سفیر روم نے جو کہ یہ دلخراش منظر دیکھ رہا تھا، یزید سے کہا: تمہارے سامنے یہ کس کا سر ہے؟

یزید نے تعجب کے ساتھ پوچھا یہ سوال تم نے کیوں کیا،

اس نے کہا: جب میں روم جاؤں گا تو مجھ سے یہاں کے دیکھے ہوئے حالات کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا مجھے اس خوشی و مسرت کا سبب معلوم ہونا چاہیئے تاکہ قیصر روم سے بتا سکوں کہ وہ بھی اس سے خوش ہو،

یزیدنے کہا: یہ سر فاطمہ بنت محمدؐ کے بیٹے حسینؑ کا ہے،

سفیر روم نے پوچھا: محمدؐ وہی جو تمہارے پیغمبر ہیں؟

یزیدنے کہا: ہاں،

سفیر روم نے کہا: ان کے والد کا کیا نام ہے،

یزید نے کہا: علی بن ابی طالب، رسولؐ کے چچازاد بھائی،

سفیر روم نے کہا: نابود ہو جائے تمہارا آئین، میرا دین تمہارے دین سے بہتر ہے کیونکہ میرے والد، داؤد کے پوتے ہوتے ہیں میرے اور داؤد کے درمیان نسلوں کا فاصلہ ہے اور ہمارے آئین کا اتباع کرنے والے میرا احترام کرتے ہیں، اور جس گدھے پر حضرت عیسیٰ ایک بار سوار ہوئے تھے اس کے سم کی جگہ

---

[1] تمتلم زخار ص ۵۷۷۔

ایک کلیسا تعمیر کر دی گئی ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اور تم اپنے رسولؐ کے بیٹے کو قتل کرتے ہو جبکہ! رسولؐ اور حسینؑ کے درمیان ایک بیٹی کے علاوہ فاصلہ نہیں ہے یہ تمہارا کیسا دین ہے ؟[1]

روایت میں آیا ہے کہ: یزید نے یہ باتیں سنکر کہا: اس نصرانی کو ہمیں قتل کر دینا چاہیئے ورنہ یہ ہمیں اپنے ملک میں بدنام کرے گا،

جب سفیر نے یہ حالت دیکھی تو کہا: اب تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو سنو کہ کل رات میں رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے مجھے جنت کی بشارت دی ہے، اس خواب سے میں حیرت میں تھا، اب اس کی تعبیر ظاہر ہو گئی، وہ بشارت صحیح تھی، اس کے بعد اس نے کلمہ پڑھا، امام حسینؑ کے سر مقدس کو سینے سے لگایا اور چوم کر قتل ہونے تک روتا رہا[2]،

دوسری روایت میں بیان ہوا ہے کہ دربار میں حاضر لوگوں نے سفیر روم کے قتل کے وقت امام حسینؑ کے سر مقدس سے صدائے "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" صاف طور پر سنی[3]،

خطبہ زینب کبریٰؑ

عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینبؑ نے جب یزید کی اتنی جسارت و بے حیائی دیکھی اور دوسری طرف دربار کی حالت بھی مناسب دیکھی تو اٹھیں اور فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَآلِهِ أَجْمَعِينَ. صَدَقَ اللّٰهُ كَذٰلِكَ يَقُولُ ﴿ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاؤُا السُّوٓأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوا

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۴۱،

[2] اللہوف ص ۷۹،

[3] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۴۵۵،

بِها يَسْتَهْزِؤُونَ ﴾[1].

أَظَنَنْتَ يا يَزِيدُ حَيْثُ أَخَذْتَ عَلَيْنا أَقْطارَ الأَرْضِ وَآفاقَ السَّماءِ فَأَصْبَحْنا نُساقُ كَما تُساقُ الأُسارىٰ أَنَّ بِنا عَلَى اللهِ هَواناً وَبِكَ عَلَيْهِ كَرامَةً وَأَنَّ ذٰلِكَ لِعِظَمِ خَطَرِكَ عِنْدَهُ فَشَمَخْتَ بِأَنْفِكَ وَنَظَرْتَ فِي عِطْفِكَ جَذْلانَ مَسْرُوراً حَيْثُ رَأَيْتَ الدُّنْيا لَكَ مُسْتَوْثِقَةً وَالأُمُورُ مُتَّسِقَةً وَحِينَ صَفا لَكَ مُلْكُنا وَسُلْطانُنا، فَمَهْلاً مَهْلاً أَنَسِيتَ قَوْلَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿وَلا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّما نُمْلِي لَهُمْ خَيْراً لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّما نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدادُوا إِثْماً وَلَهُمْ عَذابٌ مُهِينٌ ﴾[2].

أَمِنَ العَدْلِ يَابْنَ الطُّلَقاءِ تَخْدِيرُكَ حَرائِرَكَ وَإِماءَكَ وَسَوْقُكَ بَناتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم سَبايا قَدْ هَتَكْتَ سُتُورَهُنَّ وَأَبْدَيْتَ وُجُوهَهُنَّ، تَحْدُو بِهِنَّ الأَعْداءُ مِنْ بَلَدٍ إِلىٰ بَلَدٍ يَسْتَشْرِفُهُنَّ أَهْلُ المَناهِلِ وَالمَناقِلِ وَيَتَصَفَّحُ وُجُوهَهُنَّ القَرِيبُ وَالبَعِيدُ وَالدَّنِيُّ وَالشَّرِيفُ، لَيْسَ مَعَهُنَّ مِنْ رِجالِهِنَّ وَلِيٌّ وَلا مِنْ حُماتِهِنَّ حَمِيٌّ، وَكَيْفَ يُرْتَجىٰ مُراقَبَةُ مَنْ لَفِظَ فُوهُ أَكْبادَ الأَزْكِياءِ وَنَبَتَ لَحْمُهُ مِنْ دِماءِ الشُّهَداءِ، وَكَيْفَ لا يَسْتَبْطِأُ فِي بُغْضِنا أَهْلَ البَيْتِ مَنْ نَظَرَ إِلَيْنا بِالشَّنَفِ وَالشَّنَآنِ وَالإِحَنِ وَالأَضْغانِ ثُمَّ تَقُولُ غَيْرَ مُتَأَثِّمٍ وَلا مُسْتَعْظِمٍ:

لَأَهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحاً   ثُمَّ قالوا يا يَزِيدُ لا تُشَلْ

مُنْتَحِياً عَلىٰ ثَنايا أَبِي عَبْدِاللهِ سَيِّدِ شَبابِ أَهْلِ الجَنَّةِ تَنْكُتُها بِمِخْصَرَتِكَ وَكَيْفَ لا تَقُولُ ذٰلِكَ وَقَدْ نَكَأْتَ القَرْحَةَ وَاسْتَأْصَلْتَ الشَّأْفَةَ بِإِراقَتِكَ دِماءَ ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَنُجُومَ الأَرْضِ مِنْ آلِ عَبْدِالمُطَّلِبِ، وَتَهْتِفُ بِأَشْياخِكَ زَعَمْتَ أَنَّكَ تُنادِيهِمْ، فَلَتَرِدَنَّ وَشِيكاً مَوْرِدَهُمْ وَلَتَوَدَّنَّ أَنَّكَ

---

[1] سوره روم ۱۰

[2] سوره آل عمران، ۱۷۸

شَلَلْتَ وَبَكَمْتَ. وَلَمْ تَكُنْ قُلْتَ ما قُلْتَ وَفَعَلْتَ ما فَعَلْتَ.

اَللّٰهُمَّ خُذْ بِحَقِّنا وَانْتَقِمْ مِنْ ظالِمِنا وَأَحْلِلْ غَضَبَكَ بِمَنْ سَفَكَ دِماءَنا وَقَتَلَ حُماتَنا. فَوَاللهِ ما فَرَيْتَ إِلّا جِلْدَكَ وَلا حَزَزْتَ إِلّا لَحْمَكَ وَلَتَرِدَنَّ عَلى رَسُولِ اللهِ بِما تَحَمَّلْتَ مِنْ سَفْكِ دِماءِ ذُرِّيَّتِهِ وَانْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهِ فِي عِتْرَتِهِ وَلُحْمَتِهِ حَيْثُ يَجْمَعُ اللهُ شَمْلَهُمْ وَيَلُمُّ شَعْثَهُمْ وَيَأْخُذُ بِحَقِّهِمْ ﴿وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْواتاً بَلْ أَحْياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾[1] وَكَفى بِاللهِ حاكِماً وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَصِيماً وَبِجَبْرَئِيلَ ظَهِيراً وَسَيَعْلَمُ مَنْ سَوّىٰ لَكَ وَمَكَّنَكَ مِنْ رِقابِ الْمُسْلِمِينَ. بِئْسَ لِلظّالِمِينَ بَدَلاً وَأَيُّكُمْ شَرٌّ مَكاناً وَأَضْعَفُ جُنْداً.

وَلَئِنْ جَرَّتْ عَلَيَّ الدَّواهِي مُخاطَبَتَكَ إِنِّي لَأَسْتَصْغِرُ قَدْرَكَ وَأَسْتَعْظِمُ تَقْرِيعَكَ وَأَسْتَكْثِرُ تَوْبِيخَكَ. لٰكِنَّ الْعُيُونَ عَبْرىٰ وَالصُّدُورَ حَرّىٰ. أَلا فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ لِقَتْلِ حِزْبِ اللهِ النُّجَباءِ بِحِزْبِ الشَّيْطانِ الطُّلَقاءِ. فَهٰذِهِ الْأَيْدِي تَنْطِفُ مِنْ دِمائِنا وَالْأَفْواهُ تَتَحَلَّبُ مِنْ لُحُومِنا وَتِلْكَ الْجُثَثُ الطَّواهِرُ الزَّواكِي تَنْتابُها الْعَواسِلُ وَتُعَفِّرُها أُمَّهاتُ الْفَراعِلِ.

وَلَئِنِ اتَّخَذْتَنا مَغْنَماً لَتَجِدُ بِنا وَشِيكاً مَغْرَماً حِينَ لا تَجِدُ إِلّا ما قَدَّمَتْ يَداكَ وَما رَبُّكَ بِظَلّامٍ لِلْعَبِيدِ وَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكىٰ وَعَلَيْهِ الْمُعَوَّلُ. فَكِدْ كَيْدَكَ وَاسْعَ سَعْيَكَ وَناصِبْ جُهْدَكَ فَوَاللهِ لا تَمْحُو ذِكْرَنا وَلا تُمِيتُ وَحْيَنا وَلا تُدْرِكُ أَمَدَنا وَلا تَرْحَضُ عَنْكَ عارَها. وَهَلْ رَأْيُكَ إِلّا فَنَدٌ وَأَيّامُكَ إِلّا عَدَدٌ. وَجَمْعُكَ إِلّا بَدَدٌ؟ يَوْمَ يُنادِي الْمُنادِي: أَلا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الظّالِمِينَ.

وَالْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعالَمِينَ الَّذِي خَتَمَ لِأَوَّلِنا بِالسَّعادَةِ وَالْمَغْفِرَةِ وَلِآخِرِنا بِالشَّهادَةِ وَالرَّحْمَةِ. وَنَسْأَلُ اللهَ أَنْ يُكْمِلَ لَهُمُ الثَّوابَ وَيُوجِبَ لَهُمُ الْمَزِيدَ

---

[1] سورۂ آل عمران، ۱۶۹۔

وَيُخْسِنَ عَلَيْنَا الخِلَافَةَ إِنَّهُ رَحِيمٌ وَدُودٌ، حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الوَكِيلُ(۱).

حمد عالمین کے پروردگار کے لئے ہیں، صلوات وسلام ہو رسول پر اور ان کی آل پر، خدا نے سچ فرمایا ہے: برے کام کرنے والوں کی عاقبت یہ تھی کہ وہ خدا کی آیات کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے اے یزید تو یہ سمجھتا ہے کہ تو نے زمین و آسمان کو ہم پر تنگ کر دیا ہے اور ہمیں اسیر بنا کر شہر در شہر پھرایا اور یہ خیال کرتا ہے کہ خدا نے تجھے عزت دی اور ہمیں رسوا کیا ہے؟ تو یہ سمجھتا ہے کہ اس سے تو خدا کے نزدیک معزز ہو گیا ہے؟ اسی لئے غرور سے دیکھتا اور تکبر کے ساتھ چلتا پھرتا ہے، اور اپنی حکومت اور منظم امور کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے، ذرا ہوش میں آ، کیا تو نے خدا کا یہ کلام فراموش کر دیا ہے، کافر یہ خیال نہ کریں کہ یہ مہلت جو انھیں دی گئی ہے یہ ان کے لئے بہترین موقع ہے، بلکہ یہ مہلت ہم نے انھیں امتحان کے لئے دی ہے تاکہ وہ، اپنی سرکشی میں اور اضافہ کریں کہ ان کے لئے عذاب و رسوائی ہے،، طلقاء کے بیٹے! کیا یہ انصاف ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو باعزت طریقہ سے پردہ میں بٹھائے اور رسول زادیوں کو اسیر کر کے شہر در شہر پھرائے، ان کی ہتک کرے، انھیں برہنہ سر کر کے لوگوں کو تماشا دکھائے تاکہ قریب و دور اور شریف و رذیل سب انھیں دیکھیں، مردوں میں سے کوئی ان کے ہمراہ نہیں ہے نہ کوئی مددگار ہے اور نہ نگہبان،

لیکن جگر خوارہ کے بیٹے اس سے کیسے غمگساری اور ہمدردی کی توقع کی جا سکتی ہے کہ جس کا گوشت و پوست شہیدوں کے خون سے بنا ہے اور جس کے دل میں ہماری طرف سے بغض و کینہ بھرا ہوا ہو اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جا سکتی ہے، اتنے بڑے گناہ کو تو حقیر سمجھتا ہے اور اپنی اس بدکرداری و ذلیل حرکت پر اپنے کافر باپ دادا پر فخر کرتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش وہ آج ہوتے اور تو نے جو بے رحمانہ قتل کیا ہے اسے دیکھ کر خوش ہوتے اور تیرا شکریہ ادا کرتے ابو عبد اللہ اور جنت کے جوانوں کے سردار کے دانت پر چھڑی مارتا ہے یہ کیوں نہیں کہتا کہ اس زخم کو ناسور کر دیا ہے اور ان کی جڑ کاٹ دی ہے اور فرزند رسولؐ کو جو کہ آل

عبدالمطلب اور زمین کے ستاروں میں سے تھے ۔ قتل کر کے اب اپنے بزرگوں کو بلا رہا ہے۔
ذرا ٹھہر! زیادہ دیر نہیں ہے کہ تو ان سے ملحق ہوگا اور اس وقت یہ آرزو کرے گا کہ تیرا
ہاتھ خشک ہو گیا ہوتا اور زبان گنگ ہو گئی ہوتی اور زبان پر وہ بات نہ لاتا اور یہ برا عمل
نہ کرتا! اے اللہ اس سے ہمارا حق اور انتقام لے اور ان ظالموں پر کہ جنہوں نے ہمارا خون بہایا
ہے اپنا عذاب نازل فرما۔
اے یزید! خدا کی قسم تو نے اپنے ہی گوشت و پوست کو پارہ پارہ کیا ہے اور تو رسول ص سے اس بار
گناہ، کے ساتھ ملاقات کریگا جو تیرے دوش پر ہے تو نے آنحضرت ص کی آل کا خون بہایا،
ان کی کوئی عزت نہ بخشی اور ان کی ناموس کو اسیر کیا ہے جبکہ خداوند ان کی پراکندگی کو جمعیت
میں تبدیل کرے گا اور ان کا انتقام لے گا تو راہ خدا میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ خیال نہ کرو
بلکہ وہ زندہ ہیں، اور خدا کی بارگاہ سے روزی پاتے ہیں، یزید تیرے لئے اتنا ہی کافی ہے
کہ اللہ حاکم ہے اور محمد تیرے دشمن اور جبریل ان کے حامی ہیں اور جس نے تیرے لئے راستہ ہموار
کیا ہے اور تجھے مسلمانوں پر مسلط کیا ہے اسے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کی کیا سزا ہے اور
یہ بھی جان لے گا کہ تم میں سے کون زیادہ بدتر اور کس کی فوج ناتواں ہے۔
اگرچہ زمانہ کے مصائب نے مجھے یہاں لاکر کھڑا کر دیا ہے کہ میں تجھ سے بات کروں، لیکن میری
نظروں میں تیری اتنی بھی وقعت نہیں ہے کہ میں تجھے سرزنش کروں یا تیری تحقیر کروں لیکن کیا کروں
میری آنکھیں اشک بار اور دل فگار ہے، جائے حیرت ہے کہ اللہ والے شیطان کا اتباع
کرنے والوں کے ہاتھوں مارے جائیں، ہمارے خون سے تمہارے ہاتھ رنگین ہیں، تمہارے
دہن سے ہمارے گوشت کے ریشے نکل رہے ہیں اور ان پاکیزہ جسموں کے آس پاس درندے
دوڑ رہے ہیں،
جس چیز کو تو آج غنیمت سمجھ رہا ہے کل وہی تیرے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی اور جو
کچھ تو نے کیا ہے اسے دیکھ لے گا، خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے، میں اس سے شکوہ کرتی ہوں

اور اسی پر بھروسہ ہے، جس نیرنگی سے کام کرنا چاہتا ہے کرگزر اور جو کوشش کرنا چاہتا ہے اس سے بھی دریغ نہ کر، خدا کی قسم تو ہماری یاد کو دلوں سے نہیں نکال سکتا اور نہ ہماری وحی کو مٹا سکتا ہے، ہمارے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور اس ظلم کا جو دھبہ تیرے دامن پر لگ گیا ہے تو اسے کبھی نہیں دھو سکے گا، تیری کسی بات کا اعتبار نہیں ہے تیری بادشاہت کا وقت مختصر ہے عنقریب تیری جمعیت پراگندہ ہو جائے گی اور اس دن ہاتف ندا کرے گا الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین والحمد للہ رب العالمین،

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے ہماری ابتدا میں سعادت و مغفرت اور انتہا میں شہادت و رحمت قرار دی ہے، خداوند عالم سے دعا ہے کہ انھیں اجر جزیل عطا فرما اور ان کی جزا میں اضافہ فرما، وہ ہمارا بہترین حاکم ہے وہ سب سے بڑا مہربان ہے، ہم صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں،

اس موقع پر یزید نے شام والوں کی طرف رخ کر کے کہا: ان قیدیوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انھیں قتل کر دیں؟ اس کے ایک ملازم نے کہا: انھیں قتل کر دو،

نعمان بن بشیر[1] نے کہا: یہ دیکھو کہ اگر رسولؐ ہوتے تو وہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے جو وہ کرتے وہی کرو[2]

مسعودی نقل کرتے ہیں کہ امام محمد باقرؑ، جو کہ اس وقت دو سال چند ماہ کے تھے، یزید کے سامنے کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: تمہیں تمہارے حاشیہ نشینوں نے فرعون کے مشیروں کے برخلاف مشورہ دیا ہے، کیونکہ جب فرعون نے ان سے موسیٰ و ہارونؑ کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے کہا:

﴿أَرْجِهِ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ﴾[3]

---

[1] نعمان بن بشیر انصار سے ہیں اور ان کے باپ بشیر بن سعد رسولؐ کے صحابی تھے، معاویہ کے زمانہ میں کوفہ کے گورنر تھے ۶۵ھ میں حمص میں انتقال کیا۔ [2] مقتل خوارزمی ص ۶۲۵ [3] سورہ اعراف ۱۱،

انھیں اور ان کے بھائی کو مہلت دو، شہروں میں اپنے آدمی بھیجو اور جادوگروں کو جمع کرو پھر جب جادوگر آجائیں تو ان کا امتحان لو لیکن انہوں نے ہمارے قتل کا مشورہ دیا ہے اور یہ بے سبب نہیں ہے

یزید نے پوچھا: سبب کیا ہے؟

امام محمد باقرؑ نے فرمایا: وہ عقلمند و ذہین تھے اور یہ فریب خوردہ و نادان ہیں، کیونکہ انبیاء اور ان کی ذریت کو ناپاک ہی قتل کر سکتے ہیں۔

یزید نے سر جھکا لیا، پھر اپنے ملازمین سے کہا: انھیں دربار سے باہر لے جاؤ[۱]

سکینہ بابا کے سر کو دیکھ رہی تھیں اب تحمل کی طاقت نہیں تھی کہا: اے یزید تو رسولؐ کی بیٹیوں کو اسیر کرتا ہے، اس وقت حاضرین میں کہرام بپا ہو گیا اور دربار میں صدائے اعتراض بلند ہونے لگیں۔

جب یزید نے دربار کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو دختر حسینؑ سے کہا: بھتیجی! جو ان لوگوں نے کیا ہے میں اس سے راضی نہیں ہوں۔[۲]

ایک قول یہ ہے کہ ابن مرجانہ کو گالی دی اور ساری چیزوں کی نسبت اس کی طرف دیدی[۳]

بہر حال سر حسینؑ کو قصر کے دروازہ پر لٹکانے[۴] اور اہلبیت کو قید خانہ میں لے جانے کا حکم دیا، علی بن الحسینؑ بھی اسی قید خانہ میں تھے[۵]۔

اہلبیت کی بیٹیوں اور عورتوں کے نالوں سے شہر گونج رہا تھا، اہل شام بھی ان کے ساتھ نالہ کر رہے تھے، یزید کی عورتوں اور معاویہ و ابو سفیان کی لڑکیوں نے زیور اتار دیا تھا اور ماتمی لباس پہن لیا تھا اور اہلبیتؑ کے ساتھ عزادار بن گئیں تھیں[۶]

۱۔ اثبات الوصیہ ص ۱۷۱، ۲۔ قمقام زخار ص ۵۲۶،

۳۔ ظاہر ہے کہ یزید نے یہ موقف اس وقت اختیار کیا جب اہلبیتؑ نے اسے رسوا کر دیا کیونکہ پہلے خاندان امام حسینؑ کو زنجیروں میں جکڑ کر لائے تھے اور اس نے بھی خوش ہو کر اشعار پڑھے، اور لب امام حسینؑ پر چھڑی ماری تھی، ۴۔ جلاء العیون شبر ج ۲ ص ۲۴۳،

۵۔ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۲۲، ۶۔ قمقام زخار کے ص ۱۱۵ پر ہے کہ یزید نے اہلبیت کو اپنی حرم سرا میں اس لئے بھیجا تاکہ ان کے سامنے بڑا بنے کہ میں نے حسینؑ اور ان کے اصحاب پر فتح پائی ہے اور یہ ان کے اہلبیت ہیں جنہیں اسیر کر کے شام لایا ہوں،

امام زین العابدینؑ کا خطبہ

امام زین العابدینؑ نے یزید سے کہا: میں جمعہ کے دن مسجد میں خطبہ دینا چاہتا ہوں، یزید نے کہا: ٹھیک ہے: جمعہ کا دن ہوا تو یزید نے اپنے مزدور خطیبوں میں سے ایک کو منبر پر بھیجا اور اس سے کہا: جہاں تک ہو سکے علیؑ و حسینؑ کی اہانت کرنا اور شیخین و یزید کی مدح کرنا اور اس خطیب نے ایسا ہی کیا،

امام زین العابدینؑ نے یزید سے کہا: مجھے خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے اپنا وعدہ پورا کر، یزید اپنے وعدہ پر پشیمان تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ امامؑ خطبہ دیں، معاویہ بن یزید نے باپ سے کہا: ان کے خطبہ کا کیا اثر ہوگا؟ اجازت دیدیجئے تاکہ وہ جو کہنا چاہیں کہیں،

یزید نے کہا: اس خاندان کی لیاقتوں کو تم نہیں جانتے ہو، یہ ایک دوسرے سے علم و فصاحت میراث میں پاتے ہیں، میں ڈرتا ہوں کہ ان کے خطبہ سے شہر میں فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو اور اس کا وبال ہمارے سر آپڑے،

یزید نے یہ پیشکش قبول نہ کی تو لوگوں نے اصرار کیا امام زین العابدین کو منبر پر جانے کی اجازت دی جائے۔

یزید نے کہا: اگر یہ منبر پر چلے گئے تو خاندان ابوسفیان کو ذلیل کئے بغیر نہیں اتریں گے،

یزید سے کہا گیا کہ یہ جوان کیا کر سکتا ہے،

یزید نے کہا: ان کا تعلق اس خاندان سے ہے کہ جس کے بچے بھی عالم ہوتے ہیں، مختصر یہ کہ اہل شام کے اصرار پر یزید نے امام زین العابدینؑ کے منبر پر جانے کی موافقت کر دی،

امام زین العابدینؑ منبر پر تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد خطبہ شروع کیا، سارا مجمع رو رہا تھا آپؑ نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ! أُعْطِينَا سِتّاً وَفُضِّلْنَا بِسَبْعٍ: أُعْطِينَا الْعِلْمَ وَالْحِلْمَ وَالسَّمَاحَةَ

وَالفَصاحَةَ وَالشَّجاعَةَ وَالمَحَبَّةَ فِي قُلُوبِ المُؤْمِنِينَ، وَفُضِّلْنا بِأَنَّ مِنَّا النَّبِيَّ المُخْتارَ مُحَمَّداً وَمِنَّا الصِّدِّيقُ وَمِنَّا الطَّيَّارُ وَمِنَّا أَسَدُ اللهِ وَأَسَدُ رَسُولِهِ وَمِنَّا سِبْطا هٰذِهِ الأُمَّةِ.

مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي أَنْبَأْتُهُ بِحَسَبِي وَنَسَبِي

أَيُّها النّاسُ! أَنَا ابْنُ مَكَّةَ وَمِنى، أَنَا ابْنُ زَمْزَمَ وَالصَّفا. أَنَا ابْنُ مَنْ حَمَلَ الرُّكْنَ بِأَطْرافِ الرِّدا. أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنِ ائْتَزَرَ وَارْتَدى. أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنِ انْتَعَلَ وَاحْتَفى. أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنْ طافَ وَسَعى. أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنْ حَجَّ وَلَبّى. أَنَا ابْنُ خَيْرِ مَنْ حُمِلَ عَلَى البُراقِ فِي الهَواءِ. أَنَا ابْنُ مَنْ أُسْرِيَ بِهِ مِنَ المَسْجِدِ الحَرامِ إِلَى المَسْجِدِ الأَقْصى. أَنَا ابْنُ مَنْ بَلَغَ بِهِ جَبْرَئِيلُ إِلى سِدْرَةِ المُنْتَهى. أَنَا ابْنُ مَنْ دَنا فَتَدَلّى فَكانَ قابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنى. أَنَا ابْنُ مَنْ صَلّى بِمَلائِكَةِ السَّماءِ. أَنَا ابْنُ مَنْ أَوْحى إِلَيْهِ الجَلِيلُ ما أَوْحى. أَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ المُصْطَفى. أَنَا ابْنُ عَلِيٍّ المُرْتَضى. أَنَا ابْنُ مَنْ ضَرَبَ خَراطِيمَ الخَلْقِ حَتّى قالُوا: لا إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ.

أَنَا ابْنُ مَنْ ضَرَبَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ بِسَيْفَيْنِ وَطَعَنَ بِرُمْحَيْنِ وَهاجَرَ الهِجْرَتَيْنِ وَبايَعَ البَيْعَتَيْنِ وَقاتَلَ بِبَدْرٍ وَحُنَيْنٍ وَلَمْ يَكْفُرْ بِاللهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ. أَنَا ابْنُ صالِحِ المُؤْمِنِينَ وَوارِثِ النَّبِيِّينَ وَقامِعِ المُلْحِدِينَ وَيَعْسُوبِ المُسْلِمِينَ وَنُورِ المُجاهِدِينَ وَزَيْنِ العابِدِينَ وَتاجِ البَكّائِينَ وَأَصْبَرِ الصّابِرِينَ وَأَفْضَلِ القائِمِينَ مِنْ آلِ ياسِينَ رَسُولِ رَبِّ العالَمِينَ. أَنَا ابْنُ المُؤَيَّدِ بِجَبْرَئِيلَ، المَنْصُورِ بِمِيكائِيلَ.

أَنَا ابْنُ المُحامِي عَنْ حَرَمِ المُسْلِمِينَ وَقاتِلِ المارِقِينَ وَالنّاكِثِينَ وَالقاسِطِينَ وَالمُجاهِدِ أَعْداءَهُ النّاصِبِينَ، وَأَفْخَرُ مَنْ مَشى مِنْ قُرَيْشٍ أَجْمَعِينَ، وَأَوَّلُ مَنْ أَجابَ وَاسْتَجابَ للهِ وَلِرَسُولِهِ مِنَ المُؤْمِنِينَ، وَأَوَّلُ السّابِقِينَ، وَقاصِمُ المُعْتَدِينَ وَمُبِيدُ المُشْرِكِينَ، وَسَهْمٌ مِنْ مَرامِي اللهِ عَلَى المُنافِقِينَ، وَلِسانُ

حِكْمَةِ العابِدينَ وَناصِرُ دينِ اللهِ وَوَلِيُّ أَمْرِ اللهِ وَبُسْتانُ حِكْمَةِ اللهِ وَعَيْبَةُ عِلْمِهِ. سَمِحٌ. سَخِيٌّ. بَهِيٌّ. بُهْلُولٌ. زَكِيٌّ. أَبْطَحِيٌّ. رَضِيٌّ. مِقْدامٌ. هُمامٌ. صابِرٌ. صَوّامٌ. مُهَذَّبٌ. قَوّامٌ. قاطِعُ الأَصْلابِ وَمُفَرِّقُ الأَحْزابِ. أَرْبَطُهُمْ عِناناً وَأَثْبَتُهُمْ جِناناً. وَأَمْضاهُمْ عَزِيمَةً وَأَشَدُّهُمْ شَكِيمَةً. أَسَدٌ باسِلٌ. يَطْحَنُهُمْ فِي الحُرُوبِ إِذا أَزْدَلَفَتِ الأَسِنَّةُ وَقَرُبَتِ الأَعِنَّةُ طَحْنَ الرَّحى. وَيَذْرُوْهُمْ فِيها ذَرْوَ الرِّيحِ الهَشِيمِ. لَيْثُ الحِجازِ وَكَبْشُ العِراقِ. مَكِّيٌّ مَدَنِيٌّ خَيْفِيٌّ عَقَبِيٌّ بَدْرِيٌّ أُحُدِيٌّ شَجَرِيٌّ مُهاجِرِيٌّ.

مِنَ العَرَبِ سَيِّدُها، وَمِنَ الوَغى لَيْثُها. وارِثُ المَشْعَرَيْنِ وَأَبُو السِّبْطَيْنِ: الحَسَنِ وَالحُسَيْنِ. ذاكَ جَدِّي عَلِيُّ بنُ أَبِي طالِبٍ.

لوگو! خدا نے ہمیں چھ خصلتیں عطا کی ہیں اور ہمیں سات خصوصیات کے ذریعہ دوسروں پر فضیلت بخشی ہے، ہمیں علم، بردباری، سخاوت، فصاحت، شجاعت، اور مومنین کے دلوں میں محبت عطا کی ہے اور دوسروں پر اس طرح فضیلت دی کہ رسولؐ، صدیق، امیرالمومنین علیؑ، جعفر طیار، شیر خدا و شیر رسولؐ حمزہ، رسولؐ کے دونوں فرزند امام حسنؑ و امام حسینؑ ہم میں قرار دیے ہیں [1]

اس مختصر تعارف سے... جو مجھے جانتا ہے، جانتا ہے جو نہیں جانتے تو ان کیلئے میں آباؤاجداد اور خاندان کا تعارف کرتا ہوں اور ان کے ذریعہ خود کو پہچنواتا ہوں،

اے لوگو! میں مکہ و منا کا بیٹا ہوں، میں زمزم و صفا کا فرزند ہوں میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے اپنی چادر پر رکھکر حجراسود کو اس کی جگہ پر نصب کیا میں بہترین طواف و سعی کرنے

---

[1] خطبہ میں برتری کے سات عوامل کا ذکر ہے لیکن چھ خصلتوں سے زیادہ بیان ہوئی ہیں، بحار کامل میں نقل ہوا ہے کہ ساتویں خصلت یہ ہے دجّال کو قتل کرنے والے مہدی ہم میں سے ہیں، نفس المہموم ص ۴۵۰،

والوں کی یادگار ہوں، میں بہترین حج کرنے اور تلبیہ کہنے والوں کا چشم و چراغ ہوں میں براق پر سوار ہونے والے کا فرزند ہوں میں اسی پیغمبرؐ کا نور نظر ہوں کہ جس نے ایک رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کی، میں اس کا بیٹا ہوں جس کو جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے اور مقام قرب ربوبی سے خدائے متعال سے نزدیک لے گئے، میں اس کا بیٹا ہوں جس نے آسمان کے ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھی، میں اس کا فرزند ہوں کہ جس پر خدا نے وحی نازل کی، میں محمد مصطفےٰؐ اور علی مرتضیٰؑ کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے مغرور لوگوں کی ناک رگڑ کر کلمہ توحید پڑھوالیا، میں اس کا فرزند ہوں کہ جو رسولؐ کی طرف سے دو تلواروں اور دو نیزوں سے جنگ کرتا تھا، جس نے دوبار ہجرت اور دوبار بیعت کی جس نے بدر و حنین میں کافروں سے جنگ کی جس نے چشم زدن کے لئے کفر اختیار نہ کیا، میں صالح مومنین اور وارث انبیاء کا فرزند ہوں، میں مشرکوں کو قتل کرنے والے، مسلمانوں کے امیر، مجاہدوں کے پیشوا، عابدوں کی زینت اور خوف خدا میں گریہ کرنے والوں کے افتخار کا بیٹا ہوں میں بردبار لوگوں میں بردبارترین اور اہلبیت رسولؐ میں سے بہترین نماز پڑھنے والا کا بیٹا ہوں، میں اس کا فرزند ہوں، جبرئیل نے جس کی تائید اور میکائیل نے جس کی مدد کی، میں اس کا بیٹا ہوں جس نے مسلمانوں کے حرم سے دفاع کیا اور مارقین و ناکثین اور قاسطین سے جنگ کی، میں اس کا فرزند ہوں جو قریش میں سب سے بہترین ہے میں اس کا بیٹا ہوں کہ جس نے مومنین میں سے سب سے پہلے خدا و رسولؐ کی دعوت قبول کی، میں ایمان کی طرف سب سے پہلے سبقت کرنے والے کا بیٹا ہوں، اور سرکشوں کی کمر توڑنے والے کا بیٹا ہوں میں مشرکوں کو تہہ تیغ کرنے والے کا بیٹا ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو منافقوں کیلئے خدا کی شمشیر خدا کے بندوں کیلئے زبان حکمت دین خدا کے محافظ اور اس کے ولی امر ہیں، حکمت خدا کے بوستان اور علم الٰہی کے حامل ہیں،

وہ جوانمرد، سخی، شریف، نیکیوں کے جمع کرنے والے، سید، عظیم، ابطحی،

خدا کی رضا پر راضی، مشکلوں میں آگے بڑھنے والے، صابر، ہمیشہ روزہ رکھنے والے، ہر آلودگی سے پاک اور بڑے نمازی تھے،

اس نے اپنے دشمنوں کی نسلیں منقطع کر دیں اور کفر کے ٹولوں کا شیرازہ بکھیر دیا، وہ قوی واستوار دل کے حامل، عزم، باحزم تھے، اور جب جنگ میں نیزے ایک دوسرے سے گتھ جاتے تھے، تو آپ شیر کی مانند انھیں پراگندہ کر دیتے تھے، اور چکی کی طرح انہیں پیس دیتے تھے، وہ حجاز کے شیر، عراق کے سردار ہیں، وہ مکی و مدنی، خیفی، عقبی، بدری، احدی، اور شجری و مہاجری ہیں[۱] ان سب جگہوں پر وہ حاضر تھے، وہ عرب کے سید اور میدان جنگ کے شیر اور دو مشعر کے وارث ہیں[۲] اور حسنؑ و حسینؑ کے والد ہیں،

وہی کہ "جن سے یہ خصوصیات و صفات مخصوص ہیں،، میرے دادا علی بن ابی طالبؑ ہیں

اس کے بعد فرمایا:

ثُمَّ قالَ: أنَا ٱبنُ فاطِمَةَ الزَّهراءِ، أنَا ٱبنُ سَيِّدَةِ النِّساءِ.

فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُ: أنا أنا، حَتّى ضَجَّ النّاسُ بِالبُكاءِ وَالنَّحِيبِ، وَخَشِيَ يَزِيدُ أنْ يَكُونَ فِتْنَةٌ فَأمَرَ المُؤَذِّنَ فَقَطَعَ الكَلامَ، فَلَمّا قالَ المُؤَذِّنُ: اللهُ أكْبَرُ اللهُ أكْبَرُ، قالَ عَلِيٌّ: لا شَيْءَ أكْبَرُ مِنَ اللهِ، فَلَمّا قالَ المُؤَذِّنُ: أشْهَدُ أنْ لا إلٰهَ إلَّا اللهُ، قالَ عَلِيُّ بنُ الحُسَيْنِ: شَهِدَ بِها شَعْرِي وَبَشَرِي وَلَحْمِي وَدَمِي، فَلَمّا قالَ المُؤَذِّنُ: أشْهَدُ أنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ، اِلْتَفَتَ مِنْ فَوْقِ المِنْبَرِ إلىٰ يَزيد فَقالَ: مُحَمَّدٌ هٰذا جَدِّي أمْ جَدُّكَ يا يَزِيدُ؟ فَإنْ زَعَمْتَ أنَّهُ جَدُّكَ فَقَدْ كَذَبْتَ وَكَفَرْتَ وَإنْ زَعَمْتَ أنَّهُ جَدِّي فَلِمَ قَتَلْتَ عِتْرَتَهُ؟

---

[۱] شجر رسالت سے ہیں اور بیعت شجرہ میں شریک اور مکہ سے مدینہ ہجرت کی،

[۲] ممکن ہے دو مشعر سے مراد دو بہشت ہوں کیونکہ مشعر اس جگہ کو کہتے ہیں جس جگہ بہت زیادہ درخت ہوتے ہیں اس طرح سے دو بہشتوں کے وارث ہیں آیۃ میں آیا ہے: "ولمن خاف مقام ربہ جنتان" اور ممکن ہے مشعر سے مراد مزدلفہ ہو کہ جہاں حاجی دسویں ذی الحج کی شب میں طلوع آفتاب تک رہتے ہیں، اس صورت میں دو مشعر سے مراد مزدلفہ و عرفات ہیں،

میں فاطمہ زہرا کا بیٹا ہوں، میں سیدہ النساء کا بیٹا ہوں، یہ شجاعانہ مفاخرات اتنے بیان کئے کہ لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، یزید کو یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں انقلاب بپا نہ ہو جائے لہذا اس نے موذن کو اذان دینے کا حکم دیا، اس سے وہ امام زین العابدین کو خاموش کرنا چاہتا تھا،

موذن اٹھا! اذان شروع کی جب اس نے کہا: اللہ اکبر، امام زین العابدینؑ نے فرمایا: بے شک خدا سے بزرگ و برتر کوئی نہیں ہے، موذن نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو امامؑ نے فرمایا میرا گوشت و پوست بلکہ بال بال خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے،

اور جب موذن نے اشہد ان محمد الرسول اللہ کہا تو امام زین العابدینؑ نے یزید سے فرمایا:
یہ محمدؐ کہ جن کا نام اذان میں لیا گیا ہے یہ میرے جد ہیں یا تیرے؟ اگر کہتے ہو کہ تیرے جد تھے تو یہ جھوٹ ہے اور یہ تیرے کفر کا باعث ہے اور اگر یہ میرے جد ہیں تو ان کے خاندان کو تو نے کیوں قتل کیا ہے؟

موذن نے باقی اذان تمام کی، یزید نے آگے بڑھ کر ظہر کی نماز پڑھی۔ [1]

دوسری روایت میں آیا ہے کہ جب موذن اشہد ان محمد رسول اللہؐ کہا تو امام زین العابدینؑ نے اپنا عمامہ سر سے اتار کر موذن سے فرمایا: تمہیں اس محمدؐ کے حق کا واسطہ فوراً ٹھہر جا پھر یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا یہ رسولؐ میرے جد ہیں یا تمہارے؟ اگر کہتے ہو کہ تمہارے جد ہیں تو سب جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے اور اگر میرے جد ہیں تو میرے والد کو بجور و جفا کیوں قتل کیا ہے؟ ان کا مال و اسباب کیوں لوٹا ہے، اور ان کے اہلبیت کو کیوں اسیر کیا ہے؟ یہ کہکر آپؑ گریبان چاک کر کے رونے لگے اور فرمایا: خدا کی قسم اگر کوئی دنیا میں ایسا ہے کہ جس کے جد رسولؐ ہیں تو وہ میں ہوں پھر ان لوگوں نے میرے والد کو کیوں قتل کیا ہے اور ہمیں رومیوں کی مانند کیوں اسیر کیا ہے۔؟ اس کے بعد فرمایا: اے یزید اتنا بڑا ظلم کیا ہے اور پھر کہتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں؟ قبلہ رخ

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۳۷، الاحتجاج ج ۲ / ۱۳۲، مختصراً نقل کیا ہے۔

ہو کر کھڑا ہوتا ہے، وائے ہو تجھ پر روز قیامت میرے جد اور والد تمہارے دشمن ہوں گے،

یزید نے چلا کر موذن سے کہا: اقامت کہو! لوگوں کے درمیان شور وغل بپا ہو گیا بعض نے نماز پڑھی اور بہت سے نماز پڑھے بغیر ہی پراکندہ ہو گئے [1]

دوسری روایت میں آیا ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا:

اَنَا اَبْنُ الحُسَيْنِ القَتِيلِ بِكَرْبَلا، اَنَا اَبْنُ عَلِيِّ المُرْتَضىٰ، اَنَا اَبْنُ مُحَمَّدٍ المُصْطَفىٰ، اَنَا اَبْنُ فاطِمَةَ الزَّهْراءِ، اَنَا اَبْنُ خَدِيجَةَ الكُبْرىٰ، اَنَا اَبْنُ سِدْرَةِ المُنْتَهىٰ، اَنَا اَبْنُ شَجَرَةِ طُوبىٰ، اَنَا اَبْنُ المُرَمَّلِ بِالدِّماءِ، اَنَا اَبْنُ مَنْ بَكىٰ عَلَيْهِ الجِنُّ فِي الظُّلْماءِ، اَنَا اَبْنُ مَنْ ناحَ عَلَيْهِ الطُّيُورُ فِي الهَواءِ [2]

میں شہید کربلا حسینؑ کا فرزند ہوں، میں علی مرتضیٰ کا پسر ہوں، میں محمد مصطفےٰ کا بیٹا ہوں میں فاطمہ زہرؑا کا فرزند ہوں، میں خدیجہ الکبریٰ کا پسر ہوں، میں سدرۃ المنتہیٰ کا بیٹا ہوں میں شجر طوبیٰ کا بیٹا ہوں، میں اس کا بیٹا ہوں جو اپنے خون میں نہایا، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے ماتم میں جنات روئے، میں اس کا بیٹا ہوں جس پر پرندوں نے نوحہ کیا،

خطبہ امامؑ کا اثر

حاضرین امام زین العابدینؑ کے اس خطبہ سے بہت متاثر ہوئے آپ نے اپنے خطبہ سے ان کے اندر بیداری کی لہر دوڑادی اور انھیں جرأت وجسارت بخشی، اس مجمع میں ایک یہودی عالم بھی تھا اس نے یزید سے پوچھا یہ جوان کون ہے؟

---

[1] نفس المہموم ص ۴۵۱، [2] نفس المہموم ص ۴۵۱،

یزید نے کہا: یہ علی بن الحسین ہیں ،

اس نے پوچھا کون حسین ؟

یزید نے کہا: علی بن ابی طالب کے بیٹے .

اس نے پھر پوچھا ان کی والدہ کون ہیں ؟

یزید نے کہا: دختر محمدؐ .

یہودی نے کہا: سبحان اللہ ! یہ تمہارے رسولؐ کی بیٹی کا فرزند ہے جسے تم نے قتل کیا ہے ؟ تم رسول خداؐ کے کیسے برے جانشین ہو ، خدا کی قسم اگر ہمارے پیغمبر موسیٰ بن عمران کی کوئی اولاد ہوتی تو ہم پرستش کی حد تک اس کا احترام کرتے جبکہ تمہارے رسولؐ کی کل وفات ہوئی ہے اور آج تم نے ان کے بیٹے کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے انھیں قتل کر دیا ؟ افسوس ہے تمہارے حال پر ،

یہودی کی اس بات پر یزید کو غصہ آگیا کارندوں سے کہا: ذرا اس کی خبر لو ، یہودی عالم اٹھا اور کہا: اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے میں نے تورات میں دیکھا ہے کہ جو اولاد رسولؐ کو قتل کرتا ہے اس پر ہمیشہ لعنت ہوتی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے [1]

اس کے بعد یزید نے حکم دیا کہ سر حسینؑ کو قصر کے دروازے پر لٹکا دو ،

ہندیزید کی زوجہ بنت عبد اللہ بن عامر ، نے جب یہ سنا کہ امام حسینؑ کا سر اس کے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا گیا ہے تو وہ پردہ سے باہر نکلی اور یزید کے پاس آئی ، حالانکہ اس وقت یزید جلسۂ عام میں بیٹھا تھا ،

ہند نے یزید سے کہا: اے یزید فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹےؑ کا سر میرے دروازے میں لٹکایا جائے ؟

یزید اٹھا اور اس پر چادر ڈال کر کہا: ہاں حسینؑ پر آنسو بہاؤ اور دختر رسولؐ کے

---

[1] حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۳۹۵ .

بیٹے پر روؤ کہ ان پر قریش کے سارے قبیلے روئے ہیں، حسینؑ کو قتل کرنے میں عبیداللہ بن زیاد نے عجلت کی خدا اسے غارت کرے۔[۱]

منہال بن عمرو

شام میں ایک روز امام زین العابدینؑ کی ملاقات منہال بن عمرو سے ہوئی، منہال نے امامؑ سے پوچھا: فرزند رسولؐ آپؑ نے کس حال میں رات گذاری ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اس امت میں ہم بنی اسرائیل کی مانند اپنے زمانہ کے فرعون کے چنگل میں گرفتار ہیں مردوں کو انہوں نے قتل کر دیا ہے، عورتوں کو بیوہ کر دیا ہے۔ عرب، عجم والوں پر فخر کرتے ہیں کہ محمد مصطفےٰؐ ہم میں سے ہیں، اور قبیلۂ قریش دوسرے قبیلوں پر فخر کرتا ہے، رسول خدا قریشی ہیں، اور ہم ان کی اولاد ہیں، ہمارا حق غصب کر لیا، ناحق ہمارا خون بہایا گیا، ہمیں وطن سے بے وطن کیا گیا، فانا للہ وانا الیہ راجعون[۲]

۱۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۴۲، ایسی ہی باتوں کی وجہ سے یزید کی وہ خوشی و مسرت اور لب حسینؑ پر چھڑی مار کر شعر پڑھنے والی کیفیت کو ختم کیا اور وہ قتل حسینؑ سے اپنا دامن بچانے لگا اور اس کی نسبت ابن زیاد کی طرف دینے لگا، ابن جوزی نے تذکرہ میں اور ابن اثیر نے کامل میں نقل کیا ہے کہ: جب سر حسینؑ شام لایا گیا تو پہلے یزید خوش ہوا اور ابن زیاد کے اس فعل سے راضی ہوا اور اس کے لئے ھدایا و انعام بھیجے، بعد میں لوگوں کے غم و غصہ کی وجہ سے اور اہل شام کی ناراضگی کی بنا پر پشیمان ہوا اور کہا: خدا لعنت کرے مرجانہ کے بیٹے پر کہ اس نے حسینؑ پر اتنی سختی کی کہ انہوں نے موت کو آسان سمجھ لیا اور شہید ہو گئے، یزید کہتا تھا: میں نے ابن زیاد کا کیا بگاڑا ہے کہ اس نے پرہیزگار لوگوں کے درمیان مجھے بدنام کیا ہے اور میری دشمنی کا بیج ان کے دل میں بو دیا ہے۔

تمتام زخار ص ۷۷۵،

۲۔ الملہوف ص ۱۸۰، لیکن احتجاج ج ۲ ص ۳۰۳ میں اس قصہ کو مکحول اصحاب سیر سے نقل کیا ہے۔

حرث بن کعب دختر حسینؑ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: یزید نے ہمیں ایسے مکان میں قید کیا تھا کہ جس پر چھت نہیں تھی، سورج کی دھوپ سے ہماری کھال جل گئی تھی [1]

شامیوں کو یزید سے نفرت

جب اہل شام کو یہ معلوم ہوا کہ یزید نے اہلبیت رسولؐ پر ظلم کیے ہیں تو وہ اس سے متنفر ہو گئے اور اسے برا بھلا کہنے لگے، اس صورتحال کو دیکھ کر یزید نے اہلبیتؑ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا [2] طبری لکھتے ہیں: جب بھی یزید کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھتا تھا تو علی بن الحسینؑ کو بلاتا اور اسی دسترخوان پر بٹھاتا اور کہتا کہ میرے ساتھ کھانا کھالیجے [3]

یزید نے علی بن الحسینؑ سے کہا: مجھے آپ کے والد پر تعجب ہے کہ انہوں نے آپ کا نام علی کیوں رکھا

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: میرے والد حسینؑ اپنے والد سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے بیٹوں کا نام علی رکھا [4]،

ہند کا خواب

ہند زوجۂ یزید کہتی ہے، ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ کھل گیا ہے اور فرشتے جوق در جوق نیچے اتر رہے ہیں اور سر حسینؑ کے پاس جمع ہو رہے ہیں اور زمزمہ کر رہے ہیں:

---

[1] امالی شیخ صدوق مجلس ۳۱ حدیث ۴،

[2] اس میں کوئی شک نہیں ہے یزید نے رویہ اس لئے بدلا تھا تاکہ اجتماعی حالات میں انقلاب پیدا نہ ہو،

[3] تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۳۳، [4] ریاض الاحزان ص ۱۴۵،

"«السَّلامُ عَلَيْكَ يا اَبا عَبْدِاللهِ! اَلسَّلامُ عَلَيْكَ يَابْنَ رَسُولِ اللهِ!»"

اسی وقت میں بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا کہ جو آسمان سے نیچے آرہا ہے اور اس پر بہت سے مرد سوار ہیں، ان کے درمیان میں نے ایک مرد کو دیکھا جس کا چہرہ چاند کی مانند درخشاں تھا، وہ حسینؑ کے رخسار پر رخسار رکھ کر ان کے لبوں کو چوم رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: بیٹا انہوں نے تمہیں قتل کیا، تمہیں نہ پہچانا، تمہیں پانی نہ پلایا، بیٹا میں تمہارا جد اللہ کا رسولؐ ہوں، یہ تمہارے بابا علی مرتضیٰؑ ہیں، یہ تمہارے بھائی حسنؑ ہیں، یہ تمہارے چچا جعفر، یہ عقیل اور یہ حمزہ و عباس ہیں، پھر یکے بعد دیگرے تمام اہلبیت کے نام بتائے[1]

ہند کہتی ہے: میں وحشت زدہ بیدار ہوئی اور حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئی دیکھا کہ اس کے چاروں طرف نور کا ہالہ ہے، میں یزید کے پاس گئی دیکھا کہ اس کا کمرہ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے اور دیوار کی طرف رخ کر کے کہہ رہا ہے "مالی وللحسینؑ" حسینؑ نے میرا کیا بگاڑا تھا، جب میں نے اس کے چہرہ پہ نگاہ کی تو واضح طور پر اندوہ وغم کے آثار دیکھے میں نے اس کے سامنے اپنا خواب بیان کیا اور وہ سر جھکا کر میری باتیں سنتا رہا[2]

حسینؑ کی ایک کمسن بچی تھی[3] ایک رات کو نیند سے بیدار ہوئی اور سخت مضطرب و پریشان ہو کر باپ کو ڈھونڈنے لگی، اور کہا: بابا کہاں گئے میں نے ابھی انھیں دیکھا ہے؟[4] حرم کی عورتیں اس کی باتیں

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۹۶،

[2] اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ یزید کے محل میں رونما ہوا تھا اور ارشاد شیخ مفید کی عبارت سے ایسا لگتا ہے کہ اہلبیت کو جس گھر میں قید کیا گیا تھا وہ یزید کے محل سے متصل تھا چند روز اہلبیت وہاں رہے پھر باب الصغیر دمشق میں ایک جگہ ہے، میں منتقل کئے گئے۔ [3] نفس المہموم، دمعۃ الساکبہ اور دیگر کتابوں میں اس بچی کا نام ہمیں نہیں ملا، ہاں ریاض الاحزان کے ص ۱۴۳ پر بعض کتابوں سے بچی کا نام فاطمہ الصغریٰ اور ریاحین الشریعہ ج ۳ کے ص ۲۰۹، پر رقیہ لکھا گیا ہے، برصغیر میں اس بچی کا نام سکینہ مشہور ہے، مترجم۔ [4] روز عاشورہ کے حوادث میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب امام حسینؑ آخری رخصت کے لئے آئے تو در خیمہ پر ایک بچی نے پانی مانگا تھا اور آپ نے یہ فرمایا تھا کہ میں پھر تمہارے پاس آؤں گا ہو سکتا ہے کہ پھر آنے سے مراد آپؑ کا سر مقدس ہو، واللہ اعلم۔

سنکر رونے لگیں بچوں میں بھی کہرام بپا ہو گیا،

ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی تو یزید کی بھی آنکھیں کھل گئیں پوچھا: گریہ وزاری کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ اسے واقعہ بتایا گیا اس نے کہا بچی کے پاس اس کے باپ کا سر پہنچا دو، سر حسینؑ پر کپڑا ڈال کر اس کے سامنے رکھدیا گیا،

بچی نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ تیرے بابا حسینؑ کا سر ہے،

دختر حسینؑ نے سر سے کپڑا ہٹایا، باپ کا سر دیکھ کر دل سے آہ کی اور بے تاب ہو کر کہا: اے بابا! آپؑ کو کس نے آپ کے خون میں نہلایا ہے؟ کس نے آپ کا گلا کاٹا ہے؟ اے بابا: کس نے مجھے یتیم کیا ہے؟ بابا: آپ کے بعد میں کس سے دل بہلاؤں؟ آپ کے یتیم کی کون پرورش کرے گا؟ بابا: ان قیدیوں کا کون ہمدرد ہے، کاش میں آپ پر فدا ہو گئی ہوتی، کاش میں نابینا ہو گئی ہوتی، کاش میں خاک کی چادر اوڑھ کر سو گئی ہوتی اور آپ کی داڑھی خون سے رنگین نہ دیکھتی،

اس کے بعد اپنے ننھے ننھے ہونٹ بابا کے لبوں پر رکھدیئے اور اتنی روئی کہ بے ہوش ہو گئی ہوش میں لانے کی بہت کوشش کی گئی لیکن بچی کو ہوش نہ آیا اور حسینؑ کی پیاری نے شام میں دم توڑ دیا۔[1]

شام میں عزاداری

کامل بہائی میں آیا ہے کہ جناب زینبؑ نے یزید سے کہلوایا کہ ہمیں حسینؑ کی عزاداری کرنے کی اجازت دی جائے، یزید نے اجازت دیدی اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اہلبیتؑ کو دار الحجارہ سے جاؤ تاکہ وہاں عزاداری کریں، اس مکان میں اہلبیت نے سات دن عزاداری کی اور ہر روز شام کی عورتوں میں سے بعض ان کے پاس جمع ہوتی اور عزاداری کرتی تھیں،

---

۱ نفس المہموم ص ۴۵۶، دمعۃ الساکبہ ج ۵ ص ۱۴۱

مروان یزید کے پاس گیا اور اسے یہ اطلاع دی کہ وہاں لوگ جمع ہوتے ہیں، نیز کہا: اہل شام کے جذبات منقلب ہو چکے ہیں اور اہلبیت کا شام میں رہنا تیری بادشاہت کیلئے مضر ہے ان کے سفر کی تیاری کر کے انھیں مدینہ بھیجدے، اگر یہ یہاں رہیں گے تو تمہاری حکومت گئی۔[۱]

چوتھے امامؑ کی تین خواہش

جب یزید نے اہلبیت کو واپس مدینہ بھیجنے کا ارادہ کیا تو امام زین العابدینؑ نے یزید سے تین چیزوں[۲] کا مطالبہ کیا۔

یزید نے کہا: میں نے جن تین خواہشوں کے پورا کرنے کا وعدہ کیا ہے بیان کیجئے تاکہ پوری کردوں

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: پہلی یہ ہے کہ میں ایک بار اور والد کا چہرہ دیکھنا چاہتا ہوں،

دوسری یہ ہے کہ ہمارے لوٹے ہوئے مال کو واپس کیا جائے،

تیسری یہ ہے کہ اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو ان عورتوں کے ساتھ کسی معتمد آدمی کو بھیجدو تاکہ وہ انھیں ان کے جد کے حرم تک پہنچا دے،

یزید نے کہا: آپ کی پہلی خواہش تو پوری نہیں کی جا سکتی، رہی دوسری خواہش تو میں کئی گنا مال دیدوں گا اور تیسری خواہش کے لیے یہ ہے کہ آپ کے علاوہ اور کوئی عورتوں کے ساتھ نہیں جائے گا،

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: مجھے تمہارے مال کی قطعی ضرورت نہیں ہے وہ تمہیں ہی مبارک ہو

---

[۱] یہ معلوم نہیں کہ اہلبیت کے قیام کے دوران مروان شام میں تھا، بلاذری نے نقل کیا ہے کہ جب قافلہ مدینہ لوٹ کر آیا اور ہر طرف سے آہ و فغاں کی آواز بلند ہونے لگی تو اس وقت مروان مدینہ کا حاکم تھا، لیکن قمقام زخار لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں مروان حاکم مدینہ نہیں تھا بلکہ عمرو بن سعید بن العاص حاکم مدینہ تھا، قمقام زخار ص ۵۰۸،

[۲] قمقام زخار ص ۵۰۹،

ہمیں تو وہی واپس کر دو جو لوٹا ہے کیونکہ اس مال میں فاطمہؑ کا مقنعہ، گلوبند، پیراہن، اور ایک چرخہ ہے

یزید نے لوٹا ہوا سامان واپس لوٹانے کا حکم دیا اور اس میں اپنی طرف سے دو سو دینار کا اضافہ کر دیا جو امام زین العابدینؑ نے واپس کر دیئے۔

یزید نے کہا: اہلبیت کے اسیروں کو واپس مدینہ لوٹا دیا جائے [1]

اہلبیت کو خود ان کی خواہش پر مدینہ بھیجا گیا، واپسی کے وقت یزید نے کارواں کے ساتھ بہت سا رمال کیا اور ام کلثوم سے کہا: یہ ان مصائب کا بدل ہے جو تم پر پڑے ہیں۔

ام کلثوم نے فرمایا: یزید تو کس قدر بے شرم و بے حیا ہے میرے بھائی حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ کو قتل کیا اور اس کا عوض مال دیتا ہے؟ ہم ہرگز اس مال کو قبول نہیں کریں گے [2]

---

[1] الملہوف ص ۱۹۰، مقتل مقرم ۳۷۸ ص ۳۷۵، کچھ اختلاف کے ساتھ۔

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۹۷۔

نویں فصل

شام سے مدینہ تک

شام سے روانگی

جب اہلبیت کو شام میں ایک زمانہ ہوگیا تو یزید نے نعمان بن بشیر انصاری[1] کو حکم دیا کہ ان کے سفر کے اسباب فراہم کرو اور ایک امین آدمی کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کردو[2]

روانگی کے وقت یزید نے امام زین العابدینؑ کو بلایا اور کہا: خدا لعنت کرے مرجانہ کے بیٹے پر اگر آپ کے والد سے میری ملاقات ہو جاتی تو ان کی ہر پیش کش کو قبول کر لیتا اور جیسے بھی ممکن ہوتا انہیں قتل ہونے سے بچا لیتا اگرچہ اس سلسلے میں میرے بعض بیٹے ہی مارے جاتے لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھا ان

---

[1] مسلم بن عقیلؑ کوفہ پہونچے تو اس وقت یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر وہاں کے گورنر تھے یزید نے انھیں معزول کرکے اس کی جگہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا امیر مقرر کیا، نعمان شام لوٹ آئے یزید کے طرفداروں میں سے تھا، یزید کے مرنے کے بعد لوگوں کو عبد اللہ بن زبیر کی بیعت کرنے کی دعوت دی، حمص والوں نے ان کی مخالفت کی اور اسے واقعہ مرج راہط کے بعد ۶۴ھ میں قتل کر دیا، الاستیعاب ج ۴ ص ۱۴۹۶، [2] تعمام زخار ص ۵۰۹.

کی شہادت خدا کا فیصلہ تھا، جب وطن لوٹنے کے بعد اطمینان سے زندگی بسر ہونے لگے تو مجھے خط لکھئے اور جس چیز کی بھی ضرورت ہو مجھے لکھئے۔[۱]

پھر دوبارہ نعمان بن بشیر کو بلایا اور اس سے کہا: دیکھو! اہلبیت کی آبرو، اور ان کی شان و عظمت کا خیال رکھنا، راتوں کو راستہ طے کرنا، ان کے آگے آگے خود چلنا اور اگر راستہ میں انھیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو فراہم کرنا، نیز ان کے ساتھ تیس سوار اور بھیجے، ایک روایت میں نعمان بن بشیر اور ایک قول ہے کہ بشیر بن جذلم کو اہلبیت کے ہمراہ روانہ کیا۔[۲]

اور جیسا کہ یزید نے حکم دیا تھا راستہ بھر اہلبیتؑ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا گیا جن لوگوں کو یزید نے ان کے ہمراہ کیا تھا وہ نگہبانوں کی مانند انھیں اپنے حصار میں لئے رہتے تھے اور جب کسی منزل پر اترتے تھے تو وہ ان سے الگ ہٹ جاتے تھے تاکہ آسانی سے وضو کریں،

اربعین

اہلبیت اپنا سفر طے کرتے رہے یہاں تک کہ عراق و مدینہ کے راستے پر پہنچے، یہاں امیر کارواں سے کہا: کہ ہمیں کربلا لے چلو، چنانچہ وہ کربلا کی طرف مڑ گئے جب کربلا کے پاس پہنچے تو وہاں جابر بن عبداللہ انصاری[۳] کو دیکھا جو کہ چند بنی ہاشم اور خاندان رسولؐ کے ساتھ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے آئے تھے، اسی

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۶۳۔   ۲۔ قمقام زخار ص ۵۱۷۔

۳۔ جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری ہیں ان کی والدہ نسیبہ بنت عقبہ ہیں، بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ شریک تھے لیکن بچے تھے، بعض نے لکھا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک تھے اور رسولؐ کے ساتھ اٹھارہ غزوات میں شریک ہوئے پھر رسول کے بعد حضرت علیؑ کے ساتھ صفین میں رہے، ان سے بہت سی احادیث منقول ہیں، آخری عمر میں اندھے ہو گئے تھے ۹۴ سال کی عمر میں ۷۴ھ یا ۷۷ یا ۷۸ ہجری میں انتقال کیا۔ الاستیعاب ج ۱ ص ۲۱۹۔

وقت ان کے ساتھ کربلا میں داخل ہوئے نالہ و شیون اور گریہ و زاری کی آواز بلند ہوگئی ، ایسے میں لشکر قریب کے دیہاتوں کی عورتیں بھی ان کے پاس پہنچ گئیں [۱] زینب عورتوں کے درمیان آئیں گریبان چاک کیا اور دلوں کو برما دینے والا نالہ کیا اور کہا : « واأخاهُ ! واحُسَيناهُ ! واحَبيبَ رَسُولِ اللهِ وَابْنَ مَكَّةَ وَمِنىً ! وَابْنَ فاطِمَةَ الزَّهْراءِ ! وَابْنَ عَلِيِّ الْمُرْتَضىٰ ! آهِ ثُمَّ آهِ ! » . پھر بیہوش ہوگئیں ۔

ام کلثوم نے اپنے چہرہ پر ایک سیلی ماری اور بلند آواز سے کہا : آج محمد مصطفےٰ ، علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہرا دنیا میں نہیں ہیں ، اس پر عورتیں پیٹ پیٹ کر رونے لگیں ۔

یہ حالت دیکھ کر بچی نے فریاد کی وامحمداہ واجداہ ، آپ کے اہلبیت پر گذر جانے والی مصیبت آپ کے لئے کس قدر شاق ہے ، ظالموں نے اہلبیت کو قتل کیا اور پھر ان کا لباس تک لے گئے [۲]

عطیہ عوفی کہتے ہیں [۳] : میں جابر بن عبداللہ انصاری کے ساتھ امام حسین کی زیارت کے قصد سے باہر نکلا جب ہم کربلا پہونچے تو جابر نے فرات میں غسل کیا اور محرم کی مانند چادر اوڑھی ، خوشبو لگائی اور ذکر خدا کرتے ہوئے قبر حسین کے قریب پہونچے مجھ سے کہا : میرا ہاتھ قبر پر رکھو ، میں نے رکھ دیا ، قبر پر وہ بیہوش ہوگئے ۔

میں نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا تو ہوش میں آگئے ، پھر تین بار کہا : یا حسین اس کے بعد کہا : حبیب لایجیب حبیبہ ، نیز کہا : کیا جواب کی تمنا رکھتے ہو کہ حسین اپنے خون میں غلطاں ہیں اور ان کے سر و تن میں جدائی ہے ، پھر کہتے ہیں :

---

[۱] اللہوف ص ۸۲ ،

[۲] الدمعۃ الساکبہ ج ۵ ص ۱۶۲ ،

[۳] عطیہ عوفی کو شیخ طوسی نے امیر المومنین کے اصحاب میں شمار کیا ہے یہ بکالی سے مشہور ہیں ہمدان کے قبیلے سے ہیں انہوں نے قرآن کی تفسیر بھی پانچ حصوں میں کی ہے وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے تفسیر کو ابن عباس کے سامنے تین بار پڑھا لیکن قرأت ستر مرتبہ ان کے سامنے کیا ہے ، تنقیح المقال ج ۲ ص ۲۵۳ ،

فَاَشْهَدُ اَنَّكَ ابْنُ خَيْرِ النَّبِيِّينَ وَابْنُ سَيِّدِ الْمُؤْمِنِينَ وَابْنُ حَلِيفِ التَّقْوىٰ وَسَلِيلُ الْهُدىٰ وَخامِسُ اَصْحابِ الْكِساءِ وَابْنُ سَيِّدِ النُّقَباءِ وَابْنُ فاطِمَةَ سَيِّدَةِ النِّساءِ،

وَمالَكَ لا تَكُونُ هٰكَذا وَقَدْ غَذَّتْكَ كَفُّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَرُبِّيتَ فِي حِجْرِ الْمُتَّقِينَ وَرَضَعْتَ مِنْ ثَدْيِ الْاِيمانِ وَفُطِمْتَ بِالْاِسْلامِ فَطِبْتَ حَيّاً وَطِبْتَ مَيِّتاً غَيْرَ اَنَّ قُلُوبَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ طَيِّبَةٍ لِفِراقِكَ وَلا شاكَّةٌ فِي الْخِيَرَةِ لَكَ فَعَلَيْكَ سَلامُ اللهِ وَرِضْوانُهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ مَضَيْتَ عَلىٰ ما مَضىٰ عَلَيْهِ اَخُوكَ يَحْيَى بْنُ زَكَرِيّا.

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ افضل انبیاء کے فرزند اور مومنوں کے سردار کے بیٹے ہیں، آپؑ ہدایت و تقویٰ کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور اصحاب کساء میں سے پانچویں آپؑ ہیں، نقباء کے دل بند ہیں، فاطمہ زہراؑ کے لختِ جگر ہیں، کیوں نہ ہو کہ سید المرسلینؐ نے آپؑ کو غذا دی ہے، پرہیزگاروں کی آغوش میں آپ نے پرورش پائی ہے، ایمان کے پستان سے دودھ پیا ہے، پاک زندگی گذاری اور دنیا سے پاک اٹھے اور اپنے فراق میں مومنوں کو دلوں کو غمگین کر گئے خدا کا سلام ہو آپؑ پر آپؑ نے وہی راستہ اختیار کیا جس پر آپؑ کے بھائی یحییٰ بن زکریا نے شہادت پائی،

اس کے بعد قبر کے چاروں طرف نظر ڈالی اور کہا:

السَّلامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الْاَرْواحُ الَّتِي حَلَّتْ بِفِناءِ الْحُسَيْنِ وَاَناخَتْ بِرَحْلِهِ، اَشْهَدُ اَنَّكُمْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاَمَرْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَيْتُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجاهَدْتُمُ الْمُلْحِدِينَ وَعَبَدْتُمُ اللهَ حَتّىٰ اَتاكُمُ الْيَقِينُ.

سلام ہو ان ارواح پر جو حسینؑ کے پاس اتریں اور محو آرام ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ نے نماز قائم کی، زکواۃ ادا کی، نیکیوں کا حکم دیا، برائیوں سے روکا، ملحدوں اور کفار سے جہاد و جنگ کی اور مرتے دم تک خدا کی عبادت کی،

پھر کہا: قسم اس خدا کی جس نے رسولؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا جس میں آپ شہید حضرات داخل ہوئے ہیں، اس میں ہم بھی آپ کے شریک ہیں،

عطیہ کہتے ہیں: میں نے جابر سے کہا: یہ شہید ہو گئے ہیں ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا ہے

جابر نے کہا: اے عطیہ! میں نے اپنے حبیب رسولؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ قَوْماً حُشِرَ مَعَهُمْ وَمَنْ أَحَبَّ عَمَلَ قَوْمٍ أُشْرِكَ فِي عَمَلِهِمْ»

ہر شخص اس قوم کے ساتھ محشور ہوگا جسے دوست رکھتا ہوگا اور جو شخص کسی قوم کے کام کو پسند کرتا ہے وہ اس کے کام میں شریک ہے۔[1]

اربعین

حبیب السیر میں آیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے شہیدوں کے سر علی بن الحسینؑ کے سپرد کر دیئے تھے اور بیس صفر کو آپؑ نے ان سروں کو ان کے بدن سے ملحق کر کے مدینہ کا رخ کیا۔[1]

ابوریحان بیرونی نے، "آثار الباقیہ" میں لکھا ہے: جس روز حسینؑ کے اہلبیتؑ شام سے واپسی پر اربعین کے دن زیارت کے لئے کربلا آئے تھے اسی دن حسینؑ کا سر مقدس واپس کیا گیا اور دفن کیا گیا تھا

سید بن طاؤس، اقبال میں لکھتے ہیں: بیس صفر کیونکر اربعین ہو سکتا ہے جبکہ دس محرم کو امام حسینؑ نے شہادت پائی، بنابریں انیس صفر کو اربعین ہے۔[3]

اس کے بعد لکھتے ہیں: یہ بھی احتمال ہے کہ ۶۱ھ میں محرم کا مہینہ ۲۹ کا ہوا ہو تو اس طرح اربعین بیس

۱۔ نفس المہموم ص ۲۷۴،

۲۔ مقتل الحسینؑ مقرم ص ۳۷۱،

۳۔ مسار الشیعہ، اسی بنیاد پر مرحوم شیخ بہائی نے انیس صفر کو روز اربعین قرار دیا ہے، توضیح المقاصد ص ۶،

صفر کو ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ماہ محرم تیس دن کا ہوا ہو لیکن امام حسینؑ نے عاشور کے دن آخری وقت میں شہادت پائی ہے لہذا عاشورہ کو شمار نہ کیا گیا ہو۔

مصباح میں مرقوم ہے: حسینؑ کے اہل حرم بیس صفر کو علی بن الحسینؑ کے ہمراہ مدینہ پہنچے۔

شیخ مفید نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ دوسری کتابوں میں لکھا ہے کہ اہل حرم شام سے لوٹنے کے بعد بیس صفر کو کربلا پہنچے میں تھے [۱]

جیسا کہ مذکورہ عبارات میں بیان ہوا ہے، اہلبیت شام سے لوٹنے کے بعد اسی سال ۶۱ھ اربعین کے دن کربلا میں پہنچے جس سال حادثہ کربلا رونما ہوا تھا، یا پھر شہادت کے ایک سال بعد کربلا کی طرف روانہ ہوئے، اس سلسلے میں جو لکھا یا کہا گیا ہے ہم اسے یہاں اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

پہلا قول:

اہلبیت ۶۱ھ ہی میں شام سے لوٹتے وقت بیس صفر کو کربلا پہنچے، یہ تاریخ حبیب السیر کے مولف کا قول ہے جسے ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، ابوریحان بیرونی کی آثار الباقیہ میں یہی لکھا ہے اور ملہوف میں سید بن طاؤس کی عبارت سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے [۲] ابن نما نے بھی مثیر الاحزان میں یہی قول نقل کیا ہے [۳]

دوسرا قول:

اہلبیت کو ۶۱ھ ہی میں شام لے جانے سے قبل بیس صفر کو کربلا سے گذارا انہوں نے وہاں عزاداری کی یہ ناسخ التواریخ کے مولف سپہر کا نظریہ ہے، اگرچہ یہ قول بعید نظر آتا ہے کیونکہ اس کی طرف کہیں اشارہ نہیں ہوا ہے لیکن ایک احتمال ہے [۴]

۱۔ تتمۃ المنتہی (؟) [illegible] ص ۵۰۵۔

۲۔ الملہوف ص ۲۲۵۔

۳۔ مثیر الاحزان ص ۱۰۷۔ ۴۔ ناسخ التواریخ احوالات امام حسینؑ ج ۳ ص ۱۶۹۔

تیسرا قول:

اہلبیت حادثۂ کربلا کے ایک سال بعد ۶۲ھ میں بیس صفر کو کربلا پہنچے ہیں، قمقام زخار کے مؤلف کہتے ہیں: مسافت کے لحاظ سے حرم سید الشہداء کا اربعین کے دن ۶۱ھ میں کربلائے معلیٰ پہنچنا مشکل ہی نہیں بلکہ خلاف عقل ہے، کیونکہ امام حسینؑ نے روز عاشورہ شہادت پائی اور ابن سعد اپنے کشتوں کو دفن کرنے کے لئے مزید ایک روز وہاں ٹھہرا، گیارہ محرم کو وہاں سے کوفہ کی جانب چلا اور کربلائے معلیٰ سے کوفہ سیدھا راستہ تقریباً آٹھ فرسخ ہے، چند روز عبید اللہ بن زیاد نے اہلبیت کو اس لئے کوفہ میں روکا تاکہ قبائل اس صورت حال کو دیکھ کر خاموش بیٹھ جائیں، اس کے بعد یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ اسیروں کو دمشق بھیج دو، ابن زیاد نے بھی حرّان و جزیرہ اور حلب کے راستے سے شام بھیجا اور کوفہ سے شام کا سیدھا راستہ ایک سو پچاس فرسخ ہے اور پھر شام پہنچنے کے بعد چھ ماہ تک اہلبیت کو قید میں رکھا گیا، یہاں تک کہ یزید کے جنونی غصہ کی آگ ٹھنڈی ہوئی اور جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ لوگ اب شورش نہیں کریں گے تو اس نے امام زین العابدینؑ کو اہل حرم کے ساتھ مدینہ واپس لوٹنے کی تائید کی، پھر یہ وقائع چالیس روز میں کیونکر وجود میں آسکتے ہیں، یقیناً اہلبیت دوسرے سال ۶۲ھ میں کربلا پہنچے ہیں[1] جو شخص بھی اس مسئلہ میں غور کرے گا وہ ضرور مؤلف کی تائید کرے گا، جابر بن عبد اللہ بھی ۶۲ھ میں کربلا کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں، جابر کا شرف یہ ہے کہ صحابۂ کبار اور مخلص سوگواروں میں سے وہ اولین شخص ہیں جس نے یہ سفر کیا اور یہ سعادت پائی ہے کفی بہ فخراً، مؤلف کا یہ قول منفرد ہے، کہتا ہوں اور اس سے عہدہ برآ ہوتا ہوں[2]

---

[1] ان چیزوں سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اہلبیت ۶۲ھ میں کربلا لوٹ کر آئے ہیں اول تو کوفہ میں اہلبیتؑ کا زیادہ دن رہنا قطعی نہیں ہے پھر بعض نے لکھا ہے کہ اہلبیت پہلی صفر کو شام میں داخل ہوئے اور چونکہ یہ مقدمات قطعی نہیں ہیں لہٰذا ان کا نتیجہ بھی قطعی نہیں رہا ہے دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہلبیت کو شام لے جانے سے قبل کربلا لے گئے ہوں اور انہوں نے ۶۱ھ ہی میں شہیدوں کی قبر پر عزاداری کی ہو جیسا کہ ناسخ التواریخ کے مؤلف کا نظریہ ہے مزید برآں مرحوم قاضی طباطبائی نے ایک کتاب تحقیق در روز اربعین امام حسینؑ تالیف کی ہے اور ان اعتراضات کے جوابات دیئے جو اہلبیت کے ۶۱ھ میں کربلا پہنچنے کے سلسلے میں کئے جاتے ہیں،

[2] قمقام زخار ص ۵۸۹،

چوتھا قول:

ایک احتمال اور بھی ہے وہ یہ کہ اہلبیت شام سے رہائی کے بعد پہلے مدینہ آئے ہوں اور مدینہ سے کربلا گئے ہوں، سر حسینؑ بھی اپنے ہمراہ لائے ہوں اور پھر بدن کے ساتھ دفن کیا ہو،

لیکن ۶۱ھ کے اربعین میں نہیں بلکہ مدینہ واپسی کے بعد کربلا گئے، ابن جوزی نے ہشام اور دیگر افراد سے نقل کیا ہے کہ سر حسینؑ اسیروں کے ساتھ مدینہ لایا گیا پھر کربلا لے جا کر بدن کے ساتھ دفن کیا گیا ہے [1]

مورخین سے نقل ہوا ہے کہ حادثہ کی صورت حال کا تقاضہ یہ ہے کہ اہلبیت امام حسینؑ کی شہادت سے چالیس دن کی مدت سے زیادہ عرصہ میں عراق یا مدینہ واپس ہوئے ہیں، ممکن ہے کربلا میں ان کی واپسی پیش صفر کو نہ ہوئی ہو کیونکہ جابر ابن عبداللہ انصاری بھی حجاز سے آئے تھے، اور حجاز تک خبر پہنچنے اور وہاں سے جابر کی روانگی کیلئے چالیس دن سے زیادہ کی مدت درکار ہے، یا یہ کہیں کہ جابر مدینہ سے نہیں بلکہ کوفہ یا دوسرے شہر سے کربلا آئے تھے [2]،

کربلا میں قیام

رسولؐ کے غم زدہ اہلبیتؑ کربلا پہنچنے کے بعد اپنے شہیدوں کی عزاداری میں مشغول ہوئے کیونکہ انہیں اس وقت عزاداری کی اجازت نہیں دی گئی تھی کہ جب کربلا سے کوفہ روانہ ہو رہے تھے، سید ابن طاؤس نے لہوف [3] میں لکھا ہے دلخراش ماتم ہوا اور اسی طرح تین روز تک عزاداری ہوتی رہی ہے،

---

[1] تذکرۃ الخواص ص ۱۵۰، لیکن اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ امام حسینؑ کا سر کربلا کون لایا ہے کیا اہلبیتؑ اپنے ساتھ سر مقدس کربلا لائے ہیں یا صرف سر مقدس کو بھیجا اور دفن کیا گیا ہے۔

[2] قمقام زخار ص ۲۰۵، لیکن یہ احتمال سید ابن طاؤس، ابن نما اور شیخ بہائی کی اس تصریح کے منافی نہیں ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری اور اہلبیت ایک وقت اربعین کے دن کربلا پہنچے تھے۔

[3] اللہوف ص ۱۰۰، [illegible]

کربلا سے روانگی

اگر عورتیں اور بچے ان مزاروں کے پاس رہتے تو گریہ وزاری اور نوحہ گری میں جان دیدیتے لہذا علی بن الحسینؑ نے فرمایا: اسباب سفر فراہم کئے جائیں اور کربلا سے مدینہ کی سمت چلیں۔

جب قافلہ کربلا سے مدینہ کی طرف روانہ ہونے لگا تو جناب ام کلثوم نے روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

مَـدِينَةَ جَـدِّنَا لا تَـقْبَلِينَا ... فَـبِالْحَسَرَاتِ وَالْأَحْزَانِ جِينَا
خَرَجْنَا مِنْكِ بِالْأَهْلِينَ جَمْعاً ... رَجَـعْنَا لَا رِجَـالَ وَلَا بَـنِينَا
وَكُنَّا فِي الْخُرُوجِ بِجَمْعِ شَمْلٍ ... رَجَـعْنَا حَـاسِرِينَ مُـسَلَّبِينَا
وَكُـنَّا فِـي أَمَـانِ اللهِ جَـهْراً ... رَجَـعْنَا بِـالْقَطِيعَةِ خَـائِفِينَا
وَمَـوْلَانَا الْحُسَيْنُ لَـنَا أَنِيسٌ ... رَجَـعْنَا وَالْـحُسَيْنُ بِـهِ رَهِـينَا
فَـنَحْنُ الضَّائِعَاتُ بِلَا كَفِيلٍ ... وَنَحْنُ النَّائِحَاتُ عَلَى أَخِينَا
وَنَحْنُ السَّائِرَاتُ عَلَى الْمَطَايَا ... نُشَالُ عَلَى الْجِمَالِ الْمُبْغِضِينَا؟
وَنَـحْنُ بَـنَاتُ يٰس وَطٰـه ... وَنَـحْنُ الْـبَاكِيَاتُ عَلَى أَبِينَا
وَنَـحْنُ الطَّاهِرَاتُ بِلَا خَفَاءٍ ... وَنَحْنُ الْمُخْلِصُونَ الْمُصْطَفُونَا
وَنَحْنُ الصَّابِرَاتُ عَلَى الْبَلَايَا ... وَنَـحْنُ الصَّادِقُونَ النَّاصِحُونَا
أَلَا يَـا جَـدَّنَا بَلَغَتْ عِدَانَا ... مُنَاهَا وَاشْتَفَى الْأَعْدَاءُ فِينَا [1]

---

[1] نانا کے مدینہ ہمارے آنے کو قبول نہ کر کہ ہم اندوہ وغم کے ساتھ واپس ہوئے ہیں ہم تیرے عزیزوں کے ساتھ یہاں سے باہر نکلے تھے اور اب واپس آئے تو نہ ہمارے ساتھ مرد ہیں اور نہ بیٹے ہیں نکلتے وقت ہمارا سب کچھ ساتھ تھا اور لوٹنے پر سر برہنہ اور لٹے ہوئے ہیں، بظاہر خدا کی پناہ میں تھے اور اب لوٹے ہیں، تو بھی ظالموں اور ان کی پالی ہوئی فوجوں سے خوف زدہ ہیں ہمارے انیس و مولا حسینؑ تھے اور آئے ہیں تو حسینؑ کو کربلا میں سونپ کر آئے ہیں، ہم غیر کفیل کے گھروں میں ہم نے اپنے بھائی پر

نوحہ کیا ، ہمیں اونٹوں پر سوار کیا گیا ، اور شریر اونٹوں پر بٹھایا گیا ، ہم طٰہٰ و یٰسین کی بیٹیاں ہیں ، ہم باپ کے غم میں رو چکی ہیں ، ہم لاریب اہلِ پاک ہیں ، ہم مخلصین و برگزیدہ ہیں ، ہم بلاؤں پر صبر کرنے والے ہیں ، ہم سچے نصیحت کرنے والے ہیں ، نانا ! ہمارے دشمن کی آرزو پوری ہوگئی ، ان کے دل ہمیں قتل کر کے ٹھنڈے ہوگئے ، عورتوں کی بے حرمتی کی ، اور قہری طور پر انھیں اونٹوں پر سوار کیا ،

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اس سے کہیں زیادہ اشعار نقل کئے ہیں جو ہم نے یہاں بیان کئے ہیں ،

بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۹۷ ،

دسویں فصل

مدینہ میں

بشیر مدینہ میں

اہلبیت کا قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا

بشیر بن جذلم کہتا ہے: ہم آہستہ آہستہ چلتے رہے یہاں تک مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے،

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: یہیں اونٹوں سے بار اتارا جائے اور خیمہ لگائے جائیں،

اہلبیت ع خیموں میں اترے، علی بن الحسین ع نے مجھے طلب کیا اور فرمایا: خدا تمہارے والد پر رحم کرے وہ اچھے شاعر تھے کیا تم بھی اشعار کہہ لیتے ہو؟

میں نے عرض کی: فرزند رسول ہاں،

فرمایا: تم ابھی مدینہ چلے جاؤ! اور لوگوں کو ابو عبداللہ کی شہادت اور ہمارے آنے کی اطلاع دیدو،

بشیر کہتا ہے: میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، تیزی کے ساتھ مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی کے پاس گیا وہاں پہنچ کر بلند آواز میں ارتجالاً یہ اشعار پڑھے:

يا أهْلَ يَثْرِبَ لا مُقامَ لَكُمْ بِها ... قُتِلَ الحُسَيْنُ وَأدْمُعِي مِدْرارُ
الجِسْمُ مِنْهُ بِكَرْبَلا مُضَرَّجٌ ... وَالرَّأسُ مِنْهُ عَلَى القَناةِ يُدارُ[1]

اس کے بعد میں نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: علی بن الحسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ مدینہ سے باہر خیمہ زن ہیں، مجھے انہوں نے ہی بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں اس حادثہ کی خبر دوں جو ان پر گذرا ہے۔

جب میں نے اہل مدینہ کو یہ خبر سنائی تو مدینہ میں ایسی کوئی عورت نہیں تھی جو روتی پیٹتی اپنے گھر سے باہر نہ نکل آئی ہو، مسلمانوں کیلئے میں نے اس دن سے زیادہ المناک دن نہیں دیکھا اور نہ اس طرح یک زبان و یک دل ہو کر مردوں کو روتے ہوئے دیکھا ہے[2]

اسی وقت میں نے سنا کہ: ایک عورت حسینؑ پر اس طرح نوحہ کر رہی ہے:

نَعَى سَيِّدِي ناعٍ نَعاهُ فَأوْجَعا ... وَأمْرَضَنِي ناعٍ نَعاهُ فَأفْجَعا
فَعَيْنَيَّ جُودا بِالدُّمُوعِ وَاسْكُبا ... وَجُودا بِدَمْعٍ بَعْدَ دَمْعِكُما مَعا
عَلَى مَنْ وَهَى عَرْشُ الجَلِيلِ فَزَعْزَعا ... فَأصْبَحَ هٰذا المَجْدُ وَالدِّينُ أجْدَعا
عَلَى ابْنِ نَبِيِّ اللهِ وَابْنِ وَصِيِّهِ ... وَإنْ كانَ عَنّا شاحِطَ الدّارِ أشْسَعا[3]

یہ اشعار پڑھنے کے بعد اس عورت نے مجھے مخاطب کیا اور کہا: اے شخص حسینؑ کے سوگ میں تو نے

---

1. مدینہ والو! اب مدینہ رہنے کی جگہ نہیں رہی کہ حسینؑ قتل ہو گئے ہیں، انھیں کی سوگ میں میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں ان کی لاش کربلا میں خاک و خون میں غلطاں ہے اور ان کا سر نیزہ پر بلند کر کے شہر شہر پھرایا گیا ہے۔

2. نفس المہموم ص ۴۷۹،

3. ایک خبر دینے والے نے خبر دی ہے کہ میرا سید و سالار مارا گیا جس سے میرا دل تڑپ اٹھا، یہ خبر سنا کر مجھے مریض کر دیا، اے آنکھو! آنسو بہاؤ، بہت زیادہ روؤ اور زیادہ اشک فشانی کرو کہ جس کے غم میں عرش خدا کانپ اٹھا اور دین کی عظمت و جلالت جاتی رہی، رسولؐ اور ان کے وصی کے بیٹے پر گریہ کرو، اگرچہ ان کی منزل ہم سے بہت دور ہے۔

ہمارا غم تازہ کر دیا اور جو زخم ابھی نہیں بھرے تھے انھیں از سر نو تازہ کر دیا اب ان کے بھرنے کی امید نہیں ہے، خدا تمہاری مغفرت کرے تم کون ہو؟

میں نے کہا: میں بشیر بن جذلم ہوں، مجھے میرے مولا علی بن الحسینؑ نے بھیجا ہے تاکہ اہل مدینہ کو ان کے آنے کی اطلاع دیدوں وہ ابو عبد اللہ کے اہلبیتؑ کے ساتھ فلاں جگہ خیمہ زن ہیں۔[1]

کاروانِ کربلا کا استقبال

بشیر کہتا ہے: سبھی اہل مدینہ کاروان کی طرف دوڑ پڑے، میں نے بھی اپنے گھوڑے کو تیز کیا لیکن سارے راستے لوگوں سے پُر تھے گھوڑے سے اتر کر میں بمشکل اژدھام سے نکلا اور اہل بیتؑ کے خیموں کے پاس پہنچا،

علی بن الحسینؑ خیمہ میں تھے، باہر تشریف لائے، آپؑ کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس سے آنسو صاف کرتے تھے، ایک آدمی ایک منبر لایا، آپ اس پر تشریف فرما ہوئے، آپ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے، لوگوں کے رونے کی آواز بلند ہوگئی، عورتیں بھی گریہ وزاری کر رہی تھیں، ہر دہر طرف سے آپؑ کو تعزیت و تسلیت دے رہے تھے، ساری فضا نالہ و شیون کی آواز سے گونج رہی تھی،

امام زین العابدینؑ نے ہاتھ کے اشارہ سے انھیں خاموش کیا اور پھر یہ خطبہ پڑھا:

الحَمْدُ للهِ رَبِّ العالَمينَ، مالِكِ يَوْمِ الدّينِ، بارِئِ الخَلائِقِ اَجمَعينَ، الَّذي بَعُدَ فَارْتَفَعَ فِي السَّمواتِ العُلى وَقَرُبَ فَشَهِدَ النَّجوى، نَحْمَدُهُ عَلى عَظائِمِ الأُمُورِ وَفَجائِعِ الدُّهُورِ وَأَلَمِ الفَجائِعِ وَمَضاضَةِ اللَّواذِعِ وَجَليلِ الرُّزْءِ، وَعَظيمِ المَصائِبِ الفاظِعَةِ الكاظَّةِ الفادِحَةِ الجائِحَةِ.

---

[1] لہوف: مقام زخار ص ۵۸۱،

أَيُّهَا القَوْمُ! إِنَّ اللهَ وَلَهُ الحَمْدُ ٱبْتَلانا بِمَصائِبَ جَلِيلَةٍ وَثُلْمَةٍ فِي الإِسْلامِ عَظِيمَةٍ. قُتِلَ أَبُو عَبْدِاللهِ الحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلامُ وَعِتْرَتُهُ وَسُبِيَ نِساؤُهُ وَصِبْيَتُهُ وَدارُوا بِرَأْسِهِ فِي البُلْدانِ مِنْ فَوْقِ عالِي السِّنانِ وَهٰذِهِ الرَّزِيَّةُ الَّتِي لا مِثْلُها رَزِيَّةٌ.

أَيُّهَا النّاسُ! فَأَيُّ رِجالاتٍ مِنْكُمْ تَسُرُّونَ بَعْدَ قَتْلِهِ؟! أَمْ أَيُّ فُؤادٍ لا يَحْزَنُ مِنْ أَجْلِهِ؟ أَمْ أَيَّةُ عَيْنٍ مِنْكُمْ تَحْبِسُ دَمْعَها وَتَضِنُّ عَنِ ٱنْهِمالِها؟! فَلَقَدْ بَكَتِ السَّبْعُ الشِّدادُ لِقَتْلِهِ وَبَكَتِ البِحارُ بِأَمْواجِها وَالسَّمٰواتُ بِأَرْكانِها وَالأَرْضُ بِأَرْجائِها وَالأَشْجارُ بِأَغْصانِها وَالحِيتانُ وَلُجَجُ البِحارِ وَالمَلائِكَةُ المُقَرَّبُونَ وَأَهْلُ السَّمٰواتِ أَجْمَعُونَ.

يا أَيُّها النّاسُ! أَيُّ قَلْبٍ لا يَنْصَدِعُ لِقَتْلِهِ؟! أَمْ أَيُّ فُؤادٍ لا يَحِنُّ إِلَيْهِ؟! أَمْ أَيُّ سَمْعٍ يَسْمَعُ هٰذِهِ الثُّلْمَةَ الَّتِي ثُلِمَتْ فِي الإِسْلامِ وَلا يُصَمُّ.

أَيُّهَا النّاسُ! أَصْبَحْنا مَطْرُودِينَ مُشَرَّدِينَ مَذُودِينَ وَشاسِعِينَ عَنِ الأَمْصارِ كَأَنّا أَوْلادُ تُرْكٍ وَكابُلٍ مِنْ غَيْرِ جُرْمٍ ٱجْتَرَمْناهُ وَلا مَكْرُوهٍ ٱرْتَكَبْناهُ وَلا ثُلْمَةٍ فِي الإِسْلامِ ثَلَمْناها. ما سَمِعْنا بِهٰذا فِي آبائِنا الأَوَّلِينَ ﴿إِنْ هٰذا إِلَّا ٱخْتِلاقٌ﴾[1].

وَاللهِ لَوْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ تَقَدَّمَ إِلَيْهِمْ فِي قِتالِنا كَما تَقَدَّمَ إِلَيْهِمْ فِي الوِصايَةِ بِنا لَما ٱزْدادُوا عَلىٰ ما فَعَلُوا بِنا. فَإِنّا لِلّٰهِ وَإِنّا إِلَيْهِ راجِعُونَ مِنْ مُصِيبَةٍ ما أَعْظَمَها وَأَوْجَعَها وَأَفْجَعَها وَأَكَظَّها وَأَفْظَعَها وَأَمَرَّها وَأَفْدَحَها فَعِنْدَ اللهِ نَحْتَسِبُ فِيما أَصابَنا وَما بَلَغَ بِنا فَإِنَّهُ عَزِيزٌ ذُو ٱنْتِقامٍ[2].

تمام تعریفیں اس خدا سے مخصوص ہیں جو کہ عالمین کا پروردگار ہے، روز جزا کا مالک ہے

۱۔ سورہ ص ۷، ۲۔ اللہوف ص ۸۵.

خلائق کا پیدا کرنے والا ہے وہ اتنا دور ہے کہ گویا آسمانوں میں بلند ترین مرتبہ پر ہے، وبشر کی عقل وفکر کی بلند پروازیوں کی دست رس سے باہر ہے، اور اتنا قریب ہے کہ سرگوشیوں کو سنتا ہے بڑی بڑی سختیوں، حوادث زمانہ، دلخراش مصائب، دل گداز بلاؤں رنج والم پر میں خدا کی حمد کرتا ہوں،

اے لوگو! خدائے متعال نے، کہ ساری تعریفیں اسی سے مخصوص ہیں، ہمیں بڑی مصیبتوں میں مبتلا کیا، اسلام میں عظیم رخنہ پیدا ہو گیا ابو عبداللہ الحسین اور ان کی عترت جام شہادت سے سرشار ہو چکی، ان کے اہل حرم اور بچوں کو اسیر کیا گیا، ان کے سر کو نیزہ پر بلند کر کے شہر شہر پھرایا گیا، یہ ایسی مصیبت ہے جس کی نظیر نہیں ہے،

اے لوگو! تم میں سے ایسا کون ہے؟ جو ان کی شہادت کے بعد خوشی منائے؟ یا کونسا دل ایسا ہے جو ان کے لئے نہ تڑپے؟ یا کونسی آنکھ ایسی ہے کہ جو آنسو روک سکے؟ اور سات آسمان جو کہ مضبوط بنائے گئے ہیں ان کی شہادت پر روئے ہیں، دریا اپنی موجوں سے، آسمان اپنے رکنوں سے اور زمین ہر طرف سے، درخت اور ان کی شاخیں مچھلیاں اور دریا کی بپھری ہوئی موجیں، مقرب فرشتے اور آسمان پر رہنے والے سبھی ان پر روئے ہیں،

اے لوگو! ہم آوارہ وطن ہوئے، پراگندہ ہوئے گویا ہم ترک وکابل کی اولاد تھے یہ سلوک انہوں نے ہمارے ساتھ اس صورت میں کیا ہے کہ نہ ہم نے کوئی جرم کیا اور نہ کسی ناپسند کام کے مرتکب ہوئے، یہاں تک ہم نے اپنے بزرگوں کے بارے میں بھی ایسی باتیں نہیں سنی ہیں یہ تو صرف من گڑھت ہے،

خدا کی قسم اگر رسول خدا انھیں ہم سے جنگ کرنے کا حکم دیتے تو بھی وہ اس سے زیادہ ظلم نہیں کر سکتے تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون،

کتنی عظیم و دردناک اور دلخراش مصیبت ہے اور کتنے تلخ و دہلا دینے والے رنج ومحن تھے، میں خدا سے اس مصیبت کا اجر چاہتا ہوں جو کہ ہمارے اوپر پڑی ہے، کہ وہی غالب

اور انتقام لینے والا ہے [۱]

صوحان بن صعصعہؒ

اس موقع پر صوحان بن صعصعہ بن صوحان عبدی نے قد علم کیا کرتے ہوئے امام زین العابدینؑ سے عذر خواہی کی کہ میرے پاؤں علیل و ناتواں ہیں، آپؑ نے ان کا عذر قبول کیا اور ان کے بارے میں اپنی خوشنودی کا اظہار کیا اور ان کے والد صعصعہ کیلئے دعائے مغفرت کی [۲]۔

محمد بن حنفیہ

بشیر کہتا ہے: محمد بن حنفیہ کو اہلبیتؑ کے آنے اور حسینؑ کی شہادت کی اطلاع نہیں تھی، خبر سنکر ایک چیخ ماری اور کہا: خدا کی قسم میں نے یہ صورت حال رسولؐ کی وفات کے روز دیکھی تھی یہ شور وشین کیسا ہے؟۔

چونکہ شدید بیمار تھے اسلئے کوئی بھی ان سے ماجرا بیان نہیں کرتا تھا، ڈرتا تھا کہیں ان کی روح نہ پرواز کر جائے۔

۱۔ الدر منثور سابق ج ۵ ص ۲۲۴۔

۲۔ ان کے والد صعصعہ بن صوحان عظیم المرتبت اور جلیل القدر آدمی تھے، امیرالمومنینؑ کے صحابی تھے، امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ امیرالمومنین علیؑ کو کسی نے حق نہیں پہچانا مگر صعصعہ اور ان کے اصحاب و احباب نے۔ ان کے بہت سے فضائل ہیں، ابن عبدالبر نے انھیں اصحاب رسولؐ میں شمار کیا ہے، صعصعہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امیرالمومنینؑ کا عہد نامہ مالک اشتر سے نقل کیا ہے، تنقیح المقال ج ۲ ص ۹۸، ۳۔ الملہوف ص ۸۵،

محمد حنفیہ صورتحال کا سبب معلوم کرنے پر مصر تھے، چنانچہ ان کے ایک غلام نے کہا: اے فرزند امیرالمومنینؑ! آپ کے بھائی حسینؑ کوفہ تشریف لے گئے تھے وہاں کے لوگوں نے ان کے ساتھ غداری کی پھر انہوں نے ان کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو شہید کیا اور اب وہ اور ان کے اہلبیت واپس آ رہے ہیں۔

انہوں نے غلام سے دریافت کیا: پھر وہ میرے پاس کیوں نہیں آتے۔

اس نے کہا: آپ کے منتظر ہیں۔

اپنی جگہ سے اٹھے کبھی گر پڑتے اور کبھی اٹھ کھڑے ہوتے تھے کہتے تھے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ گویا انھیں اس مصیبت کا احساس ہو گیا تھا، پھر کہا: خدا کی قسم مجھے اس سانحہ میں آل یعقوب کے مصائب کا شائبہ لگتا ہے کہتے تھے میرا بھائی کہاں ہے؟ میرا میوۂ دل کہاں ہے، حسینؑ کہاں ہے؟

لوگوں نے کہا: آپ کے بھائی حسینؑ مدینہ سے باہر فلاں جگہ خیمہ زن ہیں، محمد حنفیہ کو گھوڑے پر سوار کیا گیا ان کے خادم آگے آگے چلے، انھیں مدینہ سے باہر لے گئے جب سیاہ پرچموں کے علاوہ کوئی چیز نظر آئی تو پوچھا: یہ کالے پرچم کیسے ہیں؟ خدا کی قسم بنی امیہ نے حسینؑ کو قتل کر دیا ہے، چیخ مار کر گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

ان کا خادم امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مولا اپنے چچا کی خبر لیجئے کہیں ان کی روح نہ پرواز کر جائے۔

آپ چلے، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ہاتھ میں کالا کپڑا تھا، جس سے آنسو صاف کر رہے تھے، آپ اپنے چچا محمد بن حنفیہ کے سرہانے بیٹھ گئے اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا، جب محمد بن حنفیہ کو ہوش آیا تو امام زین العابدینؑ سے کہا: "یَابْنَ أَخِي! أَيْنَ أَخِي؟ أَيْنَ قُرَّةُ عَيْنِي؟ أَيْنَ نُورُ بَصَرِي؟ أَيْنَ أَبُوكَ؟ أَيْنَ خَلِيفَةُ أَبِي؟ أَيْنَ أَخِي الْحُسَيْنُ ؟"

بھتیجے میرا بھائی کہاں ہے؟ میری آنکھوں کا نور کہاں ہے؟ آپ کے والد کہاں ہیں؟ میرے بابا کا جانشین کہاں ہے؟ میرا بھائی حسینؑ کہاں ہے؟

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: یا عماہ اتیتک یتیما، چچا میں یتیم آیا ہوں، میرے ساتھ بچے

اور مصیبت زدہ اور نالہ کناں عورتوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے ۔ اے چچا : اگر آپ اپنے بھائی حسینؑ کو دیکھتے تو کیا کرتے ، انہوں نے لوگوں سے مدد مانگی مگر کسی نے مدد نہیں کی اور تشنہ لب شہید کر دیئے گئے ! محمد بن حنفیہ پھر چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے ۔[1]

مدینہ میں داخلہ

اہلبیت روز جمعہ اس وقت مدینہ میں داخل ہوئے جب خطیب نماز جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا تھا اور امام حسینؑ کے مصائب پڑھ رہا تھا ،

جس سے اہلبیت کے زخم تازہ ہو گئے اور ان کے دلوں پر ایک مرتبہ اندوہ و غم چھا گیا اور شہیدانِ کربلا کے سوگ میں نوحہ کر کے رونے لگے یہ دن ایسا ہی تھا جیسا رسولؐ کی وفات کا روز تھا کہ مدینہ والے جمع ہو کر عزاداری کر رہے تھے ،

ام کلثوم روتی ہوئی مسجد نبوی میں داخل ہوئیں اور قبر رسولؐ کی طرف رخ کر کے کہا :

اے میرے جد ! آپؐ پر سلام میں آپؐ کیلئے آپؐ کے فرزند حسینؑ کی شہادت کی خبر لائی ہوں ؟

قبر رسولؐ سے ایک نالہ بلند ہوا اس نالہ کو سنکر لوگوں میں کہرام بپا ہو گیا اس کے بعد امام زین العابدینؑ قبر رسولؐ کی زیارت کے لئے آئے اور قبر مطہر پر رخسار رکھ کر بہت روئے ۔[2]

راوی کہتا ہے : زینبؑ آئیں اور مسجد کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر فریاد کی : یا جداہ ! میں اپنے بھائی حسینؑ کی شہادت کی خبر لائی ہوں ، زینبؑ کے آنسو نہیں تھمتے تھے اور ان کے بین میں کمی نہیں آتی تھی اور جب بھی علی بن الحسینؑ کو دیکھ لیتی تھیں ان کا غم تازہ ہو جاتا تھا[3] ،

۱۔ الدمعۃ الساکبہ ج ۵ ص ۱۲۳ ،

۲۔ الدمعۃ الساکبہ ج ۵ ص ۱۶۲ ، ۳۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۹۸ ،

ام سلمہ[1]

زوجہ رسولؐ ام سلمہ اپنے حجرہ سے باہر نکلیں ان کے ایک ہاتھ میں وہ شیشی تھی جس میں تربت حسینؑ خون میں تبدیل ہوگئی تھی اور دوسرے ہاتھ میں فاطمہ بنت حسینؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھیں جب اہلبیتؑ نے ام المومنین، ام سلمہ، کو دیکھا اور اس خاک کو دیکھا جو خون بن گئی تھی تو ان کے گریہ میں شدت پیدا ہوگئی، اور ام المومنین سے گلے مل کر بہت گریہ کیا،

ام البنین[2]

ام البنین، حضرت عباسؑ اور آپ کے دیگر تین بھائیوں کی والدہ جو کہ سب کربلا میں شہید ہوئے ہیں اپنے

---

[1] آپ کا نام ھند ہے ابو امیہ کی بیٹی ہیں پہلے حبشہ پھر مدینہ ہجرت کی دوسری ہجری میں رسولؐ کے عقد میں آئیں، امیر المومنینؑ، فاطمہ زہرا اور حسنینؑ سے انھیں جو محبت تھی وہ محتاج بیان نہیں ہے یزید بن معاویہ کی حکومت کے زمانہ میں انتقال کیا، تنقیح المقال ج ۳ ص ۷۲۔

[2] آپ کا نام فاطمہ ہے حزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر کی بیٹی ہیں روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے اپنے بھائی عقیل سے "جو کہ انساب عرب کے عالم تھے" سے کہا: میرے لئے ایسی شریک حیات کا انتخاب کیجئے کہ جس سے شجاع و دلیر بچے پیدا ہوں عقیلؑ نے کہا: بنی کلاب کی اس لڑکی سے نکاح کر لیجئے کیونکہ عرب میں مجھے اس کے باپ دادا سے زیادہ شجاع نہیں ملا ہے، امیر المومنینؑ نے ان سے نکاح کر لیا حضرت عباس قمر بنی ہاشم، عبد اللہ، جعفر اور عثمان ان کے بیٹے ہیں، ان کے ایمان کے استحکام کا اس قضیہ سے سراغ لگایا جا سکتا ہے کہ جب بشیر مدینہ آیا اور یکے بعد دیگرے ان کے بیٹوں کی شہادت کی خبر دی تو ام البنین نے کہا: میرے ابو عبد اللہ کی خبر سناؤ، میرے بیٹے اور جو کچھ اس نیلے آسمان کے نیچے ہے سب حسینؑ پر قربان مجھے حسینؑ کی اطلاع دو تنقیح المقال ج ۳ ص ۷۰۔

بیٹوں کی خبرِ شہادت سننے کے بعد ہر روز جنت البقیع میں جاتی تھیں اور اپنے عزیزوں کی عزاداری کرتی تھیں، مدینہ کی دیگر عورتیں بھی آپ کے ساتھ نالہ و فریاد کرتی تھیں

ام البنین کی عزاداری اور نوحہ گری اتنی غم انگیز اور جاں گداز تھی کہ مروان جیسا دشمنِ اہلبیت بھی جنت البقیع کے پاس سے گذرتا تھا تو ام البنین کا نالہ سنکر، متاثر ہوتا تھا[1]

بیٹوں کے غم میں ام البنین یہ اشعار پڑھتی تھیں:

يا مَنْ رَأى العَبّاسَ كَرَّ   عَلى جَماهِيرِ النَّقَد

وَوَراهُ مِنْ أبْناءِ حَيْدَرَ   كُلُّ لَيْثٍ ذُو لَبَد

أُنْبِئْتُ أنَّ ابْنِي أُصِيبَ   بِرَأْسِهِ مَقْطُوعَ يَد

وَيْلِي عَلى شِبْلِي أمالَ   بِرَأْسِهِ ضَرْبُ العَمَد

لَوْ كانَ سَيْفُكَ فِي يَدَيْكَ   لَما دَنى مِنْكَ أحَد

* * *

لا تَدْعُوِنّي وَيْكِ أُمَّ البَنِينِ   تُذَكِّرِينِي بِلُيُوثِ العَرِينِ

كانَتْ بَنُونٌ لِي أُدْعى بِهِمْ   وَالْيَوْمَ أصْبَحْتُ وَلا مِنْ بَنِينِ

أرْبَعَةٌ مِثْلُ نُسُورِ الرُّبى   قَدْ واصَلُوا المَوْتَ بِقَطْعِ الوَتِينِ[2]

۱۔ حیاۃ الامام الحسین ج ۳ ص ۳۳۰،

۲۔ وہ شخص جس نے عباسؑ کو حریفوں کے ٹولے پر حملہ آور دیکھا ہے اور ان کے ساتھ حیدر کے شیر سے بیٹوں کو حملہ آور دیکھا ہے، اس نے مجھے بتایا ہے کہ میرے بیٹے کا سر زخمی اور بازو قلم ہو گئے اگر میرے بیٹے کے ہاتھ میں تلوار تھی اور پھر سر زخمی ہوا تو افسوس کی جا ہے کیونکہ اس وقت کوئی ان کے قریب نہیں آسکتا تھا،

اب مجھے ام البنین نہ کہنا: کہ اس سے مجھے میرے شیر سے بیٹے یاد آجاتے ہیں کہ ان بیٹوں کی وجہ سے مجھے ام البنین کہا جاتا تھا اب میرا کوئی بیٹا نہیں ہے میرے وہ چاروں بیٹے شہید ہو گئے جو تیز پرواز عقابوں کی مانند تھے۔

نفس المصدر ص ۲۹۳، ۔

اہلبیتؑ کی عزاداری

عمر بن علی بن الحسینؑ کہتے ہیں: شہادت امام حسینؑ کے بعد بنی ہاشم کی عورتیں مدتوں کالا لباس پہنتی رہیں، سردی و گرمی کی پروا نہیں کرتی تھیں اور ہمیشہ امام حسینؑ اور دیگر شہدائے کربلا کی عزاداری میں مشغول رہتی تھی، اور علی بن الحسینؑ ان کے کھانے کا انتظام کرتے تھے۔[1]

رباب زوجہ امام حسینؑ

ابو الفرج نے عوف بن خارجہ سے نقل کیا ہے کہ میں عمر بن خطاب کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا سلام کیا، عمر نے اس کا نام پوچھا:

اس نے کہا: میں ایک نصرانی ہوں میرا نام امرالقیس ہے، میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں اور اس کے آداب سیکھنا چاہتا ہوں،

اس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا اور وہ مسلمان ہو گیا اور قبیلہ "قضاعہ" جو کہ شام میں تھا" کی امارت اس کے سپرد کر دی گئی،

جب وہ عمر کے پاس سے باہر نکلا تو امیرالمومنینؑ سے ملاقات ہو گئی، حسنؑ و حسینؑ ان کے ہمراہ تھے حضرت علیؑ نے فرمایا: میں رسولؐ کا چچازاد بھائی اور داماد علی بن ابی طالب ہوں اور یہ میرے بیٹے ہیں ان کی والدہ فاطمہ بنت رسولؐ ہیں ہم تم سے رشتہ داری کرنا چاہتے ہیں،

امرالقیس نے کہا: اے علیؑ میں اپنی بیٹی "محیاۃ" کا آپ سے دوسری بیٹی "سلمی" آپؑ کے بیٹے

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۸۸

حسنؑ سے اور تیسری بیٹی "رباب" کا حسینؑ سے عقد کرتا ہوں،

کتاب اغانی کے مولف کہتے ہیں: اسی دن رات ہونے سے پہلے علیؑ نے اپنے بیٹے حسینؑ کا عقد امرالقیس کی دختر رباب سے کر دیا، رباب کے بطن سے بچے، عبداللہ، اصغر، وسکینہ پیدا ہوئے[1]

ہشام بن سائب کلبی کہتے ہیں: رباب برگزیدہ عورت تھی، اوران کے والد امرالقیس عرب کے شریف خاندانوں میں شمار ہوتے تھے، امام حسینؑ بھی رباب کو بہت عزیز رکھتے تھے، ہمیشہ ان پر نظر عنایت رکھتے تھے، چنانچہ امام حسینؑ کے یہ اشعار، رباب اوران کی دختر سکینہ کے بارے میں ہیں:

لَعَمْرُكَ اِنَّنِي لَأُحِبُّ داراً	تَكُونُ بِها سُكَيْنَةُ وَالرَّبابُ
أُحِبُّهُما وَاَبْذُلُ جُلَّ مالِي	وَلَيْسَ لِعاتِبٍ عِنْدِي عِتابُ[2]

روایت ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد رباب تاحیات روتی رہیں،

ابن اثیر کہتے ہیں: رباب اسیروں کے قافلہ کے ساتھ شام گئیں اور جب مدینہ واپس آئی تو اشراف قریش نے ان سے نکاح کی پیش کش کی لیکن رباب نے ہر ایک کا پیغام یہ کہکر ٹھکرا دیا، فرزند رسولؐ کی شریک حیات بننے کے بعد میں کسی دوسرے کے گھر چراغ نہیں جلاؤں گی، زندگی بھر روتی رہی اور زیر آسمان کسی چھت یا سایہ کے نیچے پناہ نہیں لی یہاں تک کہ فرط غم سے جاں بحق ہوگئی۔

بعض مورخین کا قول ہے کہ رباب ایک سال تک قبر حسینؑ کے پاس رہی پھر مدینہ لوٹ آئی اور شدت غم میں وہیں انتقال کیا انہوں نے امام حسینؑ کا مرثیہ اس طرح کہا ہے،

إِنَّ الَّذِي كانَ نُوراً يُسْتَضاءُ بِهِ	بِكَرْبَلاءَ قَتِيلٌ غَيْرُ مَدْفُونِ
سِبْطَ النَّبِيِّ جَزاكَ اللهُ صالِحَةً	عَنّا وَجُنِّبْتَ خُسْرانَ المَوازِينِ

---

[1] قمقام زخار ص ۵۴۳،

[2] آپ کی قسم میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں کہ جس میں رباب اور سکینہ ہوں، دونوں کو چاہتا ہوں اور مال خرچ کرتا ہوں اور عتاب کرنے والے کو میرے نزدیک عتاب کا حق نہیں ہے، نفس المہموم ص ۵۲۰،

قَدْ كُنْتَ لِي جَبَلاً صَعْباً أَلُوذُ بِهِ ۔۔۔ وَكُنْتَ تَصْحَبُنَا بِالرَّحِمِ وَالدِّينِ
مَنْ لِلْيَتَامىٰ وَمَنْ لِلسَّائِلِينَ وَمَنْ ۔۔۔ يُغْنِي وَيَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مِسْكِينِ!
وَاللهِ لا أَبْتَغِي صِهْراً بِصِهْرِكُمُ ۔۔۔ حَتّىٰ أُغَيَّبَ بَيْنَ الرَّمْلِ وَالطِّينِ [1]

دختر عقیل کا مرثیہ

عقیل ابن ابی طالب کی دختر نے بھی امام حسینؑ اور ان کے باوفا اصحاب کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے ہیں

عَيْنِي ابْكِي بِعَبْرَةٍ وَعَوِيلِ ۔۔۔ وَانْدُبِي إِنْ نَدَبْتِ آلَ الرَّسُولِ
سِتَّةٌ كُلُّهُمْ لِصُلْبِ عَلِيٍّ ۔۔۔ قَدْ أُصِيبُوا وَخَمْسَةٌ لِعَقِيلِ [2]

---

[1] وہ نور تھا جس سے لوگ کسب ضیاء کرتے تھے کربلا میں قتل کر دیئے گئے، اور دفن نہیں کئے گئے، اے فرزند رسولؐ ہماری طرف سے خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے اور میزان کے خسارے سے محفوظ رکھے آپ میرے لئے محکم پہاڑ تھے میں جس کی پناہ میں رہتی تھی آپ ہمارے دین دار و مہربان مصاحب تھے اب یتیموں اور فقیروں کا کون ہے؟ اور مسکین کس کے گھر جائیں اور کہاں پناہ لیں خدا کی قسم مرتے دم تک میں کسی سسر کو قبول نہیں کروں گی۔ تتمۂ مقام زخار ص ۴۵۳، نفس المہموم ص ۵۰۹۔

[2] العقد الفرید کے مولف نے اس خاتون کا نام نہیں لکھا ہے ہوسکتا ہے ان کا نام اسماء ہو جیسا کہ مجلسی نے بحار الانوار کی ج ۴۵ ص ۸۸ پر نقل کیا ہے، جب امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو اسماء بنت عقیل بن ابی طالبؑ کچھ عورتوں کے ساتھ باہر نکلیں قبر رسولؐ کے پاس جا کر فریاد کی پھر مہاجرین و انصار کو مخاطب کر کے کہا: ماذا تقولون اذ قال النبی لکم، یوم الحساب وصدق القول مسموع۔۔ "تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۸۸، پر ہے کہ جب مدینہ میں امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچی تو بنی ہاشم کی عورتیں روتی پیٹتی ہوئی نکلیں ان میں دختر عقیل بھی تھیں، شیخ مفید نے ارشاد ج ۲ ص ۱۲۴، پر اس خاتون کا نام ام لقمان لکھا ہے، ۔ میری آنکھو! اشک و فریاد کے ساتھ گریہ کرو آل رسولؐ کے غم میں بین کرو ان چھ اشخاص پر جو علیؑ کے صلب سے تھے اور شہید ہوئے اور عقیل کے پانچ بیٹوں پر، العقد الفرید ج ۳ ص ۱۷۰۔

حضرت سجادؑ کی اشک فشانی

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: امام زین العابدینؑ اپنے والد کے مصائب یاد کرکے چالیس سال تک روتے رہے جبکہ دنوں کو روزہ رکھتے اور راتوں کو بیدار رہکر خدا کی عبادت میں بسر کرتے تھے اور جب خادم ان کے سامنے افطار لاتا تو روتے ہوئے اس سے فرماتے: میں کس طرح پانی نوش کروں جبکہ میرے والد تشنہ لب شہید کیئے گئے ہیں۔

خادم امام زین العابدین نقل کرتا ہے: ایک روز میں آپؑ کی تلاش میں صحرا میں چلا گیا دیکھا کہ آپؑ ایک پتھر پر عبادت کر رہے ہیں اور سجدہ میں سر رکھکر کہہ رہے ہیں:

«لا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ حَقًّا حَقًّا لا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تَعَبُّداً وَرِقّاً لا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اِیماناً وَصِدقاً»

میں نے گنا کہ آپ نے یہ کلمات ہزار بار دہرائے جب سجدہ سے سر اٹھایا تو میں نے عرض کیا:

مولا! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ آپ کم گریہ کریں؟

فرمایا: افسوس ہے تمہارے حال پر حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے اور ان میں صرف ایک کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا تھا تو اس کے فراق میں وہ اتنا روئے کہ بال سفید ہوگئے، کمر جھک گئی اور آنکھوں کا نور جاتا رہا، میں نے تو اپنے والد، بھائی، چچا اور دوسرے عزیزوں کی لاشوں کو بے سر زمین پر ٹکڑے ٹکڑے دیکھا ہے۔[۱]

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: میں جب بھی اولادِ فاطمہؑ کو عاشورہ کے آئینہ میں دیکھ لیتا ہوں، اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کو دیکھتا ہوں تو میرا غم تازہ ہوجاتا ہے اور آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوجاتا ہے۔[۲]

۱۔ اللہوف ص ۲۰۸ ، ۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۴۹

امام حسینؑ پر اصحاب رسولؐ کی اشک فشانی

اہلبیتؑ کی مدینہ واپسی کے بعد سید الشہداءؑ کے سوگ میں بنی ہاشم بھی بہت محزون و غمگین ہوئے اور تین سال تک ان کا غم مناتے اور عزاداری کرتے رہے اور رسولؐ کے سن رسیدہ اصحاب جیسے مسور بن مخرمہ اور ابوہریرہ خفیہ طور پر بین سنتے اور ان کے ساتھ امام حسینؑ کے غم میں آنسو بہاتے تھے [1]

عقیلہ کا قلق

زینب کبریٰ ہمیشہ اپنے بھائی اور اہلبیتؑ کے سوگ میں نوحہ کرتی اور روتی تھیں ان کے آنسو کبھی نہیں رکتے تھے، ان کی گریہ وزاری میں کمی نہیں ہوتی تھی، جس وقت وہ اپنے بھتیجے امام زین العابدینؑ کی طرف دیکھتی تو کلیجہ پھٹ جاتا تھا اور گذرے ہوئے دلخراش مصائب قلب برمادیتے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے یہی وجہ ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد دو سال سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں [2]

یزید اور ابن مرجانہ کا شکریہ

دوسری طرف یزید نے ابن مرجانہ کا اس لئے شکریہ ادا کیا کہ اس نے فرزند رسولؐ کو شہید کیا ہے اسے بہت انعام واحترام سے نوازا اور اسے اس مضمون کا خط لکھا،

---

[1] حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۴۲۲،

[2] حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۴۲۸،

امابعد : حقیقت میں بلندی تم نے پائی ہے، اور اس منصب پر فائز ہوئے جس پر اب استوار ہو تم شاعر کے اس شعر کے مصداق ہو

رُفِعْتَ فَجَاوَزْتَ السَّحَابَ وَفَوْقَهُ　　فَمَا لَكَ إِلَّا مُرْتَقَى الشَّمْسِ مَقْعَدُ [۱]

میرا خط ملتے ہی شام کی طرف روانہ ہو جاؤ، میرے پاس آؤ تاکہ تمہیں انعام سے نوازدوں،

ابن زیاد اپنی حکومت کے اراکین کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوگیا وہاں پہونچا تو بنی امیہ کا بچہ بچہ اس کے استقبال کیلئے شہر سے باہر آیا اور جب ابن زیاد یزید کے قصر میں داخل ہوا تو یزید اپنی جگہ سے اٹھا، ابن زیاد کو گلے سے لگایا اس کی پیشانی کو چوما اپنے تخت پر بٹھایا اور نغمہ سرا سے کہا کہ نغمہ سرائی کرے، اور ساقی سے کہا:

إِسْقِنِي شَرْبَةً تُرْوِي فُؤَادِي　　ثُمَّ مِلْ وَاَسْقِ مِثْلَهَا ابْنَ زِيَادِ

مَوْضِعَ السِّرِّ وَالْأَمَانَةِ عِنْدِي　　وَعَلَى ثَغْرِ مَغْنَمِي وَجِهَادِي [۲]

عبید اللہ بن زیاد ایک ماہ شام میں رہا، یزید نے اسے دس لاکھ درہم انعام میں دیئے اور اتنے ہی عمر بن سعد کو بخشے اور ایک سال کا عراق کا خراج بھی عبید اللہ بن زیاد کو دیدیا، ابن زیاد سے محبت وعقیدت کے اظہار میں مبالغہ کیا اسے اپنے خاندان میں شمار کیا، یہاں تک کہ جب عبید اللہ بن زیاد کا بھائی مسلم بن زیاد، یزید کے پاس شام گیا تو یزید نے اس کے بھائی کی وجہ سے اس کا اکرام کیا نیز اس سے کہا: آل ابو سفیان پر تمہاری محبت فرض ہے دن بھر اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا اور خراسان کے مضافات کی فرمانروائی اس کے سپرد کردی،

یزید نے ابن زیاد کا اسلئے شکریہ ادا کیا تھا کہ اس نے آل رسول ص کا خون بہایا تھا! یزید سمجھتا تھا کہ زیاد نے اس کی حکومت کے پائے محکم کردیئے ہیں [۳]۔

۱۔ تم نے بہت بلندی پائی بادلوں سے گذر کر ان سے اوپر پہنچ گئے اب تو تمہاری جگہ سورج سے اوپر نہیں ہے،

۲۔ مجھے ایسا مشروب پلا کہ جس سے میرا دل سیراب ہو جائے اور پھر ایسے ہی جام سے ابن زیاد کو سیراب کر کہ وہ میرا امین وراز دار ہے اور وہ میری غنیمت وجہاد کی سرحدوں پر ہے، حیات الامام الحسین ج ۳ ص ۲۹۲، ۳، مروج الذہب میں یہ شعر اس طرح مرقوم ہے: اسقنی شربۃ تروی مشاشی، ثم مل فاسق مثلھا ابن زیاد صاحب السر والامانۃ عندی، ولتسدید مغنمی وجہادی، حیاۃ الامام الحسین ج ۳ ص ۲۹۳

گیارہویں فصل

فضیلتِ زیارتِ امام حسینؑ

آپ کی زیارت کی فضیلت میں بلکہ اس کے واجب ہونے کے سلسلے میں بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں،

① امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

«زِيارَةُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ؑ واجِبَةٌ عَلى كُلِّ مَنْ يُقِرُّ لِلْحُسَيْنِ بِالامامَةِ مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ» امام حسینؑ کی زیارت ہر اس شخص پر واجب ہے جو یہ اقرار کرتا ہے وہ منصوص من اللہ امام ہیں۔[1]

② ام سعید کہتی ہیں: امام جعفر صادقؑ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم حسینؑ کے مزار کی زیارت کرتی ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں! آپؑ نے فرمایا: اے ام سعید! مزار حسینؑ کی زیارت کرتی رہنا کہ ان کی زیارت مردوں اور عورتوں پر واجب ہے۔[2]

---

[1] ارشاد شیخ مفید ج۲ ص۱۳۳،

[2] کامل الزیارات ص۱۲۲،

(۳) محمد بن مسلم نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے شیعوں سے کہدو کہ وہ مزار حسینؑ کی زیارت کو جائیں بے شک مزار حسینؑ کی زیارت ہر اس مومن پر واجب ہے جو یہ اقرار کرتا ہے کہ آپ خدا کی طرف سے امام ہیں۔[۱]

(۴) امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں جو شخص فرات کے کنارے ابوعبد اللہ کی زیارت کرتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہو۔[۲]

(۵) ابن مسکان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے: جو شخص امام حسینؑ و یعنی ان کے مزار کے پاس آتا ہے اور ان کے حق کو پہچانتا ہے اس کا نام علیین میں لکھا جاتا ہے۔[۳]

(۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ابو عبد اللہ الحسینؑ کی زیارت ان کے حق کو پہچانتے ہوئے کرتا ہے خدا اس کے گذشتہ اور آئندہ کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، لوگوں کے حقوق کے علاوہ۔[۴]

(۷) امام موسیٰ بن جعفرؑ نے فرمایا: فرات کے کنارے قبر حسینؑ کے زائر، جو کہ آپؑ کے حق کو پہچانتا ہو اور آپ کی ولایت کا قائل ہو تو اس ،، کا کم سے کم ثواب یہ ہے کہ اس کے گذشتہ و آئندہ کے گناہ ،، لوگوں کے حقوق کے علاوہ ،، بخش دیئے جاتے ہیں۔[۵]

(۸) زید شحام نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ قبر حسینؑ کی زیارت خدا کے نزدیک بیس حج کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ افضل ہے۔[۶]

۱۔ کامل الزیارات ص ۱۲۲۔

۲۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال ص ۹۰۔

۳۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال ص ۱۸۔

۴۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال ص ۱۱

۵۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال ص ۱۱۔ ۶۔ ثواب الاعمال و عقاب الاعمال ص ۱۱۲۔

(۹) صالح نیلی نے امام جعفر صادق علیہ السلام نے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص امام حسینؑ کی قبر کے پاس آئے اور ان کا حق پہچانے وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے رسولؐ کے ساتھ بیس حج کئے ہوں۔[1]

(۱۰) محمد بن حکیم نے ابوالحسن سے نقل کیا ہے: جو شخص سال میں تین مرتبہ مزار حسینؑ کی زیارت کرے گا وہ مفلسی اور تنگدستی سے محفوظ رہے گا۔[2]

(۱۱) محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے شیعوں سے کہدو کہ قبر حسینؑ کی زیارت کے لئے جائیں کیونکہ آپؑ کی قبر کی زیارت سے آدمی کی روزی میں اضافہ ہوتا ہے، عمر طولانی ہوتی ہے اور بلاؤں و برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔[3]

(۱۲) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حسینؑ بن علیؑ نے فرمایا ہے: کہ میں قتیل اشک ہوں اندوہ و غم کی حالت میں قتل کیا گیا ہوں، جو غمزدہ بھی میری زیارت کیلئے آئے گا خدا اسے اس کے خاندان کے پاس مسرور لوٹائے گا۔[4]

زیارت مستحب ہے یا واجب

زیارت امام حسینؑ کے بارے میں جو روایات اوپر نقل کی گئی ہیں ممکن ہے انھیں پڑھکر قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ زیارت امام حسینؑ کے بارے میں ہم نے تو یہ سنا تھا کہ یہ مستحب اور

۱۔ ثواب الاعمال وعقاب الاعمال ص ۱۱۱،

۲۔ وسائل الشیعہ ج۱۰ ص ۳۴۸، حدیث ۳،

۳۔ وسائل الشیعہ ج۱۰ ص ۳۰۱، ح ۸،

۴۔ ثواب الاعمال وعقاب الاعمال ص ۱۲۳،

ثواب کا کام ہے جیسا کہ مذکورہ روایات میں سے بھی بعض اسی استحباب پر دلالت کر رہی ہیں تو پھر بعض روایات خصوصاً پہلی روایت سے زیارت کا واجب ہونا کیسے سمجھ میں آتا ہے اور ان میں واجب کی لفظ استعمال ہوئی ہے ،

جواب یہ ہے کہ ایسی روایات میں وارد لفظ واجب کے وہ معنی مراد نہیں ہیں جو کہ آج فقہ کی اصطلاح میں مراد ہیں یہ فقہا کی اصطلاح ہے واجب یعنی وہ کام جس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر عقاب ہے واجب کا یہ مفہوم ائمہؑ کے زمانہ میں رائج نہیں تھا لہٰذا یہاں واجب کے لغوی معنی ہی مراد لیے جائیں جو کہ ائمہ کے زمانہ میں رائج تھے ۔ لازم کے معنی میں ہے یعنی جو شخص حسینؑ کی امامت کا اقرار کرتا ہے اس کیلئے ضروری و لازمی ہے کہ وہ آپ کی زیارت کرے ، اور اس بات پر روایت میں وارد یہ جملہ جو مومن ان کی امامت کا اقرار کرتا ہے ، قرینہ ہے ، کیونکہ اگر امر واجبی ہوتا تو اس کو ترک کرنا جائز نہ ہوتا اور اس کیلئے امامت و ایمان کے اقرار کی ضرورت نہیں تھی ،

میں نے خصوصاً ان روایات کے بارے میں بعض عظیم لوگوں سے تبادلہ خیال کیا ہے انہوں نے اس احتمال کے پیش نظر کہ ہو سکتا ہے یہاں اصطلاحی وجوب مراد ہو کہا استطاعت کی صورت میں زیارت امام حسینؑ حج ہی کی مانند عمر میں ایک مرتبہ واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے ،

دوسرا حصہ

صحیفۂ انتقام
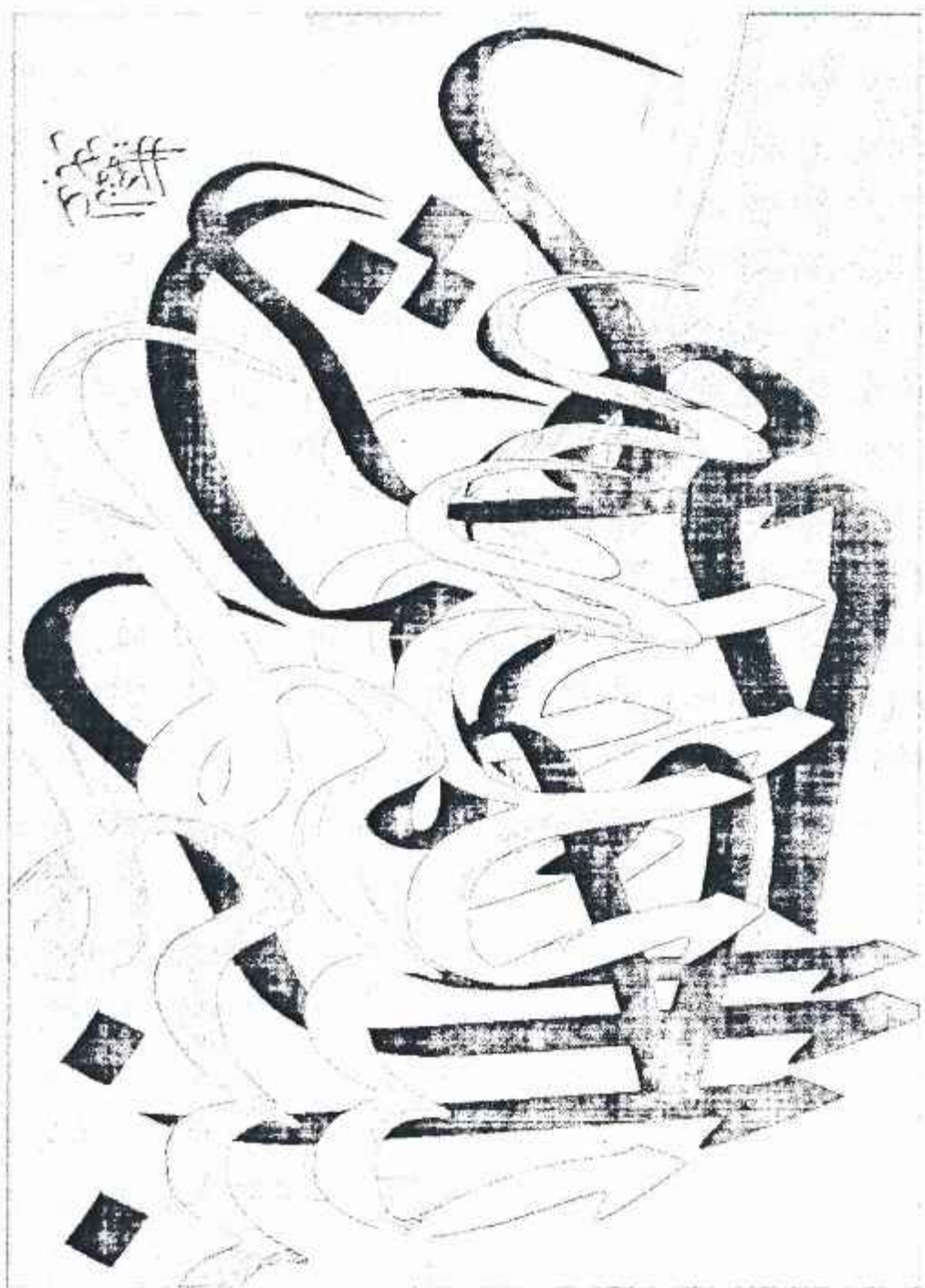
پہلی فصل

شیعہ شہادتِ حسینؑ کے بعد

پشیمانی

شہادت امام حسینؑ کے بعد اہل عراق کو بہت افسوس ہوا اور اپنے کئے پر کہ جس کی بنا پر امام حسینؑ شہید ہوئے تھے، بہت پشیمان ہوئے، عبید اللہ بن حر، کہ کوفہ کے شرفا میں سے تھے اور امام حسینؑ نے راستہ میں انھیں اپنے ساتھ آنے کی دعوت دی تھی لیکن وہ نہیں آئے تھے، اپنے اس فعل پر اتنے پشیمان ہوئے کہ قریب تھا ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے کہنے لگے،

فَيَالَكِ حَسْرَةً مَا دُمْتُ حَيّاً

تَرَدَّدُ بَيْنَ رُوحِي وَالتَّرَاقِي

حُسَيْنٌ حِينَ يَطْلُبُ بَذْلَ نَصْرِي

عَلَى أَهْلِ الضَّلَالَةِ وَالنِّفَاقِ

غَدَاةَ يَقُولُ لِي بِالْقَصْرِ قَوْلاً

أَتَتْرُكُنَا وَتَزْمَعُ بِالْفِرَاقِ

وَلَـوْ أَنِّـي أُوَاسِـيهُ بِـنَفْسِي
لَـنِلْتُ كَـرَامَـةً يَـوْمِ التَّلَاقِي

مَعَ ابْنِ الْمُصْطَفَى نَفْسِي فِدَاهُ
تَـوَلَّى ثُـمَّ وَدَّعَ بِـانْطِلَاقِ

فَـلَوْ فَـلَقَ التَّلَهُّفُ قَلْبَ حَيٍّ
لَـهَمَّ الْيَـوْمَ قَـلْبِي بِـانْفِلَاقِ

فَـقَدْ فَـازَ الْأُلَى نَصَرُوا حُسَيْناً
وَخَابَ الْآخَرُونَ أُولُو النِّفَاقِ[1] [2]

شیعوں کی تحریک کی ابتدا ۶۱ھ یعنی اسی سال سے ہوئی جس سال امام حسینؑ شہید ہوئے تھے وہ اسلحہ جمع کرنے اور جنگ کی فکر میں پڑ گئے اور خفیہ طور پر ایک دوسرے کو خون حسینؑ کا انتقام لینے کی دعوت دینے لگے یہاں تک کہ یزید بن معاویہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا[3]

قیدخانہ سے خط

شہادت امام حسینؑ کے بعد مختار نے اپنی بہن صفیہ بنت ابو عبیدہ[4] کو، جو کہ عبداللہ بن عمر کی

۱؎ میں زندگی بھر اور آخری دم تک افسوس کرتا رہوں گا حسینؑ نے مجھ سے گمراہوں اور منافقوں کے خلاف مدد کرنے کیلئے فرمایا تھا، کل ہی کی بات تو ہے کہ مجھ سے تصریحی مقالہ پر کہا تھا، ہمیں چھوڑ کر الگ ہو گئے ہو؟ اگر میں نے ان کی مدد کی ہوتی تو کل قیامت میں کامیاب ہو گیا ہوتا فرزند رسولؐ کہ میں ان کے قربان ہمیں چھوڑ کر چلے گئے اگر یہ چیز غضب کے ٹکڑے کرے تو آج یہ چیز میرے دل کے ٹکڑے کر دے کامیاب ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے حسینؑ کی مدد کی، اور منافق گھاٹے میں رہے۔ ۲؎ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۵۵، ۳؎ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۶۲،

۴؎ صفیہ مختار کی بہن اور عبداللہ بن عمر کی زوجہ تھیں کہتے ہیں کہ وہ مختار کو بہت چاہتی تھیں اور شب و روز مختار کو قید سے رہا کرنے کیلئے کوشش کرتی تھیں، جب مختار قید سے چھوٹ کر بہن کے پاس آئے اور بہن نے بھائی کی آنکھ کا کٹورہ پھٹا ہوا دیکھا تو چیخ مار کر بیہوش ہو گئیں۔ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۱۴۳

بیوی تھی ، ایک خط لکھا اور انھیں اپنے حالات سے آگاہ کیا ،

صفیہ نے اپنے شوہر سے کہا : کہ یزید کو خط لکھکر مختار کو قید خانہ سے آزاد کرا لیے عبداللہ بن عمر نے اس سلسلے میں یزید کو خط لکھا ، اسی طرح ابو سفیان کی بیٹی ھند نے مختار کے قید کے ساتھی عبداللہ بن حارث کیلئے سفارش کی ،

یزید کا خط

یزید نے عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا اور دو آدمیوں کی رہائی کا حکم دیا ، عبیداللہ نے مختار کو آزاد کر دیا لیکن ان سے یہ عہد لیا کہ تین روز سے زیادہ کوفہ میں نہیں ٹھہریں گے اور اگر کوفہ سے نکلنے میں تاخیر کریں گے تو گردن مار دی جائے گی ، مختار کوفہ سے حجاز کی طرف روانہ ہوئے ، واقصہ پہونچے تو صعقب بن زہیر ازدی سے ملاقات ہوئی ، صعقب نے کہا : ابواسحاق تمہاری آنکھ میں کیا ہوا ؟

مختار نے کہا : عبیداللہ بن زیاد کی مہربانی ہے ! اگر میں اسے قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کردوں تو خدا مجھے موت دے اور قاتلان امام حسین میں سے میں یحیی بن زکریا کے قاتلوں کے وکہ ستر ہزار تھے ۔ برابر قتل کروں گا ،

پھر کہا : قسم اس خدا کی جس نے قرآن نازل کیا ، فرمان بیان کیا اور ادیان کی تشریع کی اور عصیان کو مکروہ جانا ، میں قبیلۂ ازد ، عمان ، مذحج ، ہمدان ، ہند ، تولان ، بکر و ہزان ، ثعل و بنہان ، عبس وذبیان اور قبائل قیس عیلان کو خدائے رحمان کے رسول کے فرزند کے انتقام میں قتل کروں گا پھر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے ،

ابن عرق کہتے ہیں : میں نے مختار سے ملاقات کی تو دیکھا کہ ان کی آنکھ زخمی ہے میں نے پوچھا : یہ کیا ہوا ؟ کہنے لگے اے عرق کے بیٹے ! یہ عبیداللہ ابن زیاد کی مہربانی ہے ، فتنہ کے رعد و برق ظاہر ہو گئے اور اس کے میوہ کا وقت آن پہنچا اس کے اونٹ کی مہار چھوٹ گئی اور دم اٹھا کر دجلہ کے اطراف میں چلا رہا ہے

توابین[1]

جب امام حسینؑ شہید ہوگئے تو ابن زیاد "نخیلہ" کوفہ کے نزدیک کی چھاؤنی" سے واپس لوٹ آیا کوفہ میں شیعہ ایک دوسرے سے ملاقات کر کے ملامت کرتے اور ندامت و پشیمانی کا اظہار کرتے تھے وہ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ بہت بڑی خطا کے مرتکب ہوئے ہیں، کیونکہ امام حسینؑ کو دعوت دیکر اپنے شہر و دیار میں بلایا اور پھر ان کی آواز پر لبیک نہ کہا: اور ان کی مدد سے پہلو تہی کی یہاں تک کہ امام حسینؑ شہید ہوگئے وہ اس حقیقت کو بخوبی سمجھتے تھے کہ یہ گناہ قابل معافی نہیں ہے اور ان کے دامن سے یہ ننگ و عار کا دھبہ نہیں چھوٹ سکے گا مگر یہ کہ امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لیں یا اس راہ میں خود مارے جائیں

اس وقت کوفہ میں پانچ آدمی ایسے تھے جو شیعوں کے سردار سمجھے جاتے تھے اور وہ یہ ہیں:

1. سلیمان بن صرد خزاعی، رسولؐ کے صحابی تھے،
2. مسیب بن نجبہ فزاری،
3. عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی،
4. عبداللہ بن وال تیمی،
5. رفاعہ بن شداد بجلی،

یہ پانچوں حضرت علیؑ کے برگزیدہ اصحاب میں سے تھے، چنانچہ شیعہ سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر جمع ہوئے

---

1. توابین وہ لوگ ہیں جو کربلا میں امام حسینؑ کے شہید ہونے کے فوراً بعد نادم و پشیمان ہوئے، جب امام حسینؑ شہید ہو چکے تو عمر بن سعد کے لشکر میں ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا: اگرچہ اسے خاموش کرانا چاہا میں کیونکر نہ چلاؤں جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسولؐ کھڑے زمین کی طرف دیکھ رہے ہیں اور کبھی تمہیں اور تمہاری جنگ کو دیکھ رہے ہیں، ڈرتا ہوں کہ وہ تم پر نفرین کریں ہم ہلاک ہو جائیں ان میں سے بعض نے کہا: یہ دیوانہ ہو گیا ہے، توابین نے کہا: خدا کی قسم ہم نے محمدؐ کے بیٹے کو جنت کے جوانوں کے سردار کو قتل کر کے اپنے اوپر جفا کی ہے، پھر انہوں نے ابن زیاد کے خلاف خروج کیا۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۰۱، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۵۸،

مسیب بن نجبہ کی تقریر

پہلے مسیب بن نجبہ نے تقریر کا آغاز کیا، انھوں نے خدا کی حمد و ثنار کے بعد کہا: ہم عمر بھر آزمائے گئے ہیں اور مختلف قسم کے فتنوں میں گھرتے چلے آرہے ہیں، خدا سے دعا ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں قرار نہ دے جو کل قیامت میں کہیں گے، ﴿اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ﴾

امیر المومنین علیؑ نے فرمایا: خدا نے ابن آدم کو جس عمر میں معذور کیا ہے وہ ساٹھ سال ہے اور ہم میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے، جو ساٹھ سال کا نہ ہوا اور ہم نے نہ صرف یہ کہ اپنا تزکیہ نہیں کیا ہے بلکہ اور خسارہ میں مبتلا ہو گئے ہیں اور دختر رسولؐ کے بیٹے کے سلسلے میں خدا کے نزدیک جھوٹے قرار پائے، ان کے خط اور قاصد ہمارے پاس آئے انہوں نے ہم پر حجت تمام کی، ہم سے مدد طلب کی اور ہم نے ابتداء و انتہاء میں ان کی مدد سے روگردانی کی اور جان و مال اور زبان سے ان کی مدد نہ کی یہاں تک کہ وہ ہمارے نزدیک مارے گئے پھر خدا کے سامنے پیغمبرؐ سے ملاقات کے وقت کیا عذر پیش کریں گے جبکہ رسول خدا کے فرزند اور ان کی ذریت ہمارے علاقہ میں قتل کی گئی ہے،

خدا کی قسم ہمارے پاس اس کے سوا کوئی عذر نہیں ہے کہ ہم ان کے قاتلوں نیز ان لوگوں کو قتل کریں جنہوں نے ان کے خلاف جنگ میں شرکت کی ہے یا پھر ہم خود اس راہ میں اس امید کے ساتھ مارے جائیں کہ خدا ہم سے راضی ہوگا اور میں اس سے ملاقات کے وقت خود کو اس کی سزا سے محفوظ نہیں سمجھتا ہوں[1]

اے لوگو! کسی آدمی کو اپنا امیر بنالو تمہارا کوئی رہبر ہونا چاہیے جس کے دامن میں تم پناہ لے سکو اور ایک علم ہونا چاہیئے کہ جس کے نیچے تم جمع ہو سکو[1]

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۵۹،

رفاعہ بن شداد کی تقریر

پھر رفاعہ بن شداد کھڑے ہوئے اور مسیب بن نجبہ کو مخاطب کر کے کہا: خدا نے آپ کی ہدایت کی کہ آپ نے بہترین تقریر کی، فاسقوں سے جنگ اور اس عظیم گناہ کی تلافی کا بہترین مشورہ دیا جس کے ہم مرتکب ہو چکے ہیں ہم نے آپ کی بات سنی اور آپ کی دعوت قبول کر لی ہے، رہی آپ کی یہ بات کہ کسی کو رہبر چن لو کہ جس کے پرچم کے نیچے جمع ہو سکو تو میں بھی اس سے متفق ہوں اگر آپ ہمارے امیر بن جائیں تو بہت اچھی بات ہے کیونکہ آپ مخلص اور ہمارے درمیان محبوب ہیں اور اگر آپ اور دوسرے اصحاب بہتر سمجھیں تو سلیمان صرد خزاعی کو ہمارا امیر مقرر کر دیں کہ وہ بہترین شیعہ رسولؐ اللہ کے صحابی دین کے معاملہ میں پسندیدہ اور معتبر آدمی ہیں۔

پھر عبداللہ بن سعد کھڑے ہوئے اور رفاعہ جیسی ہی تقریر کی اور مسیب و سلیمان کی مدح کی، اس وقت مسیب نے کہا: آپ نے ٹھیک مشورہ دیا ہے، سلیمان بن صرد کو اپنا امیر بناؤ گا[1]

سلیمان بن صرد کی تقریر

انہوں نے خدا کی حمد کے بعد کہا: مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اس زمانہ میں کہ جس میں زندہ رہنا دشوار مصیبتوں کے پہاڑ اور ظلم کا عام رواج ہے ہم شیعوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے اگر ہم نے نیکی و صلاح کا راستہ اختیار نہیں کیا ہے، ہم نے خود کو رسولؐ کے اہلبیت کی آمد کیلئے تیار کیا، انھیں یہاں آنے کی ترغیب دلائی ان سے مدد کرنے کا وعدہ کیا اور جب وہ ہمارے پاس آئے تو ہم نے عجز و سستی کا اظہار کیا ہم انتظار ہی

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۵۹،

میں بیٹھے رہے یہاں تک کہ ہمارے رسولؐ کے فرزند اور پارۂ تن کو قتل کر دیا جبکہ وہ فریاد کر رہے تھے اور عدل و انصاف کا مطالبہ کر رہے تھے، لیکن ہم نے ان کی آواز پر لبیک نہ کہی اس کے برعکس فاسقوں نے انھیں اپنے تیروں اور نیزوں کا نشانہ بنایا اور انھیں ظلم کے ساتھ قتل کر کے لباس تک اتار لیا۔

کیا اب بھی نہیں اٹھوگے؟ خدا تم سے ناراض ہو گیا ہے اب اس وقت اپنے گھر اور بیوی بچوں کے پاس واپس نہ جاؤ جب تک خدا کو راضی نہ کر لو، خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ خدا راضی ہوگا سوائے اس کے کہ تم حسینؑ کے قاتلوں سے جنگ کرو، موت سے نہ ڈرو، کیونکہ جو موت سے ڈرا وہ ذلیل ہوا، بنی اسرائیل کی مانند ہو جاؤ کہ جب ان کے پیغمبر نے ان سے کہا:

﴿اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ﴿فَتُوبُوا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ﴾[1]

پھر وہ تیار ہو گئے اور جب انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ انھیں اس عظیم گناہ سے قتل ہونے ہی پر نجات ملے گی پھر تمہاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب تمہیں پکارا جائے گا؟ اپنی تلواریں کھینچ لو اور نیزے تیار کر لو ﴿وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ﴾[2] پکارے جانے سے پہلے کوچ کیلئے تیار ہو جاؤ۔

اس کے بعد خالد بن سعد بن نفیل کھڑے ہوئے اور کہا: خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ میرے قتل ہونے سے میرا گناہ معاف ہو جائے گا تو میں خودکشی کر لیتا میں آپ حضرات کو گواہ قرار دیتا ہوں کہ میں نے اسلحہ کے علاوہ اپنا سارا مال مومنوں پر تصدق کیا تاکہ وہ فاسقین سے جنگ میں خرچ کریں،

ابو معتمر کھڑے ہوئے اور خالد بن سعد جیسی ہی بات کہی،

پھر سلیمان بن صرد نے کہا: کافی ہے جو ایسا کرنا چاہتا ہے وہ عبداللہ بن وال تیمی کے پاس جائے اور جنگ میں کام آنے والی اشیاء ان کے پاس رکھ دے اور جب ضروری اشیاء ان کے پاس فراہم ہو جائیں گی تو احباب ان اسلحوں سے خود کو مسلح کریں گے[3]

---

1. سورہ بقرہ ۵۴، 2. سورہ انفال ۶۰، 3. کامل ابن اثیر ج۴ ص ۱۷۰،

مدائن والوں کے نام

مدائن میں بھی کچھ شیعہ تھے جن کے رئیس سعد بن حذیفہ بن یمان تھے، تحریک توابین کے قائد سلیمان بن صرد نے انھیں اس مضمون کا ایک خط لکھا: تمہارے بھائیوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا ہے کہ وہ خون حسینؑ کا انتقام لیں گے اسی خط میں انہوں نے حجر بن عدی اور خذلانی کی شہادت کا تذکرہ کیا اور انھیں توبہ کرنے کی ترغیب دلائی۔

مثبت جواب

جب سعد بن حذیفہ نے سلیمان کا خط مدائن کے شیعوں کو سنایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت وتعاون کریں گے اس کے بعد سعد بن حذیفہ نے سلیمان کو خط لکھا کہ شیعہ آپ کے حکم کے منتظر ہیں[1]

اہل بصرہ کے نام

سلیمان بن صرد نے اہل بصرہ اور وہاں کے شیعوں کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو مدائن والوں نے دیا تھا[2]

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۶۱،

[2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۶۱،

یزید کی ہلاکت

ابھی اہل کوفہ سلیمان بن صرد کی سرکردگی میں جنگ کے وسائل اوزار جمع کرنے اور خود کو آمادہ کرنے ہی میں مشغول تھے کہ یزید بن معاویہ ہلاک ہوگیا[۱] اس وقت عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں موجود نہیں تھا بصرہ میں تھا کوفہ میں اس کا جانشین عمرو بن حریث تھا۔

یزید کی ہلاکت کے بعد کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد کے پاس جمع ہوگئے اور کہنے لگے یہ سرکش «یعنی یزید» ہلاک ہوگیا ہے، آج لوگ بے خبر و مضطرب ہیں لہذا ہمارے ساتھ قیام کیجئے تاکہ ہم عبیداللہ کے جانشین عبداللہ بن حریث پر حملہ کریں «اس کے بعد اپنے مقصد» انتقام خون حسینؑ «کا اظہار کریں گے اور اہلبیت کو قتل کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے اور لوگوں کو رسولؐ کے اہلبیتؑ کی پیروی کی دعوت دیں گے،

سلیمان نے کہا: جلدی نہ کرو میں نے تمہارے مشورہ پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حسینؑ کے قاتل کوفہ کے باحیثیت اور عرب کے سربرآوردہ لوگ ہیں اور ہماری نظروں میں وہی ہیں جب انھیں یہ معلوم ہوگا کہ تم ان سے برسرپیکار ہو تو ہمارے خلاف اٹھیں گے اور جو لوگ ہمارے ساتھ ہیں میں نے ان میں بعض ایسے دیکھے ہیں جو کہ شورش کر کے خون حسینؑ کا انتقام نہیں لے سکتے اور نہ دشمن کو ہلاک کر سکتے ہیں اور نہ اپنی خواہش کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں، پہلے تم اطراف میں ایسے افراد روانہ کرو جو لوگوں کو تعاون کرنے کی دعوت

۱؎ یزید بن معاویہ نصف ربیع الاول ۶۴ھ میں ہلاک ہوا تاریخ الخلفاء ص ۲۰۹، اسی طرح یہ بھی منقول ہے کہ یزید بروز جمعرات ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو ہلاک ہوا اس وقت اس کی عمر ۳۸ برس یا ۳۹ برس تھی تین سال چھ ماہ یا تین سال آٹھ ماہ خلیفہ رہا اس کی اولاد معاویہ، خالد، ابوسفیان، عبداللہ اصغر، عمرو، ابوبکر، عتبہ، حرب، عبدالرحمٰن، اور محمد ہیں، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۲۵،

دیں مجھے امید ہے کہ ہلاکت یزید کے بعد لوگ اس دعوت کو قبول کریں گے ۔[1]

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بہت سے لوگوں نے ان کی دعوت قبول کر لی ۔[2]

عبداللہ بن زبیر کی بیعت

سنہ ۶۴ھ میں اہل حجاز نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی اور شام والوں نے مروان بن حکم کی اور بصرہ والوں نے عبیداللہ بن زیاد کی بیعت کر لی ۔[3]

مختار مکہ جاتے ہیں ،

مختار مکہ میں ابن زبیر کے پاس پہنچے ، لیکن اس نے مختار سے اپنی بات چھپائی ، مختار اس سے جدا ہو گئے اور ایک سال تک غائب رہے ، عبداللہ بن زبیر نے سراغ لگایا اسے بتایا گیا کہ مختار طائف میں ہیں اور انھیں یقین ہے کہ وہ جابروں اور ظالموں کا قلع قمع کریں گے ۔

ابن زبیر نے کہا : اگر خدا جابروں کو ہلاک کرے گا تو ان میں سر فہرست مختار ہیں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مختار مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور طواف کر کے نماز ادا کی اور پھر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے ان کے دوست ان کے پاس آئے اور ان سے گفتگو کرنے لگے لیکن وہ عبداللہ بن زبیر کے پاس نہیں آئے ، عبداللہ بن زبیر نے عباس بن سہل کو ان کے پاس بھیجا وہ آیا اور مختار سے کہا : اس چیز سے کیوں

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۷۰ ،

[2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۴۳ ،

[3] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۵۳ ۔

الگ میں، جس میں قریش وانصار اور ثقیف کے شرفا شریک ہیں؟ کوئی قبیلہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے بزرگ نے اس شخص ، یعنی عبداللہ بن زبیر ، کی بیعت نہ کی ہو ۔

مختار نے کہا: میں سال گذشتہ آیا تھا لیکن اس شخص نے مجھ سے اپنا مقصد چھپایا اور چونکہ مجھ سے بے نیازی کا اظہار کیا تو میں نے بھی یہ طے کیا کہ اس پر یہ ثابت کروں گا کہ مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں ہے ۔

عباس بن سہیل نے کہا: آج رات کو ان سے ملاقات کیجئے، میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا مختار نے یہ بات مان لی ۔

شب میں مختار ابن زبیر کے پاس گئے اور کہا: میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپ مجھے بتائے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیں گے اور میں اولین شخص ہوں گا جو سری و رازدارانہ مسائل سے آگاہ ہوں گا اور جب آپ کو تسلط حاصل ہو جائے گا اور کلی طور پر زمام آپ کے ہاتھوں میں آجائے گی تو مجھے اعلیٰ منصب دیں گے ۔

ابن زبیر نے کہا: میں تم سے کتاب خدا اور سنت رسولؐ پر بیعت کرتا ہوں ۔

مختار نے کہا: تم میرے بدترین غلاموں سے بھی اسی طرح بیعت کرتے ہو ۔

ابن زبیر نے کہا: خدا کی قسم میں بیعت نہیں لوں گا مگر اسی نہج سے ۔

مختار اٹھے اور اس سے بیعت کی ، کچھ دن تک ابن زبیر کے پاس رہے اور حصین بن نمیر سے ہونے والی جنگ میں شریک ہوئے اور اپنی دلاوری و شجاعت کو ثابت کیا ۔

اہل عراق نے بھی ابن زبیر کی اطاعت قبول کرلی لیکن مختار نے پانچ ماہ ابن زبیر کے پاس رہنے کے بعد جب یہ دیکھا کہ وہ انھیں کسی عہدہ پر منصوب نہیں کرتا ہے اور جو بھی کوفہ سے مکہ آتا ہے اسی سے کوفہ کے حالات معلوم کرتے ہیں یہاں تک کہ ہانی بن جبہ وادعی نے ان سے کہا: اگرچہ اہل کوفہ کو عبداللہ بن زبیر کی اطاعت پر مجبور کیا گیا ہے لیکن وہاں ابھی تک کچھ لوگ ایسے موجود ہیں اگر کوئی انھیں ان کی رایوں پر جمع کرلے تو وہ حکومت حاصل کرسکتا ہے ۔[1]

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۷۰ ۔

ابن زیاد یزید کی ہلاکت کے بعد

جب بصرہ میں ابن زیاد کو اس کے غلام مہران نے یزید کی ہلاکت کی خبر سنائی تو اس نے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا، منبر پر جاکر یزید کی ہلاکت کا اعلان کیا اور کہا: اے لوگو! بصرہ میرا وطن اور مقر ہے، جب میں تمہارا امیر مقرر ہوا تھا تو اس وقت تمہاری فوج کی تعداد ستر ہزار تھی اور آج ایک لاکھ ہے اور جس شخص کے بارے میں مجھے یہ گمان ہوا کہ وہ تمہیں نقصان پہونچا سکتا ہے اسے میں نے قید میں ڈال دیا ہے، شام میں یزید کا انتقال ہو گیا ہے اس کے بعد لوگوں کے درمیان اختلاف ہو گیا تمہاری تعداد آج بہت زیادہ ہے اور دوسروں سے بے نیاز ہو اور تمہارے اختیار میں وسیع و عریض شہر ہیں، ایسے آدمی کو منتخب کرو جو تمہیں پسند ہو اور جسے تم منتخب کرو گے میں بھی اس سے راضی ہو جاؤں گا اور اگر شام والے کسی کو چن لیں تو تم بھی اسے قبول کرلو،

اس پر کچھ لوگ اٹھے اور کہنے لگے: ہم نے آپ کی بات سنی اس کام کیلئے ہماری نظروں میں آپ سے بہتر کوئی نہیں ہے ہاتھ بڑھائیے تاکہ بیعت کریں،

عبیداللہ بن زیاد نے کہا: مجھے بیعت کی ضرورت نہیں ہے،

انہوں نے اصرار کیا، اس نے انکار کیا یہاں تک اس نے ہاتھ پھیلایا اور لوگوں نے عبیداللہ بن زیاد کی بیعت کرلی، اور بیعت کرنے والے جب مسجد سے نکلے تو اپنے ہاتھ دیوار سے رگڑ کر کہنے لگے مرجانہ کا بیٹا یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی اطاعت کریں گے،

عبیداللہ بن زیاد نے اہل بصرہ سے بیعت لینے کے بعد عمر بن مسمع اور سعد بن قرحاء کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ اہل کوفہ سے یہ بتائیں کہ بصرہ والوں نے ابن زیاد کی بیعت کرلی ہے لہذا تم بھی اس کی بیعت کرلو،

یہ دونوں کوفہ پہونچے لوگوں کو جمع کیا اپنا پیغام پہونچایا اور لوگوں کو عبیداللہ بن زیاد کی بیعت کی دعوت دی،

حارث بن یزید شیبانی کھڑے ہوئے اور کہا: شکر ہے خدا کا کہ اس نے ہمیں سمیہ کے بیٹے سے

بجات مطائی: اب ہم اس کی بیعت کریں؟ ہرگز! اور عبید اللہ کے بھیجے ہوئے ان دونوں آدمیوں پر پتھر برسائے تو دوسرے لوگوں نے بھی پتھر مارے۔

عبید اللہ کے دونوں قاصد واپس لوٹ آئے اور اسے صورتحال سے آگاہ کیا یہ سنکر اہل بصرہ نے کہا: کوفہ والے خلع کریں اور ہم اس کی بیعت کریں؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، چنانچہ بصرہ میں بھی عبید اللہ کا تسلط کمزور ہوگیا وہ حکم دیتا تو اس پر عمل نہیں ہوتا تھا، اس کی بات کو اسی پر لوٹا دیا جاتا تھا اس کے انصار و اعوان کی تعداد گھٹ گئی۔

سلمہ بن ذویب نے ہاتھ میں ایک جھنڈا اٹھایا اور بصرہ کے بازار میں کھڑے ہو کر کہا: اے لوگو! میں تمہیں عبد اللہ بن زبیر کی طرف بلاتا ہوں، ان کی بیعت کرو کہ حرم الٰہی میں پناہ لئے ہوئے ہیں لوگ اس کے پاس جمع ہوگئے اور اس کے ہاتھ پر ابن زبیر کی بیعت کرنے لگے۔

اس واقعہ کی ابن زیاد کو خبر ملی تو اس نے لوگوں سے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر دیوار سے ہاتھ رگڑ دیئے، میرے حکم کی تعمیل نہیں کی میرے اور میرے مددگاروں کے درمیان حائل ہوگئے۔ اور اب سلمہ بن ذویب آیا ہے جو تمہیں اختلاف کی طرف بلا رہا ہے تاکہ تمہارا اتحاد تفرقہ میں بدل دے اور تمہیں ایک دوسرے کے خلاف تلوار کھینچنے پر آمادہ کرے۔

احنف نے کہا: ہم سلمہ کو آپ کے پاس لائیں گے۔

جب سلمہ کو لائے تو ابن زیاد نے دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک جم غفیر ہے، عبید اللہ کے انصار اس کو چھوڑ کر پراگندہ ہوگئے، عبید اللہ نے سپہ سالاروں کو بلایا انہوں نے بھی اس کی اطاعت نہ کی بلکہ یہ کہا اگر ہم اس گروہ سے جنگ کریں گے اور یہ ہم پر غالب آگئے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔[۱]

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۳۰

عامر بن مسعود

اہل کوفہ جب ابن زیاد کے قاصد کو بھگانے اور اس کے جانشین عمرو بن حریث کو معزول کرنے کے بعد صلاح و مشورہ کیلئے وہ جمع ہوئے اور یہ طے کیا خلیفہ کے معین ہونے تک ہمیں کسی کو اپنا امیر مقرر کرلینا چاہیئے بعض نے کہا: عمر بن سعد کو امیر بنالیا جائے اس پر قبیلۂ ہمدان کی عورتیں امام حسینؑ پر گریہ کرتی ہوئی آگئیں اور ان کے مرد تلوار حمائل کئے ہوئے منبر کا طواف کرنے لگے، محمد بن اشعث نے کہا: یہ تو اس کے برعکس ہوگیا جو ہم چاہتے تھے لہذا عامر بن مسعود بن امیہ پر اتفاق کیا اور کوفہ والوں نے اس کی بیعت کرلی اور عبد اللہ بن زبیر کو لکھا کہ انھیں کوفہ کا امیر مقرر کردیں [۱]

بصرہ سے فرار

جب عبید اللہ نے یہ صورتحال دیکھی تو کسی کو حارث بن قیس ازدی کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ میرے والد نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ اگر میں کسی روز فرار کرنا چاہوں تو آپ سے تعاون حاصل کروں،

حارث نے کہا: تمہاری اور تمہارے باپ کی میرے خاندان کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں ہے لیکن اگر تو نے ہمیں اختیار کیا ہے تو ہم تمہاری بات رد نہیں کریں گے مگر یہ نہیں معلوم کہ امان کی کیا صورت ہوگی ایسا نہ ہو کہ بصرہ سے نکلتے وقت میں اور تم دونوں ہی مارے جائیں رات ہو جانے دو میں تمہیں اپنی پشت پر سوار کروں گا تا کہ تمہیں کوئی نہ پہچان سکے، اس پر عبید اللہ راضی ہوگیا، رات ہوئی تو حارث نے اسے پشت پر سوار کیا اور مسعود بن عمرو کے پاس لے گیا کہ وہ باحیثیت آدمی تھا، چنانچہ عبید اللہ اس کے

---

[۱] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۳۴،

مارے جانے تک اس کے پاس رہا اور پھر شام چلا گیا [1]

شام کی طرف

مسافر بن شریح کہتا ہے ہم عبیداللہ کے ساتھ شام گئے اثناء راہ میں ہم رات کے وقت جبکہ اپنے گھوڑوں پر سوار تھے میں اس کے نزدیک ہوا اور کہا: کیا سو رہے ہو،

اس نے کہا: نہیں! اپنے نفس سے گفتگو کر رہا تھا،

میں نے کہا: جو تمہارے دل میں ہے، اگر اجازت ہو تو، اسے میں بیان کر دوں،

اس نے کہا: بتاؤ،

میں نے کہا: تم اپنے نفس سے کہہ رہے تھے کہ کاش میں حسینؑ کو قتل نہ کرتا،

اس نے کہا: اس کے علاوہ اور کیا سوچ رہا تھا،

میں نے کہا: تم خود سے کہہ رہے تھے اے کاش جن لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے انھیں قتل نہ کیا ہوتا،

اس نے کہا: اور کیا سوچ رہا تھا؟

میں نے کہا: تم سوچ رہے تھے کہ کاش سفید قصر نہ بنایا ہوتا،

اس نے کہا: اس کے علاوہ اور کیا خیال باقی تھی،

میں نے کہا: تم کہہ رہے تھے کہ کاش دہقانوں سے کام نہ لیا ہوتا،

اور اس کے علاوہ؟

تم سوچ رہے تھے کہ کاش میں بڑا سخی ہوتا،

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳۳، پر مسعود بن عمرو کے گھر میں عبیداللہ بن زیاد کے آنے کی داستان تفصیل سے مرقوم ہے ہم نے یہاں خلاصہ کے طور پر لکھا ہے۔

اس نے کہا: قتل حسینؓ تو وہ یزید کے اشارہ سے ہوا تھا اس نے مجھ سے کہا تھا کہ انہیں قتل کر دو، ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا میں نے انھیں قتل کرنے والی شق قبول کر لی، لیکن سفید قصر، تو یہ میں نے عبداللہ بن عثمان سے خریدا ہے اور یزید نے میرے لئے بہت پیسہ بھیجا تھا، اسے میں نے اس میں صرف کیا ہے، دہقانوں سے میں نے اسلئے کام لیا کہ میری نظر میں وہ زیادہ امانت دار تھے اور اچھی طرح خراج جمع کرتے تھے، رہی میری سخاوت کی بات تو میرے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا کہ میں تمہارے اوپر خرچ کرتا تمہیں سے لیتا اور تمہارے ہی اوپر خرچ کر دیتا تھا،

رہا ان لوگوں کا مسئلہ کہ جن کو میں نے قتل کیا ہے تو میری نظر میں کلمہ اخلاص کے بعد خوارج کو قتل کرنے سے بہتر کوئی کام نہیں ہے لیکن میں جو اپنے دل میں سوچ رہا تھا وہ یہ تھا کہ اے کاش میں بصرہ والوں سے جنگ کرتا کیونکہ انہوں نے میری بیعت کی تھی، لیکن بنی زیاد نے مجھے اس کام سے باز رکھا اور کہنے لگے:

اگر اہل بصرہ تم پر غالب آگئے تو وہ ہمیں قتل کر دیں گے، اے کاش قیدیوں کو نکال کر ایک ایک کی گردن مار دیتا اب جبکہ یہ دو کام انجام نہیں دے سکا تو سوچا کہ اے کاش میں کسی کے خلیفہ بننے سے پہلے شام پہنچ جاؤں [1]،

عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد

عامر بن مسعود، عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ کا امیر تھا یہ یزید کی ہلاکت کے بعد تین ماہ تک امیر رہا پھر عبداللہ بن زبیر نے ان دونوں کو کوفہ بھیجا، عبداللہ بن یزید کو نماز کی امامت اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو خراج و اموال کا امیر مقرر کیا [2]

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۴۰،

[2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۴۱،

جب یہ کوفہ پہنچے تو ان سے بتایا گیا کہ شیعہ شورش کرنے کے وسائل جمع کر رہے ہیں ان کی دو جماعتیں ہیں ایک جماعت سلیمان بن صرد کے ساتھ ہے اور دوسری مختار کے ساتھ ہے، عبد اللہ بن یزید سے کہا گیا کہ فوج جمع کر کے جنگ کیلئے تیار رہو،

عبد اللہ بن یزید کی تقریر

اس نے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ اس شہر کے باشندوں میں ایک گروہ ہمارے خلاف شورش کرنا چاہتا ہے میں نے اس کا سبب معلوم کرنا چاہا تو کہا کہ وہ حسینؑ بن علیؑ کے خون کا انتقام لینا چاہتے ہیں، خدا اس گروہ پر رحم کرے، خدا کی قسم مجھے ان کا ٹھکانہ بتایا گیا ہے اور مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ انھیں گرفتار کر لو ان سے جنگ کرو لیکن میں ان سے کیوں جنگ کروں؟ خدا کی قسم میں نے حسینؑ کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ میں تو انہیں قتل کرنے والوں میں بھی شریک نہیں تھا اور قتل حسینؑ کا مجھے بہت غم ہے میں اس گروہ کو امان دیتا ہوں وہ باہر آ جائیں، پراگندہ ہو جائیں اور وہ قاتل حسینؑ کے سراغ میں نکلے تو میں بھی ان کی مدد کروں گا حسینؑ اور تمہارے بزرگوں کو عبید اللہ بن زیاد نے قتل کیا ہے تو پھر ایک دوسرے کو قتل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد سے جنگ کریں اور خود کو اس سے قتال کیلئے آمادہ کریں، آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانا تمہارے دشمن کی دلی خواہش ہے، اور یہ خلق خدا کا بہت بڑا دشمن ہے جو تمہارے مقابلے میں ہے اس نے اور اس کے باپ نے اہل عفاف اور اس کے قتل میں دریغ نہیں کیا ہے کہ جس کا تم انتقام لینا چاہتے ہو پس تم اپنی طاقت و شوکت کے ساتھ اس کا تعاقب کرو،

اس کے بعد سلیمان بن صرد کے ساتھی نکل آئے اور جنگی اسلحہ و وسائل کی خریداری شروع کر دی لیکن مختار کے طرفدار خاموش رہے کیونکہ مختار یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ سلیمان بن صرد کیا کرتے ہیں۔[۱]

۱۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۸۰،

توابین کی تحریک کا آغاز

۶۵ھ میں سلیمان بن صرد نے اپنے اصحاب کے پاس قاصد بھیجے وہ آئے اور ربیع الآخر[۱] کے شروع میں وہ اپنے اصحاب کے ساتھ نکلے اور نخیلہ میں آگئے۔

لیکن سلیمان کو نخیلہ میں جمع ہونے والوں کی تعداد کم محسوس ہوئی لہٰذا انہوں نے حکیم بن منقذ کندی، اور ولید بن عصیر کنانی کو کوفہ بھیجا، انہوں نے "یا لثارات الحسین" کا نعرہ بلند کیا یہ نعرہ سب سے پہلے انھیں دونوں نے بلند کیا تھا، اگلے دن ایک گروہ اور نخیلہ پہنچ گیا،

سلیمان نے جب یہ دیکھا کہ ان کے رجسٹر میں بیعت کرنے والوں کی تعداد سولہ ہزار ہوگئی ہے تو کہا: سبحان اللہ! ان میں سے صرف چار ہزار جمع ہوئے ہیں،

ان سے کہا گیا: تقریباً دو ہزار آدمی مختار سے مل گئے ہیں تو انہوں نے کہا: تو باقی کہاں ہیں؟ کیا وہ مومن اور عہد پر قائم نہیں ہیں؟ تین روز تک وہ نخیلہ میں رہے ایک ہزار اور ان سے ملحق ہوگئے پھر مسیب بن نجبہ کھڑے ہوئے اور کہا: جس شخص کو ہماری تحریک پسند نہیں ہے ان کے آنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا جو لوگ خود آئے ہیں وہی آپ کی رکاب میں رہ کر جنگ کریں گے اب کسی کا انتظار نہ کیجئے،

سلیمان نے کہا: تم سچ کہتے ہو[۲]

سلیمان بن صرد کا خطبہ

سلیمان کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد کہا: ہمیں بارادہ آدمی چاہیئے زبردستی گھروں

۱۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۰، پر ربیع الاول مرقوم ہے۔ ۲۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۷۵،

سے نکلنے والے ہمارے کام کے نہیں ہیں، خدا کی قسم اس تحریک میں خدا کی خوشنودی کے علاوہ مال غنیمت نہیں ہے، ہمارے پاس سیم وزر نہیں ملے گا، جو کچھ ہے وہ یہ تلواریں جو ہم نے حمایل کر رکھی ہیں اور یہ نیزے ہیں جو ہاتھوں میں اٹھا رکھے ہیں اور یہی زاد راہ ہے جس سے دشمن کا مقابلہ کریں گے پس اگر کوئی اس کے علاوہ قصد رکھتا ہے تو وہ ہمارے ساتھ نہ آئے۔

لوگوں نے کہا: ہم خدا کی خوشنودی کے حصول کیلئے نکلے ہیں اسلئے تاکہ اپنے گناہ پر خدا سے توبہ کریں اور فرزند رسولؐ کے خون کا انتقام میں ہم تلواروں اور نیزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں [۱]

عبداللہ بن سعد

جب سلیمان بن صرد چلنے کے لئے تیار ہوئے تو عبداللہ بن سعد بن نفیل ان کے پاس آئے اور کہا: ہم خون حسینؑ کا قصاص لینے کیلئے کوفہ سے باہر جا رہے ہیں جبکہ حسینؑ کے قاتل کہ ان میں سے ایک عمر بن سعد اور دوسرے روسا، کوفہ میں موجود ہیں پھر ہم کہاں جا رہے ہیں؟

سلیمان کے دوسرے ساتھیوں نے کہا: بات تو صحیح ہے۔

سلیمان نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کی طرف لشکر روانہ کیا جائے جس نے حسینؑ کو قتل کیا ہے اور وہ فاسق بن فاسق عبید اللہ بن زیاد ہے، خدا کا نام لیکر چلو اگر خدا نے تمہیں اس پر فتحیاب کیا تو دوسروں کو کیفر کردار تک پہنچانا آسان ہے پھر جو شخص بھی قتل حسینؑ میں شریک تھا اسے تمہارے شہر والے مار ڈالیں گے اور اگر تم شہید ہو گئے تو نیکوکاروں کیلئے خدا کے پاس بہترین جزا ہے مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم اس سلسلے میں جان فشانی کرو اگر تم اہل کوفہ سے جنگ کرو گے تو تم میں سے ہر ایک جداگانہ ایسے آدمی کو جانتا ہے اس کے بھائی یا باپ کا قاتل کون ہے اور وہ اسے قتل کرنا چاہتا ہے خدا سے طلب کر کے چلو [۲]

---

[۱] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۰۔ [۲] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۹،

عبداللہ بن یزید اور سلیمان صرد

جب عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو یہ خبر ملی کہ سلیمان اپنے احباب کے ساتھ ابن زیاد سے جنگ کرنے کیلئے روانہ ہونے ہی والے ہیں تو انہوں نے کسی کو ان کے پاس بھیجا اور کہلایا: ہم آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں،

سلیمان نے قبول کرلیا عبداللہ بن یزید کوفہ کے شرفاء کے ساتھ اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ بھی اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے پاس آئے،

عبداللہ بن یزید سلیمان کے پاس آئے تو ان لوگوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہیں لائے جو قتل حسینؑ میں شریک تھے تاکہ بات نہ بگڑ جائے[1] چنانچہ سلیمان کے پاس پہنچنے کے بعد خدا کی حمد و ثنار کی اور کہا: مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں انھیں خیانت نہیں کرنی چاہیئے آپ ہمارے ہی شہر کے ہیں اور ہماری نظروں میں بہترین آدمی ہیں، تو دکو مشکلات میں مبتلا نہ کریں اور اپنی بات پر اڑا رہنا بہتر نہیں ہے، اور کوفہ سے باہر جاکر آپ ہماری تعداد نہ گھٹائیں ہمارے پاس رہیئے تاکہ جب دشمن ہمارے شہروں کے نزدیک ہو تو ہم باہر نکل کر اس کا مقابلہ کرسکیں،

ابراہیم بن محمد نے بھی ایسی ہی بات کہی،

سلیمان نے خدا کی حمد و ثنار کے بعد کہا: آپ حضرات نے مخلصانہ صلاح و مشورہ سے نوازا، شکریہ، لیکن ہم لوگ چلنے کا محکم ارادہ کرچکے ہیں، اپنے ارادہ سے منصرف نہیں ہوں گے اور خدا سے دعا ہے کہ ہمیں عزم بالجزم عطا کرے،

---

[1] جس زمانہ میں سلیمان نخیلہ میں اپنی فوج جمع کر رہے تھے، عمر بن سعد اس زمانہ میں ہر رات کو کوفہ کے دار الامارہ میں، عبداللہ بن یزید کے پاس جاتا تھا کیونکہ اسے یہ خوف تھا کہیں یہ لوگ اسے قتل نہ کردیں،

عبداللہ و ابراہیم نے کہا: آپ کچھ دن ہمارے پاس ٹھہر لیے تاکہ آپ کو اچھی طرح مسلح کر دیں کہ جس سے آپ زیادہ دشمنوں سے مقابلہ کر سکیں،

سلیمان نے کہا: آپ حضرات کی اس پیش کش کے بارے میں ہم غور کریں گے۔

اسکے بعد سلیمان سے صبر سے کام لینے کیلئے کہا: نیز کہا: ہم جنگ کے اخراجات کے لئے جوخی[۱] کی آمدنی تمہیں دیں گے، سلیمان نے ان کی بات کو ٹھکراتے ہوئے کہا: ہم نے دنیا کی خاطر قیام نہیں کیا ہے،

عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد کو جب یہ یقین ہو گیا کہ عبیداللہ عراق کی طرف آرہا ہے تو انہوں نے سلیمان سے یہ پیش کش کی:

سلیمان کے جن احباب نے بصرہ اور مدائن سے آنے کا وعدہ کیا تھا ان کے آنے میں تاخیر ہوئی تو سلیمان نخیلہ سے روانہ ہوئے اور اقساس[۲] پہنچے وہاں کچھ اور آدمیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا سلیمان نے اپنے باقی ساتھیوں سے کہا: اگر وہ تمہارے ساتھ آتے تو تمہارا کوئی فائدہ نہ ہوتا بلکہ وہ تمہارے نظم و نسق کو برباد کر دیتے اسلئے خدا نے ان کے دلوں میں سستی ڈال دی اور وہ تم سے جدا ہو گئے[۳]

توابین کربلا میں

اسکے بعد سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھیوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا اور کربلا پہونچے یکبارگی سب نے چیخ ماری، اس روز جیسے رونے والے نہیں دیکھے گئے، پھر امام حسینؑ پر درود وسلام بھیجا اور ان کی مدد

---

۱ جوخی ایک نہر کا نام ہے جس کے کنارے وسیع علاقہ ہے یہ بغداد کے نزدیک ہے اور اس کی آمدنی اس زمانے میں اسی ہزار درہم تھی، معجم البلدان ج ۲ ص ۱۷۹،

۲ اقساس کوفہ کے نزدیک ایک قریہ ہے، معجم البلدان ج ۱ ص ۲۳۶،

۳ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۱،

محل کہتا ہے: میں نے سلیمان سے ملاقات کی اور عبداللہ بن یزید کا سلام اور خط انھیں پہنچایا سلیمان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ذرا ٹھہر جاؤ، خود خط پڑھنے لگے لکھا تھا۔

یہ ایک خیر خواہ کا نوشتہ ہے مجھے خبر ملی ہے کہ شام سے ایک بڑا لشکر چل چکا ہے اور آپ اس مختصر تعداد کے ساتھ اس سے ٹکرانا چاہتے ہیں، آپ اس بات کا سبب نہ بنیں کہ دشمن آپ کے شہروں کی طمع کرے آپ سبھی بزرگ ہیں، اور جب دشمن آپ کی مختصر تعداد دیکھے گا تو آپ کے شہر کی طرف بڑھے گا اگر وہ غالب آگئے تو سب کو اپنا ہم مسلک بنائیں گے اور آپ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکیں گے، ہمارا اور آپکا دوست ایک ہے اور دشمن بھی ایک ہی ہے اگر بات بھی ایک ہو جائے تو ہم دشمن پر غالب آجائیں گے اور اگر اختلاف کریں گے تو بھرم نہیں رہے گا میرا خط پڑھ کر لوٹ آیئے مخالفت نہ کیجیئے، والسلام،

سلیمان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟

انہوں نے کہا: جب کوفہ میں ان کی بات نہیں مانی تو اب جہاد کیلئے تیار ہونے کے بعد کیسے مان لیں، آپ کی کیا رائے ہے؟

سلیمان نے کہا: میں تو چاہتا ہوں کہ واپس نہ جائیں کیونکہ ہمارے اور ان کے عقیدہ میں اختلاف ہے اور اگر یہ کامیاب ہو گئے تو ہمیں ابن زبیر کی مدد پر مجبور کریں گے اور ہم ابن زبیر کی مدد کرنے کو ضلالت و گمراہی سمجھتے ہیں اور اگر ہم کامیاب ہو گئے تو حق کو اس کے اہل کے سپرد کر دیں گے اور اگر مارے گئے تو اپنی نیت پر استوار رہیں گے اپنے گناہ کی توبہ کر چکے ہیں کیونکہ ہمارا مسئلہ کچھ اور ہے اور عبداللہ بن زبیر کا مسئلہ کچھ اور ہے[1]

سلیمان کا خط

سلیمان نے عبداللہ کے نام خط لکھا: آپ کا خط پڑھا مضمون سے آگاہ ہوا ہر حال میں خدا کا شکر

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۲۰

نہ کرنے پر توبہ کی، ایک رات دن آپ کی اور آپ کے انصار کی قبر پر گریہ وزاری کرتے رہے، اور یہ جملہ دہراتے رہے: اَللّٰھُمَّ اَرْحَمْ حُسَیْناً الشَّھِیْدَ اَبْنَ الشَّھِیْدِ المَھْدِیَّ اَبْنَ المَھْدِیِّ الصِّدِّیقَ اَبْنَ الصِّدِّیقِ "اے اللہ حسینؓ پر رحم فرما جو کہ شہید، شہید کے بیٹے خود ہدایت یافتہ اور ہدایت یافتہ کے فرزند میں خود تصدیق کرنے والے اور تصدیق کرنے والے کے بیٹے ہیں، اے اللہ ہم تجھے گواہ قرار دیتے ہیں کہ ہم ان شہیدوں کے دین اور ان کے مسلک پر ہیں، اور ان کے دوستوں کے دوست اور ان کے دشمنوں کے دشمن ہیں، اے اللہ! ہم نے تیرے رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے کی نصرت نہیں کی، ہمارے گذشتہ گناہوں کو معاف کر دے ہماری توبہ کو قبول فرما حسینؓ اور ان کے انصار پر رحمت نازل فرما کہ وہ شہدا و صدیقین ہیں اے اللہ ہم تجھے گواہ قرار دیتے ہیں کہ ہم ان شہیدوں کے دین و آئین پر ہیں اگر تو نے ہماری مغفرت نہ کی تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں شامل ہو جائیں گے۔

کربلا سے روانگی

اس کے بعد وہ کربلا سے روانہ ہوئے اور تھوڑی دور جانے کے بعد پھر قبر حسینؓ کے پاس لوٹ آئے اور آپ کی قبر کے پاس اس طرح ازدحام کیا جس طرح حجر اسود کے پاس ہوتا ہے آپ سے رخصت ہو کر "انبار" کی طرف چلے۔ [1]

عبداللہ بن یزید کا خط

کوفہ کے امیر عبداللہ بن یزید نے محل بن خلیفہ کے ذریعہ سلیمان کے پاس ایک خط بھیجا۔

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۷۸

ہے ہم نے سنا ہے کہ خدائے متعال اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾

یہ جماعت اس معاملہ پر خوش ہے جو انہوں نے کیا ہے یہ اپنے اس عظیم جرم سے تائب ہو چکے ہیں جو کیا تھا اور اب خدا کی طرف بڑھ رہے ہیں اسی پر توکل کرتے ہیں اور اس کے فیصلہ پر راضی ہیں

﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ والسلام [۱]

یہ خط جب عبداللہ بن یزید کو ملا تو کہا: یہ لوگ شہادت کے طالب ہیں اور جو تمہیں پہلا خط ملے گا اس میں ان کے قتل ہونے کی خبر ہوگی [۲]

قرقیسا[۳]

پھر سلیمان اپنے اصحاب کے ساتھ قرقیسا کی طرف روانہ ہوگئے، قرقیسا کے گورنر، زفر بن حارث نے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی شہر کے دروازے بند کر دیئے تھے،

سلیمان بن صرد نے مسیب بن نجبہ کو بھیجا، مسیب آئے اور اپنا تعارف کرایا، ہذیل زفر کے بیٹے نے اپنے باپ سے کہا: ایک شریف آدمی آیا ہے، خود کو مسیب بن نجبہ کہتا ہے اور ملاقات کرنا چاہتا ہے۔

زفر نے کہا: وہ اکیلا قبیلہ مضر کا سوار ہے اگر تم قبیلہ کے دس شرفاء کا نام لوگے تو ایک وہ ہے وہ دیانتدار آدمی ہے انھیں اجازت دیدو،

مسیب آئے زفر نے انھیں اپنے پاس بٹھایا، مسیب نے اسے سلیمان کے ارادہ سے باخبر کیا زفر نے اپنے بیٹے سے کہا: کہ بازار کھلوادو تاکہ وہ اپنی ضرورت کی چیز خریدلیں نیز کہا: مسیب کو ایک گھوڑا ہزار

---

[۱] تاریخ طبری ج ۷، ص ۵۵۰۔ [۲] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۵،

[۳] قرقیسا فرات کے کنارے ایک شہر ہے، مراصد الاطلاع ج ۳ ص ۱۰۸۱،

درہم کے ساتھ دیا جائے، مسیب نے درہم تو نہ لیے لیکن گھوڑے لیا اور کہا: اگر میرا گھوڑا مر گیا تو میرے پاس دوسرا ہوگا،

زفر نے ان کے لیئے روٹیاں اور حیوانوں کا چارہ اور ضرورت کی دوسری چیزیں اتنی بھجدیں کہ سلیمان کے سپاہیوں کو خریدنے کی ضرورت نہ رہی، مگر انہوں نے کپڑا اور تازیانے خرید ے [۱]

شام سے لشکر کی روانگی

دوسرے دن جب سلیمان اور ان کے ساتھی وہاں سے چلنے کیلئے تیار ہوئے تو زفران کے بدرقہ میں آیا اور سلیمان سے کہا: شام سے پانچ سپہ سالار، حصین بن نمیر، شرجیل بن ذی الکلاع، ادہم بن محرز، ربیعہ بن مخارق اور جبلہ بن عبداللہ بہت سے سپاہیوں کے ساتھ آرہے ہیں، خدا کی قسم پسندیدہ اخلاق اور آمادگی کے لحاظ سے میں نے تمہارے ساتھیوں سے بہتر کوئی جماعت نہیں دیکھی ہے، لیکن مجھے خبر ملی ہے کہ شام کا لشکر بہت بڑا ہے،

سلیمان نے کہا: ہم نے خدا پر توکل کیا ہے اور توکل کرنے والوں کو توکل کرنا چاہیئے۔

زفر نے کہا: میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں،

سلیمان نے کہا: کیا؟

اس نے کہا: میں تمہارے لیئے شہر کے دروازے کھول دیتا ہوں شہر میں داخل ہو جاؤ تاکہ ہم بھی تمہاری مدد کر سکیں اور دشمن کے مقابلے میں ایک متحد محاذ بنا سکیں،

سلیمان نے اس کی یہ بات قبول نہیں کی،

زفر نے کہا: تو یہیں قیام پذیر رہیئے تاکہ جب دشمن حملہ کرے تو ہم سب دشمن سے جنگ کریں،

---

[۱] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۷۹،

سلیمان نے کہا: اہل کوفہ نے بھی یہی بات کہی تھی جسے ہم نے ٹھکرا دیا تھا،

زفر نے کہا: ہماری اور ان کی دونوں کی بات مان لیجیے، ہمارے پاس قیام کیجیے اور اہل کوفہ سے خط وکتابت کیجیے تاکہ وہ بھی ملحق ہو جائیں، دشمن کے آنے سے پہلے وہ ہم سے آن ملیں تاکہ دشمن پر غالب آجائیں،

سلیمان نے یہ بات بھی تسلیم نہ کی،

زفر نے کہا: یہ مشورہ مان لیجیے میں شامیوں کا دشمن اور تمہارا دوست ہوں چاہتا ہوں کہ شامیوں کو شکست ہو جائے۔ وہ رقہ سے چل چکے ہیں، تم لوگ جلدی کرو اور دشمن سے پہلے عین الوردہ پر پہنچ جاؤ اور وہاں اس طرح پڑاؤ ڈالو کہ شہر تمہاری پشت کی جانب اور پانی و آبادی سامنے کی طرف ہو، اور کھلے میدان میں جنگ نہ کرنا کہ جس سے وہ تم پر تیر اور نیزوں سے حملہ کریں، پھر تمہاری تعداد ان کے برابر نہیں ہے اور دشمن کے مقابلے میں صف نہ باندھنا کیونکہ تم سبھی سوار ہو اور دشمن کے پاس سوار و پیدل دونوں قسم کی فوجیں ہیں جو ایک دوسرے کی حمایت کریں گے تم لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ کہ اگر دشمن ایک گروہ پر حملہ کرے تو دوسرا مقاومت کرے اگر ایک جگہ رہوگے تو شکست کھا جاؤ گے،

پھر زفر نے کھڑے ہو کر انھیں وداع کیا، سلیمان نے بھی اس کی تعریف کی اور اس کی میزبانی کا شکریہ ادا کر کے روانہ ہوئے[1]

عین الوردہ[2]

سلیمان کے ساتھی جلدی سے عین الوردہ پر پہنچ گئے اور اس سے مغرب کی طرف پڑاؤ ڈالا، تین

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۲، [2] عین الوردہ: جزیرہ کے مشہور شہروں میں سے ایک ہے یہیں ایک جنگ ہوئی ہے اور ان کے سرداروں میں سے رفاعہ بن شداد تھا، معجم البلدان ج ۴ ص ۱۸۰،

روز تک آرام کیا شامی بھی آگئے اور عین الوردہ کے پاس اترے۔

سلیمان بن صرد کا خطبہ

سلیمان بن صرد اپنے ساتھیوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور معاد و آخرت کے موضوع پر روشنی ڈالی اور اس کی ترغیب کی اس کے بعد کہا: دشمن تمہارے پاس آگیا ہے جب ان سے مقابلہ ہو تو صدق دل سے جنگ کرنا اور صبر سے کام لینا کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جگہ بدلنے کے علاوہ میدان سے فرار کرنا اور دشمن کی فوج میں سے جو میدان چھوڑ کر جائے اسے قتل نہ کرنا زخمی اور قیدی کو قتل نہ کرنا کہ دشمنوں کے ساتھ حضرت علیؑ یہی سلوک کرتے تھے۔

پھر کہا: اگر میں مارا جاؤں تو مسیب بن نجبہ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی مارے جائیں تو عبداللہ بن سعد امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ بن وال رہبر ہوں گے اور اگر وہ بھی کام آجائیں تو رفاعہ بن شداد امیر ہوں گے ، خدا رحم کرے اس شخص پر جو اپنے عہد پر قائم رہتا ہے۔

اس کے بعد مسیب بن نجبہ کو چار سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور ان سے کہا: دشمن کو دیکھتے ہی ان پر ٹوٹ پڑنا اگر کامیاب ہو گئے تو فبہا ورنہ واپس لوٹ آنا تم اور تمہارے سپاہی گھوڑوں سے نہ اتریں مگر ضرورت کے وقت اتر سکتے ہیں۔

ایک رات دن انہوں نے راستہ طے کیا اور سحر کے وقت دشمن کے ایک آدمی سے مڈبھیڑ ہوئی مسیب نے اس سے دشمن کی فوج کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہیں، اس نے کہا: شرحبیل بن ذی کلاع یہاں سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے اور اس کے اور حصین بن نمیر کے درمیان سپہ سالاری کے منصب کے سلسلہ میں نزاع ہے، عبیداللہ کے فرمان کا انتظار ہے

مسیب اور ان کے ساتھیوں نے گھوڑے دوڑائے اور دشمن پر حملہ کر دیا اور ان میں سے بعض کو قتل اور بہت سوں کو زخمی کر کے شکست دی اور مال غنیمت کے ساتھ سلیمان کے پاس لوٹے۔

حصین و شرجیل کی آمد

جب ابن زیاد کو شام کی فوج کی شکست کی خبر ملی تو اس نے حصین بن نمیر کی سرکردگی میں بارہ[12] ہزار سپاہی سلیمان سے مقابلہ کیلئے بھیجے۔

سلیمان بن صرد نے بھی اپنے فوج کو منظم کر لیا اور خود قلب لشکر میں مستقر ہوئے جب شام کی فوج قریب آئی تو اس نے سلیمان کے ساتھیوں سے کہا کہ عبدالملک بن مروان کی اطاعت قبول کرو،

سلیمان اور ان کے ساتھیوں نے کہا: عبیداللہ بن زیاد کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اسے اپنے بھائیوں کے قصاص میں قتل کریں جو اس کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں اور عبدالملک بن مروان کو خلع خلافت کرو ہم بھی ابن زبیر کے اصحاب کو عراق سے نکال دیں گے اور پھر خلافت رسول کے اہلبیت ع، جو کہ مستحق ہیں کے سپرد کر دیں،

شامیوں نے یہ بات قبول نہ کی، سلیمان کے ساتھی بھی اپنی بات پر اڑے رہے، سلیمان کے اصحاب نے شام والوں پر حملہ کر کے انھیں پراگندہ کر دیا اسی طرح رات ہوگئی سلیمان اور ان کے احباب کامیاب رہے،

دوسرے دن عبیداللہ بن زیاد نے شرجیل بن ذی الکلاع کو آٹھ ہزار فوجیوں کے ساتھ حصین بن نمیر کی مدد کیلئے بھیجا چنانچہ دو تین روز تک جنگ جاری رہی، [1]

ادہم بن محرز کی آمد

تیسرے دن عبیداللہ کی طرف سے ادہم بن محرز شامیوں کی مدد کیلئے آیا اور اس دن جمعہ تھا،

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۹،

ظہر تک سخت جنگ ہوئی، پھر شام والوں نے سلیمان اور ان کے ساتھیوں پر چاروں طرف سے حملہ کیا
جب سلیمان نے یہ کیفیت دیکھی تو گھوڑے سے اتر گئے اور با آواز بلند کہا: خدا کے بندو! جو خدا کی طرف سفر کرنا چاہتا ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرنا چاہتا ہے وہ میرے ساتھ آئے۔

اس کے بعد اپنی تلوار کا غلاف توڑ کر پھینک دیا پھر ایک جماعت نے بھی ان کی تقلید میں اپنی تلواروں کی نیام توڑ دی اور ان کے ساتھ فوج شام پر حملہ کر دیا، اور ان میں سے کافی فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہت سوں کو زخمی کر دیا۔

سلیمان کا مارا جانا

حصین بن نمیر نے جب سلیمان اور ان کے احباب کی استقامت و ثابت قدمی دیکھی تو ایک گروہ کو بھیجا کہ سلیمان کے ساتھیوں پر تیر باراں کرو۔ اس کے بعد شام کی سوار و پیادہ فوج نے سلیمان اور ان کے اصحاب کا محاصرہ کر لیا، سلیمان یزید بن حصین کے تیر سے زمین پر گر پڑے، پھر اٹھے لیکن پھر گر پڑے اور دم توڑ دیا[1]۔

مسیب بن نجبہ

سلیمان کے مارے جانے کے بعد مسیب بن نجبہ نے پرچم اٹھا لیا، دلیرانہ جنگ کی اور ایسی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا کہ جس کی نظیر نہیں دیکھی گئی تھی، اور ایسا قتال کیا کہ جس کی مثال نہیں سنی گئی تھی کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی نے ایسی فداکاری کا ثبوت دیا ہو گا آخر کار وہ بھی قتل ہو گئے[2]۔

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۸۲، تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے کہ انہوں نے وقت شہادت زبان پر کلمہ فزت ورب الکعبہ جاری کیا۔

[2] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۱۰۔

عبداللہ بن سعد

عبداللہ بن سعد بن نفیل نے پرچم اٹھایا اور سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ کیلئے کہا: خدا ان پر رحم کرے اور پھر یہ آیۃ پڑھی: ﴿فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾

قبیلہ ازد والے ان کے پاس جمع ہو گئے اور شامیوں سے الجھ گئے، اسی وقت مدائن سے تین سوار آئے اور ان سے کہا: سعد بن خذیفہ اہل مدائن کے ۱۷۰ آدمیوں کے ساتھ اور مثنی بن مخربہ بصرہ کے تین سو آدمیوں کے ساتھ آپ کی مدد کیلئے روانہ ہو چکے ہیں، ان کے ساتھیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی،

عبداللہ بن سعد نے کہا: اگر اس وقت تک ہم زندہ رہے،

ان تین آدمیوں نے جب سلیمان کے مقتول اصحاب کو دیکھا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور جنگ میں کود پڑے، عبداللہ بن سعد بھی مارے گئے ان کے بھائی خالد نے ان کے قاتل پر حملہ کیا تو شامی اپنے آدمی کی مدد کو دوڑے، اسے بچا لیا اور خالد بھی مارے گئے،

اب کوئی علم اٹھانے والا نہ رہا سلیمان کے طرفداروں نے عبداللہ بن وال کو آواز دی وہ دوسری طرف شامیوں سے جنگ میں مشغول تھے،

رفاعہ بن شداد[1]

رفاعہ نے علم اٹھا کر حملہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: جو شخص زندہ و جاوید رہنا چاہتا ہے اور

---

[1] رفاعہ بن شداد شیعہ اور توابین میں سے تھا اور کوفہ میں باغیوں سے جنگ میں شریک تھے اور جب انہوں نے یہ سنا کہ وہ یا ثارات عثمان کا نعرہ لگا رہے ہیں تو اس نے تلوار کھینچ لی اور ان پر حملہ کر دیا اور کہا: میں علیؑ کے دین پر ہوں اور جنگ کرتے ہوئے مارے گئے، اسی زمانہ میں ابوذر غفاری نے ربذہ میں وفات پائی تھی اور مالک اشتر نے انہیں غسل و کفن دیا تھا، ابصار العین ص ۱۲۰

ایسا آرام چاہتا ہے کہ جس کے بعد پریشانی نہیں ہے اور ایسی خوشی چاہتا ہے کہ جس کے بعد غم نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس گروہ سے جنگ کر کے خدا کا تقرب حاصل کرے اس کے بعد بہشت کی طرف روانگی ہے۔

عبداللہ بن والؓ

ادہم بن محرز شام کے سپہ سالاروں میں سے ایک تھا یہ سلیمان کی فوج سے مقابلہ کیلئے اپنی فوج کو لیکر چلا عصر کے وقت عبداللہ بن وال کو دیکھا کہ وہ اس آیۃ کی تلاوت کر رہے ہیں:

﴿ولا تحسبنّ الّذين قتلوا في سبيل الله امواتاً﴾

اس نے عبداللہ پر حملہ کیا اور ان کے ہاتھ پر ضرب لگا کر کہا: میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں یہ پسند ہے کہ کوفہ میں ہوتا اور تمہارا ہاتھ قطع نہ ہوتا،

عبداللہ نے کہا: تم نے بہت برا سوچا، خدا کی قسم مجھے ہرگز یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرے ہاتھ کی جگہ تمہارا ہاتھ ہو کیونکہ میرے اجر و ثواب میں اور تمہارے گناہ میں اضافہ ہوگا اس سے ادہم کو غصہ آگیا لہذا اس نے حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا[2]

عبداللہ بن عوف بن احمر

عبداللہ بن وال کے قتل ہوجانے کے بعد سلیمان کے اصحاب رفاعہ بن شداد کے پاس آئے اور کہا:

---

[1] عبداللہ بن وال شریف آدمی تھے سلیمان بن صرد اور دیگر توابین کے ساتھ عین الوردہ میں قتل ہوئے، (ابصار العین ص ۱۰۰)

ابن اثیر نے انھیں کوفہ کے عباد و فقہاء میں شمار کیا ہے، (کامل ج ۴ ص ۱۸۰)

[2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۸۳،

علم اٹھاؤ اور شامیوں سے جنگ کرو،

رفاعہ نے کہا: میرا مشورہ یہ ہے کہ واپس پلٹ چلیں، امید ہے کہ پھر کبھی جمع ہو کر دشمن پر حملہ کریں گے اور کامیاب ہو جائیں گے۔

عبد اللہ بن عوف نے کہا: اگر واپس پلٹ گئے تو تم ہمیں ہلاک کر دو گے کیونکہ ہم ایک فرسخ بھی راستہ طے نہیں کر سکیں گے کہ دشمن ہمارا تعاقب کر کے ہم سب کو قتل کر دے گا اور اگر ہم میں سے کوئی زندہ بچ گیا تو اسے اس علاقہ کے دیہاتی پکڑ لیں گے اور ان کی تحویل میں دے دیں گے اور وہ اسے قتل کر دیں گے میرا مشورہ یہ ہے کہ اس وقت سورج غروب ہوا چاہتا ہے شام تک ان سے جنگ کریں اور جب رات کی تاریکی پھیل جائے گی تو ہم اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان معرکہ سے نکل جائیں گے اور ہر آدمی اپنے زخمی کو اٹھا لیگا اور صبح تک سفر کریں گے،

رفاعہ نے کہا: اچھا مشورہ ہے:

ابن احمر نے کہا: ہماری معیت میں گھنٹہ بھر جنگ کیجئے اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالئے جب رفاعہ کے ساتھیوں کو ان کے قصد کی اطلاع ملی تو وہ چیخ اٹھے، اے خدا کے بندو! اپنے پروردگار کی طرف بڑھو! کہ دنیا میں اس کی رضا سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے، ہمیں خبر ملی ہے کہ بعض لوگ واپس کو ٹولو ٹنا چاہتے ہیں اور اس دنیا کی طرف پلٹنا چاہتے ہیں جس میں ٹھہرنے کی مدت بہت کم ہے اس کے بعد انہوں نے شامیوں پر حملہ کیا اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو تہ تیغ کر دیا[1]

عبداللہ بن عزیز کنانی

وہ اپنے اس چھوٹے بچے کے ساتھ میدان میں تھے کہ جسے ساتھ لائے تھے اور جنگ کی شام میں

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۷۱۔

مقیم قبیلہ کنانہ کو آواز دی اور بچے کو ان کے سپرد کیا تاکہ وہ اسے کوفہ پہونچا دیں انہوں نے عبداللہ کو امان دی لیکن عبداللہ نے قبول نہیں کی اور جنگ میں کود پڑے اور جاں بحق ہوگئے [1]

کوفہ واپسی

رات ہوئی تو شامی اپنی لشکر گاہ پر لوٹ آئے، رفاعہ بن شداد نے ہر ایک مجروح کو اس کے عزیز کے حوالے کر دیا اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ رات بھر راستہ طے کیا یہاں تک کہ خابور[2] کے پاس پہنچے دوسرے دن حصین بن نمیر نے دیکھا کہ وہ لوگ علاقہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں،

رفاعہ نے ابو جویریہ کی سرکردگی میں ستر سوار قافلہ کے پیچھے مقرر کئے تاکہ ان کی حفاظت بھی کریں اور کوئی چیز رہ جائے تو اسے اٹھالیں اسی طرح قرقیسیا پہونچے وہاں زفر نے ان کے لئے کھانا بھیجا اور زخموں کے علاج کی خاطر طبیب بھیجا اور کہلایا قرقیسیا ہی میں ٹھہریں، رفاعہ اور ان کے ساتھی تین روز وہیں ٹھہرے اور زاد راہ لیکر روانہ ہوئے [3]۔

امداد

سعد بن حذیفہ اہل مدائن کے ساتھ توابین کی مدد کیلئے روانہ ہو چکے تھے جب ہیت[4] پہنچے تو سلیمان

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۸۵،

[2] خابور ایک بڑی نہر کا نام ہے جو فرات میں گرتی ہے، مراصد الاطلاع ج ۱ ص ۴۴۴،

[3] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۱۲،

[4] ہیت بغداد کے مضافات میں فرات کے کنارے، انبار کے اوپر ذرخیز شہر ہے، معجم البلدان ج ۵ ص ۴۲۰،

سلیمان بن صرد اور ان کے دیگر ساتھیوں کی شہادت کی خبر ملی اور اہل بصرہ کے ساتھ مثنی بن مخربہ بھی مدد کے لیے آگئے اور صندوداد[1] میں ملاقات کی تو توابین کے ماجراء سے آگاہ ہوئے یہ وہیں ٹھہر گئے یہاں تک کہ رفاعہ بن شداد اور باقی ماندہ لوگ بھی آگئے ، عین الوردہ کے شہیدوں کا غم منایا اور ایک رات دن وہاں رہ کر لوٹ آئے[2]

شام میں توابین کی خبر

عبدالملک بن مروان کو جب سلیمان اور ان کے ساتھیوں کے قتل ہونے کی خبر ملی تو وہ منبر پر گیا اور کہا:
عراق کے سرغنہ اور ان کے سردار سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ قتل کر دیے گئے اسی طرح ان کے دو رہبر عبداللہ بن سعد اور عبداللہ بن وال بھی مارے گئے اب عراق کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اب کوئی مخالفت کرنے والا نہیں ہے[3]۔

۱ے صندوداد انبار کے اوپر فرات کے مغرب میں واقع ہے اب خراب ہوچکا ہے وہاں ایک جگہ ہے جو علیؑ سے منسوب ہے، مراصد الاطلاع ج ۲ص ۸۵۳،

۲ے کامل ابن اثیر ج ۴ص ۱۸۵،

۳ے کامل ابن اثیر ج ۴ص ۱۸۶،

دوسری فصل

قیام مختار

مختار

مختار ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی کے بیٹے ہیں سنہ ۱ھ میں پیدا ہوئے[1] ان کے والد ابو عبید رسولؐ کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے سنہ ۱۳ھ میں عراق کے گورنر مقرر ہوئے اور یوم الجسر[2] میں اپنے بیٹے جبر بن ابی عبیدؓ کے ساتھ عمر بن خطاب کی خلافت کے زمانہ میں قتل ہوئے۔[3]

ان کی والدہ رومہ بنت وہب بن عمر بن معتب ہیں۔

منقول ہے کہ جب مختار کے والد نے شادی کا ارادہ کیا تو ان کے سامنے ان کے خاندان کی لڑکیوں کا نام لیا گیا اور اس سے شادی کا مشورہ دیا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا یہاں تک کہ خواب میں کسی نے کہا: وہب کی

۱۔ الاستیعاب ج ۴ ص ۱۴۶۵۔

۲۔ یوم الجسر ایک جنگ کا نام ہے جو مسلمانوں اور فارس والوں کے درمیان ہوئی تھی۔ معجم البلدان ج ۲ ص ۱۴۰۔

۳۔ الاستیعاب ج ۴ ص ۱۷۰۹۔

لڑکی رومہ حسین میں ان سے شادی کرو تاکہ لوگ تمہیں ملامت نہ کریں، انہوں نے اپنے خاندان اور قریبی رشتہ داروں سے خواب بیان کیا، اس سلسلے میں انہوں نے ان کی تشویق کی چنانچہ انہوں نے رومہ بنت وہب سے شادی کرلی،

رومہ کہتی ہے کہ: جب مختار میرے شکم میں آئے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی یہ اشعار پڑھ رہا ہے

أَبْشِرِي بِالْوَلَدْ أَشْبَهُ شَيْءٍ بِالأَسَدْ

إِذَا الرِّجَالُ فِي كَبَدْ تَقَاتَلُوا عَلَى بَلَدْ

كَانَ لَهُ حَظُّ الأَشَدْ[۱]

جب مختار پیدا ہو گئے تو پھر اسی شخص کو خواب میں دیکھا کہ وہ رومہ سے کہہ رہا ہے: اس بچے کے پاؤں پاؤں چلنے یا بولنے سے پہلے ان کا نام مختار رکھو کہ کل ان کے بہت سے دوست ہوں گے،

مختار کے چار بھائی، جبیر، ابو جبیر، ابو الحکم، اور ابو امیہ تھے[۲] ان کے چچا سعید بن مسعود امیر المومنین علیؑ کی طرف سے مدائن کے گورنر تھے[۳] مختار بھی اپنے چچا کے ساتھ مدائن گئے اور ان کے ساتھ رہے[۴]

جوانی

مختار تیرہ سال کے جوان تھے کہ اپنے والد ابو عبیدہ کے ساتھ واقعہ، قس الناطف[۵] میں شریک

۱۔ بیٹا مبارک ہو جو شیر سے مشابہ ہے جب لوگ سختی میں ہوں گے اور شہروں میں مقاتلہ کریں گے تو وہ سب سے بڑھ کر حصہ لیں گے۔

۲۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۵۰،

۳۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۳۴۵،

۴۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۵۲،

۵۔ قس الناطف ایک جنگ ہے جو مسلمانوں اور فارس والوں کے درمیان ہوئی تھی، معجم البلدان ج ۴ ص ۱۰۰،

ہوئے انھیں میدان میں جاکر جنگ کرنے کا بڑا شوق تھا لیکن ان کے چچا سعید بن مسعود نے انھیں میدان جنگ میں نہ جانے دیا[1]

خصوصیات

مختار ایک شجاع آدمی تھے کسی چیز سے نہیں ڈرتے تھے، بڑے عقلمند تھے، حاضر جواب تھے پسندیدہ خصلتوں کے حامل تھے اور بڑے سخی تھے با استعداد تھے۔ فراست وزیرکی سے مسائل کو سمجھ لیتے تھے، بلند ہمت دور اندیش تھے جنگوں میں ثابت قدم رہتے تھے[2] اہلبیتؑ سے ان کی دوستی اور ان کے دشمنوں سے دشمنی زبان زد خاص و عام تھی۔[3]

ائمہؑ کی نظر میں

روایات کے مطالعہ اور مختار کے بارے میں ائمہ سے جو سوال و جواب ہوئے ہیں ان کے دیکھنے سے اس حقیقت کا سراغ لگایا جا سکتا ہے کہ اہلبیتؑ کو مختار سے محبت تھی اس سلسلے میں ہم یہاں چند روایات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) عمر بن علیؑ سے روایت کی گئی ہے کہ مختار نے علی بن الحسینؑ کی خدمت میں بیس ہزار درہم ارسال کئے آپؑ نے قبول کر لئے اور ان سے عقیل بن ابی طالب اور بنی ہاشم کے ان گھروں کو دوبارہ تعمیر کرایا جو کہ

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۵۰۔

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۵۰۔

[3] مقتل الحسینؑ مقرم ص ۱۴۷۔

یزید کے کارندوں نے تہس نہس کر دیئے تھے [۱]

(۲) کشی نے محمد بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور عمر بن سعد کا سر حضرت سجادؑ کے سامنے لایا گیا تو آپ سجدہ میں گر پڑے اور فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے دشمنوں سے انتقام لیا، مختار کیلئے دعا کی اور فرمایا: خدا مختار کو جزائے خیر دے گا [۲]

(۳) عبید اللہ بن شریک کہتے ہیں: میں عید اضحیٰ کے دن حضرت ابو جعفر باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا میں اور آپکے سامنے دو زانو بیٹھ گیا، اسی وقت اہل کوفہ سے ایک آدمی آگیا اس نے امام محمد باقرؑ کے ہاتھ کا بوسہ لینا چاہا آپؑ نے اجازت نہ دی، پھر اس سے پوچھا تم کون ہو؟

اس نے عرض کی: میں ابو محمد حکم بن مختار ہوں،

مجلس میں وہ امام محمد باقرؑ سے کچھ فاصلہ پر بیٹھا تھا، آپؑ نے اسے اشارہ سے بلا کر اپنے قریب بٹھایا،

اس شخص (یعنی ابن مختار) نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: میرے والد کے بارے میں لوگ بہت کچھ کہتے ہیں، لیکن میرے والد کے بارے میں جو آپ فرمائیں گے وہی حق ہے خواہ لوگ کچھ بھی کہیں،

آپؑ نے فرمایا لوگ کیا کہتے ہیں؟

اس نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ میرے والد مختار کذاب تھے جو آپؑ فرمائیں گے میرے لئے وہی قابل قبول ہے،

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: سبحان اللہ! میرے والد نے مجھے خبر دی ہے کہ میری والدہ کے صداق، مختار نے والد کے لئے بھیجے تھے، کیا مختار نے ہمارے گھر تعمیر نہیں کرائے، کیا مختار نے ہمارے کشتوں کا انتقام نہیں لیا، اے اللہ ان پر رحم فرما: خدا کی قسم میرے والد نے مجھے خبر دی ہے کہ مختار ابن

۱؎ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۳۵۳،

۲؎ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴۴، جامع الرواۃ ج ۲ ص ۲۲۱،

ابی عبیدہ بنت امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور وہ معظمہ ان کا احترام کرتی تھیں مختار نے ان سے حدیث لی ہیں، خدا ان پر رحم کرے انہوں نے کوئی حق ایسا نہ چھوڑا جس کا مطالبہ نہ کیا ہو انہوں نے ہمارے قاتلوں کو تہِ تیغ کیا اور قصاص لیا ۱؎

۴) سدیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مختار کو برا نہ کہو کیونکہ انہوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ان سے انتقام لیا، غیر شادی شدہ کی شادیاں کیں اور ضرورت کے وقت ہمارے پاس مال بھیجا ۲؎۔

۵) منذر بن جارود نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: بنی ہاشم میں سے کسی عورت نے بالوں میں کنگھی نہیں کی یہاں تک قاتلان حسینؑ کے سر مختار نے ہمارے پاس بھیجے ۳؎۔

اس سلسلے میں بہت سی روایات بیان ہوئی ہیں لیکن ہم اتنی ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

مختار آغوش علیؑ میں

اصبغ بن نباتہ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے مختار کو امیرالمومنینؑ کے زانو پر بیٹھے ہوئے دیکھا، آپؑ ان کے سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے، یاکیس یاکیس ۴؎ اے زیرک اے زیرک۔

یہ امیرالمومنینؑ کے بارے میں ہے جو کہ مدینۂ علم رسولؐ کے باب ہیں، جو مستقبل کے حالات سے

۱؎ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴۳۔

۲؎ جامع الرواۃ ج ۲ ص ۲۲۰۔

۳؎ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴۴۔

۴؎ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴۴۔

آگاہ ہیں اور شہادت حسینؑ کے بعد جو کچھ مختار کے ذریعہ ہوا اور قاتلان حسینؑ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور سزائیں دیں یہ اس کے لئے علامت ہے پھر خود مختار کے کانوں میں حضرت علیؑ کی یہ باتیں گونجتی رہتی تھیں فطری طور پر وہ اسلام و اہلبیتؑ سے متعلق ایک پیغام کا احساس کرتے تھے یہ پیغام اہلبیتؑ کے دشمنوں کو اور حسینؑ اور ان کے عزیزوں کے قاتلوں سے انتقام لینے کی صورت میں ان کے پیش نظر تھا۔

معبد بن خالد

ایک روز مختار نے معبد سے ملاقات کی اور اس سے کہا: صاحبان قلم نے اپنی تحریروں اور تالیفات میں لکھا ہے کہ قبیلۂ ثقیف سے ایک آدمی انقلاب برپا کرے گا اور ظالموں کو قتل کرے گا، ستمدیدہ لوگوں کی مدد کرے گا اور ان لوگوں کے خون کا انتقام لے گا کہ جن کو کمزور بنا دیا گیا ہے۔ انہیں صاحبان قلم نے اس آدمی کے اوصاف بھی بیان کئے ہیں یہ تمام اوصاف میں اپنے اندر جمع پاتا ہوں صرف دو صفت ایسی ہیں جو مجھے میں نہیں ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ آدمی جوان ہوگا اور میں ساٹھ سال سے زیادہ کا ہو چکا ہوں دوسرے یہ کہ: اس کی بینائی کم ہوگی جبکہ میری نگاہیں عقاب سے بھی زیادہ تیز ہیں۔

معبد نے کہا: تم بھی جوان ہو کیونکہ اس زمانہ میں ساٹھ، ستر سال کے آدمی کو بوڑھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ رہی تمہاری آنکھوں کی بات تو اس سلسلے میں تمہیں کیا معلوم کہ آئندہ کیا ہوگا، ہو سکتا ہے کہ کسی حادثہ سے تمہاری بینائی کمزور ہو جائے۔

ان باتوں سے مختار کی امید بندھی اور کہا: ممکن ہے[1]۔

---

[1] الشہید مسلم بن عقیلؑ مقرم ص ۹۹۔

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۵۲۔

سفیر امام مختار کے گھر

ہم بیان کر چکے ہیں کہ مختار بن ابی عبیدہ کے خصوصیات اور بہت سے فضائل و مکارم کے حامل تھے لیکن یہ خصوصیات اس زمانہ میں انہی میں منحصر نہیں تھے بلکہ کوفہ میں ایسی شخصیتیں تھیں جو اجتماعی فضائل و مکارم اخلاق و عظمت اور اثر و رسوخ کے لحاظ سے اگر مختار سے بلند نہیں تھیں تو ان سے کم بھی نہیں تھیں،

جناب مسلم بن عقیل جب کوفہ پہنچے تو انہوں نے قیام کیلئے مختار کے گھر کو منتخب کیا اور وہیں ٹھہرے[1] لیکن اس انتخاب کی کیا وجہ تھی، جبکہ مختار جیسے کوفہ میں دیگر اشخاص موجود تھے یہ موضوع بحث طلب ہے،

لکھا ہے کہ مسلم پانچ شوال ۶۰ھ کو وارد کوفہ ہوئے[2] اور مختار کے گھر پہنچے[3] یہاں یہ کہنا چاہیے کہ مختار مذکورہ خصوصیات کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک دوسری خصوصیت بھی رکھتے تھے جو اس انتخاب کی علت ہو سکتی ہے اور وہ مختار کا اہلبیت عصمت اور خاندان امیرالمومنینؑ سے کم نظیر دفاع کرنا اور علویوں سے خلوص تھا[4]،

انقلاب مسلمؑ کے وقت

جب لوگ مسلمؑ کو تنہا چھوڑ کر متفرق ہو گئے تو عبیداللہ نے حکم دیا کہ آگ روشن کی جائے مسجد میں

---

[1] الشہید مسلم بن عقیل مقرم ص ۹۸،

[2] مروج الذہب ج ۳ ص ۱۴۵،

[3] اعلام الوریٰ ص ۲۲۳،

[4] الشہید مسلم بن عقیلؑ مقرم ص ۹۸،

آیا منادی نے لوگوں کو ندا دی کہ سب مسجد میں جمع ہو جائیں، ابن زیاد نے کہا: جو بھی مسلمؑ کو اپنے گھر میں پناہ دے گا ہم اس سے بری ہیں، نیز لوگوں کو اطاعت کی دعوت دی پھر اپنی پولیس کے افسر کو حکم دیا کہ شہر کے گلی کوچوں اور گھروں کی تلاشی لی جائے ایسا نہ ہو کہ مسلمؑ کوفہ سے نکل جائیں،

حصین بن تمیم نے راستوں پر پولیس تعینات کر دی، مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور انقلاب میں حصہ لینے والوں کو گرفتار کیا جانے لگا،۔ عبداللہ بن یزید کلبی و عمارہ بن صلخب ازدی بھی گرفتار ہوئے اور انھیں قید خانہ میں ڈال دیا گیا اور بعد میں قتل کر دیئے گئے اور خوف و ہراس پھیلانے کے لئے بعض دوسرے لوگوں کو بھی قید کیا گیا، انھیں میں مختار بن عبیدہ ثقفی اور عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بھی تھے کہ انہوں نے مسلم بن عقیل کی مدد کیلئے خروج کیا تھا۔

جب مسلمؑ نے خروج کیا تھا اس وقت مختار ، لقفاہ نامی گاؤں میں تھے وہاں سے اپنے ہمنواؤں کیساتھ سبز پرچم اٹھائے ہوئے اور عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سرخ رنگ کا پرچم اٹھائے ہوئے مسجد کوفہ کے دروازے "باب الفیل" تک پہنچ گئے جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ مسلم و ہانی شہید کر دیئے گئے ہیں اور ان سے یہ کہا گیا کہ عمرو بن حریث کے پرچم کے نیچے آجائیں، عمرو بن حریث نے یہ گواہی دی کہ یہ لوگ مسلم بن عقیل سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

عبیداللہ نے ان دونوں کو ضرب و شتم کے بعد قید کر دیا اور یہ لوگ شہادت امام حسینؑ تک قید ہی میں رہے [۱]،

مختار و میثم

میثم تمار کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا اور اسے بتایا گیا کہ یہ امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے

---

[۱] شہید مسلم بن عقیلؑ ۔ مقرم ص ۵۷،

ہیں،

عبید اللہ نے کہا: اس عجمی کے بارے میں کہہ رہے ہو؟

انہوں نے کہا ہاں،

پھر میثم سے چند بات کہنے اور ان سے جواب سننے کے بعد انھیں قید میں ڈالنے کا حکم دیدیا اسی قید خانہ میں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی بھی قید تھے، میثم نے مختار سے کہا: تم زندان سے رہا ہو جاؤ گے اور خون حسینؑ کا انتقام لوگے اور اس ظالم کے قید خانہ میں اس وقت میں اور تم ہوا سے قتل کرو گے اور اس کے منھ کو اپنے پاؤں سے کچل دوگے،

عبید اللہ بن زیاد نے اپنے کارندوں کو حکم دیا تھا کہ مختار کو قید خانہ سے نکال کر سر قلم کردو کہ یزید کی طرف سے عبید اللہ کے پاس ایک خط پہنچا اس میں مرقوم تھا کہ مختار کو آزاد کردو کیونکہ عبد اللہ بن عمر بن خطاب مختار کے بہنوئی تھے، ان کی بہن نے شوہر سے کہا: کہ یزید سے ان کے بھائی کی سفارش کریں، عبد اللہ بن عمر نے یزید سے سفارش کی اور مختار قید سے رہا ہو گئے ۱؎

مختار توابین کے بعد

جب سلیمان بن صرد کوفہ سے باہر نکل گئے تو اس وقت مختار کوفہ میں داخل ہوئے وہ خود کو محمد بن حنفیہ کی طرف سے خون حسینؑ کا انتقام لینے پر مامور سمجھتے تھے،

کوفہ کے شیعہ سلیمان بن صرد کی پیروی کرتے تھے مختار نے انھیں اپنی طرف بلایا، جب ان سے یہ کہا جاتا کہ سلیمان بن صرد شیعوں کے بزرگ ہیں تو وہ کہتے کہ وہ تمہاری قیادت کیلئے بہتر و مناسب نہیں ہیں وہ خود قتل ہو جائیں گے کیونکہ وہ فنون جنگ سے واقف نہیں ہیں، لیکن شیعوں نے مختار کی بات نہ مانی ۲؎

۱؎ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۹۳، ۲؎ تجارب الامم ج ۲ ص ۷۰،

بعض نے لکھا ہے کہ مختار نے عبداللہ بن زبیر سے کہا: میں ایک جماعت کو پہچانتا ہوں کہ اگر اسے ایسا رہبر مل جائے کہ جو علم و فہم رکھتا ہو تو ان کی طاقت سے اہل شام کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا: وہ کون ہیں؟

مختار نے کہا: وہ کوفہ میں علیؑ کے شیعہ ہیں

عبداللہ بن زبیر نے کہا: تم ان کے حاکم قرار پاؤ گے۔

پھر عبداللہ بن زبیر نے انھیں کوفہ بھیج دیا، مختار کوفہ کے ایک علاقہ میں داخل ہوئے اور وہاں امام حسینؑ پر گریہ کیا اور امام حسینؑ کے مصائب بیان کرنے لگے، یہاں تک کہ شیعہ ان کے پاس آنے لگے پھر وہ انھیں کوفہ کے اندر لے گئے بہت سے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے [۱]

بنی امیہ کو اب اپنی جان کی فکر ہوئی مختار کے ارادہ سے وہ اچھی طرح باخبر ہو گئے اور یہ سمجھ گئے کہ علیؑ کے شیعہ ان کے ساتھ ہیں۔

امام حسینؑ کے قاتل عمر بن سعد، شیث بن ربعی اور یزید بن حارث بن امیہ کے چاہنے والوں کی ایک جماعت کے ساتھ عبداللہ بن یزید، جو کہ عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا ان کے پاس آئے اور اس سے کہا: مختار کوفہ آگئے ہیں اور خفیہ طور پر لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اور وہ تمہارے لئے سلیمان بن صرد خزاعی سے زیادہ سخت ثابت ہوں گے، ہماری جان خطرہ میں ہے، معلوم نہیں وہ کب ہمارے اوپر حملہ کر کے ہم سب کو تہ تیغ کر دیں۔ بہتر یہ ہے کہ انھیں گرفتار کر کے قید کر دیں۔

عبداللہ بن یزید نے مشورہ کو پسندیدہ قرار دیا، اس کے آدمیوں نے مختار کو غفلت میں پا کر گرفتار کر لیا اور ان کی گردن میں زنجیر ڈال کر کہا کہ پا برہنہ جیل کی طرف چلو عبداللہ بن یزید کو یہ سلوک پسند نہ آیا، سواری لائی گئی، مختار کو سوار کیا گیا اور انھیں قید کر دیا گیا۔

مختار نے قید میں کہا: قسم اس پروردگار کی کہ جس نے دریاؤں، صحراؤں و درختوں اور آدمیوں

---

[۱] کامل ابن اثیر ج ۳ص ۳۰۔

کو پیدا کیا ہے اور ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کی قسم ان ظالموں کو میں اس وقت تک قتل کرتا رہوں گا، جب تک کہ دوستان آل محمدؐ کا دل خوش نہ ہوگا اور اس گروہ کو تلوار و نیزوں سے فنا کروں گا تاکہ اسلام کے ارکان محکم ہو جائے۔[۱]

مختار کا خط

مختار کو قید خانہ میں یہ خبر ملی کہ سلیمان بن صرد کے باقی ماندہ اصحاب کوفہ لوٹ آئے ہیں لہذا انہوں نے اس مضمون کا خط لکھا،

اما بعد! تم لوگ اس بات پر خوش ہو کہ اس تحریک کی بناء پر جو کہ خدا اور رسولؐ کے لئے تھی جس میں تم نے دشمنوں سے جہاد کیا، تمہیں بہت زیادہ اجر ملے گا اور گناہ بخش دیئے گئے ہیں،

سلیمان نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا اور خدا نے ان کی روح کو قبض کر کے انبیاء، وشہداء اور صالحین کی ارواح سے ملحق کر دیا لیکن ان کے ساتھ رہ کر تم کامیاب نہیں ہو سکتے تھے، میرے اوپر تمہیں اطمینان و اعتماد ہے، میں لشکر کا سپہ سالار ہوں، میں ظالموں و ستمگروں کو قتل کرنے اور دشمنوں سے انتقام لینے اور انہیں گرفتار کرنے والا ہوں، تم لوگ تیار ہو جاؤ، خوش ہو جاؤ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں میں تمہیں کتاب خدا، سنت رسولؐ اور اہلبیت کے خون کے انتقام کی کمزوروں سے دفاع کی اور دشمنوں سے جنگ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔[۲]

رفاعہ بن شداد، مثنی بن مخربہ، سعد بن حذیفہ، یزید بن انس، احمر بن شمیط، عبداللہ بن شداد اور عبداللہ بن کامل نے مختار کا خط پڑھا اور پھر سب نے عبداللہ بن کامل کو ان سے ملاقات کیلئے جیل بھیجا اور

۱۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۱،

۲۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱۷۰،

ان سے کہلوایا کہ ہم ہر طرح سے آپ کے ساتھ ہیں اگر آپ کہیں تو ہم اٹھیں اور آپ کو قید سے نکال لیں۔
مختار اس سے خوشنود ہو گئے اور کہا: میں عنقریب قید سے نکل آؤں گا۔

قید سے رہائی

مختار نے اپنا غلام مدینہ بھیجا اور عبد اللہ بن عمر سے درخواست کی کہ کوفہ کے گورنر عبد اللہ بن یزید سے سفارش کر دیجئے تاکہ وہ مجھے آزاد کر دے، اس نے مجھے بلا کسی جرم کے قید میں ڈال دیا ہے، عبد اللہ بن عمر نے کوفہ کے گورنر عبد اللہ بن یزید کو اس مضمون کا خط لکھا:

مختار میرے رشتہ دار ہیں اور میں تمہارا دوست ہوں، میرے اور آپ کے درمیان جو دوستانہ روابط ہیں ان کے تحت گذارش ہے کہ میرا خط پڑھکر مختار کو آزاد کر دیں۔

عبد اللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد نے عبد اللہ بن عمر کا خط پڑھا اور مختار کو قید خانہ سے بلوا کر آزاد کر دیا، لیکن یہ قسم لی کہ خروج نہیں کریں گے اور اس کے برخلاف عمل کریں گے تو مکہ میں ہزار اونٹ نحر کریں گے اور سارے غلام آزاد ہو جائیں گے۔

مختار نے آزاد ہونے کے بعد کہا: یہ لوگ کتنے نادان اور بے وقوف ہیں، جب انہوں نے یہ دیکھا کہ میں نے قسم کھائی ہے تو مجھے آزاد کر دیا، اب میرے لئے سزاوار یہ ہے کہ جو چیز قسم سے بہتر ہے میں اسے انجام دوں اور اس کا کفارہ ادا کروں یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہزار اونٹوں کے نحر کرنے سے گھبرا جاؤں گا جب کہ میری نظروں میں ہزار اونٹوں کی کوئی قیمت نہیں ہے اور میں ان کی قیمت ادا کرنے سے نہیں گھبراتا ہی اپنے غلاموں کو آزاد کرنے کی بات تو اس کے لئے اتنا کہدینا کافی ہے کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں خواہ میرے

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۱۰۔

۲۔ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۱۵۰۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴۳۔

پاس ایک بھی غلام نہ ہو۔[۴۴]

اس کے بعد کوفہ کے شیعہ ان کے پاس آتے اور ان کی بیعت کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی ایک حیثیت بن گئی اور مستحکم ہو گئے۔ عبداللہ بن زبیر نے، عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ عبداللہ بن مطیع کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔

عبداللہ بن مطیع

یہ شخص پچیس[۴۵] رمضان ۶۶ھ کو کوفہ پہنچا، ایاس بن مضارب کو اپنی پولیس کا انچارج مقرر کیا اور اس سے کہا: کہ نرم رویہ رکھنا لیکن دشمنوں کے ساتھ سختی سے نمٹنا۔

عبداللہ بن مطیع منبر پر گیا اور خطبہ کے دوران کہا: عبداللہ بن زبیر نے مجھے تمہارا حاکم مقرر کیا ہے تاکہ اموال جمع کروں اور اخراجات کے علاوہ اضافی مال کو تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے شہر سے نہ لے جاؤں اور عمر بن خطاب کی وصیت پر عمل کروں اور عثمان بن عفان کی سیرت کی پیروی کروں تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اختلاف سے بچو بیوقوفوں کو فتنہ پردازی سے باز رکھو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اپنے اوپر ملامت کرنا نہ کہ میرے اوپر۔

سائب بن مالک اشعری کھڑے ہوئے اور کہا: مال لے جانے کی تو ہم ہرگز اجازت نہیں دیں گے اسے ہمارے ہی درمیان تقسیم ہونا چاہیئے اور ہمیں عمر بن خطاب و عثمان بن عفان کی سیرت کی ضرورت نہیں ہے ہمارے لیئے سیرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کافی ہے جو کہ آخری دم تک ہمارے درمیان رہے اس کے علاوہ ہم کسی کی سیرت قبول نہیں کریں گے۔

۴۴۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۷۳۔

۴۵۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۱۔

یزید بن انس کھڑے ہوئے اور کہا: سائب کی بات صحیح ہے ،

عبداللہ بن مطیع نے کہا: جس سیرت کو تم کہو گے میں اسی پر عمل کروں گا۔ ایاس بن مضارب نے عبداللہ بن مطیع سے کہا: سائب بن مالک مختار کے مددگاروں کے سرداروں میں سے ایک ہے، انہیں مختار کے پاس بھیجئے اور انھیں اپنے پاس بلا لیجئے جب آ جائیں تو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیجئے تاکہ لوگوں پر حکومت کا سکہ بیٹھ جائے کیونکہ وہ لوگوں کو جمع کر کے خروج کرنا چاہتے ہیں ،

مختار کی گرفتاری کی سازش

مختار کی دعوت بیس ہزار سے زیادہ لوگ قبول کر چکے تھے اور منظم ہو چکے تھے ۔ ان لوگوں میں زیادہ تر آل ہمدان اور کوفہ میں ساکن اہل عجم تھے جن کو سرخ رنگ ہونے کی وجہ سے حمراء کہا جاتا تھا ۔ جب عبداللہ بن مطیع کو اس کی خبر ملی تو اس نے مختار کو دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔

ابن مطیع نے زائدہ بن قدامہ اور حسین بن عبداللہ برسی کو مختار کے پاس بھیجا انہوں نے کہا: امیر کی بات کو مان لیجئے ،

جب مختار چلنے کیلئے تیار ہوئے تو زائدہ بن قدامہ نے یہ آیت پڑھی ۔ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ مختار یہ بات سمجھ گئے کہ ہمیں دھوکہ دیا جا رہا ہے اور تمہاری گرفتاری کے سامان ہیں ۔ مختار نے لباس اتار دیا اور چادر لپیٹ کر کانپنے لگے اور کہا: میری طبیعت ناساز ہے تم لوگ امیر کے پاس واپس جاؤ اور انھیں بتا دو کہ وہ بیمار ہیں ،

ان دونوں نے عبداللہ بن مطیع کو مختار کی کیفیت سے مطلع کیا ، ابن مطیع نے ان سے چشم پوشی کر لی ،

[illegible]

[illegible]

عبدالرحمن بن شریح

مختار نے اپنے گھر کے اطراف میں اپنے ہمنواؤں کو جمع کیا، اور ماہ محرم میں خروج کرنا چاہتے تھے کہ شبام[1] کے اصحاب میں سے ایک شریف آدمی، عبدالرحمن بن شریح نے سعید بن منقذ، سعر بن ابی سعر، اسود بن جراد اور قدامہ بن مالک جشمی سے ملاقات کی اور کہا: مختار ہمارے ساتھ مل کر کوفہ میں خروج کرنا چاہتے ہیں اور ہم نہیں سمجھتے کہ وہ محمد بن حنفیہ کے نمائندہ ہیں، ہمیں محمد بن حنفیہ کے پاس جا کر انھیں مختار کے ارادہ سے مطلع کرنا چاہیے اگر انہوں نے ہمیں مختار کی مدد کرنے کی اجازت دیدی تو ہم ان کی مدد کریں گے اور اگر منع کیا تو ہم انھیں چھوڑ کر الگ ہو جائیں گے کیونکہ دین کو بچانا ہماری نظر میں سب سے زیادہ اہم ہے۔

انہوں نے ان کی بات قبول کرلی[2]

محمد بن حنفیہ سے ملاقات

یہ لوگ عازم مدینہ ہوئے، محمد بن حنفیہ کی خدمت میں پہنچے، ان کے نمائندے عبدالرحمن بن شریح تھے،

اسود بن جراد کہتے ہیں: ہم نے محمد بن حنفیہ سے کہا: ہمیں آپ سے ایک کام ہے۔

محمد بن حنفیہ نے کہا: کیا کوئی رازدارانہ کام ہے؟

ہم نے کہا: ہاں رازدارانہ ہے۔

---

[1] شبام قبیلۂ ہمدان ہی کی ایک شاخ ہے۔

[2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۱۱، اس وقت کوفہ میں اکثر شیعہ کیسانی تھے، جو محمد بن حنفیہ کو امام مانتے تھے بہت سے ماورائے کیسانیہ کو امام تسلیم کرتے تھے، لیکن انکا اور خوارج اور ابن زبیر و بنی امیہ کے ساتھ تھا۔ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۲۰۶۔

انہوں نے کہا: ذرا ٹھہرو! پھر کچھ توقف کے بعد مجلس سے اٹھے اور تنہائی میں جا بیٹھے ہمیں بھی بلا طلب کیا، ہم ان کے پاس گئے عبدالرحمن بن شریح نے گفتگو کا آغاز کیا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد محمد بن حنفیہ کو مخاطب کیا اور کہا: آپ اہلبیت کو خدا نے فضیلت عطا کی ہے اور برتری دی ہے، آپ ہی کو نبوت کے ذریعہ سرفراز کیا ہے اور اس امت پر آپ کا بڑا حق ہے اور جس نے آپ کا حق نہ پہچانا وہ گھاٹے میں ہے، حسینؑ کے مصائب خصوصاً آپ حضرات اور عموماً تمام مسلمانوں کیلئے ناقابل برداشت ہیں مختار ہمارے پاس پہنچے ہیں وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ نے انھیں اجازت دی ہے وہ ہمیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ، اہلبیتؑ کے خون کے انتقام اور کمزوروں سے دفاع کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان باتوں کے پیش نظر ہم نے ان کی بیعت کرلی ہے، پھر ہم نے یہ سوچا کہ کیوں نہ آپ ہی سے اس کی تصدیق کرلی جائے اب اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کی پیروی اور مدد کریں اگر منع کریں تو ان سے الگ ہو جائیں،

پھر ان میں سے ہر ایک نے اظہار خیال کیا اور محمد بن حنفیہ نے سنا اور بعد میں کہا:

محمد بن حنفیہ کی باتیں

اما بعد! تم نے جو یہ کہا ہے: کہ خدا نے ہمیں فضیلت دی ہے اور خدا جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے کہ وہ بڑا کریم ہے تو اس پر میں خدا کی حمد کرتا ہوں،

رہی یہ بات کہ قتل حسینؑ کی مصیبت ہم پر پڑی ہے تو حسین کے مصائب خدا کی کتاب میں موجود تھے اور ان کی شہادت تقدیر کا نوشتہ تھی اور یہ ایک عزت و کرامت تھی جس سے خدا نے انھیں سرفراز کیا اور خدا امتحان اور آزمائشوں کے ذریعہ ایک جماعت کے درجات بلند کرتا ہے اور بعض کو زیر کرتا ہے اور خدا کا امر طے شدہ ہے کس میں رد و بدل نہیں ہو سکتی،

ہاں جس نے تمہیں ہمارے خون کا انتقام لینے کی دعوت دی ہے تو خدا کی قسم مجھے یہ بات پسند ہے کہ خدا اپنی مخلوق میں سے کسی کے ذریعہ چاہے ہمارے دشمنوں سے انتقام لے یہ ہے میرا نظریہ خدا سے اپنے

اور تمہارے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں،

اسود بن جراد کہتے ہیں: ہم باہر نکل آئے اور کہا: محمد بن حنفیہ نے ہمیں اجازت دیدی ہے اور اگر اس سے راضی نہ ہوتے تو منع کر دیتے [1]

امام زین العابدینؑ سے اجازت طلبی

ابن نما نے روایت کی ہے کہ محمد بن حنفیہ نے کہا: میرے ساتھ آؤ میں تمہیں اپنے بھتیجے کے پاس لے چلتا ہوں کہ وہ میرے اور تمہارے امام ہیں، یہ لوگ آپ کی خدمت میں پہنچے اور اپنا مقصد بیان کیا تو امام زین العابدین نے فرمایا: چچا! اگر ہمارا انتقام لینے کے لئے کوئی کالا غلام بھی اٹھے تو بھی لوگوں پر اس کی مدد کرنا واجب ہے یہ امر میں آپ کے سپرد کرتا ہوں جیسے مناسب سمجھیں اسے کے سپرد کردیں۔

ان لوگوں نے آپ کی بات سنی اور جب باہر نکل آئے تو کہنے لگے: امام زین العابدین اور محمد بن حنفیہ نے ہمیں مختار کی اطاعت و مدد کرنے کی اجازت دیدی ہے اب اس سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے [2]

کوفہ واپسی

جب مختار کو یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ مدینہ گئے ہیں تو انھیں افسوس ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ محمد بن حنفیہ نے انہیں اجازت نہ دی ہو اور یہ واپس لوٹ کر کوفہ کے شیعوں کو مجھ سے بدظن کریں،

یہ لوگ جب کوفہ واپس لوٹے تو پہلے اپنے گھر جانے کی بجائے مختار کے پاس گئے، مختار نے پوچھا کیا خبر لائے

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۷۰

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۶۵

ہو ؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں آپ کی مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس پر مختار نے تکبیر کہی، اور کہا: کوفہ کے شیعوں کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ ایک جماعت ان کے پاس آئی تو مختار نے ان سے کہا: کچھ لوگ مدینہ محمد بن حنفیہ کے پاس گئے تھے، انہوں نے ان سے کہا ہے کہ مختار میرے نمائندہ اور وزیر ہیں نیز حکم دیا ہے کہ جس چیز کی میں تمہیں دعوت دوں اس میں میری پیروی اور اطاعت کرو گے میری دعوت دشمنوں سے جنگ اور اہلبیتؑ کے خون کا انتقام لینا ہے[1]

عبدالرحمن بن شریح کی تائید

جب مختار یہ کہہ چکے تو مدینہ محمد بن حنفیہ کے پاس جانے والے وفد کے نمائندہ عبدالرحمن بن شریح اٹھے اور مختار کی باتوں کی تائید کی اور کہا:

ہم چاہتے تھے کہ ہم پر اور عام لوگوں پر حقیقت روشن ہو جائے، چنانچہ ہم مدینہ میں مہدی محمد حنفیہ بن علیؑ کے پاس گئے اور ان سے اس امر اور ان چیزوں کے بارے میں سوال کیا جن کی طرف ہمیں مختار نے دعوت دی تھی انہوں نے ہمیں ان کی مدد اور ان کے مقصد کی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ان کی پیروی کا فرمان دیا ہے ہم اطمینان و مسرت کے ساتھ واپس آئے ہیں، شک و تردید اور تذبذب ختم ہو گیا ہے، اب بصیرت و بینائی کے ساتھ دشمنوں سے جہاد کریں گے، حاضرین غائبین تک یہ خبر پہنچا دیں تاکہ وہ بھی تیار ہو جائیں۔

عبدالرحمن کے بعد ان لوگوں میں سے یکے بعد دیگرے اٹھا اور عبدالرحمن کی مانند مختار کے خروج و دعوت کی تائید کی[2]۔

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۰۳۔

[2] تاریخ طبری ج ۲ ص ۹۰۶۔

ابراہیم بن مالک اشتر

مختار کے چاہنے والوں میں سے بعض لوگوں نے ان سے کہا: کوفہ کے بعض سربرآوردہ عبداللہ بن مطیع کے ساتھ ہوکر آپ سے جنگ کرنے کی ٹھان چکے ہیں، اگر مالک اشتر کے بیٹے ابراہیم ہمارے ساتھ آجائیں تو امید ہے کہ خدا کے لطف سے ہم دشمن پر فتح پاجائیں گے کیونکہ وہ دلاور، شجاع اور بڑے باپ کے بیٹے ہیں پھر ان کا خاندان بھی بڑا ہے جس کی دھاک ہے۔

مختار نے کہا: ابراہیم سے ملاقات کر کے انھیں دعوت دو۔

وہ ابراہیم کے پاس گئے اور انھیں حالات بتائے اور ان سے مدد چاہی نیز کہا: آپ کے والد مالک اشتر علیؑ اور اہلبیتؑ کے چاہنے والے تھے۔

ابراہیم نے کہا: میں تمہاری حسینؑ اور اہلبیتؑ کے خون کا انتقام لینے والی دعوت کو اس شرط پر منظور کرتا ہوں کہ میں تمہارا امیر ہوں گا۔

انھوں نے کہا: آپ کے اندر امیر بننے کی صلاحیت ہے لیکن یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ مختار مہدی محمد بن حنفیہ کی طرف سے مقرر ہوئے ہیں اور انھیں جنگ و قتال پر معین کیا گیا ہے اور ہمیں ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

ابراہیم خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

وہ مختار کے پاس آئے اور صورتحال سے انھیں آگاہ کیا۔[1] اسی طرح تین روز گذر گئے پھر مختار اپنے بعض دوستوں کے ساتھ اور شعبی اپنے والد کے ہمراہ ابراہیم کے پاس گئے۔

ابراہیم نے مختار کو سرہانے بٹھایا اور خود پائنتی بیٹھے۔

مختار نے کہا: یہ مہدی محمد بن علیؑ امیرالمومنین کا خط ہے جو کہ خدا کے انبیاء و رسل کے بعد بہترین آدمی

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۱۵۔

ہیں انہوں نے تم سے تقاضہ کیا ہے کہ تم میری مدد کرو اگر میری مدد کرو گے تو فائدہ میں رہو گے اور اگر قبول نہیں کرتے ہو تو یہ خط تم پر حجت ہے اور خدا و رسول ص اور اہلبیت ع اسے تم سے بے نیاز کریں گے،

مختار نے خط شعبی کے حوالے کر دیا تھا جب گفتگو ختم ہوگئی تو شعبی نے وہ خط ابراہیم کو دیدیا انہوں نے اسے کھولا، خط طویل تھا اس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم : یہ خط محمد المہدی کی طرف سے ابراہیم بن الاشتر کے نام ہے !
سلام علیکم : میں مختار کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں میں نے انھیں انتخاب کر کے حکم دیا ہے کہ دشمنوں سے جنگ کرو اور ان سے میرے اہلبیت کے خون کا انتقام لو لہٰذا تم اپنے خاندان کے ساتھ ان کی مدد کرو۔

خط کے آخر میں ابراہیم کو مختار کی مدد اور تعاون کی ترغیب کی گئی تھی، ابراہیم نے خط پڑھ کر مختار سے کہا: محمد ہمیشہ مجھے خط لکھتے تھے اپنا اور اپنے والد کا نام لکھتے تھے اور اس خط میں لکھا ہے محمد المہدی،
مختار نے کہا: وہ اس وقت کی بات تھی آج حالات بدل چکے ہیں حالات کے اقتضاء کے تحت یہ لکھا ہے،

ابراہیم نے کہا: کسے معلوم ہے کہ محمد بن حنفیہ کا خط میرے نام آیا ہے۔
یزید بن انس، احمر بن سقیط و عبد اللہ بن کامل اور دیگر لوگوں نے گواہی دی کہ یہ خط محمد بن حنفیہ نے آپ کے نام بھیجا ہے۔
شعبی نے کہا: لیکن مجھے اور بابا کو اس کی اطلاع نہیں ہے [1]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۶۶۔

ابراہیم بیعت کرتے ہیں

شعبی کہتے ہیں: ان لوگوں کی گواہی کے بعد کہ ان میں، میں اور میرے والد شریک نہیں تھے، ابراہیم کھڑے ہوئے اور مختار کو بالائے مجلس بٹھایا اور ان سے کہا: ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کر دوں، پھر میوہ جات اور شہد کا شربت منگایا، ہم لوگوں نے پیا اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے ابراہیم بھی ہمارے ساتھ آئے مختار سوار ہوئے ابراہیم نے ان کی بیعت کی اور ان کے گھر تک پہنچا کر گئے۔

شعبی کہتے ہیں: ابراہیم نے واپسی پر میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو میں ان کے ساتھ پلٹ آیا ان کے گھر آیا انہوں نے مجھ سے کہا: کیا واقعہ ہے کہ تم نے اور تمہارے والد نے اس خط کے صحیح ہونے کی گواہی نہیں دی؟ کیا تمہیں یہ یقین ہے کہ انہوں نے ناحق گواہی دی ہے۔

میں نے کہا: انہوں نے گواہی دی ہے یہ قاریوں کے سردار کوفہ کے بزرگ اور عرب کے سوار ہیں یہ حق ہی کہتے ہیں۔

ابراہیم نے کہا: میں نے یہ بات کہی لیکن میں اس جماعت کی اس بات کو قبول نہیں کرتا ہوں ہاں میری بھی وہی رائے ہے جو اس جماعت کی ہے، ان کے ساتھ خروج کرنا چاہتا ہوں اور جب تک یہ قصہ ختم نہیں ہوتا ہے اس وقت تک میں اپنے دل کی بات بیان نہیں کروں گا۔

ابراہیم نے کہا: اس جماعت کا نام لکھ کر مجھے دو کیونکہ میں ان سب کو نہیں پہچانتا تھا، میں نے کہا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ چیز ہے جس پر سائب بن مالک، یزید بن انس، احمر بن شمیط اور مالک بن عوف یہ گواہی دیتے ہیں، محمد بن علیؑ نے ابراہیم بن اشتر کو خط لکھا ہے اور انھیں مختار کی مدد کرنے اور ان کے ساتھ خروج کرنے کا حکم دیا ہے، کہ دشمنوں سے جنگ کریں اور اہلبیتؑ کے خون کا انتقام لیں اور اس جماعت کے خلاف، کہ جس نے یہ گواہی دی ہے کہ محمد بن حنفیہ کا خط ہے، شراحیل بن عبد اللہ ابو عامر شعبی، عبد الرحمٰن بن عبد اللہ اور عامر بن شراحیل نے گواہی دی ہے۔

میں نے کہا: یہ آپ کس لئے چاہتے ہیں؟

انہوں نے کہا: چھوڑ دیجئے میرے پاس رہے گا،

پھر ابراہیم نے اپنے خاندان والوں کو بلاتے اور مختار کے پاس جاتے تھے، ہر رات کو ابراہیم مختار کے پاس جاتے اور رات گئے تک انھیں کے پاس رہتے تھے اور اس وقت تحریک و خروج کے متعلق صلاح و مشورہ کرتے یہاں تک کہ دونوں میں یہ طے پایا کہ خروج کیا جائے [1]

خروج مختار

مدائنی نے نقل کیا ہے کہ مختار بن ابی عبید نے شب چہار شنبہ کو نصف ربیع الآخر ۶۶ھ کو کوفہ میں خروج کیا [2] اور لوگوں نے چار چیزوں پر ان کی بیعت کی،

(۱) کتاب خدا،

(۲) سنت رسول اللہ ص،

(۳) خون حسین ع اور خون اہلبیت ع کا قصاص،

(۴) کمزوروں سے دفاع،

اس سلسلے میں شاعر کہتا ہے:

وَلَمّا دَعَا الْمُخْتَارُ جِئْنَا لِنَصْرِهِ   عَلَى الْخَيْلِ تَرْدِي مِنْ كُمَيْتٍ وَأَشْقَرَا

دَعَا يَا لَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ فَأَقْبَلَتْ   تَعَادَى بِفُرْسَانِ الصَّبَاحِ لِثَأْرَا [3]

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۰۲،

[2] مسکویہ رازی نے لکھا ہے کہ [illegible] شب جمعہ [illegible] ربیع الاول ۶۶ھ کو خروج کیا، تجارب الامم ج ۲ ص ۱۵۱،

[3] مختار نے ہمیں مدد کیلئے بلایا تو ہم آگئے جب کہ ہم [illegible] گھوڑوں پر سوار تھے اس نے یا لثارات الحسین کا نعرہ لگایا تو وہ بڑھے تاکہ صبح [illegible] قصاص لینے جنگ کریں، تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۲۲

ایاس بن مضارب

ایاس بن مضارب، عبداللہ بن مطیع کے پاس آیا اور کہا: مختار آج رات یا کل رات کو خروج کریگا۔ میں نے اپنے بیٹے کو کناسہ "مزبلہ" کو فوجیا ہے۔ آپ کوفہ میں ہر طرف اپنے آدمی پھیلادیں تاکہ مختار کے طرفداروں میں خوف پھیل جائے اور وہ خروج نہ کریں۔

ایاس اپنے دستوں کے ساتھ باہر نکلا اور عبداللہ بن مطیع نے عبدالرحمن بن سعید بن قیس کو بلا کر کہا:
تم اپنے قبیلہ کا خیال رکھنا کہ وہ خروج نہ کریں کچھ دوسرے لوگوں سے کہا کہ تم اپنے قبائل سے ہوشیار رہنا اور مختار کے ساتھ خروج سے روکنا، شیث بن ربعی کو سبخہ بھیجا اور اس سے کہا: ان کی آواز سنتے ہی آواز کی سمت روانہ ہو جانا۔

بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع دستے اور فوجیں "جبابین"[1] میں جمع ہوگئیں، مغرب کے بعد ابراہیم بن اشتر اپنے گھر سے نکل کر مختار کے پاس جانا چاہتے تھے انھیں بتایا گیا کہ دشمن کے فوجی دستے پورے شہر میں کوچہ و بازار اور قصر کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہیں۔

حمید بن مسلم "جوکہ ابراہیم بن مالک اشتر کے دوست تھے اور ہر رات مختار کے پاس جاتے تھے کہتے ہیں: میں منگل کی شب میں نماز مغرب کے بعد ابراہیم کے گھر سے ان کے ساتھ باہر نکلا، ابراہیم کے ساتھ ہم تقریباً سو آدمی تلوار حمائل کئے ہوئے تھے اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور اسلحہ نہیں تھا۔

میں نے ابراہیم سے کہا: بازار سے نہ جائیں کیونکہ بازار کو ابن مطیع کی فوج نے گھیر رکھا ہے بہتر یہ ہے کہ ہم گلیوں اور محلہ بجیلہ سے مختار کے گھر جائیں تاکہ ابن مطیع کی فوج سے ٹکراؤ نہ ہو۔

ابراہیم "جوکہ دلیر و نڈر جوان تھے اور ان سے ٹکرانے میں خوف محسوس نہیں کرتے تھے" نے کہا:

---

[1] جبابین جبانہ کی جمع ہے جس کے معنی قبرستان کے ہیں محلہ و دھلی کے معنی میں بھی آیا ہے۔

خدا کی قسم میں عمرو بن حریث کے گھر کے سامنے اور بازار و قصر کی طرف سے تلواروں کے بیچ سے جاؤں گا تاکہ دشمن کے دل میں خوف بیٹھ جائے اور وہ یہ سمجھ جائیں کہ ان کی ہماری نظروں میں کوئی حیثیت نہیں ہے ،

پھر باب الفیل[1] کے راستے سے چلے اس کے بعد عمرو بن حریث کے گھر کے پاس پہنچے وہاں سے آگے بڑھے تو ایاس بن مضارب اور اس کی مسلح فوج سے مڈبھیڑ ہوئی ایاس نے پوچھا تم کون ہو ؟

ابراہیم نے کہا : میں مالک اشتر کا بیٹا ہوں ،

ایاس نے پوچھا : یہ تمہارے ساتھ کون لوگ ہیں اور تمہارا کیا ارادہ ہے میں تمہارے بارے میں مشکوک ہوں ، مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم ہر رات کو یہاں سے گذرتے ہو اس بنا پر تمہیں حاکم کے سامنے حاضر کرو نگا تاکہ وہ تمہارے بارے میں اپنا فیصلہ سنائے ،

ابراہیم نے کہا : راستہ چھوڑو ! تاکہ ہم جائیں ،

ایاس نے کہا : خدا کی قسم راستہ نہیں چھوڑوں گا ،

ایاس کے ساتھ قبیلہ ہمدان کا ایک آدمی تھا جسے ابو قطن کہتے تھے ، اس کی سپہ سالاروں سے دوستی تھی ، وہ بھی اس کا احترام کرتے تھے ، یہ شخص ابراہیم بن اشتر کا دوست تھا ، ابراہیم نے اسے بلایا اس کے پاس ایک لمبا نیزہ تھا ، ایاس نے سوچا کہ ابراہیم اس کے ذریعہ سفارش کرائیں گے تاکہ اسے چھوڑ دیا جائے ، ابراہیم بن اشتر نے اس سے نیزہ لیکر کہا : تمہارا نیزہ بلند ہے ، پھر اس سے ایاس بن مضارب پر حملہ کر دیا اور نیزہ اس کے گلے میں اتار کر اسے زمین پر گرا دیا اور اپنے ایک ساتھی سے کہا : اترو اور اس کا سر قلم کرو اس نے اتر کر اس کا سر کاٹ لیا ،

ایاس بن مضارب کے ساتھی پراگندہ ہو گئے اور ابن مطیع کے پاس پہنچے ، اس سے ماجرا بیان کیا اس نے ایاس کے بیٹے کو سپاہیوں کا داروغہ مقرر کر دیا ،

ابراہیم مختار کے گھر پہنچے ، مختار سے ملے اور کہا : طے یہ تھا کہ شب جمعرات میں خروج کریں گے

---

[1] باب الفیل مسجد کوفہ کے ایک دروازہ کا نام ہے ،

لیکن ایک حادثہ ایسا رونما ہوگیا کہ آج رات ہی میں خروج کرنا پڑے گا۔

مختار نے کہا کیا ہوا ؟

ابراہیم نے جواب دیا: ایاس بن مضارب نے ہمارا راستہ بند کر دیا تھا اور وہ اپنے خیال میں ہمیں گرفتار کرنا چاہتا تھا میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر دروازہ پر میرے ساتھیوں کے پاس ہے۔

مختار نے کہا: خدا تمہیں نیک بشارت دے یہ پہلا قدم ہے انشاء اللہ کامیابی تمہاری ہے ۔[1]

خروج کا حکم

مختار نے سعید بن منقذ سے کہا: چھت پر جا کر آگ روشن کراؤ اور عبداللہ بن شداد سے کہا کہ تم کوفہ میں یا منصور امت، کا نعرہ بلند کرو اس سے اصحاب و انصار جمع ہو جائیں گے اور سفیان بن لیلی اور قدامہ بن مالک سے کہا: تم یا لثارات الحسینؑ کی آواز بلند کرو، پھر مختار نے ہتھیار لگائے، ابراہیم نے ان سے کہا: عبداللہ بن مطیع کی فوجیں کوفے میں تعینات ہو چکی ہیں، ممکن ہے ہماری بیعت کرنے والے ہم تک نہ پہنچ سکیں، میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوفہ کے اطراف میں جاتا ہوں اور انھیں اپنے نعرہ کے ذریعہ پکاروں گا اور جمع کر کے تمہارے پاس لاؤں گا اور جو یہاں آجائے وہ یہیں رہے تاکہ اگر ابن مطیع کے سپاہی آپ پر حملہ کریں تو وہ دفع کر دیں۔

مختار نے کہا: جلدی کرو لیکن ان کے امیر کی طرف نہ جانا اور نہ ان سے جنگ کرنا بلکہ جہاں تک ہو سکے جنگ سے بچو، مگر یہ کہ وہ پیش قدمی کریں۔

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۲۵۔

زحربن قیس کی فوج پر حملہ

ابراہیم اوران کے سپاہی باہر نکلے اور اپنے محلہ تک پہنچ گئے، ان کے چاہنے والے جو وہاں تھے وہ ان کے پاس جمع ہوگئے اوران کے ساتھ رات گئے تک شہر کی گلیوں میں چلتے رہے اور جن علاقوں میں ابن مطیع کے سپاہی تعینات تھے ان سے بچتے رہے اسی طرح «مسجد سکون» تک پہنچ گئے وہاں زحربن قیس کے سپاہیوں کا ایک دستہ «کہ جس کا کوئی کمانڈر نہ تھا» وہاں موجود تھا، ابراہیم نے ان پر حملہ کردیا اور انھیں میدان کندہ کی طرف پیچھے ڈھکیل دیا اوران کا تعاقب کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ ہم نے تیرے رسولؐ کے اہلبیت کی خاطر خروج کیا ہے پس تو ہمیں ان پر فتحیاب فرما،

سوید بن عبدالرحمن

انھیں پسپا کرنے اورمیدان «اثیر» تک پیچھے ڈھکیلنے کے بعد ابراہیم کھڑے ہوگئے اور اپنے نعروں سے انھیں بلایا جب سوید بن عبدالرحمن کو «جوکہ ابن مطیع کا سپہ سالار تھا» صورتحال کا علم ہوا تو وہ ابراہیم اوران کے سپاہیوں کی طرف آیا، اسے امید تھی کہ وہ ان کا قصہ تمام کردے گا اوراس سے ابن مطیع کے نزدیک اس کی حیثیت بن جائے گی، ابراہیم نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اے خدا کے سربازو! سواریوں سے اتر پڑو! ان فاسقوں کے مقابلہ میں کہ جنہوں نے اہلبیت رسولؐ کا خون بہایا ہے، کامیابی تمہارے قدم چومے گی،

ابراہیم کے ساتھی سواریوں سے اتر پڑے اور انہوں نے سوید بن عبدالرحمن کے سپاہیوں پر حملہ کردیا اور پسپا کرکے کناسہ تک پیچھے ڈھکیل دیا ابراہیم کے اصحاب نے کہا: بہتر ہے کہ ہم ان کا تعاقب کریں، ابراہیم نے کہا: ہمیں مختار کے پاس جاکران کی مدد کرنا چاہئے کیونکہ جب انہیں اوران کے ساتھیوں

کو یہ معلوم ہوگا کہ ہم ان کی مدد کر رہے ہیں تو اس سے ان کے اندر زیادہ ہمت بڑھے گی اور ہو سکتا ہے کوئی گروہ مختار سے جنگ کر رہا ہو۔[1]

ابراہیم اور ان کے ساتھی آ رہے تھے جیسے ہی مختار کے گھر کے قریب پہنچے تو اس گروہ کا نعرہ سنا جو وہاں جمع ہو گیا تھا اور جنگ میں مشغول تھا، شیث بن ربعی "سبخہ" کی طرف سے آ گیا تھا، مختار نے یزید بن انس کو اس سے مقابلہ کرنے پر معین کر دیا تھا، دوسری طرف حجار بن ابجر نے بھی مختار پر حملہ کر دیا تھا، اس کے مقابلہ میں مختار نے احمر بن شمیط کو مقرر کیا تھا۔

مختار کے جانباز جنگ میں مشغول تھے کہ قصر دارالامارہ کی طرف سے ابراہیم آ گئے، حجار اور اس کے ساتھیوں کو اطلاع ملی کہ ان کے پیچھے سے ابراہیم آ رہے ہیں تو وہ ابراہیم کے آنے سے پہلے محاذ چھوڑ کر متفرق ہو گئے اور گلی کوچوں میں چلے گئے۔

مختار کے جانبازوں نے شیث بن ربعی پر حملہ کر دیا جس سے انھیں پیچھے ہٹنا پڑا اور ابن مطیع کے پاس آ کر کہا: ان کے مقابلہ میں ٹھہرنے والے سپہ سالار کو بھیجئے اور سارے لوگوں کو جمع کر کے ان کی طرف روانہ کیجئے اور ایسے لوگوں کو بھیجئے جن پر آپ کو اعتماد ہے تاکہ وہ مقابلہ کر سکیں کیونکہ وہ مضبوط ہو گئے ہیں، اور مختار خروج کر چکے ہیں، جب مختار کو یہ پتہ چلا کہ شیث بن ربعی نے ابن مطیع سے دوسرے سپہ سالاروں اور لوگوں کو جمع کر کے جنگ پر بھیجنے کا مطالبہ کیا ہے تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ "دیر ھند" کی پشت پر "جو کہ "بستان زائدہ" سے نزدیک ہے" "سبخہ" میں چلے گئے۔

ابو عثمان نہدی اور قبیلہ شاکر

قبیلہ شاکر والے اپنے گھروں میں جمع تھے اور کعب بن ابی کعب نے ان کے راستے بند کر رکھے تھے

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۱۸

ابو عثمان ہندی اپنے مددگاروں کے ایک گروہ کے ساتھ گئے اور یالثارات الحسینؑ ، کا نعرہ بلند کیا، اے ہدایت یافتہ لوگو! جان لو کہ امین آل محمد "مختار" نے خروج کیا ہے اور وہ اس وقت دیر ھند میں ہیں مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں دعوت و بشارت دوں باہر نکلو اور ان کی مدد کرو۔

قبیلہ شاکر نعرۂ یالثارات الحسینؑ ، کے ساتھ اپنے گھروں سے نکل پڑا اور کعب بن ابی کعب کو بھگا کر راستہ کھول دیا اور مختار کی طرف چلے گئے۔

قبیلہ خثعم

عبداللہ بن قراد قبیلہ خثعم کے تقریباً دوسو افراد کے ساتھ باہر نکلے اور مختار سے ملحق ہو گئے۔

کعب بن ابی کعب نے ان کا راستہ روکا لیکن جب دیکھا کہ اسی کے قوم و قبیلے والے ہیں تو راستہ چھوڑ دیا اسی طرح قبیلہ شبام بھی مختار کے پاس آگیا۔

طلوع فجر سے پہلے جن بارہ ہزار لوگوں نے مختار کی بیعت کی تھی ان میں سے تین ہزار آٹھ سو مختار کے پاس جمع ہو چکے تھے اور طلوع صبح کے وقت مختار نے انہیں منظم کر دیا تھا۔[1]

مسجد میں اجتماع

عبداللہ بن مطیع نے کسی کو شہر کے میدانوں میں بھیجا تاکہ یہ اعلان کر دے کہ سب مسجد میں جمع ہو جائیں جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو عبداللہ بن مطیع نے تین ہزار کو شیث بن ربعی کی سرکردگی میں مختار سے جنگ کے لئے بھیجا اسی طرح راشد بن ایاس کو چار ہزار پولیس کے ساتھ بھیجا۔

1۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۹،

مختار جب نماز صبح پڑھ چکے تو انہیں یہ خبر ملی کہ شیث بن ربعی تین ہزار آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کیلئے آرہا ہے اور پھر سعر بن ابی سعر مختار کے دوست ۔ نے یہ خبر دی کہ راشد بن ایاس کو بھی بھیجا گیا ہے۔

راشد بن ایاس کے مقابلہ میں مختار نے ابراہیم بن مالک کو سات سواروں اور چھ سو پیادہ سپاہیوں کے ساتھ بھیجا اور شیث بن ربعی کے مقابلہ میں نعیم بن ہبیرہ کو تین سو سواروں اور چھ سو پیادہ افراد کے ساتھ روانہ کیا اور ان سے کہا: جنگ میں جلدی بکرنا اور دشمن کا نشانہ نہ بننا کیونکہ ان کی تعداد تم سے زیادہ ہے۔

اس کے بعد مختار نے یزید بن انس کو نو سو افراد کے ساتھ مسجد کی طرف شیث کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔

نعیم کا مارا جانا

نعیم بن ہبیرہ نے شیث بن ربعی کے ساتھ سخت جنگ لڑی ۔ سعر بن ابی سعر کو سواروں کا سپہ سالار مقرر کیا اور پیادہ فوجیوں کی کمان خود سنبھال لی ، یہاں تک دن چڑھ گیا اور شیث کی طرف دار شکست کھا کر اپنے گھروں کو فرار کر گئے ۔

شیث نے اپنے ساتھیوں سے ثابت قدمی اور استقامت کی درخواست کی اور انھیں جنگ کرنے کی ترغیب کی چنانچہ بعض لوگ واپس آگئے اور نعیم کے دستہ پر حملہ آور ہوئے چونکہ وہ پراگندہ ہو گئے تھے اسلئے شکست سے دوچار ہوئے ، خود نعیم نے مارے جانے تک ثابت قدمی اور مقاومت کا ثبوت دیا ، شیث کے طرفداروں نے سعر بن ابی سعر کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا پھر اسیروں میں سے عربوں کو چھوڑ دیا اور غیر عرب و غلاموں کو قتل کر دیا[۱]

---

[۱] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۰،

مختار کا محاصرہ

پھر شبث بن ربعی مختار کی طرف چلا اور مختار و یزید بن انس کا محاصرہ کر لیا جبکہ عبداللہ بن مطیع نے ابن رویم کے ساتھ دو ہزار سپاہی، سکہ لحام کی طرف سے بھیج دیے تھے اور وہ اس کے دہانے پر مستقر ہو گئے مختار خود پیادہ لوگوں کے ساتھ تھے چنانچہ یزید بن انس کو سواروں کا سپہ سالار مقرر کیا، شبث بن ربعی نے ان پر دو حملے کیے لیکن مختار کے انصاروں نے مقاومت کی،

یزید بن انس کی تقریر

یزید بن انس نے ایک تقریر کی تاکہ اپنے ساتھیوں کو جنگ کی ترغیب دلائیں انہوں نے کہا:

اے شیعو! ماضی میں یہ لوگ تمہیں قتل کرتے اور تمہارے ہاتھ پاؤں قطع کرتے تھے، تمہاری آنکھیں پھوڑ دیتے اور اہلبیت رسولؐ کی محبت کے جرم میں کھجور کی تنوں پر پھانسی پر چڑھا دیتے تھے، تم لوگ گھروں میں مقیم تھے اور تمہارے دشمن کی اطاعت ہو رہی تھی اگر آج یہ گروہ تم پر غالب آجائے گا تو تمہارا کیا خیال ہے خدا کی قسم تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے، تمہیں بے بسی کی صورت میں قتل کریں گے اور تمہاری اولاد و ثروت اور خاندان کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے کہ جس سے بہتر موت ہے، خدا کی قسم تمہیں صرف صداقت و استقامت اور ان پر نیزہ و شمشیر چلانے ہی سے نجات مل سکتی ہے، پس اپنے لئے سختیوں کو آسان بناؤ اور ان پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ پھر جب میں دوبارہ اپنے سر کو حرکت دوں تو تم حملہ کر دینا، ان کے ساتھیوں نے خود کو تیار کیا اور حملے کے فرمان کیلئے منتظر رہے، [۲]

---

[۱] سکہ اصل میں سیدھے راستے کو کہتے ہیں لیکن یہاں گلی یا کوفہ کا کوئی محلہ مراد ہے سکہ المسطفانوس کی مانند کہ بصرہ میں ایک جگہ کو کہتے ہیں معجم البلدان ج ۳ ص ۲۰۰۰، [۲] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۰،

راشد بن ایاس کا قتل

ابراہیم نے خزیمہ بن نصر کو سواروں کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود پیادہ سپاہیوں کے ساتھ چلتے رہے اور ان کے انصار آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ راشد بن ایاس سے مقابلہ ہوا اس کے ساتھ چار ہزار سپاہی تھے ابراہیم نے اپنے سپاہیوں سے کہا: تم لوگ دشمن کی کثرت سے گھبرانا خدا کی قسم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک دلاور دس آدمیوں سے بہتر ہوتا ہے پھر خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔

ابراہیم کے انصار اور راشد کی فوج کے درمیان شدید جنگ ہوئی ۔ خزیمہ نے راشد بن ایاس پر حملہ کیا اور اسے قتل کر کے باآواز بلند کہا: رب کعبہ کی قسم میں نے راشد کو قتل کر دیا ۔

راشد کے قتل کے بعد اس کے سپاہی پراگندہ ہو گئے پھر ابراہیم اور خزیمہ اس طرف روانہ ہوئے جہاں مختار مستقر تھے ، اور کسی کو پہلے بھیج کر مختار کو راشد کے قتل کی خوشخبری دی ۔

مختار راشد کے قتل کی خبر سنکر بہت خوش ہوئے اور تکبیر کہی ان کے اصحاب نے بھی تکبیر کہی اور اس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے اس کے برخلاف جب ابن مطیع کے سپاہیوں کو راشد کے قتل کی خبر ملی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے [۱]

حسان بن قائد

عبد اللہ بن مطیع نے مختار کے سپاہیوں سے مقابلہ کرنے اور ابراہیم بن اشتر کے راستے بند کرنے کیلئے اور انھیں پیچھے واپس کرنے کیلئے حسان بن قائد بن بکیر کو بہت بڑے لشکر کے ساتھ بھیجا ابراہیم نے اس کا حملہ روکنے کیلئے

---

۱ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲۳ ۔

خزیمہ بن نصر کو سوار فوج کے ساتھ بھیجا اور خود نے اپنی پیادہ فوج کے اس بیکراں لشکر پر حملہ کر دیا اور اسے شکست دی،

حسّان بن قائد اپنی فوج کے پیچھے تھا جب فوج بھاگی تو خزیمہ نے اس پر حملہ کر دیا اس کے قریب پہونچے تو پہچان گئے کہا: حسّان میں نے تمہیں پہچان لیا ہے اب خود کو بچاؤ،

حسّان پھسل کر زمین پر گر پڑا دوسرے افراد اسکے چاروں طرف جمع ہو گئے وہ بھی اس گروہ کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا خزیمہ نے اسے آواز دی خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو میں نے تمہیں امان دی ہے،

خزیمہ اسکے پاس آئے سپاہیوں کو اس کے اطراف سے ہٹایا اسی وقت ابراہیم آگئے خزیمہ نے کہا: میں نے حسّان کو امان دی ہے،

ابراہیم نے کہا بہت اچھا کام کیا ہے،

خزیمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: حسّان کا گھوڑا لاؤ، اسے گھوڑے پر سوار کیا اور کہا: جاؤ اپنے خاندان سے ملحق ہو جاؤ،

ابراہیم مختار اور ان کے انصار کی طرف روانہ ہو گئے اس وقت شبث بن ربعی نے مختار اور یزید بن انس کا محاصرہ کر رکھا تھا ابن مطیع کے سپہ سالار یزید بن حارث نے جب ابراہیم کو دیکھا تو آگے بڑھکر انکا راستہ روکنا چاہا، ابراہیم نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک گروہ خزیمہ کی سرکردگی میں بھیجا تاکہ اس کے حملہ کو روک سکیں اور خود شبث بن ربعی کی طرف بڑھے، شبث کے ساتھیوں نے ابراہیم کو دیکھا تو وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے ابراہیم نے بڑھکر ان پر حملہ کر دیا اور پیچھے ڈھکیل دیا دوسری طرف سے خزیمہ نے یزید بن حارث پر حملہ کر کے اسے شکست دی،

جب ابن مطیع کے سپاہی وسجنے شکست کھا کر بھاگ گئے اور کوفہ میں ابن مطیع کے پاس پہنچ کر اسے راشد بن ایاس کے قتل کی خبر دی تو مارے خوف کے اس کے اوسان خطا ہو گئے۔

عمرو بن حجاج کا مشورہ

عمرو بن حجاج نے عبداللہ بن مطیع سے کہا: اے مرد! خود کو ہلاکت میں نہ ڈال لوگوں کے پاس جاؤ اور انھیں اپنے دشمن سے لڑنے کی دعوت دو! تمہارے طرفدار بہت زیادہ ہیں اور تمہارے اوپر خروج کرنے والوں کی تعداد بہت کم ہے، سب سے پہلے تمہاری آواز پر میں لبیک کہوں گا اور میرے ساتھ ایک گروہ ہے، دوسرے بھی تمہاری حمایت کریں گے،

ابن مطیع کا خطبہ

ابن مطیع نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو جنگ کی ترغیب دلاتے ہوئے کہا: لوگو! اپنے حرم اور شہر کو بچاؤ ایسا نہ کرو کہ تمہارے اموال و منافع کو وہ لے جائیں، خدا کی قسم تمہارے منافع میں وہ شریک ہوجائیں گے، جن کا اس میں حق نہیں ہے مجھے خبر ملی ہے کہ ان میں پانچ آدمی وہ ہیں جو تمہارے غلام تھے تو آزاد ہوگئے ہیں اگر ان کی تعداد بڑھ جائے گی تو تمہاری عزت و قدرت ختم ہوجائے گی،

عین اسی وقت یزید بن حارث کی پوری کوشش صرف ہو رہی تھی کہ مختار اور ان کے ساتھی کوفہ میں داخل نہ ہوسکیں [1]

ابن مطیع کا محاصرہ

مختار اور ان کے سپاہی شہر سے باہر تھے اور عبداللہ بن مطیع کی فوجیں ان کے شہر میں داخل ہونے

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۳،

میں مانع تھیں مکانوں کی چھتوں سے ان پر تیر باری کر رہی تھیں، مختار نے شہر میں داخل ہونے کیلئے شہر کا چکر لگایا اور قبرستان کی طرف سے محلہ "مزینہ" "احمس" اور "بارق" میں داخل ہو گئے، اس محلہ کے گھر شہر کے دوسرے گھوروں کی بہ نسبت علیحدہ علیحدہ تھے یہاں کے رہنے والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ مختار اور ان کے ساتھی پیاسے ہیں تو انہوں نے پانی پیش کیا[1]

مختار نے کہا: یہ جگہ میدان جنگ کیلئے بہت مناسب ہے۔

ابراہیم نے کہا: جبکہ خدا نے ہمارے دشمن کو مغلوب کر دیا ہے اور ان کے دلوں میں خوف و وحشت بٹھا دی ہے تو اب ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیئے ورنہ وہ ہمارے نزدیک آجائیں گے ہمیں شہر میں داخل ہو کر ابن مطیع کے قصر اور دار الامارہ کا محاصرہ کرنا چاہیئے۔

مختار اس رائے سے بہت خوش ہوئے چنانچہ بوڑھوں سے کہا: آپ حضرات میدان ہی میں رہیں اور سنگین اسلحہ بھی وہیں چھوڑ دیا اور ابو عثمان نہدی کو ان کا نگہبان مقرر کیا اور بقیہ سپاہ شہر میں داخل ہوگئی[2]

کوفہ میں داخلہ

مختار اور ان کے سپاہی شہر میں داخل ہو گئے، پہلے وہ کوچہ "ثورین" کے مقابل پہنچے عمرو بن حجاج دو ہزار فوج کے ساتھ ان کا راستہ روکا، ابراہیم نے چاہا کہ اپنی فوج کے ساتھ ان سے جنگ کریں لیکن مختار نے ان کو پیغام بھیجا کہ جو تمہارا مقصد ہے اسی کی طرف بڑھو۔ ان سے تو ہم نمٹ لیں گے، پھر یزید بن انس کو حکم دیا کہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ عمرو بن حجاج پر حملہ کرو۔

ابراہیم دار الامارہ کی طرف بڑھے، ان کے پیچھے پیچھے مختار بھی روانہ ہوئے جب یہ کوچہ ابن محرز

---

[1] نفس المہموم ص ۵۰۰۔

[2] تجارب الامم ج ۳ ص ۱۳۲۔

پر پہونچے تو شمر بن ذی الجوشن نے دو ہزار سواروں کے ساتھ ان کا راستہ روکا، مختار نے سعید بن منقذ کو ان سے جنگ کرنے پر مامور کیا اور ابراہیم بن اشتر کو حکم دیا کہ اپنے مقصد یعنی دار الامارہ کے محاصرہ کی کوشش جاری رکھو۔

نوفل بن مساحق

جب یہ محلہ شبث میں پہنچے تو نوفل بن مساحق نے پانچ ہزار فوج کے ساتھ ان کا راستہ روکا۔ عبداللہ بن مطیع کے منادی نے شہر میں یہ اعلان کر دیا کہ سب لوگ نوفل کی فوج میں شریک ہو جائیں۔ ابراہیم کا مقابلہ عظیم لشکر سے ہوا تو انہوں نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ سوار گھوڑوں سے اتریں اور گھوڑوں کو ایک دوسرے کے برابر برابر کھڑے کر دیں اور دشمن سے پیدل لڑیں، نیز کہا: اگر دشمن کی طرف سے یہ اعلان ہو کہ قبیلہ شبث یا قبیلہ عقبہ یا قبیلہ اشعث وغیرہ کے لوگ آگئے ہیں تو تم اس سے خوف نہ کھانا کیونکہ جب وہ تلواروں کی حرارت کا مزہ چکھیں گے تو وہ ابن مطیع کی طرف اسی طرح دوڑیں گے جس طرح بھیڑیوں سے گوسفند بھاگتے ہیں۔

اس کے بعد ابراہیم نے اپنی قبا کا دامن کمر سے باندھ لیا اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ حملہ کر دو! پہلے ہی حملہ میں کوفہ کی فوج اور نوفل کے ساتھیوں نے راہ فرار اختیار کی اور ایسی شکست کھائی کہ ایک دوسرے پر گر پڑے، ابراہیم فوج کے سپہ سالار نوفل کے قریب پہنچے اور اس کے گھوڑے کی لگام پکڑلی اور اسے قتل کرنے کیلئے تلوار کھینچی، نوفل نے کہا: اے اشتر کے بیٹے! تمہیں خدا کی قسم کیا میرے اور تمہارے درمیان کوئی دشمنی ہے جس کا انتقام لینا چاہتے ہو؟ ابراہیم نے اسے چھوڑ دیا اور کہا: اس وقت کو یاد رکھنا چنانچہ ابن مساحق ابراہیم کے اس عفو کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔[۲]

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۹۲، تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۴،

[۲] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۴،

دارالامارہ کا محاصرہ

ابراہیم بن اشتر نے دارالامارہ ، کہ جس میں عبداللہ بن مطیع قیام پذیر تھا ، کو بازار اور مسجد کوفہ کی طرف سے محاصرہ میں لے لیا اور تین دن محاصرہ کا سلسلہ جاری رہا ،

اس مدت میں ابراہیم بن اشتر ، یزید بن انس اور احمر بن شمیط قصر کو محاصرہ میں رکھا ، جب محاصرہ کا سلسلہ طویل ہو گیا تو عبداللہ بن مطیع نے کوفہ کے ان بزرگوں سے کہا : جو اس کے ساتھ قصر میں تھے کہ ، کیا کرنا چاہئے کس چیز میں مصلحت ہے ،

شبث بن ربعی نے کہا ، یہ جماعت جو قصر میں آپ کے ساتھ ہے تو آپ کیلئے کیا اپنے لئے بھی کچھ نہیں کر سکتی ، خواہ مخواہ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو بلکہ اپنے اور ہمارے لئے اس شخص ، یعنی مختار ، سے امان لے لو۔

عبداللہ بن مطیع نے کہا : مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں امان مانگوں جبکہ پورا بصرہ و حجاز امیر المومنین عبداللہ بن زبیر کے زیر تسلط ہے ،

شبث نے کہا : تو آپ خفیہ طریقہ سے قصر سے نکل جائیے اور کسی معتمد آدمی کے گھر چلے جائیے اور پھر وہاں سے حجاز ابن زبیر کے پاس چلے جائیے ،

اس نے یہ بات مان لی اور رات کے سناٹے میں قصر دارالامارہ سے خفیہ طور پر باہر نکلا اور ابوموسیٰ اشعری کے گھر گیا اور وہاں چھپ گیا[۲]

شرفاء کیلئے امان

جب عبداللہ بن مطیع قصر سے نکل گیا تو قصر کے اندر اور جو شرفاء اور بزرگ تھے انہوں نے

---

[۱] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۳۶ ،

[۲] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۹۸ ،

مختار سے امان طلب کی مختار نے انہیں امان دیدی تو وہ قصر سے باہر آئے اور مختار کی بیعت کرلی، مختار نے ان کی دلجوئی کی اور ان کے ساتھ بہت نرمی سے پیش آئے اور ان سے پسندیدہ سلوک کیا۔[1]

مختار کا خطبہ

عبداللہ بن مطیع کے افراد جب دارالامارہ سے نکل گئے تو مختار اس میں داخل ہوئے رات قصر ہی میں بسر کی، صبح ہوئی تو کوفہ کے بزرگ مسجد اور قصر کے دروازہ پر جمع ہوئے، مختار مسجد میں آئے اور منبر پر گئے اور ایک بلیغ خطبہ پڑھا اور لوگوں کو بیعت کی دعوت دی[2]

انہوں نے کہا:

لوگو! میں اس خدا کی حمد و ستائش کرتا ہوں جس نے اپنے دوست سے کامیابی اور اپنے دشمن سے خسارہ کا وعدہ کیا ہے، اس کا وعدہ پورا ہوگیا، جو شخص افتراء باندھے گا وہ گھاٹا اٹھانے والوں میں قرار پائے گا،

اے لوگو! ہمارا ایک مقصد تھا، ایک علم بلند ہوگیا اور اس علم کے بارے میں یہ کہا گیا ہے اسے بلند رکھیں، ضائع نہ ہونے دیں اور مقصد کے بارے میں کہا گیا کہ اسے حاصل کرو اور اسے چھوڑو نہیں ہم نے پکارنے والے کی دعوت قبول کی اور اس نگہبان کے قول کو تسلیم کرلیا، برا ہو اس شخص کا جو سرکشی، ظلم، انکار اور تکذیب کرتا ہے اور پشت پھیرتا ہے،

خدا کے بندو! ہدایت کی بیعت کی طرف آؤ دشمنوں سے جہاد اور آل محمدؐ کے ان افراد سے دفاع کرو جنہیں کمزور بنا دیا گیا ہے اور میں دشمنوں پر مسلط ہو کر فرزند رسولؐ کے خون کا بدلہ لوں گا قسم

---

۱ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۶۹،

۲ البدایۃ والنہایہ ج ۸ ص ۲۹۴،

اس خدا کی کہ جس نے بادلوں کو پیدا کیا اور وہ سخت عذاب والا ہے، خدا کی قسم میں افتراء باندھنے والے اور جھوٹ بولنے اور شک میں مبتلا مجرمین سے ہے شہاب کے بیٹے ملا کی قبر ضرور کھود دوں گا گروہوں کو جلا وطن کروں گا عالمین کے پروردگار کی قسم میں ظالموں کے ہمنواؤں قاسطین کے باقی ماندہ لوگوں کو قتل کروں گا،

پھر منبر پر بیٹھے اٹھے اور کہا: قسم اس خدا کی کہ جس نے مجھے آنکھیں عطا کیں اور میرے دل کو نورانی کیا میں اس شہر کے گھروں کو آگ لگاؤں گا، قبروں کو اکھاڑوں گا اور اس سے تمہارے دلوں کو ٹھنڈا کروں گا اور ظالموں نے ناشکری کی ہے اور دھوکہ دیا ہے انہیں تہہ تیغ کروں گا اور عنقریب کوفہ سے کچھ علم عجم و عرب کے شہروں کی طرف روانہ کروں گا اور زیادہ خدمت گذار میں بنی تمیم کے قبیلہ سے لوں گا،

اسکے بعد منبر سے اتر آئے اور قصر دار الامارہ میں داخل ہو گئے ۱

مختار کی بیعت

کوفہ کے سربرآوردہ افراد مختار کے پاس آئے اور انہوں، کتاب خدا، سنت رسول ص، خون اہلبیت کے انتقام، دشمنوں سے جہاد، کمزوروں سے دفاع اور ان سے جنگ کرنے والوں سے مبارزہ اور ہر صلح خواہ سے صلح کرنے پر مختار کی بیعت کی،

بیعت کرنے والوں میں منذر بن حسان اور اس کے بیٹے حسان بھی شامل تھے، جب یہ مختار کے پاس گئے تو انہیں سعید بن منقذ اور شیعوں کی ایک جماعت نے دیکھ لیا کہ یہ مختار کے پاس سے آرہے

---

۱ اس کی سرگذشت پہلے بیان ہو چکی ہے،

۲ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۶۵،

ہیں اس جماعت نے کہا: یہ ظالموں اور جابروں کے سرغنہ ہیں انہیں قتل کیا جانا چاہیئے، سعید نے انہیں روکا اور کہا: مختار کے حکم کی اطاعت کرو لیکن انہوں نے کان نہ دھرے اور دونوں کو قتل کر دیا، ان دونوں کے قتل کی جب مختار کو خبر ہوئی تو بہت ناراض ہوئے، شرفاء و سربرآوردہ لوگوں کا دل جیتنے کی بہت کوشش کی اسلئے ان کے ساتھ نیک منشی سے کام لیا،

مختار کو جب یہ اطلاع ملی کہ عبداللہ بن مطیع ابوموسیٰ اشعری کے گھر میں چھپا ہوا ہے تو سکوت اختیار کیا اور رات کے وقت اس کے پاس ہزار درہم بھیجے اور اس سے کہلایا۔

مجھے یہ معلوم ہے کہ تم کہاں چھپے ہوئے ہو اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے کوفے سے نہیں جاسکتے ہو، لہٰذا یہ مبلغ تمہارے لئے بھیج رہا ہوں، پہلے سے مختار اور عبداللہ بن مطیع کے درمیان دوستی تھی[1]

بیت المال کی تقسیم

جب لوگ مختار کی بیعت کر چکے اور زمام ان کے ہاتھ میں آگئی تو انہوں نے کوفہ کے بیت المال کا معائنہ کیا اس میں بہت زیادہ مال تھا، مختار نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے قصر کے محاصرے کے وقت ہمارا ساتھ دیا ہے، ان میں سے ہر ایک کو پانچ سو پانچ سو درہم دیئے جائیں اور ساتھ دینے والوں کی تعداد تین ہزار پانچ سو تھی اور چھ ہزار آدمی بعد میں ان سے ملحق ہوئے تھے چنانچہ ان کو دو دو سو درہم دیئے اور عام لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور کوفہ کے بزرگوں کو اپنا ہمنشیں بنایا،

ایک دن مختار کے سامنے ابوعمرہ کھڑا تھا اور مختار کوفہ کے بزرگوں سے محو گفتگو تھے اور بعض موالیوں[2]

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲۶، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۹،

۲۔ موالیوں سے مراد وہ ایرانی ہیں جو کہ اس زمانہ میں بڑی تعداد میں کوفہ میں زندگی بسر کرتے تھے اور امیرالمومنین ؑ ان کا خیال رکھتے تھے بعد میں مختار نے بھی ان کا خیال رکھا،

نے ، جو کہ ، ابوعمرہ کے اصحاب تھے کہا: تم ابواسحاق ، مختار کو نہیں دیکھا کہ عرب کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں اور ہماری طرف کوئی توجہ نہیں کی ،

مختار نے ابوعمرہ سے پوچھا: انہوں نے تم سے کیا کہا ہے ؟ ابوعمرہ نے انہیں موالیوں کی بات سے آگاہ کیا

مختار نے کہا: ان سے کہہ دو کہ اس سے کبیدہ خاطر نہ ہوں ، تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں پھر کافی دیر تک مختار خاموش رہے اور پھر یہ آیۃ پڑھی: انا من المجرمین منتقمون[1] ، موالیوں نے مختار کی زبان سے یہ سنا تو ایک دوسرے سے کہا: تمہیں بشارت ہو کر گویا تم ، خدا کی قسم ، اس جماعت کے سربرآوردہ یعنی ظالموں اور اہلبیت ؑ کے قاتلوں کو قتل کرو گے[2]

شہروں کیلئے گورنروں کی روانگی

جب مختار نے کوفہ کے حالات پر قابو پالیا اور دارالامارہ میں مستقر ہو گئے تو عبداللہ بن کامل سپاہیوں کا سپہ سالار ابوعمرہ کے اقارب کو اپنی فوج کے افسر مقرر کیا ، اور اشتر کے مادری بھائی عبداللہ بن حارث کو آرمینیہ کا ، محمد بن عطارد کو آذربائیجان کا ، عبدالرحمٰن بن سعد بن قیس کو موصل کا ، سعد بن حذیفہ بن یمان کو حلوان کا اور عمر بن سائب کو رے و ہمدان کا گورنر مقرر کیا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں اپنے نمائندہ بھیجے اور جب کوئی لڑائی جھگڑا ہو جاتا تھا تو فریقین کے درمیان خود فیصلہ کرتے تھے ، لیکن جب ذمہ داریاں اور مشغولیات زیادہ ہو گئیں تو پھر منصب قضاوت شریح قاضی کے سپرد کر دیا مگر جب یہ معلوم ہوا کہ علی ؑ نے انہیں کوفہ کی حکومت سے معزول کیا تھا تو مختار نے اسے طلب کیا تاکہ معزول کر دیں[3] لیکن وہ مریض

---

[1] سورہ سجدہ ، ۲۲ ، [2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲۶ ،

[3] بعض تواریخ میں مرقوم ہے کہ جب مختار نے شریح کو منصب قضاوت دینا چاہا تو کچھ شیعہ ان کے پاس گئے اور کہا: یہ وہی شخص ہے جس نے حجر بن عدی کے خلاف گواہی دی تھی اور ہانی بن عروہ کو ابن زیاد نے دارالامارہ میں قید کر کے انہیں زد و کوب کیا تھا تو شریح قید خانہ میں ان کے پاس گیا ہانی نے ان سے کہا: مجھ پر جو گذر رہا ہے اس سے میری قوم کو مطلع کر دیجئے لیکن شریح نے ان کی قوم کو مطلع نہ کیا نیز حضرت علی ؑ

بن گیا پھر بھی انہوں نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو قاضی مقرر کیا وہ بیمار ہو گئے تو مختار نے منصب قضاوت عبداللہ بن مالک طائی کو دیدیا۔[1]

مروان بن حکم کی ہلاکت

مروان بن حکم شام میں ہلاک ہو گیا، اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان اس کا جانشین ہوا اور ابن زیاد کو اس کے باپ نے جو منصب دیا تھا اسی پر باقی رکھا اور اسے یہ حکم دیا کہ اپنی ذمہ داری کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔[2]

انتقام کا آغاز

مختار حسینؑ کے قاتلوں اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جنہوں نے قتل حسینؑ میں ان کی معاونت یا مدد کی تھی چنانچہ ان میں سے جو بھی ہاتھ آیا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا، بعض ان میں سے کوفہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔[3] مختار کے اس اقدام کی علت یہ تھی کہ جب شام پر مروان بن حکم کا تسلط ہو گیا تو اس نے دو لشکر تیار کئے ایک کو حبیش بن دلجہ کی سرکردگی میں عبداللہ بن زبیر کو کچلنے کیلئے حجاز بھیجا اور دوسرے کو عبیداللہ بن زیاد کی سرکردگی میں عراق بھیجا، اور توابین و فوج شام کے درمیان عین الوردہ کے مقام پر جو کچھ رونما ہوا تھا اسے

اسے قضاوت سے معزول کیا تھا، جب اس کی خبر شریح کو ملی تو وہ مریض بن گیا اور گھر میں بیٹھ رہا، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۹۵

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۰۱،

[2] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۸۶،

[3] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۳۸،

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں،

مروان بن حکم نے ابن زیاد کو یہ حکم دیا تھا کہ کوفہ پر قبضہ کر کے وہاں تین روز تک غارت گری کرنا اور اہل کوفہ کے مال اور جان کو شام والوں کیلئے مباح کر دینا لیکن عبید اللہ بن زیاد تقریباً ایک سال تک جزیرہ کے شہروں میں رہ گیا، وہ بھی قیس عیلان اور زفر بن حارث سے تنازعات میں الجھا ہوا تھا کہ یہ دونوں عبداللہ بن زبیر کے آدمی تھے اسلئے ابن زیاد ایک سال تک عراق نہ جاسکا،

مختار کے نام خط

عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس، مختار کی طرف سے موصل کے حاکم تھے، انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ ابن زیاد موصل کی طرف بڑھ رہا ہے تو انہوں نے مختار کو اس مضمون کا خط لکھا: اے امیر! میں اطلاعاً لکھ رہا ہوں کہ ابن زیاد موصل کی سرزمین میں داخل ہو چکا ہے اور میری طرف سوار و پیادہ فوج بھیج رہا ہے میں وہاں سے تکریت آگیا ہوں اور آپ کے حکم کا منتظر ہوں،

عبدالرحمٰن کے نام خط

مختار نے عبدالرحمٰن کو جواب تحریر کیا، اس وقت تم جہاں ہو میرا حکم پہونچنے تک وہیں رہو پھر مختار نے کسی کے ذریعہ یزید بن انس کو بلایا اور کہا: اے یزید! عالم و جاہل یکساں نہیں ہوتے، میں تمہیں خبر دے رہا ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے کہ خبر دینے والے سے کبھی جھوٹ نہیں کہا گیا ہے، میرے پاس زیتون کے پتوں کے برابر فوج ہے اس وقت تم بھی موصل کیلئے روانہ ہو جاؤ اور جب تم اس سرزمین پر پہونچ جاؤ گے تو میں اور فوج تمہارے لئے روانہ کروں گا،

یزید نے کہا: میں تین ہزار افراد کو چنتا ہوں اور مجھے اس بات کا اختیار دیجئے کہ میں اس علاقہ میں جہاں

چاہوں پڑاؤ ڈالوں، پھر اگر مزید فوج کی ضرورت ہوگی تو میں آپ کو لکھوں گا۔

مختار نے کہا: جس کو چاہتے ہو چن لو۔

یزید نے تین ہزار آدمی چنے اور موصل کی طرف روانہ ہوگئے، مختار نے ان کا بدرقہ کیا اور وداع کے وقت ان سے کہا: دشمن کو دیکھتے ہی اس پر ٹوٹ پڑنا، مہلت نہ دینا جو موقع تمہارے ہاتھ آئے اس سے بلا فاصلہ استفادہ کرنا اور روزانہ مجھے حالات سے آگاہ کرتے رہنا، میں تمہاری مدد کیلئے خواہ تم تقاضہ بھی نہ کرنا اور فوج روانہ کروں گا کیونکہ اضافی فوج سے تمہارے بازو مضبوط، تمہارے سپاہیوں کے حوصلے بلند اور دشمن کے دل میں خوف پیدا ہوگا۔

یزید نے کہا: آپ دعاؤں سے میری مدد کریں میرے لئے دعا کافی ہے۔

اور لوگوں نے بھی یزید بن انس کیلئے دعا کی اور انہیں خدا حافظ کہا: یزید نے ان لوگوں سے کہا: خدا سے دعا کرو کہ مجھے شہادت نصیب ہو، خدا کی قسم اگر میں دشمن پر کامیاب نہ ہوا تو انشاء اللہ شہادت کو ہاتھ سے جانے نہ دوں گا۔[1]

مختار نے موصل میں اپنے گورنر عبدالرحمٰن بن سعید کو خط لکھا کہ یزید کو ان کی مرضی پر چھوڑ دینا تم مداخلت نہ کرنا۔

یزید بن انس اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے، مدائن پہنچے اور وہاں سے جوخی اور راذانات کی طرف اور پھر موصل کی طرف چلے اور باتلی میں اترے۔[2]

جب یزید بن انس کی سپہ سالاری میں فوجِ مختار کی آمد کی خبر عبیداللہ بن زیاد کو ملی تو اس نے کہا: ایک ہر ہزار فوج کے مقابلہ میں دو ہزار بھیجوں گا پھر ربیعہ بن مخارق کی سرکردگی میں تین ہزار فوج بھیجی اور اس کے بعد عبداللہ بن جملہ کی سرکردگی میں مزید تین ہزار سپاہی بھیجے۔

۱۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۱، ۲۔ معجم البلدان اور مراصد الاطلاع وغیرہ میں اس نام کی جگہ نہیں ملی لیکن مصدر کے مترجم باتلی، حاشیہ میں مایلی وماتلی لکھا ہے۔

ربیعہ بن مخارق نے اپنی فوج کو عبداللہ بن جملہ کی فوجوں سے ایک دن پہلے روانہ کیا اور ساتئی میں اترا،

یزید بن انس شدید بیمار ہوگئے، انھیں سواری پر سوار کیا کچھ لوگوں نے انھیں سنبھالا اور انہوں نے اپنی فوج کو منظم کیا اور فوج کو جنگ پر ابھارا اور اس کی ترغیب دلائی کہا: اگر میں مرگیا تو ورقاء بن عازب تمہارے امیر اور اگر وہ بھی مر گئے تو عبداللہ بن ضمرہ تمہارے امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی دنیا سے اٹھ گئے تو سعر بن ابی سعر امیر ہیں، پھر عبداللہ کو اپنی فوج کے میمنہ پر اور سعر کو میسرہ پر مقرر کیا اور ورقاء کو سوار فوج کا سپہ سالار معین کیا اور خود ایک تخت پر لیٹے ہوئے پیادہ فوج میں رہے اور حملہ کا حکم دیدیا کبھی بیہوش ہوجاتے تھے اور کبھی ہوش آجاتا تھا،

شام کے سپہ سالاروں کا مارا جانا

۶۶ھ میں بروز عرفہ صبح کے وقت عراق کی فوج نے یزید بن انس کی سپہ سالاری میں شام کی فوج سے جوکہ ربیعہ بن مخارق کی سرکردگی میں تھی ظہر کے وقت تک شدید جنگ کی، شام کی فوج نے شکست کھائی اور ان کی لشکر گاہ پر قبضہ ہوگیا، یزید بن مخارق کی فوج آگئی حالانکہ اس کے دوستوں نے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا وہ چلا چلا کر اہل شام کو بلارہا تھا اور کہہ رہا تھا: لوٹ آؤ، اور ان غلاموں سے جنگ کرو جو دین سے خارج ہوگئے ہیں اس پر شامیوں کا ایک گروہ اس سے متصل ہوگیا اور اس کے ساتھ میدان جنگ میں پلٹ آیا اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے یہاں تک انھیں شکست ہوئی اور ربیعہ ابن مخارق، عبداللہ بن ورقاء اور عبداللہ بن ضمرہ کہ دونوں ہی عراق کے امراء میں سے تھے ہ کے ہاتھ سے مارا گیا،

شامی پسپا ہورہے تھے اور پیچھے ہٹ رہے تھے کہ عبداللہ بن جبلہ تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ آگیا اور شکست کھاجانے والوں کو اپنے ساتھ میدان جنگ میں لے آیا،

عرفہ کا دن ختم ہوا اور یزید بن انس "باتلی" میں مستقر ہوئے دونوں لشکر رات میں وہیں رہے

اور ایک دوسرے کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے، عید قربان کے دن صبح میں دونوں فوجیں جنگ کیلئے تیار ہوئیں اور ظہر تک شدید جنگ ہوئی نماز ظہر پڑھ کر پھر میدان جنگ میں لوٹ آئے اور زبردست جنگ لڑی فوج شام شکست کھاکر متفرق ہوگئی اور اپنے سپہ سالار عبداللہ بن جبلہ کو تنہا چھوڑ دیا اس نے ثابت قدمی کے ساتھ مقابلہ کیا یہاں تک عبداللہ بن قراد خثعمی نے اس پر حملہ کر کے قتل کر دیا،

کوفی فوج نے شام والوں کی لشکر گاہ پر قبضہ کر لیا، شام والوں میں سے بہت سے مارے گئے اور تین سو فوجی گرفتار ہوئے، انھیں یزید بن انس کے پاس لایا گیا اس نے کہا: سب کی گردن مار دو۔[۱]

عراق کے سپہ سالار کی وفات

یزید ابن انس نے عید قربان کے روز عصر کے وقت انتقال کیا، انہوں نے یہ وصیت کر دی تھی کہ میرے بعد ورقاء بن عازب عراق کی فوج کے سپہ سالار ہیں، چنانچہ ان کے مرنے کے بعد ورقاء نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور سپرد خاک کیا۔[۲]

ورقاء بن عازب کا مشورہ

شام کی فوج شکست کھا چکی، جنگ بند ہوگئی تو عراق کی فوج کے سپہ سالار نے اپنی سوار فوج کو بلایا اور کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ ابن زیاد نے تمہارے مقابلہ کیلئے اسی ہزار فوج بھیجی ہے، میں بھی تم میں سے ایک آدمی ہوں اس سلسلہ میں غور و فکر سے کام لو میرا خیال ہے اس صورت میں ہم شام والوں سے مقابلہ نہیں کر سکیں

۱؎ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۲۹،

۲؎ تجارب الامم ج ۶ ص ۱۳۱،

گے اب جبکہ ہمارا سپہ سالار یزید بن انس دنیا سے اٹھ چکا ہے اور ہمارے ساتھیوں میں سے بھی کچھ لوگ ہم سے جدا ہو گئے ہیں، آج واپس لوٹتے ہیں لوگ یہی کہیں گے چونکہ ان کا امیر مر گیا تھا اسلئے لوٹ گئے اور دشمن کے دل میں خوف بھی رہے گا اور اگر فوج شام آج ہمیں شکست دیتی ہے تو انہوں نے جو شکست کل کھائی تھی اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوگا ان کے ساتھیوں نے کہا: آپ کی بات صحیح ہے اچھا مشورہ ہے، عراق کی فوج واپس لوٹ گئی [1]۔

ورقاء بن عازب کی غلط فہمی

ورقاء کا مشورہ صحیح اور پسندیدہ تھا کیونکہ عراق کی فوج شامیوں کی اسی ہزار فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی، لیکن اسے چاہیئے تھا کہ مختار کو خط لکھکر انہیں یزید بن انس کی موت اور شامی سپہ سالاروں کے قتل ہونے اور ان کی شکست کی خبر دیتا مگر اس نے ایسا نہ کیا اور پھر جو ہونا تھا وہ ہوا [2]

یزید بن انس کی وفات کی خبر

فوج عراق کے سپہ سالار کی وفات کی خبر کوفہ پہونچی، مختار اور اہل کوفہ اس سے آگاہ ہوئے، اہل کوفہ مختار کے خلاف بھڑک اٹھے اور عراق کے سپہ سالار کی موت والی خبر کی تصدیق نہ کی اور کہنے لگے انھیں شام کی فوج نے قتل کیا ہے اور ان کی فوج پسپا ہوئی ہے،

مختار نے ابراہیم بن اشتر کو سات ہزار فوج کا امیر بنایا اور ان سے کہا: روانہ ہو جاؤ اور جب یہ

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۲۳

[2] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۸۱

دیکھنا کہ عراق کی فوج واپس لوٹ رہی ہے تو تم اس کے امیر بن جانا اور انھیں اپنے ساتھ لے جا کر فوج شام اور ابن زیاد کی طرف جانا اور ان سے جنگ کرنا۔[1]

ابراہیم بن اشتر روانہ ہوئے اور حمام اعین میں اپنی فوج کی جمع بندی کی اور وہاں سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔[2]

کوفہ میں سازش

ابراہیم بن اشتر جب کوفہ سے باہر چلے گئے تو کوفہ کے سربرآوردہ شبث بن ربعی کے پاس جمع ہوئے اور اس سے کہا: خدا کی قسم مختار ہماری مرضی کے بغیر ہمارے امیر بن بیٹھے ہیں، ہمارے غلاموں کو اپنا مقرب بنا لیا ہے، انھیں سواریوں پر بٹھا دیا اور ہمارے اموال و غنائم ان میں تقسیم کرتے ہیں۔

شبث ان کا بڑا تھا اس نے کہا: مجھے مہلت دو! میں مختار سے ملاقات کر کے ان سے کہوں گا پھر وہ مختار کے پاس گیا اور ان کی ساری شکایتیں مختار کے سامنے بیان کی۔ مختار اس کی ہر بات کا جواب دیتے کہ میں انھیں راضی کروں گا، جس چیز کا مطالبہ کریں گے میں دوں گا یہاں تک کہ موالیوں، غلاموں اور انھیں غنائم دینے کی بات نکلی، مختار نے کہا: اگر میں تمہارے غنائم تمہارے ہی درمیان تقسیم کروں تو تم قسم کھاتے ہو اور یہ عہد کرتے ہو کہ بنی امیہ اور ابن زبیر سے جنگ میں میرا ساتھ دو گے؟

شبث نے کہا: میں ان سے یہ بات کہوں گا

اس کے بعد وہ مختار کے پاس سے چلا گیا اور پھر واپس نہ آیا اور انہوں نے یہ طے کیا کہ مختار سے جنگ کریں گے چنانچہ شبث بن ربعی، محمد بن اشعث، عبد الرحمن بن سعید اور شمر ایک جگہ جمع ہو کر کعب بن ابی کعب خثعمی کے پاس آئے اور اس سلسلے میں اس سے گفتگو کی اس نے بھی ان لوگوں کی بات قبول کر لی اور ان کا تعاون کرنے

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳۰، ۲۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۱،

کا وعدہ کیا یہ اس کے پاس سے باہر نکلے اور عبدالرحمٰن بن مخنف کے پاس گئے اور اسے مختار کے خلاف خروج کرنے پر ابھارا[1]۔

عبدالرحمٰن بن مخنف کا مشورہ

عبدالرحمٰن نے ان سے کہا: اگر تم لوگ شورش کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑوں گا لیکن اگر میری اطاعت کرتے ہو تو مختار کے خلاف شورش نہ کرو۔

انہوں نے کہا: کیا وجہ ہے؟

عبدالرحمٰن نے کہا: مجھے خوف ہے کہ تم پراگندہ ہو جاؤ گے تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا اور تم ایک دوسرے کو تنہا چھوڑ دو گے جبکہ تمہارے دلاور اور شہسوار مختار کے ساتھ ہیں، کیا فلاں شخص و فلاں آدمی مختار کے ساتھ نہیں ہیں؟ کیا تمہارے غلام اس کے ساتھ نہیں ہیں یہ آپس میں متحد ہیں اور یہ لوگ تمہارے لئے تمہارے دشمن سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ انہوں نے عرب کی شجاعت اور عجم کی دشمنی کو جمع کر لیا ہے، اگر تم کچھ صبر سے کام لو تو شامی یا مصری آجائیں گے وہ تمہارے لئے کافی ہے، پھر تمہیں ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں رہے گی دوسرے انھیں فنا کر دیں گے۔

انہوں نے کہا: آپ کو خدا کی قسم، ہماری مخالفت نہ کیجئے اور ہمارے منصوبہ کو برباد نہ کیجئے۔

عبدالرحمٰن نے کہا: میں بھی تمہیں سے ہوں، جب چاہے خروج کرو۔

انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: ہمیں ابراہیم بن اشتر کے باہر جانے تک صبر کرنا چاہیئے چنانچہ انہوں نے ابراہیم کے جانے تک صبر کیا یہاں تک ابراہیم ساباط پہونچ گئے[2]۔

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳۱۔

[2] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۳۔

شورش

ابراہیم کے باہر چلے جانے کے بعد مختار کے مخالفوں نے شورش برپا کر دی اور میدان میں جمع ہوگئے ہر سرغنہ نے اپنے ماتحت لوگوں کے ساتھ ایک علاقہ میں اجتماع کیا،

جب مختار کو اس گروہ کی شورش کا علم ہوا تو انہوں نے کسی کو ابراہیم بن اشتر کے پاس بھیجکر کہلوایا کہ جتنی جلدی ہو سکے واپس لوٹ آؤ پھر کسی کو شورش کرنے والوں کے پاس بھیجکر یہ معلوم کیا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو جو تمہارا مطالبہ ہے میں اسے پورا کروں گا،

انہوں نے جواب دیا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کوفہ کی امارت سے الگ ہو جائیں آپ کو ابن حنفیہ نے مقرر نہیں کیا ہے یہ دعوی ہی دعوی ہے،

مختار نے کہا: تم لوگ ایک وفد مدینہ محمد بن حنفیہ کے پاس بھیجو اور میں بھی ایک وفد روانہ کرتا ہوں اور پھر دعوی کی حقیقت روشن ہونے تک صبر کرو،

اس طرح مختار انھیں قانع کرنا چاہتے تھے اور یہ مد نظر تھا کہ اس وقت تک ابراہیم بن اشتر واپس آجائیں گے، اور ان سے نمٹ لیں گے مختار نے اپنے ہمنواؤں کو حکم دیا کہ حملہ نہ کرو۔ اہل کوفہ نے راستے بند کر دیے مختار اور ان کے ساتھیوں تک پانی نہیں پہنچنے دیتے تھے ہاں ان کی غفلت میں تھوڑا پانی بہنچ جاتا تھا[1]

شمر قبیلہ یمن سے جدا ہوتا ہے

پھر شمر بن ذی الجوشن قبیلہ یمن کے پاس آیا اور ان سے کہا: اگر تم ایک جگہ جمع ہو جاؤ کہ ایک طرف

---

1. کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳۱،

سے جنگ کریں تو میں تمہاری مدد کروں گا ورنہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ میں تنگ گلی اور پراگندہ طور پر جنگ نہیں کروں گا اس لئے وہ قبیلہ یمن سے جدا ہو کر اپنی قوم کے پاس میدان بنی سلول میں پہنچا اور ان سے ملحق ہو گیا۔

جب مختار کو دوبارہ یہ خبر ملی تو انہوں نے پھر ابراہیم کو خط لکھا، ابراہیم کو صورتحال کا علم ہوا تو انہوں نے اسی دن اپنے سپاہیوں کے درمیان ندا کی اور انھیں واپسی کا حکم دیا، ابراہیم اور ان کے سپاہی واپس ہوئے رات بھر راستہ طے کیا اور سویعہ[۱] پر اتر کر مختصر آرام کے بعد دوبارہ روانہ ہوئے اور صبح کی نماز سوراء[۲] میں پڑھی اور پھر چل دیئے، نماز عصر باب جسر پر ادا کی، لوٹ آئے اور مسجد میں رات بسر کی، شبث بن ربعی نے پہلے اپنے بیٹے کے ذریعہ مختار کے پاس یہ پیغام بھیجا تھا کہ ہم تمہارے خاندان کے ہیں تمہارے اختیار میں ہیں خدا کی قسم ہم تم سے ہرگز جنگ نہ کریں گے ہماری طرف سے مطمئن رہیں اس لئے شبث بن ربعی مختار سے جنگ کرنے پر راضی نہیں تھا۔

نماز کا وقت ہوا تو قبیلہ یمن والے جمع ہوئے ہر گروہ کا رئیس یہ نہیں چاہتا تھا کہ نماز کی امامت اس کا رقیب کرے، عبد الرحمٰن بن مخنف نے کہا: یہ اولین نزاع اور اختلاف ہے، ایسے آدمی کو امام بناؤ جسے سب تسلیم کریں، کیونکہ تمہارے درمیان شہر کے سید قراء موجود ہیں، رفاعہ بن شداد تمہارے درمیان موجود ہیں انھیں امام بنا کر ان کی اقتداء میں نماز ادا کرو چنانچہ رفاعہ کو امام بنا کر ان کی اقتداء میں نماز ادا کی گئی[۳]

شورش کرنے والوں سے جنگ

مختار نے اپنے سپاہیوں کو بازار میں جمع کیا اور ابراہیم بن اشتر سے کہا: کہ تم قبیلہ مضر کے مقابلہ میں

---

۱ معاجم میں ہمیں سویعہ کا نام نہیں ملا ہے ممکن ہے یہ سویقہ ہو کہ اس کا اطلاق ایک جگہ پر ہوتا ہے۔ مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۷۵۸۔

۲ سوراء، حلہ کے نزدیک ایک شہر ہے، مراصد الاطلاع ج ۲ ص ۷۵۰۔

۳ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۳۔

جاؤ اس قبیلہ کی زمام شبث بن ربعی اور محمد بن عمیر بن عطارد کے ہاتھ میں تھی اور یہ لوگ کناسہ ، مزبلہ ، کے پاس جمع ہوئے تھے ، ابراہیم کو اہل یمن کے مقابلہ میں نہیں بھیجا تھا ، جس کی وجہ یہ تھی کہ ابراہیم بھی انہیں میں سے تھا ، مختار کو اس بات کا خوف تھا کہ کہیں ابراہیم جنگ میں ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے یمن والوں کے مقابلہ خود مختار گئے یہ لوگ میدان سبیع میں جمع تھے ، مختار عمرو بن سعید کے گھر کے پاس ٹھہرے اور احمر بن شمیط و عبداللہ بن کامل کو آگے آگے بھیجا اور اس بات کی تاکید کی جس راستہ سے کہہ رہا ہوں اس راستہ سے میدان میں جائیں نیز کہا ،

مجھے قبیلہ شبام نے خبر دی ہے کہ شورش کرنے والے مسلسل جمع ہو رہے ہیں ،

ان دونوں نے مختار کے کہنے کے مطابق عمل کیا ، اہل یمن کو ان دونوں کے آنے کی خبر ملی تو وہ دو دستوں میں منقسم ہو گئے اور ان دونوں سے سخت جنگ کی ، احمر بن شمیط اور عبداللہ بن کامل کے سپاہی پراگندہ ہو گئے پیچھے ہٹ گئے اور مختار کے پاس آئے ، مختار نے احمر بن شمیط اور عبداللہ بن کامل کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے کہا : ہمیں ان کی خبر نہیں ہے ،

مختار خود ان کی طرف گئے ، ابی عبداللہ جدلی کے گھر تک پہنچے اور ، وہیں کھڑے ہو گئے اسکے بعد عبداللہ بن قراد کو چار سو آدمیوں کے ساتھ عبداللہ بن کامل کی مدد کیلئے بھیجا اور ان سے کہا : اگر ابن کامل مارے گئے ہوں تو فوج کے امیر تم ہو اور اگر زندہ ہوں تو تین سو سپاہی انھیں دے دینا اور تم خود سو افراد کے ساتھ میدان سبیع کی طرف روانہ ہو جانا اور حمام قطن کی طرف سے وہاں جانا ،

عبداللہ بن قراد آئے دیکھا کہ عبداللہ بن کامل ایک جماعت کے ساتھ ثابت قدم ہیں اور جنگ کر رہے ہیں ، تین سو سپاہی ان کے حوالے کئے اور خود سو سپاہیوں کے ساتھ مسجد عبدالقیس آ گئے اور اپنے سپاہیوں سے کہا : میں مختار کی کامیابی چاہتا ہوں لیکن سربرآوردہ افراد اور اپنے قبیلہ کے بزرگوں کی ہلاکت پسند نہیں ہے ، خدا کی قسم میں موت کو اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ وہ میرے ہاتھ سے ہلاک ہوں لیکن ٹھہرو ہو سکتا ہے کہ مجھے یہ خبر ملے کہ قبیلہ شبام ان کے پیچھے آ رہا ہے شاید وہ جنگ میں کود پڑیں اور ہمیں اس سے معاف رکھیں اس کے ساتھیوں نے کہا : ٹھیک ہے ، یہ لوگ مسجد عبدالقیس ہی میں ٹھہرے رہے ،

مالک بن عمرو

مختار نے مالک بن عمرو ، جوکہ بڑے شجاع تھے ، اور عبدالرحمٰن بن شریک دونوں کو دو دو سو سپاہیوں کے ساتھ احمر بن شمیط کی مدد کیلئے بھیجا وہ ان کی مدد کیلئے چلے اس وقت وہ دشمن کے محاصرہ میں تھے اور شدید جنگ ہو رہی تھی،

ابراہیم بن اشتر، شبث بن ربعی ، جسکے ساتھ قبیلہ مضر تھا ، کے مقابلے کیلئے پہنچے اور ان سے کہا:

واپس لوٹ جاؤ خدا کی قسم مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ قبیلہ مضر کا کوئی آدمی میرے ہاتھ سے ہلاک ہو ، تم خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو ، انہوں نے ان کی بات نہ مانی لہٰذا شدید جنگ کا آغاز ہو گیا ابراہیم نے انہیں شکست دی اور مختار کو فتح و بشارت کی خبر پہنچی ، مختار نے یہ خبر دوسرے سپہ سالاروں تک پہونچادی

ابو القلوص

قبیلہ شبام نے ، کہ جس کا رئیس ابو القلوص تھا ، یہ طے کر لیا تھا کہ اہل یمن کے پیچھے سے حملہ کریں گے ان میں سے بعض نے یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر ہم قبیلہ مضر و ربیعہ ، کے پاس چلے جائیں تو بہتر ہے انہوں نے ابو القلوص سے کہا: آپ کی کیا رائے ہے ؟ اس نے کہا : ﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ ﴾ قبیلہ والوں کو حکم دیا کہ آگے بڑھو تین مرتبہ حکم دیا ، وہ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ انہیں بیٹھنے کا حکم دیا لوگوں نے اس کی وجہ معلوم کی تو اس نے کہا : میں چاہتا ہوں کہ تمہارے دل سے خوف و رعب نکل جائے اور اطمینان کے ساتھ دشمن پر حملہ کرو اس کے بعد وہ میدان سبیع کی طرف چلے ایک گروہ نے انھیں روکا انہوں نے انھیں پراگندہ کر دیا اور ان کے سپہ سالار کو قتل کر دیا اور میدان سبیع میں داخل ہو گئے اور یا لثارات الحسینؑ کا نعرہ بلند کیا،

رفاعہ بن شداد کا قتل

شورش کرنے والوں نے مختار کے سپاہیوں کا یہ نعرہ سنا تو یزید بن عمیر نے کہا: یا لثارات عثمان ۔
رفاعہ بن شداد نے ان سے کہا: ہمیں عثمان سے کیا کام ؟ میں اس جماعت کی کوئی حمایت نہیں کر سکتا جو عثمان کے خون کا مطالبہ کرتی ہے ۔

اس کے خاندان والوں نے اس سے کہا: تم ہمیں یہاں لائے ہو ہم نے تمہاری اطاعت کی ہے اور اب جنگ کا وقت آگیا تو کہتے ہیں کہ واپس لوٹ چلو اور انھیں چھوڑ دو ۔

رفاعہ نے ان پر حملہ کر کے کہا:

أَنَا ابْنُ شَدَّادٍ عَلَىٰ دِينِ عَلِي	لَسْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ أَرْوَىٰ بِوَلِي
لَأَصْلَيَنَّ الْيَوْمَ فِيمَنْ يَصْطَلِي	بِحَرِّ نَارِ الْحَرْبِ غَيْرِ مُؤْتَلِ [1]

مبارزہ کرتے ہوئے مارا گیا ۔

شورش کرنے والوں کی سرکوبی

کوفہ کے بہت سے بزرگ مارے گئے اور پانچ سو اسیر ہو کر آئے جبکہ ان کے ہاتھ باندھ دیئے گئے تھے عبد اللہ بن شریک اسیروں کو آزاد کرنے میں مشغول تھے ۔ جب مختار کو یہ خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ انھیں میرے سامنے پیش کیا جائے اور ان میں سے جو قتل حسین میں شریک تھا اس کی نشاندھی کی جائے ۔

۱۔ میں شداد کا بیٹا ہوں علی کے دین پر ہوں اور اروی کے بیٹے عثمان کو پسند نہیں کرتا آج میں جنگجوؤں کے ساتھ جنگ کروں گا اور آتش جنگ کی تطبیق پر واپس نہیں کروں گا ۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۳ ۔

اسیروں کو مختار کے سامنے پیش کیا گیا اور ان میں جو بھی امام حسینؑ سے جنگ کیلئے گیا تھا اس کی نشان دہی کی گئی اور تہہ تیغ کیا گیا یہاں تک کہ قتل ہونے والوں کی تعداد دو سو چالیس تک پہونچ گئی بعض لوگوں کو مختار کے اصحاب نے اپنی بنائے بغیر قتل کردیا تھا اس کے بعد دوسرے اسیروں کو آزاد کردیا اور ان سے یہ عہد لیا کہ ان کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے، پھر یہ اعلان کردیا گیا جو شخص اپنے گھر چلا جائے گا اس کے لئے امان جس نے قتل حسینؑ میں شرکت کی ہوگی اس کے لئے امان نہیں ہے [۱]

کوفہ سے فرار

مختار نے تسلط پالیا اور حکومت اپنے ہاتھ لی تو جن لوگوں نے واقعہ کربلا میں شرکت کی تھی اور فرزند رسولؐ اور ان کے اصحاب کا خون بہایا تھا وہ اپنی جان کے خوف سے کوفہ سے بھاگنے لگے اور وہ یہ سمجھ گئے کہ مختار نے حسینؑ کا انتقام لینے کے لئے خروج کیا ہے لہذا بہت سے بیابانوں میں نکل گئے اور نہ ان کا پتہ لگ سکا کچھ کوفہ سے شام کی طرف فرار کر گئے اور عبد الملک بن مروان کے پاس پہنچے تاکہ مختار کی ہیبت و غضب سے بچنے کیلئے اس کی حمایت حاصل کریں، عبد الملک بن حجاج تغلبی بھی شام پہنچا اور عبد الملک بن مروان کی پناہ مانگی اور اس سے کہا: میں عراق سے فرار ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں،

عبد الملک نے چلا کر کہا: تم جھوٹ بولتے ہو تم نے ہمارے لئے فرار نہیں کیا ہے بلکہ خون حسینؑ سے فرار کیا ہے تمہیں اپنی جان کی پڑی تو ہماری پناہ ڈھونڈ لی،

بعض کوفی فرار کر کے مکہ میں عبد اللہ بن زبیر کے پاس پہنچے اور اس کے لشکر میں شامل ہو گئے لیکن لشکر میں شامل ہونا عقیدہ و ایمان کی بنا پر نہیں تھا بلکہ انہیں مختار کے خوف نے کوفہ سے روپوش ہونے پر مجبور کیا تھا چنانچہ وہ مکہ آئے اور زبیر سے ملحق ہو گئے [۲]

---

[۱] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۸۰، [۲] حیاۃ الامام الحسینؑ ج ۳ ص ۴۵۵،

عمرو بن حجاج زبیدی

یہ شخص واقعہ کربلا میں موجود تھا اور عبیداللہ بن زیاد کی فوج کے سپہ سالاروں میں سے ایک تھا، جب مختار نے امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لینے کا عزم کیا تو یہ اپنی سواری پر سوار ہوکر واقصہ کی طرف بھاگ نکلا اس کے بعد لاپتہ ہوگیا،

کہا جاتا ہے کہ مختار کے ہمنواؤں نے اسے راستے میں دیکھا کہ پیاس کی شدت سے گر پڑا ہے انہوں نے اس کا سر قلم کردیا۔

مختار سے شورش کرنے والوں کی جنگ میں جو لوگ قتل ہوئے ہیں ان میں فرات بن زحر بن قیسؒ بھی نظر آتے ہیں۔

عبداللہ بن مطیع

یہ عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا، مختار کے تسلط کے بعد ابوموسیٰ اشعری کے گھر میں چھپ

ؒ بزرگ شیعہ ابن کلبی سے اصابہ میں روایت کی ہے کہ زحر بن قیس جعفی نے عہد رسولؐ کو درک کیا ہے دلاوروں میں ان کا شمار ہوتا تھا وہ حضرت علیؑ کے ساتھ رہتے تھے جب بھی آپ ان کی طرف دیکھتے تو فرماتے تھے: جو شخص زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ انہیں دیکھ لے آپ نے انہیں مدائن کا حاکم مقرر کیا تھا، ان کے چار بیٹے تھے جو بھی انہیں کوفہ میں سے تھے ایک کا نام فرات تھا جسے مختار نے قتل کیا دوسرا ابن اشعث کے ساتھ مارا گیا یہ اشعث کی فوج میں خوارج قاریوں کا امیر تھا، حجاج نے کہا: کوئی بھی اٹھنے والا فتنہ خاموش نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ فتنہ گروں کے سرداروں میں سے ایک کو مار دیا جائے اور یہ عظمائے یمن میں ہیں، تیسرے کا نام جہیم تھا یہ قتیبہ بن مسلم کے ساتھ خراسان میں تھا اور گرگان کا گورنر تھا چوتھے کا نام جمال تھا یہ گاؤں میں زندگی گذارتا تھا، ترجمہ نفس المہموم ص ۲۰۳،

گیا تھا مختار نے اس کے لئے کچھ پیسہ اس پیغام کے ساتھ بھیجا تھا کہ یہ پیسہ تمہارے زاد راہ کے لئے ہے، اس نے پیسہ لیا اور بصرہ چلا گیا، کیونکہ عبداللہ بن زبیر کے پاس جانے اور اس کے سامنے یہ کہنے میں شرم محسوس ہو رہی تھی کہ مجھے مختار نے شکست دے دی ہے [1]

گھروں کی بربادی

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اہل کوفہ میں سے جن لوگوں کا ہاتھ قتل حسین علیہ السلام میں تھا ان میں سے جن سے بن پڑی وہ بھاگ نکلے، بعض مکہ میں عبداللہ بن زبیر سے ملحق ہو گئے کچھ بصرہ میں مصعب زبیر سے متصل ہو گئے ایک گروہ بیابانوں میں پراگندہ ہو گیا مختار نے ان کا تعاقب کیا اور جو ہاتھ نہ آسکے ان کے گھروں کو منہدم کرادیا، درج ذیل لوگوں کے گھروں کو منہدم کرایا تھا،

(۱) محمد بن اشعث بن قیس کندی، اس کا گھر اس گاؤں میں تھا جو کہ قادسیہ کے نزدیک واقع تھا مختار اسے گرفتار کرنے کیلئے کچھ سپاہی وہاں بھیجے انہوں نے اس کے محل کا محاصرہ کر لیا، محل میں داخل ہوئے لیکن وہ فرار کر چکا تھا، اس کی خبر انہوں نے مختار کو دی، مختار نے حکم دیا کہ اس کے محل کو تہس نہس کر دو اور اس کے مصالح سے حجر بن عدی کے گھر کو، جسے زیاد نے منہدم کیا تھا، تعمیر کیا،

(۲) عبداللہ بن عروہ خثعمی: یہ بھی بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا، یہ وہی شخص ہے جس نے یہ کہا تھا کہ میں نے اصحاب حسین کی طرف بارہ تیر چلائے ہیں، مختار کے حکم سے اس کا بھی گھر ویران کیا گیا [2]

(۳) اسماء بن خارجہ: یہ ان لوگوں میں سے ہے، جو مسلم بن عقیل کے قتل میں شریک تھے، مختار نے کہا: آسمان کے پروردگار اور نور و ظلمت کے رب کی قسم آسمان سے آگ آئے گی اور اسماء کے گھر کو خاکستر کر دے گی

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۳،

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۷۰،

مختار کی یہ بات جب اس کے کان تک پہنچی تو اس نے کہا: ابواسحاق ، مختار ، سچ بات کہتے ہیں اب کوفہ رہنے کی جگہ نہیں ہے گھر سے نکلا اور بیابانوں میں چلا گیا ،

مختار نے حکم دیا کہ اس کا اور اس کے چچازاد بھائیوں کا گھر منہدم کر دو [1]

(۴) عبداللہ بن عقبہ غنوی : جن لوگوں کو مختار نے اس کی طرف بھیجا تھا یہ ان کے ہاتھ نہ لگا معلوم ہوا کہ جزیرہ فرار کر گیا ہے ، اس نے اہلبیت کے ایک بچہ کو قتل کیا تھا لہٰذا اس کا گھر بھی منہدم کر دیا گیا [2]

(۵) ثبیث بن ربعی : یہ بھی کوفہ کی ایک جماعت ــــــــ کے ساتھ بصرہ فرار کر گیا مختار نے حکم دیا کہ اس کا گھر ویران کر دیا جائے [3]،

(۶) سنان بن انس : ابن اثیر کی نقل کے مطابق سنان بھی ان لوگوں میں سے ایک ہے جو بصرہ بھاگ گئے تھے ، مختار نے اسے گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا لیکن جب وہ ان کے ہاتھ نہ لگا تو انہوں نے اس کا گھر منہدم کر دیا [5]،

حسین کا قاتل

جب کوفہ کے سربرآوردہ افراد نے مختار سے شکست کھائی تو وہ کوفہ سے بھاگ نکلے اور بصرہ پہنچے

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۷۷ ،

[2] مدائنی نے ابومخنف سے اور انہوں نے سلیمان بن ابی راشد سے نقل کیا ہے کہ وہ بچہ ابوبکر بن حسن بن علی ہیں ، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۴

[3] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۳ ،

[4] فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۲۲۵ ،

[5] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۴ ،

مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گئے۔ مختار نے قاتلان حسینؑ سے انتقام لینے کیلئے خود کو آمادہ کیا اور کہا: یہ ہمارا دین نہیں ہے کہ ہم اس گروہ کو زندہ چھوڑ دیں کہ جس نے حسینؑ بن علیؑ کو قتل کیا ہے میں دنیا میں آل محمدؐ کی مدد کرنے والا ہوں میں وہی کذاب ہوں۔ جس نام سے دشمن مجھے پکارتے ہیں۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسی شمشیر قرار دیا ہے کہ جوان پر لگائی جا چکی ہے اور ایسا نیزہ بنایا ہے کہ جوان کے سینوں میں اتر چکا ہے، اس نے مجھے خون آل محمدؐ کا منتقم اور ان کے حق میں خروج کرنے والا قرار دیا ہے ان قاتلوں کے نام بتاؤ تاکہ ان کا تعاقب کیا جائے اور صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان مٹا دیا جائے میرے لئے اس وقت تک کھانا پانی مباح نہیں ہے جب تک کہ زمین کو انکو وجود سے پاک نہیں کروں گا اور شہروں کو ان سے خالی نہیں کروں گا۔

عبداللہ بن دباس نے قاتلان میں سے ایک گروہ کا نام بتایا ہے منجملہ ان کے نام عبداللہ بن اسید مالک بن نسیر، اور حمل بن مالک ہیں۔

مختار نے ان کی تلاش میں سپاہی بھیجے، رات کے وقت انھیں گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا ان سے مختار نے کہا: اے خدا اور کتاب خدا کے دشمنوں اے رسول خدا اور آل رسولؐ کے دشمنو! تم نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے جن پر تمہیں صلوات بھیجنے کا حکم دیا گیا تھا۔

انہوں نے کہا: خدا آپ پر رحم کرے، ہمیں زبردستی بھیجا گیا تھا ہم اس سے راضی نہیں تھے ہمارے اوپر احسان کیجئے جان بخش دیجئے۔

مختار نے کہا: تم نے حسینؑ پر کیوں رحم نہیں کھایا تھا انہیں سیراب نہیں کیا تھا اور انہیں زندہ نہیں چھوڑا تھا؟

مختار نے مالک بن نسیر سے کہا: تو نے حسینؑ کی ٹوپی لی تھی،

عبداللہ بن کامل نے کہا: ہاں یہی وہ شخص ہے۔

مختار نے کہا: اس کے ہاتھ پیر قطع کر کے چھوڑ دو تاکہ اس حال میں مر جائے، اس کو مختار کے حکم کے مطابق سزا دی گئی اور اس کے دونوں ساتھیوں کو بھی قتل کیا گیا۔

گھوڑے دوڑانے والے

موسیٰ بن عامر کہتے ہیں: مختار نے سب سے پہلے جن لوگوں کو ان کے ظلم کی سزا دی ہے وہ لاشِ حسینؑ کو پامال کرنے والے تھے، مختار نے حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر کے لایا جائے، وہ لائے گئے حکم دیا کہ انہیں منہ کے بل زمین پر لٹا دیا جائے پھر ان کے ہاتھ، پاؤں میں کیلیں ٹھونک دی گئیں اس کے بعد ان پر گھوڑے دوڑانے کا حکم دیا اور پھر انہیں آگ میں جلا دیا گیا[1] ان دس آدمیوں کے نام یہ ہیں:

(۱) اسحاق بن حویہ حضرمی، اس شخص نے امام حسینؑ کا پیراہن اتارا تھا،

(۲) اخنس بن مرثد، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کربلا میں ہی سینہ پر تیر کھا کر ہلاک ہو گیا تھا[2]

(۳) حکیم بن طفیل سنبسی،

(۴) عمرو بن صبیح صیداوی،

(۵) رجا بن منقذ عبدی،

(۶) سالم بن خیثمہ جعفی،

(۷) واحظ بن ناعم،

(۸) صالح بن وہب جعفی،

(۹) ہانی بن ثبیت حضرمی،

(۱۰) اسید بن مالک،[3]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۷،

[2] نفس المہموم ص ۳۸۱، بعض کتابوں میں اسحٰق بن حیوہ اور اخنس بن مرثد لکھا ہے،

[3] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۹،

دبّابہ

مختار کے ساتھ ایک جماعت تھی جسے دبابہ کہتے ہیں، انہیں مختار نے محلہ حمراء میں واقع ایک گھر پر بھیجا کہ وہاں بعض قاتلان حسینؑ تھے، ان میں عبدالرحمن بن ابی خشکارہ، عبدالرحمن بن قیس خولانی، اور دوسرے افراد بھی تھے انہیں پکڑ کر لایا گیا مختار کے سامنے پیش کیا گیا مختار نے ان سے کہا: اے نیک لوگوں کے قاتلو! اے جوانان جنت کے سردار کے قاتلو! کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ خدا تم سے آج انتقام لے رہا ہے امام حسینؑ کے مال لوٹنے کی بنا پر آج تم نے یہ دن دیکھا ہے،

یہ لوگ امام حسینؑ کا مال اور بعض چیزیں لوٹ کر لے گئے تھے، سر بازار ان کی گردن ماری گئی،

سائب بن مالک اشعری مختار کے سپاہیوں میں سے تھا یہ ان تین آدمیوں کو گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا تھا جو میدان کربلا میں عبیداللہ بن زیاد کی فوج میں شامل تھے، مختار نے حکم دیا کہ ان کو کوفہ کے بازار میں لے جا کر قتل کر دو۔[1]

عبداللہ، عبدالرحمن بن صلوت، اور عبداللہ بن وہب ہمدانی کو مختار کے سامنے حاضر کیا گیا، مختار نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا اور قتل کر دیئے گئے۔[2]

مختار نے عبداللہ بن کامل کو بھیجا کہ عثمان بن خالد اور بسر بن ابی سمط کو گرفتار کر کے لاؤ یہ دونوں کربلا میں موجود تھے، اور امام حسینؑ کا لباس اتارنے والوں میں شامل تھے، عبداللہ بن کامل نے عصر کے وقت مسجد بنی دھمان کا محاصرہ کیا اور کہا: اگر عثمان بن خالد کو میری تحویل میں دو گے تو قبیلہ دھمان کے قیامت کے گناہ میری گردن پر ہیں اور اگر تحویل میں نہیں دو گے تو تم سب کو قتل کر دوں گا، بنی دھمان والوں نے

۱۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۵۲،

۲۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۰،

کہا: تھوڑی مہلت دیجئے تاکہ ہم اسے حاضر کریں،

وہ لوگ گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی تلاش میں نکلے چنانچہ جبانہ میں جا پکڑا وہ اس وقت وہاں سے جزیرہ کی طرف فرار کرنا چاہتے تھے، دھمان والے انہیں عبداللہ بن کامل کے پاس لائے اس نے دونوں کی گردن ماردی اور واپس آکر مختار کو قصہ سنایا، مختار نے کہا: واپس جا کر ان کی لاشوں کو نذر آتش کر دو، دفن نہ ہونے پائیں [1]

خولی کا قتل

مختار نے چند سپاہیوں کو خولی بن یزید اصبحی کی تلاش میں روانہ کیا، سرحسین کو یہی کوفہ لایا تھا، خولی بظاہر اپنے گھر میں چھپا ہوا تھا مختار کے سپاہی اس کے گھر میں داخل ہوئے اور گھر کی تلاشی لینے لگے خولی کی زوجہ عیوف بنت مالک اس وقت سے اس کی دشمن ہو گئی تھی جب وہ سرحسین لایا تھا، نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا: تمہارا شوہر کہاں ہے؟

اس نے کہا مجھے نہیں معلوم کہاں ہے لیکن ہاتھ سے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں چھپا ہوا تھا، مختار کے سپاہیوں نے اسے گرفتار کر لیا اسے باہر لائے تو اس وقت وہ سر پر کچھ ڈالے ہوئے تھا انہوں نے اسے اسی جگہ قتل کر کے نذر آتش کر دیا [2]

عمر بن سعد کا قتل

جو لوگ مختار کی نظروں میں محترم تھے اور مختار کی عزت کرتے تھے ان میں عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۵۱، [2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳۰،

تھے ، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عبد اللہ کو امیر المومنین ؑ سے قربت تھی ،

عمر بن سعد ، عبد اللہ بن جعدہ کے پاس آیا اور ان سے کہا : میرے لئے مختار سے امان لے لو ، عبد اللہ نے سفارش کی تو مختار نے اس طرح امان نامہ لکھا : یہ امان ہے مختار بن ابی عبیدہ کی طرف سے عمر بن سعد بن ابی وقاص کیلئے ، تم امان میں ہو ، تم خود ، تمہارا مال اور اہل وعیال خدا کی امان میں ہو لیکن جو تم نے کیا ہے اس کی بنا پر اس وقت تک امان میں ہو جب تک اطاعت کرو گے ، گھر میں شہر میں اپنے بچوں کے پاس رہو گے اور کسی حادثہ میں شریک نہ ہو گے ،

اس کے بعد مختار کے سپاہی اور آل محمدؐ کے پیرو اسے دیکھتے تو کچھ نہ کہتے تھے ، بعض لوگوں نے اس امان نامہ کی گواہی دی اور مختار بھی عہد کر چکا تھا کہ اس امان نامہ کے مطابق عمل کرے گا مگر یہ کہ عمر بن سعد کسی حادثہ میں شریک پایا جائے اس امر پر اس نے خدا کو گواہ قرار دیا تھا ،

ایک روز مختار نے اپنے احباب سے کہا : کل میں اس شخص کو قتل کروں گا جس کی پہچان یہ ہے ، اس کے پیر لمبے ، آنکھیں گری ہوئیں ، اور ابرو ملی ہوئی ہیں ، اس کے قتل ہونے سے مومنین اور ملائکہ مقربین خوش ہوں گے ،

ہیثم بن اسود نخعی مختار کے پاس بیٹھا تھا ان علامتوں سے وہ سمجھ گیا کہ مختار کی مراد عمر بن سعد ہے وہ اپنے گھر آیا اور اپنے بیٹے عریان کو عمر بن سعد کے پاس بھیجا کہ اسے مختار کے قصد سے آگاہ کرے اور اس سے یہ کہے کہ خود کو بچاؤ ،

عمر بن سعد نے کہا : خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے اخوت کا حق ادا کر دیا لیکن مختار مجھے امان نامہ دینے کے بعد ایسا نہیں کر سکتا ہے ،

رات ہوئی تو وہ اپنے گھر سے باہر نکلا اور غلام کو مختار کے قصد اور ان کے امان سے آگاہ کیا ،

غلام نے کہا : مختار نے آپ سے یہ عہد کیا تھا کہ آپ کسی حادثہ میں شریک نہیں ہوں گے اس سے بڑا اور کیا حادثہ ہو گا ، کہ آپ نے اپنا گھر اور اہل وعیال کو چھوڑ دیا ہے اور یہاں آگئے ہیں ابھی پلٹ جائیے اور اس امان کے بطلان کے لئے مختار کے ہاتھ کوئی بہانہ نہ آنے دیجئے ،

عمر بن سعد واپس پلٹ گیا۔

اس کے پلٹنے کی خبر مختار تک پہونچی، مختار نے کہا: اس کی گردن میں میری زنجیر ہے جو کراسے یہاں کھینچ لائیگی۔

دوسرے دن صبح کے وقت مختار نے ابوعمرہ کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ عمر بن سعد کو حاضر کرو۔ ابو عمرہ، عمر بن سعد کے پاس گئے اور اس سے کہا: تمہیں امیر نے طلب کیا ہے۔

عمر کھڑا ہوا لیکن رعب و دہشت سے اس کا پاؤں لباس میں الجھ گیا اور وہ پھسل گیا۔ ابوعمرہ نے اس پر تلوار سے حملہ کر کے قتل کر دیا اور اس کا سر مختار کے سامنے پیش کیا۔

مختار نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے عمر بن سعد کے بیٹے حفص سے کہا: اس سر کو پہچانتے ہو؟ حفص نے کلمہ استرجاع زبان پر جاری کیا اور کہا: ہاں! ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

مختار نے کہا: تم سچ کہتے ہو اس کے بعد تم بھی زندہ نہیں رہو گے پھر حکم دیا کہ حفص کو بھی ابوحفص سے ملحق کر دو، چنانچہ عمر بن سعد کے بیٹے حفص کو قتل کر دیا گیا اور باپ بیٹے کے سروں کو ایک جگہ رکھ دیا گیا۔

اس وقت مختار نے کہا: عمر بن سعد کو میں نے حسینؑ کے بدلے اور اس کے بیٹے حفص کو علی اکبرؑ کے عوض میں قتل کیا ہے، لیکن ان دونوں کا ان دونوں سے کوئی تقابل نہیں ہے خدا کی قسم اگر میں قریش کے چار حصوں میں سے تین حصے قتل کر دوں تو بھی حسینؑ کی ایک انگشت کے برابر نہ ہوں گے۔[1]

مختار نے عمر بن سعد کو اس لئے قتل کیا تھا کہ یزید بن شراحیل انصاری محمد بن حنفیہ کی خدمت میں آئے اور انھیں سلام کیا کچھ گفتگو ہوئی اسی اثنا میں مختار کا ذکر نکل آیا، محمد بن حنفیہ نے کہا: مختار خود کو ہمارا شیعہ سمجھتا ہے جبکہ قاتلان حسینؑ کرسی پر بیٹھ کر اس سے گفتگو کرتے ہیں۔

جب یزید بن شراحیل کوفہ واپس لوٹے اور مختار کے پاس گئے تو محمد بن حنفیہ کا جملہ ان سے نقل کیا

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۵۱۔

تو مختار نے اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا[1]

مدینہ میں سر آتے ہیں

مختار نے عمر بن سعد اور اس کے بیٹے حفص کا سر محمد بن حنفیہ کے پاس بھیجدیا اور ایک خط لکھا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : یہ خط مختار بن ابی عبیدہ کی طرف سے مہدی، محمد بن علیؑ کے نام ہے سلام ہو آپ پر اے مہدی، میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے،

امابعد! خدا نے مجھے آپ کے دشمنوں کیلئے عذاب قرار دیا ہے آپ کے دشمنوں میں سے بعض کو اسیر کر لیا گیا ہے، ایک گروہ روپوش ہو گیا اور کچھ قتل کردیے گئے ہیں، بعض کو جلا وطن کر دیا گیا ہے، میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے آپ کے دشمنوں کو قتل کیا اور آپ کے انصار کی مدد کی میں نے عمر بن سعد اور اس کے بیٹے کا سر آپ کی خدمت میں بھیجدیا ہے امام حسینؑ اور ان کے اہلبیتؑ کے قاتلوں میں سے جو بھی ہاتھ لگ جائے گا اسے تہ تیغ کرونگا اور ان میں سے جو باقی رہ گئے ہیں خدا ان سے انتقام لینے سے عاجز نہیں ہے اور جب تک ان میں سے روئے زمین پر ایک بھی باقی ہے اس وقت میں ان سے دست بردار نہیں ہونگا اب آپ اپنا نظریہ لکھئے تاکہ میں اس کی پیروی کروں اور اس پر قائم رہوں،

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس کے بعد جس کے بارے میں بھی مختار سے یہ کہا جاتا تھا کہ فلاں امام حسینؑ اور ان کے شیعوں کے قاتلوں میں سے ہے اس کو قتل کر کے نذر آتش کر دیتے تھے اور جو بھاگ جاتا تھا اس کا گھر منہدم کرادیتے تھے[2]

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۱،

[2] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۵۳،

شمر بن ذی الجوشن

جب مختار اور ان کے ہمنواؤں نے کوفہ میں ہونے والی شورش کو کچل دیا تو کوفہ کے سربر آوردہ افراد جان کے خوف سے کوفہ چھوڑ کر فرار کرنے لگے مفرور لوگوں میں سے ایک شمر بن ذی الجوشن بھی تھا، مختار نے اپنے غلام زربی[1] کو اس کی تلاش میں بھیجا جب مختار کا غلام شمر اور اس کے ساتھیوں کے قریب پہنچا تو شمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا: گویا یہ شخص مجھے قتل کرنے کیلئے آیا ہے تم لوگ آگے بڑھ جاؤ مجھے پیچھے چھوڑ دو گویا مجھ سے فرار کر رہے ہو تاکہ وہ مجھے قتل کرنے کی فکر میں نہ پڑے۔

شمر کے ساتھی آگے بڑھ گئے اور اسے پیچھے چھوڑ دیا، مختار کے غلام آئے اور شمر سے الجھ گئے شمر نے ان کی کمر پر وار کر کے قتل کر دیا اور انہیں وہیں چھوڑ کر چلا گیا اور مصعب بن زبیر کو بصرہ ایک خط لکھا اور اسے اپنے آنے کی اطلاع دی، واقعہ شورش میں جو شخص بھی کوفہ سے بھاگتا وہ بصرہ میں مصعب بن زبیر کے پاس چلا جاتا تھا،

شمر نے کلبانیہ[2] کے ایک آدمی کے ذریعہ مصعب کے پاس خط بھیجا اور خود اس گاؤں میں ٹھہرا جس کے کنارے نہر ہے وہ شخص خط لیکر بصرہ کی طرف چلا راستہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟

اس نے کہا: بصرہ میں مصعب کے پاس جا رہا ہوں،

پوچھا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟

---

1. تاریخ طبری کی ج ۷ کے ص ۱۴۱ پر زربیا اور تاریخ کامل ابن اثیر کی ج ۴ کے ص ۲۳۰ پر زربی اور ابن اعثم کی فتوح کی ج ۶ کے ص ۱۵۵ زرین اور ابن عساکر کی تہذیب کی ج ۶ کے ص ۳۳۹ پر زریق لکھا ہے۔

2. تاریخ کامل ج ۴ ص ۲۳۶ پر کلتانیہ لکھا ہے۔

کہا: شمر نے،

اس شخص نے کہا: میرے ساتھ آؤ تمہیں اپنے سردار کے پاس لے چلتا ہوں اسے مختار کی فوج کے سپہ سالار ابو عمرہ کے پاس لایا ابو عمرہ کو شمر ہی کی تلاش تھی،

اس نامہ بر نے ابو عمرہ کو شمر کا ٹھکانہ بتادیا، ابو عمرہ اس کی طرف روانہ ہوئے، شمر کے ساتھ جو افراد تھے وہ کہتے تھے بہتر ہے کہ ہم یہاں نہ ٹھہریں، شمر نے کہا: ہرگز! خدا کی قسم میں تین روز تک یہیں رہوں گا تاکہ مختار کے طرفداروں کے دل میں خوف و رعب بیٹھ جائے،

رات ہوئی تو ابو عمرہ نے سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ اس پر حملہ کیا اس وقت شمر ننگا تھا، نیزہ سنبھال کر اٹھا اور ان پر حملہ کر دیا پھر خیمہ میں جاکر تلوار اٹھا لایا، مختار کے سپاہیوں نے اسے قتل کر دیا، اور اسکے ساتھیوں کو شکست دی وہ فرار ہو گئے، رات کی تاریکی میں مختار کے سپاہیوں نے تکبیر کی آواز بلند کی لوگوں نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے خبیث مارا گیا، [1]

سنان بن انس

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سنان بن انس بصرہ فرار کر گیا تھا اور مصعب بن زبیر سے ملحق ہو گیا تھا اس کا مختار کو بہت افسوس تھا، انہوں نے بصرہ کے مضافات میں جاسوسوں کا جال بچھا دیا، اور انھیں اس بات کی تاکید کر دی کہ اس پر نظر رکھیں، جاسوسوں نے مختار کو خبر دی کہ سنان قادسیہ کی طرف جا رہا ہے، مختار مسرور ہوئے کچھ سپاہیوں کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا چنانچہ انہوں نے عذیب و قادسیہ کے درمیان اسے جا لیا اور گرفتار کر کے مختار کے پاس لائے، انہوں نے حکم دیا پہلے ایک ایک کر کے اس کی ساری انگلیاں کاٹ دو، پھر ہاتھ پاؤں قطع کرو اور بعد میں زیتون کے کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دو [2]

---

[1] البدایۃ والنہایہ ج۸ص ۲۷۰، [2] بحار الانوار ج۴۵ص ۳۷۵،

اور ایسا ہی کیا گیا کیونکہ اس نے کربلا میں بہت ظلم ڈھائے تھے ، جب امام حسینؑ زمین پر گرے تھے تو سنان نے آپؑ کے ترقوہ کو زخمی کیا تھا اور سینہ میں نیزہ اور گلوئے مبارک پر تیر مارا تھا۔ؔ

حمید بن مسلم

حمید بن مسلم عمر بن سعد کے لشکر میں تھا اور کربلا کے بعض واقعات اس نے نقل کیے ہیں اہلبیتؑ کے خیموں پر یورش کے وقت جب ظالم علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ کے پاس آئے اور شمر نے آپؑ کو قتل کرنا چاہا تو حمید بن مسلم نے کہا : سبحان اللہ کیا نوجوان کو بھی قتل کیا جاتا ہے ، اس وقت آپؑ بیمار تھے ، عمر بن سعد آیا اور کہا : کوئی عورتوں کے خیمہ میں نہ جائے اور اس بیمار جوان کو کچھ نہ کہے۔ؔ

کہتے ہیں کہ امام زین العابدینؑ نے مسلم بن حمید کیلئے دعا کی خدا تمہیں خیر دے ، تمہارے کہنے سے خدا نے مجھ سے بلا دور کی ہے ؔ ، ممکن ہے اسی وجہ سے قتل سے بچ گئے ہوں ، جیسا کہ خود کہتے ہیں : مختار نے سائب بن مالک کو ہماری طرف بھیجا میں اپنے محلہ سے محلہ عبد قیس میں چلا گیا میرے پیچھے دو آدمی آرہے تھے مختار کے سپاہی انہیں گرفتار کرنے میں لگ گئے اور میں بھاگ کر بچ گیا ؔ

حرملہ بن کاہل

منہال بن عمرو نے روایت کی ہے کہ میں مکہ سے واپسی پر حضرت علی بن الحسینؑ کی خدمت میں شرفیاب

۱؎ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۱۳۳۔

۲؎ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۷۹۔

۳؎ تاریخ طبری ج ۷ ص ۳۶۰۔ ۴؎ تاریخ طبری ج ۷ ص ۳۶۸۔

ہوا آپ نے فرمایا: حرملہ بن کاہل کی کیا خبر ہے؟

میں نے عرض کیا: جب میں کوفہ سے چلا تھا اس وقت وہ زندہ تھا۔

منہال کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ امام زین العابدینؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور فرمایا: «اللّٰهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ النَّارِ اللّٰهُمَّ اَذِقْهُ حَرَّ الحَدِيدِ» اے اللہ اسے آگ کا مزہ چکھا دے، اے اللہ اسے آگ کا مزہ چکھا دے۔

پھر میں کوفہ لوٹ آیا، یہاں مختار بن ابی عبیدہ خروج کر چکے تھے وہ پہلے سے میرے دوست تھے، لوگوں کی دید و بازدید کے بعد میں سوار ہو کر مختار کی منزل کی طرف روانہ ہوا، منزل سے باہر ملاقات ہوئی،

مختار نے کہا: جس وقت سے کوفہ کی حکومت ہمارے ہاتھ میں آئی ہے تم ہم سے ملاقات کیلئے نہیں آئے نہ ہمیں مبارک باد پیش کی اور نہ ہماری مدد کی،

میں نے کہا: اس زمانہ میں میں مکہ میں تھا، اب تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ کچھ گفتگو کریں، ہم راستہ طے کرتے رہے یہاں تک کہ کوفہ کے کناسہ «مزبلہ» تک پہنچ گئے، مختار وہاں ٹھہر گئے جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہوں، کچھ دیر نہ گذری تھی کہ کچھ لوگ تیزی سے ان کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے امیر ہم آپ کو بشارت دیتے ہیں کہ حرملہ بن کاہل گرفتار ہو گیا ہے،

جب حرملہ کو لایا گیا تو مختار نے کہا: شکر ہے خدا کا کہ اس نے مجھے تیرے اوپر تسلط عطا کیا، جلاد کو بلایا اور حکم دیا کہ حرملہ کے ہاتھ قطع کر دو، ہاتھ قطع کر دیئے گئے، پھر حکم دیا کہ اس کے پیر کاٹ دو، پیر کاٹ دیئے گئے، اس کے بعد کہا: آگ لائی جائے، لکڑیوں میں آگ لگائی گئی اور اسے آگ میں ڈال دیا گیا،

منہال کہتے ہیں: مجھے امام زین العابدینؑ کی دعا یاد آ گئی اور بے ساختہ میں نے کہا: سبحان اللہ

مختار نے کہا: ہر وقت، سبحان اللہ کہنا بہت اچھی بات ہے لیکن تم نے تعجب کے ساتھ سبحان اللہ کہا،

میں نے کہا: مکہ سے واپسی پر میں علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، آپؑ نے مجھ سے حرملہ کے بارے میں استفسار کیا میں نے عرض کیا: وہ زندہ ہے، آپؑ نے دعا کیلئے ہاتھ بلند کئے اور فرمایا: اے اللہ اسے لوہے اور آگ کا مزہ چکھا دے جب میں نے تمہارے ذریعہ امام کی دعا کو مستجاب ہوتے دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا اور بے ساختہ زبان سے سبحان اللہ نکلا،

مختار نے کہا: واقعاً تم نے یہ بات علی ابن الحسینؑ سے سنی ہے؟

میں نے کہا: ہاں! خدا کی قسم میں نے سنا کہ آپؑ نے یہ فرمایا،

منہال کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ مختار سواری سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی اور ایک طویل سجدہ کیا، پھر کھڑے ہوئے، سوار ہوئے، میں بھی سوار ہوا اور واپس چل دیئے جب میرے گھر کے سامنے پہنچے تو میں نے کہا: اگر امیر قبول فرمائیں تو مجھے مفتخر اور میرے گھر کو مزین فرمائیں اور میرے گھر کھانا تناول فرمائیں،

مختار نے کہا: اے منہال تم نے خود مجھے خبر دی ہے کہ علی بن الحسینؑ کی دعائیں میرے ذریعہ مستجاب ہوئی ہے اس کے باوجود مجھے کھانے کی دعوت دے رہے ہو، آج میں نے اس بات کے شکرانہ میں کہ خدا نے مجھے یہ توفیق عطا کی ہے میرے ذریعہ آپ کی دعا مستجاب ہوئی ہے روزہ رکھا ہے[1]

حرملہ کے مظالم

(۱) حرملہ نے امام حسینؑ کے شیر خوار علی اصغر کو تیر سے شہید کیا،

(۲) سید بن طاؤس لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن الحسن اپنے چچا حسینؑ کی آغوش میں تھے کہ حرملہ نے تیر مار کر انھیں ذبح کر دیا[2]

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۳۲، و ص ۳۷۵،

[2] الملہوف ص ۱۵۱،

(۳) حرملہ بن کاہل ہی امام حسینؑ کے سر مقدس کو لے گیا تھا۔ [1]

حکیم بن طفیل

مختار نے حکیم بن طفیل طائی کی گرفتاری کیلئے سپاہی بھیجے وہ اسے گرفتار کر کے مختار کے پاس لائے اس کے عزیز عدی بن حاتم کے پاس گئے اور ان سے درخواست کی وہ سفارش کریں، عدی اصحاب مختار کے پاس آئے اور درخواست کی حکیم بن طفیل کو چھوڑ دو، انہوں نے کہا: اس کا اختیار مختار کے ہاتھ میں ہے،

عدی بن حاتم حکیم بن طفیل کی سفارش کیلئے مختار کے پاس گئے، مختار کے اصحاب نے خیال کیا ہو سکتا ہے مختار ان کی سفارش قبول کریں، اسلئے انہوں نے حکیم کو باندھ دیا اور اس پر تیروں کی بوچھار کر دی جس سے وہ ہلاک ہو گیا،

عدی مختار کے پاس گئے اور اس کی سفارش کی مختار نے ان سے کہا: آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور پھر قاتلان حسینؑ کی سفارش کرتے ہیں،

عدی نے کہا: اس پر جھوٹ باندھا گیا،

مختار نے کہا: اگر ایسا ہے تو میں اسے رہا کر دوں گا،

اسی وقت عبداللہ بن کامل آئے اور مختار کو حکیم کے قتل کی خبر دی، مختار نے ان سے کہا: اسکے قتل میں تم نے کیوں عجلت کی، اسے میرے پاس لاتے؟ یہ بات کہہ رہے تھے اور حکیم بن طفیل کے مارے جانے سے خوش ہو رہے تھے۔

عبداللہ بن کامل نے کہا: شیعہ مجھ پر غالب آگئے اور اسے قتل کر ڈالا،

عدی بن حاتم نے ناراض ہو کر ابن کامل سے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو جب تم نے یہ محسوس کیا کہ میری

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۳۳،

سفارش قبول کریں گے تو تم نے اسے قتل کردیا،

ابن کامل نے بھی عدی کو برا کہا قریب تھا کہ دونوں میں تکرار ہو جائے لیکن مختار نے عبداللہ بن کامل کو روک لیا[1]

حکیم بن طفیل کے مظالم

(۱) اس نے امام حسینؑ کو تیر مارا[2]

(۲) حضرت عباسؑ کا لباس و اسلحہ اتارا۔

(۳) حضرت عباسؑ کو تیر مارا[3]۔

(۴) حضرت عباسؑ کا بایاں بازو قلم کیا[4]

مرۃ بن منقذ

یہ حضرت علی اکبرؑ کا قاتل ہے جب مختار کے سپاہیوں نے اس کے گھر کا محاصرہ کیا تو اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر مختار کے سپاہی پر نیزہ سے حملہ کیا انہوں نے بھی اس کے ہاتھ کو زخمی کر دیا لیکن ان کے ہاتھ سے بچ نکلا اور مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ چلا گیا[5]۔

---

[1] کامل بن اثیر ج ۴ ص ۲۴۲،

[2] نفس المہموم ص ۵۹۹،

[3] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۷۵،

[4] مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۱۰۸،   [5] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۳،

زید بن رقاد

یہی وہ شخص ہے جو یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے ایک نوجوان کو تیر مارا تو اس نے اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ لیا تیر نے ہاتھ کو پیشانی سے سل دیا اور جوان ہاتھ کو پیشانی سے جدا نہ کر سکا اور کہا: اے اللہ! انہوں نے ہماری توقیر نہ کی ہمیں رسوا کیا خدا انہیں اس طرح قتل کرے جس طرح یہ ہمیں قتل کرتے ہیں اور ایسے ہی ذلیل کر جیسے ہمیں رسوا کرتے ہیں، پھر میں نے جوان کو دوسرا تیر مارا اس کے بعد میں اس کے قریب پہنچا اور اس تیر کو نکالنا چاہا جس سے اسے قتل کیا تھا دیکھا کہ روح پرواز کر چکی ہے، تیر تو میں نے کھینچ لیا لیکن اس کی نوک پیشانی ہی میں رہ گئی،

مختار نے اسے گرفتار کرنے کیلئے عبد اللہ بن کامل کی سرکردگی میں سپاہیوں کا ایک دستہ بھیجا انہوں نے اس کے گھر کا محاصرہ کیا وہ تلوار لیکر گھر سے باہر نکلا ابن کامل نے مختار کے سپاہیوں سے کہا: اس پر تلوار اور نیزوں سے حملہ نہ کرو بلکہ اس پر تیر اور پتھر برساؤ چنانچہ اس پر تیر اور سنگ باری گئی، نتیجہ میں وہ زمین پر گر پڑا لیکن زندہ تھا پھر اسے آگ میں جلا دیا ۱؎،

ابو الحتوف جعفی

یہ وہی شخص ہے جس نے امام حسینؑ کی پیشانی پر پتھر مارا تھا ۲؎ اسے گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا، بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ اس نے امام حسینؑ کی پیشانی پر تیر مارا تھا ۳؎،

۱؎ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۴۴،

۲؎ فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۱۹۴، ۳؎ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۲،

صالح بن وہب

اسے بھی مختار کے سپاہی گرفتار کر کے مختار کے پاس لائے لے اس نے امام حسین کے پہلو پر ایسا نیزہ مارا تھا کہ امام گھوڑے سے زمین پر آئے اور پھر کھڑے ہوئے لے

ابجر بن کعب

اس شخص نے اس وقت امام حسین پر تلوار سے حملہ کیا تھا جب عبد اللہ بن الحسن، میدان میں امام حسین کے پاس آئے تھے، عبد اللہ بن الحسن نے کہا: خبیث کے بچے خدا تجھے موت دے، میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ بچے نے ہاتھ آگے بڑھا دیے اور اس ملعون نے ہاتھ قلم کر دیے۔ سے اسے بھی گرفتار کر کے مختار کے سامنے حاضر کیا گیا۔

ابو ایوب غنوی نے امام حسین کے حلق کو تیر سے مجروح کیا تھا اسی طرح نضر بن خرشہ اور عمرو بن خلیفہ جعفی نے آپ کو زخمی کیا تھا،

اور صلحت کے بیٹے عبد اللہ و عبد الرحمن اور عثمان ابن خالد و بشر بن سوط کہ انہوں نے عبد الرحمن بن عقیل کو شہید کیا تھا،

ان سب کو مختار کے سامنے حاضر کیا گیا مختار نے حکم دیا کہ ان سب کو قتل کر دو اور ان کے اجساد

لے فرسان الہیجاء ج ۲ ص ۲۲۷،

ہے بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۴،

سے نفس المہموم ص ۳۵۹،

کو نذر آتش کردو ان کے حق میں امام حسینؑ کی وہ دعا قبول ہو گئی ہے جو آپؑ نے روز عاشورہ آسمان کی طرف رخ کر کے کی تھی اور فرمایا تھا:

اللّٰهُمَّ اَشْهَدْ عَلىٰ هٰؤُلاءِ الْقَوْمِ فَاِنَّهُمْ دَعَوْنا لِيَنْصُرُونا ثُمَّ عَدَوْاعَلَيْنا يُقاتِلُونَنا اللّٰهُمَّ اَمْنَعْهُمْ بَرَكاتِ الْاَرْضِ وَفَرِّقْهُمْ تَفْرِيقاً وَمَزِّقْهُمْ تَمْزِيقاً وَاَجْعَلْهُمْ طَرائِقَ قِدَداً وَلا تُرْضِ الْوُلاةَ عَنْهُمْ اَبَداً وَاَقْتُلْهُمْ بَدَداً وَلا تُغادِرْ مِنْهُمْ اَحَداً[1]

اے اللہ! اس قوم پر گواہ رہنا کہ انہوں نے ہمیں دعوت دی کہ یہ ہماری مدد کریں گے اور اب ہم پر چڑھ دوڑے ہیں، ہمیں قتل کرتے ہیں ہمارا خون بہاتے ہیں، پروردگارا انہیں زمین کی برکتوں سے محروم کر دے ان میں تفرقہ ڈال دے اور ان کے اتفاق کے پردے کو چاک کر دے اور ان کو متعدد راستوں اور مختلف گروہوں میں پراکندہ کر دے اور ان کے والیوں کو ان سے خوش نہ ہونے دے اور انھیں ذلت کی موت دے اور ان میں سے کسی زندہ نہ رکھ۔

بجدل بن سلیم

مختار نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر کے لاؤ، لایا گیا، مختار سے کہا گیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے امام کی انگشت مبارک قطع کر کے آپؑ کی انگوٹھی اتاری تھی،

مختار نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں قطع کر کے ایسے ہی چھوڑ دو تاکہ ہلاک ہو جائے[1]

عمرو بن صبیح

اسے رات میں گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا وہ کہہ رہا تھا: میں نے کربلا میں اصحاب حسینی

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۷۷،

پر نیزہ سے حملہ کر کے انہیں زخمی کیا لیکن ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا، مختار نے کہا: نیزے لاؤ۔ چنانچہ اسے نیزوں کی ضرب سے ہلاک کیا گیا[۱]

سراقہ بن مرداس

یہ کوفہ کے شورش کرنے والوں میں سے تھا۔ مختار کے سپاہیوں نے اسے گرفتار کیا جب مختار کے پاس لائے تو اس نے اپنی جان بچانے کی خاطر مختار کی مدح میں کچھ اشعار پڑھے ان اشعار میں عفو و درگذشت کا تقاضہ کیا تھا اور مختار کے خروج و کامیابی کو ایسے ہی غیبی امداد کہا تھا جیسے بدر و حنین میں ملائکہ رسولؐ کی مدد کی تھی پھر کہا: اے امیر المومنین میں نے دیکھا کہ ملائکہ آپ کی مدد کر رہے تھے، مختار نے کہا: منبر پر جاؤ اور یہ بات لوگوں کے سامنے بیان کرو،

وہ منبر پر گیا اور جو کچھ مختار کے بارے میں کہا وہ لوگوں کے سامنے بیان کیا، جب نیچے اتر کر مختار کے پاس گیا تو مختار نے اس سے کہا: میں یہ جانتا ہوں کہ تم نے جھوٹ بولا ہے تم نے ملائکہ کو نہیں دیکھا ہے بلکہ تم نے جان بچانے کے لئے جھوٹ کہا ہے یہاں سے جہاں چاہو باہر چلے جاؤ کہ میرے اصحاب و انصار کو بدظن کرو گے۔

کوفہ سے نکل گیا اور بصرہ میں مصعب بن زبیر سے متصل ہو گیا[۲]۔

عبیداللہ بن زیاد سے جنگ

۶۶ھ کے ماہ ذی الحجہ کے آٹھ روز باقی رہ گئے تھے کہ ابراہیم بن اشتر عبیداللہ بن زیاد سے جنگ

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۴۴،

۲۔ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۳۸،

کے لئے روانہ ہوئے یعنی یہ مختار کے واقعہ سبیع[1] سے فارغ ہونے کے دو روز بعد روانہ ہوئے ،

مختار نے اپنے طرفداروں میں سے سوار اپنے اصحاب میں سے برگزیدہ اور بصیرت و تجربہ رکھنے والوں کو ابراہیم کے ساتھ کیا اور خود ابراہیم کے ساتھ بدرقہ میں گئے ،

مختار نے ان سپاہیوں کے لئے خدا سے دعا کی جو فوج شام اور عبیداللہ بن زیاد سے جنگ کیلئے جا رہے تھے ،

مختار کی وصیت

اس کے بعد مختار نے ابراہیم کو وداع کیا اور ان سے کہا : میں تمہیں تین وصیت کرتا ہوں اور انہیں یاد رکھنا ،

(۱) ظاہر و باطن میں اور عیاں و پنہاں حالت میں خدا سے ڈرنا ،

(۲) دشمن سے جنگ کے لئے جانے میں جلدی کرنا ،

(۳) دشمن کے مقابلے میں جا کر اسے مہلت نہ دینا اور ان پر پھرتی سے حملہ کرنا ،

فوج کوفہ کی روانگی

ابراہیم کوفہ سے نکلے ، تیزی سے راستہ طے کیا رہے تھے تاکہ ابن زیاد سے پہلے سرزمین عراق پر پہنچ جائیں ،

عبیداللہ بن زیاد شام سے بہت بڑے لشکر کے ساتھ آیا اور موصل پر قابض ہو گیا ، اسی طرح ابراہیم کوفہ سے آئے عراق کو پیچھے چھوڑ کر موصل کی سرزمین پر پہنچ گئے ،

[1] واقعہ سبیع ، وہ شورش ہے جو کوفہ والوں نے مختار کے خلاف کی تھی ،

اور اپنے لشکر کے قراول دستہ کی سپہ سالاری طفیل بن لقیط نخعی کے سپرد کی ۔ فوج شام کے نزدیک پہنچے تو اپنی فوج کو چوکنا اور تیار کیا، جب بھی چلتے تو سب یک گام چلتے تھے، پھر طفیل کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا وہ موصل کے شہروں میں سے نہر خازر پر پہنچے اور ، بارشیاہ[1] گاؤں میں اترے ۔

عبیداللہ بن زیاد بھی آگیا اور وہ بھی نہر خازر کے کنارے سپاہ کو نو کے نزدیک اترا ۔[2]

عمیر بن حباب

یہ فوج کے سپہ سالاروں میں سے ایک تھے انہوں نے ابراہیم بن اشتر کے پاس کسی کو بھیج کر یہ پیغام دیا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں اور آج رات کو تم سے ملاقات کروں گا ۔

ابراہیم بن اشتر نے بھی کسی کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ میں ملاقات کیلئے تیار ہوں ، رات کو عمیر ابراہیم کے پاس آئے اور ان کی بیعت کی اور کہا : میں فوج شام کے میسرہ کا سپہ سالار ہوں میں اپنے ماتحت فوج کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیدوں گا ۔

ابراہیم نے کہا : میں آپ سے ایک امر کے سلسلے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کیا اس کام میں مصلحت ہے کہ میں اپنے چاروں طرف خندق کھدوا دوں اور دو تین دن توقف کروں ۔

عمیر بن حباب نے کہا : خدا کی قسم یہ تمہارے دشمن کی تمنا ہے اس سے انہیں فائدہ پہونچے گا ان کی تعداد آپ لوگوں سے بہت زیادہ ہے ان پر حملہ کرنے میں جلد کرو کہ ان لوگوں میں آپ کا رعب و خوف بیٹھا ہوا ہے اور اگر آپ کی فوج شام والوں سے الجھ جائے تو پھر مسلسل حملہ کریں تاکہ شام

---

[1] دوسرے نسخہ میں برشیاہ آیا ہے ، اور معاجم البلدان میں ، بارشیاہ ، و برشیاہ ہماری نظر سے نہیں گزرا ہے ہاں حموی نے معجم البلدان ج ۱ ص ۳۲۲ پر باشیاہ نامی جگہ کا نام لکھا ہے ۔

[2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۱ ۔

والوں کی ہمت پست ہو جائے،

ابراہیم نے کہا: اب مجھے اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ آپ نے صحیح بات کہی ہے اور صداقت کے ساتھ نصیحت کی ہے کیونکہ میرے امیر نے بھی یہی مشورہ دیا ہے جو آپ نے دیا ہے۔

عمیر نے کہا: انہیں کے مشورہ پر عمل کیجئے ان کی رائے سے اختلاف نہ کیجئے کیونکہ جنگ کے معاملے میں وہ تجربہ کار آدمی ہیں اور صبح ہوتے ہی جنگ کا آغاز کر دیں، اس کے بعد عمیر فوج شام میں چلا گیا۔ [۱]

اس رات میں ابراہیم صبح تک بیدار رہے اور پو پھٹتے ہی اپنی فوج کو منظم کیا اور انہیں چوکنا رہنے کا حکم دیا، میمنہ و میسرہ کے سپہ سالاروں کو ان کی جگہ بھیج دیا اور امیر سپاہ کو ان کی جگہ روانہ کیا سوار فوج کی کمان اپنے مادری بھائی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ کے سپرد کی اور پھر نیچے اتر کر اپنے پیادوں سے کہا: چلو! وہ تھوڑا آگے اور اس بڑے ٹیلے تک پہنچ گئے جہاں سے فوج شام نظر آرہی تھی ابراہیم نے وہاں بیٹھ کر دیکھا کہ ابھی عبید اللہ کی فوج میں کوئی تحرک نہیں ہے گھوڑا طلب کیا اور سوار ہوئے۔

ابراہیم بن اشتر کی تقریر

ابراہیم اپنے پرچم داروں کے پاس سے گذرے اور ان سے کہا:

اے دین کے مددگارو! اے حق کا اتباع کرنے والو! اے لشکر خدا! یہ مرجانہ کا بیٹا، حسینؑ بن علیؑ، فرزند فاطمہ بنت رسولؐ کا قاتل ہے، عبید اللہ ہی نے اہلبیت پر پانی بند کیا تھا اور اتنی مہلت نہیں دی تھی کہ صلح ہو جاتی یا حسینؑ واپس مدینہ لوٹ جاتے یا کہیں اور چلے جاتے اس نے آپ کو اور آپؑ کے اہلبیت کو قتل کر دیا اور اب عبید اللہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے، میری یہ تمنا تھی کہ ایک روز ہم اس کا محاصرہ کرلیں تاکہ وہ تمہارے ہاتھ سے قتل ہو اور تمہارے دلوں کو سکون میسر ہو جائے

---

[۱] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۶۱، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۱۔

اس کے بعد لشکر کے میمنہ و میسرہ پر پہونچے انہیں جہاد کی ترغیب کی اور پھر واپس اپنی جگہ لوٹ آئے اور گھوڑے سے اتر پڑے۔ ا

فوج شام

عبیداللہ بن زیاد نے بھی اپنی فوج کی صف آرائی کی، اس کے میمنہ پر حصین بن نمیر سکونی کو اور میسرہ پر عمیر بن حباب کو مقرر کیا اور سواروں کی کمان شرحبیل بن ذی الکلاع کے سپرد کی، دونوں لشکر جنگ کے لئے تیار اور ایک دوسرے سے نزدیک ہوگئے۔

حملہ کا آغاز

فوج شام کے میمنہ کے سپہ سالار حصین بن نمیر نے اپنی فوج کے ساتھ ابراہیم بن اشتر کی فوج کے میسرہ پر حملہ کر دیا اس کے سپہ سالار علی بن مالک نے کافی مقاومت کی یہاں تک کہ مارے گئے۔

پھر ان کا علم قرہ بن علی نے اٹھایا اور وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ قتل ہوگئے اس کے بعد عبداللہ بن ورقاء نے علم لیا، یہ حبشی بن جنادہ کے بھتیجے اور رسول ص کے صحابی ہیں انہوں نے چلا کر کہا: اے فوج خدا! میرے پاس جمع ہو جاؤ! اس آواز سے بہت سے سپاہی ان کے پاس جمع ہوگئے قرہ نے ان سے کہا: تمہارے امیر ابراہیم بن اشتر ابن زیاد سے جنگ کرنے میں مشغول ہیں آؤ ان کے پاس چلتے ہیں۔

جب یہ لوگ ابراہیم کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ابراہیم سر برہنہ ہو کر آواز دے رہے ہیں: اے خدا کے سپاہیو! میں اشتر کا بیٹا ہوں، بہترین کام تمہارے مسلسل حملے ہیں، اس پر ان کے ساتھی میدان جنگ

۱۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۹۲۔

میں لوٹ آئے، اس کے بعد ابراہیم کے میمنہ نے ابن زیاد کے میسرہ پر حملہ کیا، عراقیوں کو امید تھی کہ: عمیر بن حباب اپنے وعدہ کے مطابق پیچھے ہٹ کر پسپا ہو جائے گا، لیکن عمیر نے وعدہ وفا نہ کیا اور میدان میں ڈٹا رہا اور شدید جنگ کی،

یہ صورت دیکھ کر ابراہیم نے اپنی فوج سے کہا: اب تم دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کرو خدا کی قسم اگر ہم قلب لشکر کو پسپا کر دیں گے تو میمنہ و میسرہ پسپا ہو کر پراگندہ ہو جائیں گے،

پھر ابراہیم نے قلب لشکر پر حملہ کیا پہلے نیزوں سے اور پھر تلواروں سے جنگ کی ابراہیم نے اپنے علمدار سے کہا: آگے جاؤ اور دشمن کے لشکر کے وسط میں علم نصب کرو اس نے کہا یہ ممکن نہیں،

ابراہیم نے کہا: آگے بڑھو! وہ آگے بڑھتا جاتا تھا اور جو شامی اس کی طرف بڑھتا ابراہیم اسی کو تہ تیغ کر دیتے تھے۔

اسی وقت ان کی فوج نے متفقہ طور پر حملہ کیا، گھمسان کا رن پڑا، ابن زیاد کی فوج پسپا ہو گئی دونوں طرف سے بہت زیادہ سپاہی مارے گئے،

بعض نے کہا ہے: کہ سب سے پہلے عمیر بن حباب نے شکست کھائی اور عقب نشینی کی[1]

عبیداللہ بن زیاد کا قتل

جب فوج شام شکست کھا گئی اور پسپا ہو گئی تو ابراہیم بن اشتر نے کہا: میں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کیا ہے جو کہ تنہا ایک علم کے نیچے تھا اسے نہر خازر کے کنارے تلاش کرو، اس سے مشک کی بو آ رہی تھی میں نے اس کے دو ٹکڑے کئے ہیں، اس کے ہاتھ مشرق کی طرف اور پیر مغرب کی طرف گرے ہیں چنانچہ تلاش کر کے جب اسے نکالا تو معلوم ہوا کہ عبیداللہ بن زیاد ہے جو ابراہیم کی تلوار سے دو ٹکڑے ہوا تھا[2]

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۶۲، [2] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۹۳،

پھر اس کا سر قلم کر کے لاش کو آگ میں جلا دیا۔[1]

حصین بن نمیر کا قتل

شریک بن جدیر[2] نے حصین بن نمیر پر جو کہ شام کی بڑی فوج کا سپہ سالار تھا، حملہ کیا وہ یہ سمجھے کہ یہ عبید اللہ بن زیاد ہے، دونوں دست وگریبان ہو گئے، شریک نے چلا کر کہا: اس نابکار کو قتل کر دو، مختار کے سپاہیوں نے حملہ کر کے حصین بن نمیر کو قتل کر دیا[3]۔

شرحبیل کا قتل

اس جنگ میں فوج شام کا ایک اور سپہ سالار شرحبیل بن ذی الکلاع قتل ہوا، سفیان بن یزید نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اسے قتل کیا ہے۔

فوج شام شکست کھا کر فرار کر گئی تو ابراہیم کی فوج نے اس کا تعاقب کیا فوج شام میں سے بہت سے فوجی جان بچا کر فرار کی خاطر ندی میں کود پڑے، ان میں سے اکثر ڈوب گئے، یعنی ڈوبنے والوں کی تعداد مقتولوں سے زیادہ تھی اور مختار کی فوج کو بہت زیادہ مال غنیمت ملا[4]۔

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۴،

[2] شریک جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے، ایک آنکھ متاثر ہوگئی تھی، جنگ کے بعد بیت المقدس چلے گئے تھے، امام حسینؑ کی خبر شہادت سنکر کہا: خدا سے عہد کرتا ہوں جو خون حسینؑ کا انتقام لے گا میں اس کا ساتھ دوں گا اور ابن مرجانہ کو قتل کروں گا، پھر مختار سے ملحق ہو گئے تھے،

[3] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۲۳، کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۴، [4] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۴،

فتح موصل

ابراہیم بن اشتر موصل کی طرف بڑھے اس پر قبضہ کیا، شہر کے اطراف میں اپنے نمائندہ بھیجے اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن عبداللہ کو نصیبین بھیجا پھر سنجار، دارا اور ان کے اطراف پر قابض ہوئے [۱]

مختار کا مدائن آنا

مختار پہلے ہی اپنے ہمنواؤں کو ابراہیم کی کامیابی کی خبر دیتے اور کہتے تھے: عنقریب تمہیں ابراہیم بن اشتر کی فتح اور فوج عبیداللہ کی شکست کی خبر ملے گی، اس کے بعد کوفہ سے نکلے، سائب بن مالک کو کوفہ میں اپنا جانشین مقرر کیا اور ایک جماعت کے ساتھ ساباط آئے اور لوگوں سے کہا: میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ خدا کے لشکر نے نصیبین میں شامیوں کے لشکر سے جنگ کی اور انہیں شکست دی ہے، اس کے بعد مدائن پہنچے، منبر پر گئے خطبہ پڑھا، اور لوگوں کو اہلبیتؑ کی اطاعت اور ان کے خون کا انتقام لینے کے سلسلہ میں ثابت قدم رہنے کی دعوت دی،

اسی وقت مختار کو عبیداللہ بن زیاد کے قتل ہونے اور شامیوں کی پے در پے شکست کی خبر ملی، مختار نے کہا: اے خدا کے سپاہیو کیا میں نے تمہیں اس سے پہلے ہی بشارت نہیں دی تھی؟ لوگوں نے کہا: ہاں خدا کی قسم یہ بشارت ہم آپ کی زبان سے پہلے سن چکے تھے [۲]

---

[۱] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۱،

[۲] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۴۲،

عبیداللہ کا سر مختار کے پاس

ابراہیم نے عبیداللہ بن زیاد کا اور شامی فوج کے دوسرے سپہ سالاروں کے سر مختار کے پاس بھیج دیئے اور خود موصل ہی میں قیام پذیر رہے جب عبیداللہ بن زیاد کا سر کوفہ کے دار الامارہ میں لاکر رکھ دیا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک سانپ آیا اور ان سروں میں چلا گیا اور پھر عبیداللہ بن زیاد کے منہ میں داخل ہو کر اس کی ناک سے نکل آیا اور بارہا ایسا ہی کیا [1]

ابن زیاد کا ایک نگہبان کہتا ہے کہ میں شہادت امام حسینؑ کے بعد قصر میں اس کے پاس پہنچا ناگہاں دیکھا کہ ایک آگ عبیداللہ بن زیاد کی صورت کی طرف لپکی اس نے اپنی آستین سے چہرہ چھپایا اور مجھ سے کہا یہ واقعہ کسی کے سامنے بیان نہ کرنا۔ [2]

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عبیداللہ بن زیاد کی ماں مرجانہ نے اس سے کہا: اے خبیث! تو نے فرزند رسولؐ کو قتل کیا ہے؟ تجھے بہشت کی خوشبو بھی نصیب نہیں ہوگی [3]

عبیداللہ بن زیاد کا سر محمد بن حنیفہ کے پاس

ابراہیم بن اشتر نے عبیداللہ بن زیاد کا سر مختار کے پاس بھیجدیا تھا اور مختار نے عبیداللہ بن زیاد حصین بن نمیر، شرحبیل اور فوج شام کے دوسرے سپہ سالاروں کے سر تیس ہزار درہم کے ساتھ محمد بن حنیفہ

---

[1] ثواب الاعمال و عقاب الاعمال ص ۲۰۰، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۶۵ پر یہ چیز ترمذی سے نقل کی گئی ہے۔

[2] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۶۵،

[3] کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۴۶۵،

کے پاس بھیج دیئے اور ان کے نام اس مضمون کا خط لکھا،

آپ کے شیعوں اور انصار میں سے ایک جماعت کو میں نے آپ کے دشمن عبید اللہ بن زیاد کی طرف بھیجا تاکہ وہ آپ کے بھائی حسینؑ کے خون کا انتقام لیں، یہ لوگ دشمن پر غضبناک اور حسینؑ کی مظلومیت پر افسوس کناں اپنے شہر و وطن سے نکلے اور نصیبین کے نزدیک دشمن سے مقابلہ کیا پروردگار نے شامیوں کو مغلوب کیا اور اس دشمن خدا کو قتل کیا میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے آپ کے خون کا انتقام لیا اور ظالموں کو دشت و صحرا اور دریا میں ہلاک کیا اور اس طرح مومنوں کے دل کو شفا بخشی اور ان کے غضب کو ٹھنڈا کیا [1]

پھر عبد الرحمن بن ابی عمیر ثقفی، عبد اللہ بن شداد جشمی اور سائب بن مالک اشعری ان سروں اور اموال و خط کو محمد بن حنفیہ کے پاس مکہ لے گئے، علی بن الحسینؑ بھی اس زمانہ میں مکہ میں تھے جب محمد بن حنفیہ نے عبید اللہ بن زیاد کے سر کو دیکھا تو سجدہ بجالائے، خدا کا شکر ادا کیا اور مختار کے لیئے دعا کی اور کہا: خدا اسے جزائے خیر عطا کرے کہ اس نے ہمارے خون کا انتقام لے لیا اس لحاظ سے عبد المطلب کی ساری اولاد پر اس کا حق ہے، اے اللہ ابراہیم بن اشتر کو دشمنوں پر کامیاب فرما اور اسے ان تمام چیزوں کی توفیق مرحمت فرما، جس میں تیری رضا ہے اور دنیا میں و آخرت میں اپنی رحمت اس کے شامل حال فرما،

اس کے بعد محمد بن حنفیہ نے عبید اللہ بن زیاد کا سر حضرت علی بن الحسینؑ کی خدمت میں بھیج دیا، عبید اللہ کا سر جب آپ کی خدمت میں لایا گیا اس وقت آپ کھانا تناول فرما رہے تھے، امام سجادؑ سجدہ شکر بجالائے اور فرمایا: شکر ہے خدا کا کہ اس نے ہمارے خون کا انتقام لے لیا ہے خدا مختار کو جزائے خیر عطا کرے، مجھے عبید اللہ کے پاس اس وقت لے جایا گیا تھا کہ جب وہ کھانا کھا رہا تھا اور میرے والد کا سر اس کے سامنے تھا، میں نے خدا سے یہ دعا کی تھی کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھانا جب

---

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۳۶،

تک دنیا سے نہ اٹھانا جب تک کہ میں نے اپنے دسترخوان کے کنارے ابن زیاد کا سر نہ دیکھ لوں،
اس کے بعد محمد بن حنفیہ نے وہ میوہ، جو مختار نے ان کے پاس بھیجا تھا اپنے عزیز رشتہ داروں اور مکہ و مدینہ میں مقیم مہاجرین و انصار کے درمیان تقسیم کر دیا۔[1]

یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ: مختار نے اپنے کسی قریبی آدمی کے بدست عبید اللہ بن زیاد[2] کا سر مدینہ میں علی بن الحسین ؑ کے پاس بھیجا اور اس سے کہا: حضرت علی بن الحسین ؑ کے دروازہ پر توقف کرنا اور جب یہ دیکھنا کہ دروازہ کھل گیا اور لوگ داخل ہو رہے ہیں اس وقت آپ کے لئے کھانا لایا جاتا ہے تم بھی داخل ہو جانا،

وہ آیا اور دروازہ پر کھڑا ہو گیا جب دروازہ کھلا اور لوگ کھانے کیلئے آنے لگے تو وہ قریب آیا اور بلند آواز سے کہا: اے رسالت کے اہلبیت، اے رسالت کی کان، میں قاصد مختار ابن ابی عبید ہوں عبید اللہ بن زیاد کا سر لایا ہوں۔

بنی ہاشم کے گھر میں ایسی کوئی عورت باقی نہ بچی جس نے بلند آواز سے یہ نہ کہا ہو، وہ قاصد داخل ہو گیا اور سر باہر نکال دیا، جب علی بن الحسین ؑ نے عبید اللہ بن زیاد کا سر دیکھا تو کہا: خدا اسے جہنم داخل کرے اور اسے اپنی رحمت سے دور رکھے،

بعض لوگوں نے روایت کی ہے کہ جس دن سے امام حسین ؑ شہید ہوئے تھے اس دن سے کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا گیا تھا لیکن عبید اللہ بن زیاد کے سر کو دیکھنے کے بعد لبوں پر مسکراہٹ آگئی تھی،

آپ کے لئے شام سے کچھ میوہ جات بھیجے گئے تھے، آپ ؑ نے فرمایا: یہ میوے اہل مدینہ میں تقسیم کر دو، امام حسین ؑ کی شہادت کے بعد خاندان رسول ؐ میں سے کسی نے سر میں کنگھی اور خضاب نہیں کیا تھا۔[3]

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۹۔

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۸۶۔

ایک آدمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کسی عورت نے آنکھ میں سرمہ اور بالوں میں خضاب نہیں لگایا تھا، اور بنی ہاشم میں سے کسی کے گھر سے دھواں اٹھتا نہیں دیکھا گیا تھا یہاں تک کہ عبید اللہ بن زیاد کے قتل کی خبر آئی۔

روایت کی گئی ہے کہ مختار نے اپنی اٹھارہ ماہ کی حکومت کے درمیان ان اٹھارہ ہزار آدمیوں کو قتل کیا جو قتل امام حسینؑ میں شریک تھے [۱] لیکن دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ خون کی حدت ختم نہ ہوئی یہاں تک کہ مختار بن ابی عبید نے خروج کیا اور ستر ہزار آدمیوں کو تہ تیغ کیا وہ خود کہتے تھے: میں نے خون حسینؑ کے انتقام میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا ہے خدا کی قسم اگر میں ان کے انتقام میں روئے زمین کے سارے انسانوں کو بھی قتل کر دیتا تو ان کے ناخن کا بھی عوض نہیں ہو سکتا تھا [۲]

شعب عارم

عبد اللہ بن زبیر نے بنی ہاشم میں اٹھارہ افراد محمد بن حنفیہ، عبد اللہ بن عباس، منجملہ ان کے حسن بن حسن بن علیؑ کو "شعب عارم" میں بند کر دیا اور ان سے کہا: میں تمہیں اپنی بیعت کے سلسلے میں جمعہ کے دن تک کی مہلت دیتا ہوں اگر میری بیعت سے روگردانی کرو گے تو یا میں تمہاری گردن مار دوں گا یا آگ میں جلا دوں گا اس کے بعد اس نے جمعہ سے پہلے ہی انہیں آگ میں جلانے کا فیصلہ کر لیا۔

مسورہ بن مخرمہ نے سفارش کی اور عبد اللہ بن زبیر کو قسم دی کہ دوسرے جمعہ تک ٹھہریں دوسرا جمعہ آیا تو محمد بن حنفیہ نے پانی طلب کیا، غسل کیا، سفید لباس پہنا، خود کو حنوط کیا انہیں اپنے قتل کئے جانے کا پورا یقین تھا،

---

[۱] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۸۶،

[۲] اثبات الوصیہ ص ۱۶۸،

مختار نے کوفہ سے چار ہزار آدمی ابو عبداللہ جدلی کی سرکردگی میں محمد بن حنفیہ کو نجات دلانے کے لئے بھیجے [1] وہ آئے اور ذات عرق پہنچے، ان میں سے ستر افراد نے جلدی کی گھوڑے پر سوار ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مکہ میں داخل ہوئے اور ہاتھ میں اسلحہ لیکر بلند آواز سے کہنے لگے یا محمد یا محمد، شعب عارم تک پہنچ گئے اور محمد بن حنیفہ اور دوسرے محبوس لوگوں کو نجات دلائی،

محمد بن حنفیہ نے حسن بن الحسن کو ان لوگوں کے پاس بھیجا جنہیں مختار نے روانہ کیا تھا، وہ ان کے قریب گئے اور بلند آواز سے کہا: "تلواروں کو غلاف میں رکھ لو [2]"

لیکن ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں ڈیڑھ سو آدمی تھے مسجد میں داخل ہو کر انہوں نے ان لاٹھیوں پر پھریرا باندھا یا اور یا لثارات الحسینؑ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے زمزم تک پہنچے عبداللہ بن زبیر نے محبوس لوگوں کو جلانے کیلئے لکڑیاں تیار کر لی تھیں، اور مہلت کے دو روز اور باقی رہ گئے تھے کہ مختار کے بھیجے ہوئے افراد اس جگہ کا دروازہ توڑ کر کہ جہاں محمد بن حنیفہ کو قید کر رکھا تھا اندر آ گئے اور ان سے کہا: ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم دشمن خدا عبداللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کریں،

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۲۴۹ پر لکھا ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے انھیں زمزم میں قید کر رکھا تھا اور جلانے و قتل کرنے کی دھمکی دیتا تھا اسکے لئے ایک مدت بھی معین کر دی تھی، جو لوگ محمد بن حنفیہ کے ساتھ محبوس تھے انہوں نے ابن حنفیہ سے کہا: اس واقعہ سے مختار کو مطلع کیجیے لہذا محمد بن حنیفہ نے مختار کو خط لکھا اور مدد طلب کی مختار نے محمد بن حنفیہ کا خط اہل کوفہ کے سامنے پڑھا اور کہا: عبداللہ بن زبیر انہیں جلانا اور قتل کرنا چاہتا ہے، میں ابو اسحاق نہیں ہوں اگر ان کی مدد نہ کروں اور سیلاب کی مانند مسلسل سواروں کو نہ بھیجوں، اہل کوفہ رونے لگے اور کہنے لگے جلد کیجئے اور ہمیں بھیج دیجئے، مختار نے ابو عبداللہ کی سرکردگی میں ستر دستے روانہ کئے اور ان کے بعد ظبیان بن عمارہ کے ساتھ چار سو بھیجے اور محمد بن حنفیہ کیلئے چار لاکھ درہم بھی بھیجے نیز ان لوگوں کے بعد ابو معمر کے ساتھ سو آدمی، ہانی بن قیس کے ہمراہ سو عمیر بن طارق کے ساتھ چالیس اور یونس بن عمران کے ہمراہ چالیس آدمی اور روانہ کئے۔

[2] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۴۳،

محمد بن حنفیہ نے کہا: میں حرم کی سرزمین پر قتال پسند نہیں کرتا ہوں۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا: مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو ہاتھ میں لکڑیاں لیکر یالثارات حسینؑ کا نعرہ لگا رہے ہیں، گویا میں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے، خدا کی قسم اگر قاتلان حسینؑ پر میرا تسلط ہو گیا تو میں انہیں قتل کروں گا۔

اس جماعت کو خشبیہ کہتے تھے کیونکہ جب یہ لوگ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کے ہاتھوں میں لکڑیاں تھیں، انہیں یہ بات پسند نہیں تھی کہ حرم میں تلوار لیکر داخل ہوں۔

بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ انہیں خشبیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وہ لکڑیاں اٹھالی تھیں جو عبداللہ بن زبیر نے بنی ہاشم کو جلانے کیلئے جمع کی تھیں۔

عبداللہ بن زبیر نے مختار کے سپاہیوں سے کہا: تم یہ سمجھتے ہو کہ میں انہیں بیعت لئے بغیر چھوڑ دوں گا ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔

مختار کے سپاہیوں کے سپہ سالار ابو عبداللہ جدلی نے اس سے کہا: یا تو انہیں چھوڑ دو ورنہ رکن و مقام کے پروردگار کی قسم میں تجھ سے جنگ کروں گا۔

محمد بن حنفیہ نے انہیں جنگ و فتنہ سے روکا۔

بعد میں مختار کے باقی ماندہ سپاہی بھی پہنچ گئے ان کے ساتھ اموال بھی تھے، وہ تکبیر کہتے ہوئے اور یالثارات الحسینؑ کا نعرہ لگاتے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوئے، عبداللہ بن زبیر کو ان سے ڈر محسوس ہوا، محمد بن حنفیہ اور ان کے ساتھی باہر نکل آئے، اور ان کے ساتھی عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہتے ہوئے شعب علی میں چلے گئے اور ان سے کہا: ہمیں عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کی اجازت دیجئے لیکن محمد بن حنفیہ نے انہیں اجازت نہیں دی۔

اس شعب میں محمد بن حنفیہ کے پاس چار ہزار افراد جمع ہو گئے اور آپ نے وہ اموال ان کے درمیان تقسیم کر دیا[1]

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۵۱۔

مکہ سے بنی ہاشم کا اخراج

جب عبداللہ بن زبیر نے یہ محسوس کیا کہ وہ بنی ہاشم کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور انہوں نے اس کی بیعت بھی نہیں کی ہے اور ان کے خلاف جو منصوبہ بنایا تھا اس کو بھی عملی جامہ نہیں پہنا سکا ہے تو اس نے انھیں مکہ سے نکال دیا اور محمد بن حنفیہ کو رضوی کے علاقہ میں جلاوطن کر دیا اور عبداللہ بن عباس کو ناگفتہ حالت میں طائف میں جلاوطن کیا،

بعض نے روایت کی ہے کہ محمد بن حنفیہ بھی طائف چلے گئے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ ۶۸ھ میں عبداللہ بن عباس نے ۷۱ سال کی عمر میں انتقال کیا، محمد بن حنفیہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور انھیں طائف کی جامع مسجد میں سپرد خاک کیا گیا [۱]

مصعب بن زبیر

واقعہ سبیع کے بعد کوفہ کے ایک گروہ نے مختار کے خلاف شورش کی تھی جو کچل دی گئی تھی، ایک گروہ فرار کر کے مصعب بن زبیر کے پاس چلا گیا تھا، منجملہ ان کے شبث بن ربعی بھی ایک اونٹ پر سوار ہوا اور اس کی دم و کان کاٹ دیئے، خود اپنی قبا کو چاک کر دیا اور چلاتا ہوا چلا، مصعب بن زبیر کو خبر پہنچی کہ شبث آیا ہے اسے مصعب کے پاس لایا گیا کوفہ کے دوسرے سربرآوردہ افراد بھی آئے اور مصعب کے سامنے کوفہ کے حالات بیان کئے، اس سے مدد طلب کی اور مختار سے جنگ کرنے کی دعوت دی،

محمد بن اشعث آیا تو اس نے مختار سے جنگ کرنے کی ترغیب کی اور مصعب نے اس کی دلجوئی کی اور

---

[۱] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۶۲،

کوفہ والوں سے کہا: مجھے مہلّب بن ابی صفرہ کے آنے تک مہلت دو!

مصعب نے مہلّب کو جو کہ اس کی طرف سے فارس کا گورنر تھا، خط لکھا اور اسے مختار سے جنگ کرنے کی دعوت دی، مہلّب نے آنے میں تاخیر کی کیونکہ وہ مختار سے جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مصعب نے اسے بلانے کی خاطر محمد بن اشعث کو ایک خط دیکر اس کے پاس بھیجا، مہلّب نے مصعب کا خط پڑھ کر محمد بن اشعث سے کہا: مصعب کو تمہارے علاوہ کوئی قاصد نہیں ملا تھا۔

محمد بن اشعث نے کہا: میں کسی کے لئے خط نہیں لایا ہوں مگر یہ کہ ہمارے غلام ہمارے اہل و عیال اور حریم پر قابض و غالب ہوگئے ہیں۔

مہلب بن ابی صفرہ کی روانگی

یہ بہت زیادہ مال اور لوگوں کی جم غفیر فوج کے ساتھ چلا اور بصرہ آیا مصعب نے کہا: "جسرہ پل" کے نزدیک فوجی کیمپ لگاؤ۔

عبدالرحمٰن بن مخنف

مصعب نے اسے کوفہ بھیجا تاکہ لوگوں کو اس کی مدد اور بصرہ جانے کی دعوت دے اور انہیں مختار کے اطراف سے پراگندہ کرے اور خفیہ طور پر عبداللہ بن زبیر کی بیعت لے وہ وہاں سے آیا اور خفیہ طور پر اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور اپنی ذمہ داری کو انجام دینے کی کوشش کرتا رہا[1]

مختار کو جب مصعب کی روانگی کی خبر ملی وہ مسجد میں آئے تقریر کی اور کہا: کوفہ والو!

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۷۔

تم دین کے پشت پناہ، حق کے مددگار، ستمدیدہ لوگوں سے دفاع کرنے والے اور رسولؐ کے اہلبیتؑ کے شیعہ ہو، جان لو کہ جن لوگوں نے تم پر ظلم کیا ہے اور اب بھاگ گئے ہیں وہ اپنے ہی جیسے کے پاس اکٹھا ہو گئے ہیں اور حق کو کچلنے اور باطل کو فروغ دینے کیلئے اپنے جیسے فاسق افراد کو ابھار رہے ہیں جان لو کہ اگر تم قتل کر دیئے گئے تو پھر روئے زمین پر کوئی عبادت کرنے والا نہیں رہے گا، مگر جھوٹ کے ساتھ اور پھر وہ رسولؐ کے اہلبیتؑ کو برا بھلا کہیں گے لہٰذا تم خدا کیلئے اٹھو! اور احمر بن شمیط کے پرچم کے سایہ میں جنگ کرو، واضح رہے کہ جب ان سے تمہارا مقابلہ ہوگا تو تم انہیں قوم عاد و ثمود کی مانند قتل کر دوگے[1]۔

بصرہ سے مصعب کی روانگی

مصعب مختار سے جنگ کرنے کی غرض سے بصرہ سے نکلا اور عباد بن حصین کو اپنے آگے قرار دیا عمر بن عبید اللہ کو لشکر کے میمنہ پر اور مصعب بن ابی صفرہ کو میسرہ پر مقرر کیا، مالک بن مسمع کو قبیلۂ بکر کا اور مالک بن منذر کو قبیلۂ عبد القیس کا اور احنف بن قیس کو قبیلہ تمیم کا زیاد بن عمرو کو قبیلۂ ازد کا اور قیس بن ہیثم کو عالیہ والوں کا امیر مقرر کیا،

مختار بھی کوفہ سے باہر نکلے اور حمام اعین ؁ پر اپنی فوج کو جمع کیا اور جو افراد ابراہیم بن اشتر کے ساتھ تھے انہیں احمر بن شمیط کے ساتھ روانہ کیا اور عبد اللہ بن کامل کو قراول دستہ کا امیر بنایا اور دونوں لشکروں نے مقام مذار[2] پر صف آرائی کی،

---

[1] تاریخ طبری ج ۸ ص ۷۱۸،

[2] مذار واسط اور بصرہ کے درمیان ایک جگہ کو کہتے ہیں، معجم البلدان ج ۵ ص ۸۸،

غلطی یا خیانت

عبداللہ بن وہیب رہ جو کہ مختار کی فوج کے میسرہ کے سپہ سالار تھے ۔ فوج کے سردار احمر بن شمیط کے پاس آئے اور کہا : موالیوں میں سے اکثر سوار ہیں اور ان کا چھوٹا سا گروہ پیدل ہے ، آپ بھی پیدل ہیں ممکن ہے شدید جنگ کے وقت وہ بھاگ کھڑے ہوں اور پیدل فوج شکست کھا جائے بہتر یہ ہے کہ آپ یہ حکم صادر کر دیں کہ سب پیدل جنگ کریں کہ اگر فرار کی نوبت آجائے تو وہ مجبوراً ثابت قدمی سے جنگ اور ایک دوسرے سے دفاع کریں ،

یہ عبداللہ بن وہیب نے دھوکہ دیا کیونکہ مختار کی فوج میں موالیوں کی اکثریت تھی انہیں صدمہ پہونچا ، عبداللہ یہ چاہتا تھا کہ اگر شکست کا منھ دیکھنا پڑے تو موالیوں میں سے کوئی زندہ نہ رہے ،

احمر بن شمیط نے اس کے مشورہ کو خیر خواہانہ خیال کیا اور سواروں کو پیدل ہو جانے کا حکم دیدیا[1]

حملہ کا آغاز

مصعب کی فوج کا سپہ سالار عباد بن حصین احمر بن شمیط اور اصحاب مختار کے نزدیک آگیا احمر نے اس سے کہا : میں تمہیں کتاب خدا ، سنت رسول ص ، اور مختار کی بیعت کی دعوت دیتا ہوں اور سب متفق ہو کر خلافت کو شوریٰ کے ذریعہ آل رسول ص کے حوالے کرتے ہیں ،

عباد واپس گیا اور مصعب کو رپورٹ دی ، مصعب نے اسے حکم دیا کہ واپس جاؤ اور حملہ کرو ، چنانچہ اس نے احمر بن شمیط اور ان کے سپاہیوں پر حملہ کر دیا لیکن وہ اپنی جگہ ثابت قدم رہے بھاگے نہیں ، عباد پھر واپس لوٹ گیا ،

---

[1] تاریخ طبری ج ۸ ص ۷۰ ۔

اس کے بعد مہلب بن ابی صفرہ نے مختار کی فوج کے میمنہ کے سپہ سالار عبد اللہ بن کامل پر حملہ کیا کچھ دیر جنگ ہوئی اور مہلب بھی اپنی جگہ واپس چلا گیا، اپنی فوج کو دوبارہ حملہ کرنے کا حکم دیا، اس دفعہ ابن کامل کے سربازوں نے میدان چھوڑ دیا، خود ابن کامل قبیلۂ ہمدان کے ایک گروہ کے ساتھ مقاومت کرتے رہے لیکن تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ انہوں نے بھی شکست کھائی اور پسپا ہو گئے۔

اسی وقت مصعب کی فوج کے میمنہ کے سپہ سالار عبد اللہ بن انس نے فوج کوفہ کے میسرہ پر حملہ کر دیا اور گھنٹہ بھر جنگ کرنے کے بعد اپنی جگہ لوٹ گیا۔

احمر بن شمیط پر مصعب کی فوج کا چوتھا حملہ تمام دستوں کا متفقہ حملہ تھا، انہوں نے مقاومت کی یہاں تک کہ قتل ہو گئے، ان کے سپاہی ایک دوسرے کو ثابت قدم رہنے کی دعوت دیتے تھے۔ مہلب چلایا خود کو ہلاکت میں کیوں ڈال رہے ہو، بھاگ جاؤ تمہارے حق میں فرار بہتر ہے خدا کی قسم آج میں اپنے قبیلہ کا زیادہ نقصان دیکھ رہا ہوں۔

پھر احمر بن شمیط کے سپاہیوں پر مصعب کی سوار فوج نے حملہ کیا، مصعب بن زبیر نے اپنے سپہ سالار عباد کو بھیجا اور کہا: جسے بھی گرفتار کرو اس کی گردن مار دو اسیر لانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد اہل کوفہ کے ایک بڑے گروہ کے ساتھ محمد بن اشعث کو بھیجا محمد نے اپنی فوج سے کہا: اب اپنے خون کا انتقام لے لو چنانچہ جسے بھی انہوں نے فرار کرتے ہوئے دیکھا قتل کر دیا مصعب کے فوجیوں نے تو سنگدلی کی انتہا کر دی، مختار کے طرفداروں میں سے صرف سوار ہی جان بچا سکے پیادہ سپاہیوں میں سے شاید ہی کوئی زندہ بچا ہو۔

معاویہ بن قرہ، بصرہ کا قاضی، کہتا ہے میں نے اپنے اپنے نیزہ کی نوک مختار کے ایک سپاہی کی آنکھ میں اتار کر گھما دی اور کہا: تو نے ایسا ہی کیا تھا۔

اس نے کہا: ہاں! ان کا خون ترک و دیلم سے بھی زیادہ مباح ہے [1]۔

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۹۔

فوج کی شکست

فوج کی شکست کی خبر جب مختار کو ملی اور انہیں یہ بتایا گیا کہ آپ کی فوج کے بڑے بڑے سب مارے گئے تو انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عمیر کے کان میں کہا: خدا کی قسم غلام اور موالی بے سابقہ مارے گئے، میں پھر کہا: احمر بن شمیط اور عبداللہ بن کامل قتل ہو گئے، فلاں فلاں بھی زندہ نہیں ہیں کچھ لوگوں کے نام لئے اور کہا: یہ وہ لوگ تھے جو میدان جنگ میں لشکر سے بہتر تھے،

عبدالرحمٰن نے کہا: واقعاً یہ بہت بڑا المیہ ہے،

مختار نے جواب دیا، موت سے مفر نہیں ہے، میرا دل بھی بہت چاہتا ہے کہ ابن شمیط کی مانند مارا جاؤں،

عبدالرحمٰن کہتے ہیں: اس وقت میں یہ سمجھ گیا کہ اگر جنگ میں مختار کی مصعب سے نہ بنی تو وہ اپنی آخری سانس تک جنگ کریں [1]

کوفہ کی طرف

مصعب چلا واسط سے گزرا، اس کی فوج خشکی کے راستے سے اور کچھ کشتیوں کے ذریعہ جارہی تھی مختار نے، جو کہ مصعب کی فوج سے مقابلہ کیلئے روانہ ہو چکے تھے، جب یہ دیکھا تو شط کا پانی چھوٹی چھوٹی نہروں میں بانٹ دیا شط کا پانی کٹ گیا اور ان کی کشتیاں کیچڑ میں دھنس گئیں، وہ کشتیوں سے اترے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر کوفہ کی سمت چلے،

---

[1] تجارب الامم ج ۶ ص ۱۶۹،

حروراء

مختار اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے اور حروراء[1] میں مستقر ہوئے تاکہ مصعب اور کوفہ کے لشکر کے درمیان حائل ہو جائیں،

مصعب اپنی فوج کے ساتھ پہنچ گیا اور مختار کی سپاہ کے مقابل میں صف آرا ہوا، مصعب نے مہلب بن ابی صفرہ کو اپنی فوج کے میمنہ کا امیر بنایا اور میسرہ پر عمر بن عبید اللہ کو اور سوار فوج پر عباد بن حصین کو مقرر کیا

مختار نے بھی میمنہ پر سلیم بن یزید کندی کو میسرہ پر سعید بن منقذ ہمدانی کو اور سوار فوج پر عمر بن عبد اللہ کو امیر مقرر کیا اور پیدل فوج کی کمان مالک بن عبد اللہ کے سپرد کی،

اس کے بعد مختار نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو بصرہ کے پانچوں قبائل کے پاس بھیجا،

سعید بن قیس نے قبیلہ بکر و عبد القیس پر، کہ مصعب کی فوج کے میمنہ میں تھے، حملہ کر دیا اور شدید جھڑپیں ہوئیں،

مصعب نے کسی کے ذریعہ مہلب کو بلایا اور اس سے کہا: حملہ کرو، مہلب نے کہا: میں موقعہ کی تلاش میں ہوں،

مختار نے عبد اللہ بن جعدہ کو حکم دیا کہ جو لوگ تمہارے سامنے صف آرا ہیں ان پر حملہ کر دو،

عبد اللہ بن جعدہ نے قبیلہ عالیہ پر زبردست حملہ کیا اور انہیں مصعب کی جگہ تک پیچھے دھکیل دیا مصعب اور اس کے سپاہیوں نے زمین پر گھٹنے ٹیک کے گھنٹہ بھر مقابلہ کیا، عبد اللہ بن جعدہ اپنی جگہ واپس لوٹ آئے،

پھر مہلب نے اپنی فوج کے ساتھ مختار کی فوج پر شدید حملہ کیا اور انہیں پراکندہ کر دیا[2] اور اس

---

[1] حروراء کوفہ کے نزدیک ایک قریہ ہے، معجم البلدان ج ۲ ص ۲۴۵، [2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۷،

وقت مختار کی فوج کے ایک سردار عبداللہ بن عزر ہند، جو صفین میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے، نے کہا: اے اللہ میں آج بھی اسی عقیدہ پر قائم ہوں جس پر جمعرات کے دن صفین میں تھا، اے اللہ میں اس گروہ سے بیزار ہوں جو میدان مبارزہ سے فرار کر گیا ہے اس کے بعد تلوار کھینچ کر جنگ شروع کی اور آخری دم تک لڑتے رہے

اس کے بعد پیدل فوج کے سردار مالک بن عمرو ہند، جو جنگ میں مشغول تھے، ان کا گھوڑا لائے اس پر سوار ہوئے اور مختار کی فوج کے پراکندہ ہو جانے کے بعد کہا: خدا کی قسم میری نظر میں گھر میں قتل ہونے سے بہتر یہ ہے کہ اسی جگہ جان اس کے پیدا کرنے والے کے سپرد کر دوں اس وقت بلند آواز سے کہا: اے بصیرت والو! کہاں ہو تم؟ اس پر تقریباً پچاس آدمی اس کے پاس جمع ہو گئے ان لوگوں نے غروب کے وقت محمد بن اشعث کے ساتھیوں پر حملہ کیا، یہی ان سے نزدیک تھے اس میں محمد بن اشعث اور اس کے ساتھی مارے گئے اس وقت مختار نے بلند آواز سے از سر نو حملہ کرنے کا حکم دیا،

غلط مشورہ

جو افراد مختار کے ساتھ تھے ان میں سے بعض نے یہ مشورہ دیا: اے امیر انتظار کس چیز کا ہے آپ کے انصار پراکندہ ہو گئے ہیں کوئی بھی اپنی جگہ باقی نہ رہا دارالامارہ میں لوٹ چلئے،

مختار نے کہا: خدا کی قسم میں پیدل نہیں ہوا تو سوار ہو جاؤں جب میرے اصحاب چلے گئے تو میرا گھوڑا لاؤ اور پسپا ہونے کی صورت میں دارالامارہ کی طرف چل دیئے،

صبح ہوئی تو اصحاب نے دیکھا کہ وہ لاپتہ ہیں، بعض نے کہا: وہ قتل کر دیئے گئے ہیں اس پر وہ لوگ بھاگ کر اپنے گھروں میں جا چھپے جو جنگ سے تھک چکے تھے دوسرا گروہ دارالامارہ کی طرف گیا یہ ہزار آدمی تھے جبکہ ابتدا میں وہ دس ہزار تھے دارالامارہ پہنچے تو وہاں مختار کو پایا، پھر دارالامارہ میں داخل ہو گئے [1]

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۷۱،

مصعب کچھ بصرہ کے اور بعض کوفیوں کے ساتھ سبخہ کی طرف روانہ ہوا وہاں مہلّب کو دیکھا تو اس سے کہا: یہ کامیابی کتنی اچھی تھی اگر محمد بن اشعث قتل نہ ہوتے،
اس نے کہا آپ سچ کہتے ہیں [1]

مختار کا محاصرہ

مصعب نے کوفہ کے دارالامارہ کا جہاں مختار اور ان کے ہمنوا پناہ گزین تھے، محاصرہ کرلیا اور ان پر کھانا پانی بند کر دیا، مختار اور ان کے ساتھی دارالامارہ سے باہر نکلتے اور مختصر جنگ کرتے اور پھر اندر چلے جاتے تھے لیکن کمزور ہو گئے تھے بعض لوگوں کی بیویاں بھی دارالامارہ میں تھیں وہ کبھی تھوڑا بہت کھانا پانی لاتی تھیں، مصعب کو ان کی خبر مل گئی لہذا اس نے وہ سلسلہ بھی منقطع کر دیا اب ان کے لئے مزید پریشانی بڑھ گئی پیاس سے مختار اور ان کے ساتھی بہت پریشان تھے مختار نے کہا: دارالامارہ کے اندر جو کنوئیں ہیں ان میں تھوڑا شہد دیا جائے تاکہ ان کا پانی پینے کے قابل ہو جائے [2]،

مختار کا مشورہ

مختار نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس محاصرہ کی وجہ سے ہم روز بروز کمزور و ناتواں ہو رہے ہیں چلو باہر نکل کر جنگ کرتے ہیں اگر مارے گئے تو ذلت کے ساتھ نہ مارے جائیں، خدا کی قسم میں مایوس نہیں ہوں تم نے میری تصدیق کی تو خدا تمہاری نصرت کرے گا،

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۰،

[2] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۰

انہوں نے کمزوری و عاجزی کا اظہار کیا، مختار نے ان سے کہا: خدا کی قسم میں ہرگز خود کو ان کے حوالے نہیں کروں گا اور ہتھیار نہیں ڈالوں گا،

عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ نے جب یہ صورت دیکھی تو دارالامارہ سے نیچے آیا اور اپنے بعض دوستوں کے پاس جا کر چھپ گیا۔[۱]

مختار اور سائب بن مالک

مختار نے سائب بن مالک ، جب مختار کوفہ سے باہر گئے تھے تو سائب ان کے جانشین تھے ، سے کہا تمہاری کیا رائے ہے ؟

سائب نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے؟

مختار نے کہا: افسوس ہے تمہارے حال پر ! میں عرب ہوں میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن زبیر نے حجاز پر قبضہ کر لیا ہے اور ابن نجدہ نے یمامہ پر تسلط جمالیا ہے اور ابن مروان نے شام پر تصرف کر لیا ہے میں بھی انہیں جیسا ایک ہوں اس فرق کے ساتھ کہ میں نے آل رسول ؐ کے خون کا انتقام لینا چاہا چنانچہ ایک گروہ کو جو ان کے قتل میں شریک تھا تہ تیغ کر دیا جبکہ دوسرے اسے فراموش کئے ہوئے تھے، اگر تمہاری نیت پاک وصاف اور خالص نہیں ہے تو کم سے کم اپنی حیثیت و شرف سے تو دفاع کرو اور اسی نیت سے جنگ کرو ،

سائب نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون، تو پھر ہم اس مقصد کے تحت کیونکر جنگ کریں اور اگر میں نے اپنی حیثیت وحسب کیلئے جنگ نہ کی تو گویا کوئی کام انجام نہ دیا۔[۲]

---

[۱] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۷۳،

[۲] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۳،

مختار کی صحیح پیشین گوئی

مختار نے دار الامارہ سے نکلتے وقت اپنے ساتھیوں سے کہا: میں مارا جاؤں گا تو تم ذلت وناتوانی میں گھر جاؤ گے اور اگر تم نے مصعب اور اس کے ہمنواؤں کی بات پر کان دھرے تو تمہارے دشمن تمہیں اپنے کشتوں کے انتقام میں قتل کر دیں گے اور تم اپنے دوستوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھو گے اور کہو گے کہ کاش ہم مختار کی اطاعت کرتے اور ان کے مشورہ پر عمل کر لیتے، اگر میرے ساتھ باہر نکلے اور کامیاب بھی نہ ہوئے تو بھی تم ذلت کے ساتھ نہیں مرو گے اور دوسری صورت میں تم روئے زمین پر ذلیل ترین انسان قرار پاؤ گے۔

مختار کا قتل

جب مختار نے اپنے ساتھیوں کی کمزوری ونافرمانی ملاحظہ کی تو انہوں نے قصر سے نکل کر مصعب کی فوج سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا، کسی کو اپنی زوجہ ام ثابت بنت سمرہ بن جندب کے پاس بھیجا، اس نے ان کے لئے کچھ عطر بھیجا، مختار نے غسل وحنوط کیا سر وصورت پر عطر ملا اپنے انیس ساتھیوں کے ساتھ کہ جس میں سائب بن مالک اشعری بھی باہر نکلے اور مصعب کی فوج کو مخاطب کر کے کہا: اگر میں باہر نکلوں تو کیا مجھے امان دو گے،

انہوں نے کہا: جو تمہارے بارے میں حکم ہوگا اسے قبول کرنا ہوگا،

مختار نے کہا: میں ہرگز خود کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا،

اس کے بعد مصعب کے سپاہیوں نے مختار کو قتل کرنے کے لئے جنگ شروع کی۔[۱]

۱۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۷۳۔

مختار کو قبیلہ بنی حنیفہ کے دو آدمیوں، طرفہ و طراف بن عبد اللہ بن دجاجہ نے قتل کیا [1]
یعقوبی نے نقل کیا ہے کہ ، اس زمانہ میں مختار شدید مریض تھے ، مختار اور مصعب میں سخت مار پیٹ ہوئی یہ جھڑپیں چار ماہ تک جاری رہیں یہاں تک کہ مختار کے ساتھی رفتہ رفتہ انھیں چھوڑ کر چلے گئے ان کے پاس مختصر افراد رہ گئے مختار قصر میں آگئے مصعب اور اس کی فوج نے قصر کا محاصرہ کر لیا ،

مختار اور ان کے انصار روز قصر سے نکلتے اور جنگ کرتے اور پھر قصر میں چلے جاتے تھے ایک روز مختار قصر سے نکلے مصعب کی فوج سے شدید جنگ کی اور جنگ کرتے ہوئے مارے گئے ان کے ساتھی واپس قصر میں چلے گئے اس میں پناہ لی ، ان کی تعداد سات ہزار تھی ، مصعب نے انھیں امان دیدی ایک عہد نامہ بھی لکھا اور یہ عہد کیا کہ قصر میں پناہ لینے والوں کو ہر طرح امان دی جائے گی ،

اور پھر ان میں سے ایک ایک کی گردن ماردی اور مصعب بن زبیر کا یہ عہد شکنی اور خیانت ان عظیم خیانتوں میں سے ایک ہے ، جو اسلام میں مشہور ہیں ، [2]

اور اس طرح مختار کی پیشین گوئی پوری ہوگئی مختار کے ساتھی بجیر بن عبد اللہ نے مختار کے مارے جانے کے بعد قصر میں محاصرہ شدہ لوگوں سے کہا : کل مختار نے تمہیں مشورہ دیا اور تم نے قبول نہ کیا جان لو اگر تم نے اس گروہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور خود کو ان کے حوالے کر دیا تو وہ تمہیں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کریں گے ، اپنی تلواریں کھینچ لو اگر مارے جاؤ تو ذلت کے ساتھ نہ مارے جاؤ انہوں نے کہا : مختار نے ہمیں حکم دیا تھا ہم نے ان کی اطاعت نہیں کی تمہاری اطاعت کریں گے ، خود کو حوالے کر دیا اور ان کا حکم قبول کر لیا ،

مصعب نے عباد بن حصین کو بھیجا کہ انہیں دست بستہ باہر لاؤ اور ان سب کو قتل کر دیا گیا ، حالانکہ وہ پشیمان تھے کہ ہم نے مختار کے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی تھی ،

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۰ ، لیکن تتمۃ المنتہی میں لکھا ہے کہ مختار کا قاتل عبد الرحمن بن اسد حنفی ہے -

[2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۹۳ ،

منقول ہے کہ جو لوگ قصر میں پناہ گزین تھے، انہیں باہر لایا گیا، مصعب کے سامنے پیش کیا گیا ابتدا میں مصعب ان لوگوں کو آزاد کرنا چاہتا تھا کہ عرب نژاد تھے اور دوسروں کو قتل کرنا چاہتا تھا، لیکن اس کے اصحاب نے یہ بات قبول نہ کی اور سب کو قتل کرنے کی خواہش کی۔[۱]

بجیر بن عبداللہ

یہ موالیوں میں سے تھے، بہت سے لوگوں کے ساتھ انہیں بھی مصعب کے پاس لایا گیا انہوں نے کہا: خدا ہمیں اسیری کے اور تمہیں عفو و گذشت کے ذریعہ آزما رہا ہے کہ ایک میں پروردگار کی خوشی اور دوسرے میں اس کی ناراضگی ہے جو شخص کسی دوسرے کو معاف کرتا ہے خدا بھی اس سے درگذر کرتا ہے اور اسے عزت عطا کرتا ہے اور جو سزا دیتا ہے وہ قصاص سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

پھر کہا: اے زبیر کے بیٹے ہم تمہارے دین پر ہیں، ہمارا اور تمہارا قبلہ ایک ہی ہے ترک و دیلم میں سے نہیں ہیں ہم نے اپنے شہر والوں کی مخالفت کی، یا ہم سے غلطی ہوئی یا ان سے، ہم ان مسلمانوں کی مانند ہیں کہ جنہوں نے آپس میں جنگ کی اور پھر صلح کی اور متحد ہو گئے پس ہمیں معاف کر کے جوانمردی کا ثبوت

ان باتوں سے مصعب اور بعض دوسرے لوگوں کا دل نرم ہو گیا اور انہیں آزاد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔[۲]

۱۔ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۳۔

۲۔ تجارب الامم ج ۲ ص ۱۷۵۔

عبد الرحمن بن محمد بن اشعث[1]

عبد الرحمن کھڑا ہوا اور مصعب کو مخاطب کر کے کہنے لگا اگر آپ انہیں آزاد کریں گے تو ہم سے ہاتھ دھوئیں گے پھر ہم سے کوئی توقع نہ رکھئے ، یا ہمیں اپنے ساتھ رکھئے یا ان کو کہ ہمارے اور ان کے درمیان کبھی صلح نہیں ہو سکتی ،

پھر عبد الرحمن بن سعید اٹھا اس نے بھی ایسی باتیں کہیں کوفہ کے سربرآوردہ افراد نے بھی ان کی تائید و تصدیق کی اس پر مصعب نے سب کے قتل کا حکم صادر کر دیا ، وہ سب چیخ پڑے : اے زبیر کے بیٹے ہمیں قتل نہ کیجئے ہمیں شامیوں سے جنگ کے لئے اپنے آگے رکھئے ہم سے تم مستغنی نہیں ہو سکتے ، لیکن مصعب نے ان کی فریاد پر کان نہ دھرے ،

بجیر نے کہا : مجھے ان سے علیحدہ قتل کرنا تاکہ میرا خون ان کے خون میں نہ ملے کیونکہ انہوں نے تسلیم ہونے میں میری بات نہیں مانی تھی[2]

مسافر بن سعید

اس نے مصعب بن زبیر کو مخاطب کر کے کہا : زبیر کے بیٹے خدا کی بارگاہ میں تم کیا جواب دو گے

---

[1] یہ حجاج کی طرف سے سجستان کا امیر تھا ، جب حجاج نے ظلم شروع کیا تو عبد الرحمن اور علما ، صلحا میں سے ایک جماعت نے اس کے ساتھ جنگ کی نتیجہ میں عبد الرحمن کے لشکر نے شکست کھائی اس نے رتبیل میں پناہ لی کہا جاتا ہے کہ وہ سل کے مرض میں مرا ، بعض نے کہا ہے کہ اس نے خود کو قصر سے گرا کر ہلاک کیا یہ ۸۵ھ کا واقعہ ہے ، سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۱۸۳ ،

[2] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۵۵ ،

کہ تم اس بڑی جماعت کو تہہ تیغ کرتے ہو جس نے خود کو تمہارے سپرد کر دیا تھا جبکہ حق کا تقاضہ یہ ہے کہ قصاص کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے اگر ہم سے بعض نے تمہارے افراد کو قتل کیا ہے تو ہم میں سے تم اتنے ہی افراد کو قتل کر دو اور باقی کو آزاد کر دو کیونکہ ہمارے درمیان ایسے افراد بھی ہیں کہ جنہوں نے کسی بھی جنگ میں شرکت نہیں کی ہے بلکہ وہ پہاڑوں اور دیہاتوں میں رہ کر ٹیکس جمع کرتے تھے۔

لیکن مصعب اور اس کے ساتھیوں نے مسافر کی بھی بات نہ سنی،

مسافر نے کہا: خدا برا کرے ان لوگوں کا کہ جن سے میں نے یہ کہا تھا کہ ایک گلی سے حملہ کریں اور جمیعت کو پراگندہ کر کے اپنی قوم و قبیلہ سے ملحق ہو جائیں لیکن انہوں نے میری بات نہ سنی اور اب ہم غلاموں کی طرح مارے جا رہے ہیں،

اس کے بعد مصعب سے کہا: آپ سے میری درخواست ہے کہ مجھے ان لوگوں سے الگ قتل کرا دیجئے تاکہ ان کے خون میں مرا خون مخلوط نہ ہو چنانچہ انھیں ایک کنارے جا کر قتل کر دیا گیا،

ان لوگوں کی تعداد، علاوہ ان کے جو مختار کے ساتھی جنگ میں مارے گئے، چھ ہزار تھی[۱]

عبداللہ بن عمر

مصعب بن زبیر ایک روز عبداللہ بن عمر سے ملاقات کیلئے گیا انہیں سلام کیا انہوں نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا،

مصعب نے کہا: میں آپ کا بھتیجا مصعب ہوں،

عبداللہ نے کہا: ہاں تم وہی ہو جس نے ایک دن میں سات ہزار مسلمانوں کو قتل کیا جتنی چاہو عیش کرو۔

---

[۱] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۷۶،

مصعب نے کہا: میں نے جن لوگوں کو قتل کیا ہے وہ مسلمان نہیں تھے بلکہ وہ کافر اور فاجر تھے
عبداللہ نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر تم ان مقتولوں کے برابر ان بھیڑ بکریوں کو مار ڈالتے جو تمہیں تمہارے والدین سے میراث میں ملتیں تو بھی اسراف ہوتا [1]

مختار کی مستورات

جب مصعب اسیروں کو قتل کر چکا تو اس نے مختار کی مستورات کو طلب کیا اور مختار کی زوجہ ام ثابت بنت سمرہ بن جندب سے کہا: مختار کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟
ام ثابت نے کہا: ان کے بارے میں وہی کہتی ہوں جو تم کہتے، مصعب نے اسے آزاد کر دیا
عمرہ بنت نعمان بن بشیر انصاری سے کہا: تم کیا کہتی ہو؟
عمرہ نے کہا: خدا ان پر رحم کرے وہ خدا کے صالح بندے تھے [2]
مصعب نے انھیں قید کر دیا اور اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو خط لکھا کہ اس عورت کا عقیدہ یہ ہے کہ مختار پیغمبر تھے،
عبداللہ نے جواب لکھا کہ اسے قتل کر دو،
چنانچہ مصعب کے سپاہیوں میں سے ایک نے انہیں تین ضربوں سے قتل کر دیا جبکہ وہ فریاد کر رہی تھیں یا ابتاہ!
اس وقت ان کے بھائی ابان بن نعمان بن بشیر نے قاتل کو ایک طمانچہ مارا اور کہا: اے

---

[1] تجارب الامم ج ۲ ص ۱۷۶

[2] یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ عمرہ نے مصعب کے جواب میں کہا: مختار متقی پاکباز اور روزہ دار تھے اے دشمن خدا تو ان کا تذکرہ کرے گا؟
مصعب نے کہا: اس کی گردن مار دو اسلام میں یہ پہلی عورت ہے جسے اس طرح قتل کیا گیا، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۶۴

ناہنجار تونے انہیں ضرب لگا کر خون میں غلطاں کر دیا،

وہ سپاہی ابان کو مصعب کے پاس لایا اور اس سے واقعہ نقل کیا۔ مصعب نے کہا: جانے دو اسے کچھ نہ کہو کیونکہ اس نے دلخراش منظر دیکھا ہے [۱]

پیکر مختار

مصعب کے حکم سے مختار کے ہاتھ قطع کر کے مسجد کی دیوار پر رکھ کر کیلیں ٹھونک دیں اور حجاج کے آنے تک اسی طرح رہا، اس نے ہاتھ دیکھے تو اس کا قصہ معلوم کیا لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ مختار کے ہاتھ ہیں اس نے حکم دیا کہ انہیں دیوار سے اتار کر نیچے رکھ دو [۲]

کوفہ میں امارت مختار کی مدت

کوفہ میں مختار کی زمام داری کی مدت ڈیڑھ سال ہے [۳]
قتل کے وقت ان کی عمر ۶۷ سال تھی ۱۴ رمضان سنہ ۶۷ھ کو قتل کئے گئے [۴]

---

[۱] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۵،

[۲] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۵،

[۳] تنقیح المقال ج ۳ ص ۲۰۶،

[۴] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۸،

عروہ بن زبیر

جب مصعب مختار کو قتل کر چکا تو مکہ میں عبداللہ بن زبیر کو اس ماجرے کی اطلاع دی اور مختار کا سراس کے پاس بھیجا عروہ بن زبیر نے ابن عباس سے کہا: کذاب مختار مارا گیا یہ اس کا سر ہے۔

عبداللہ بن عباس نے کہا: ابھی تمہارے سامنے عظیم چٹان ہے اگر تم اس سے گذر گئے تو کامیاب ہو جاؤ گے، ابن عباس کی مراد اس سے عبدالملک بن مروان تھا جس کے ہاتھ میں اس وقت شام کی حکومت تھی [۱]

عبداللہ بن زبیر

عبداللہ بن زبیر کو جب مکہ میں مختار کے قتل کی خبر ملی تو اس نے ابن عباس سے کہا: کیا آپ نے کذاب کے قتل کی خبر نہیں سنی ہے؟

ابن عباس نے کہا: کون کذاب؟

عبداللہ بن زبیر نے کہا: ابو عبید کا بیٹا،

ابن عباس نے کہا: مجھے مختار کے قتل کی خبر ملی تھی،

عبداللہ بن زبیر نے کہا: گویا اسے کذاب کہنے کو آپ صحیح نہیں سمجھتے اور اس کے قتل کا آپ کو افسوس ہے؟

ابن عباس نے کہا: وہ مرد تھا کہ اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارے خون کا

---

[۱] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۸۔

انتقام لیا اور ہمارے دلوں کے زخموں کو مندمل کیا پھر ہماری طرف سے اس کی جزا یہ نہیں ہونی چاہیئے کہ ہم اسے برا بھلا کہیں [1]

قبر مختار

مختار کی قبر مسجد کوفہ میں مشرقی دیوار سے متصل ہے [2]

اور آج تو مسلم بن عقیل سلام اللہ علیہ کی قبر کے نزدیک ہے باوجودیکہ مسجد کوفہ کے احاطہ سے باہر ہے لیکن اندر جانے کا راستہ مسجد کے اندر سے ہے [3]

تمت بالخیر

۲۴ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۹۹ء

حوزہ علمیہ قم

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۷۸،

[2] تاریخ نجف و حیرہ ص ۱۴۴،

[3] تاریخ کوفہ للبراقی ص ۸۵،

صحیفۂ وفا

حضرت ابوالفضل العباسؑ

علیہ السلام

مؤلف

سید عبدالرزاق موسوی المقرم

ترجمہ

سید حسین مہدی حسینی

اہل بیتؑ حلاّل مشکلات

تالیف

ڈاکٹر محمد تیجانی سماوی

ترجمہ

سید امتیاز حیدر (جہانیاں پوری)

زیر نظر

سید احتشام عباس زیدی

عدالت صحابہ

کا

نظریہ؟

مؤلف

ڈاکٹر احمد حسین یعقوب

مترجم

حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج مولانا روشن علی نجفی
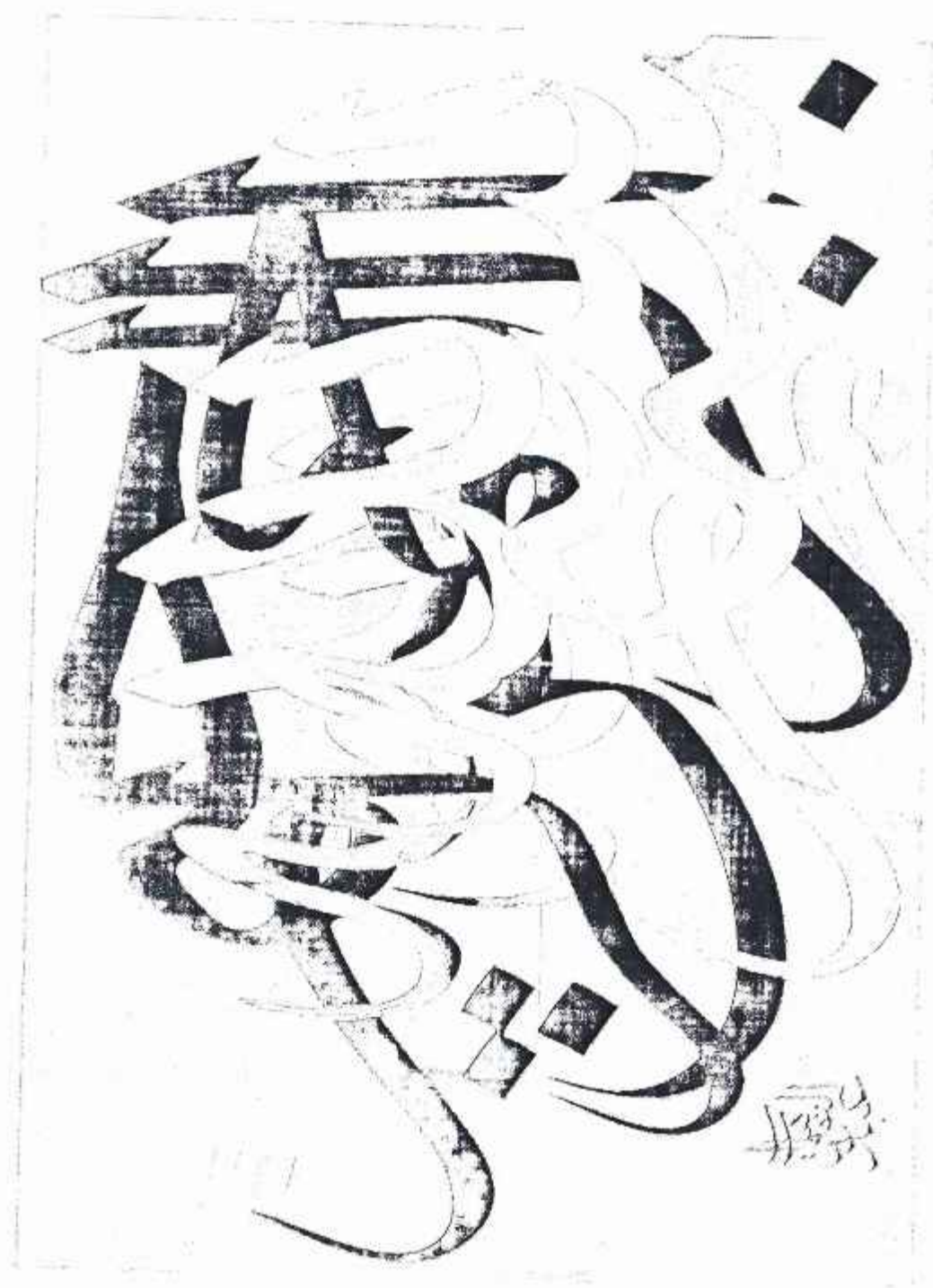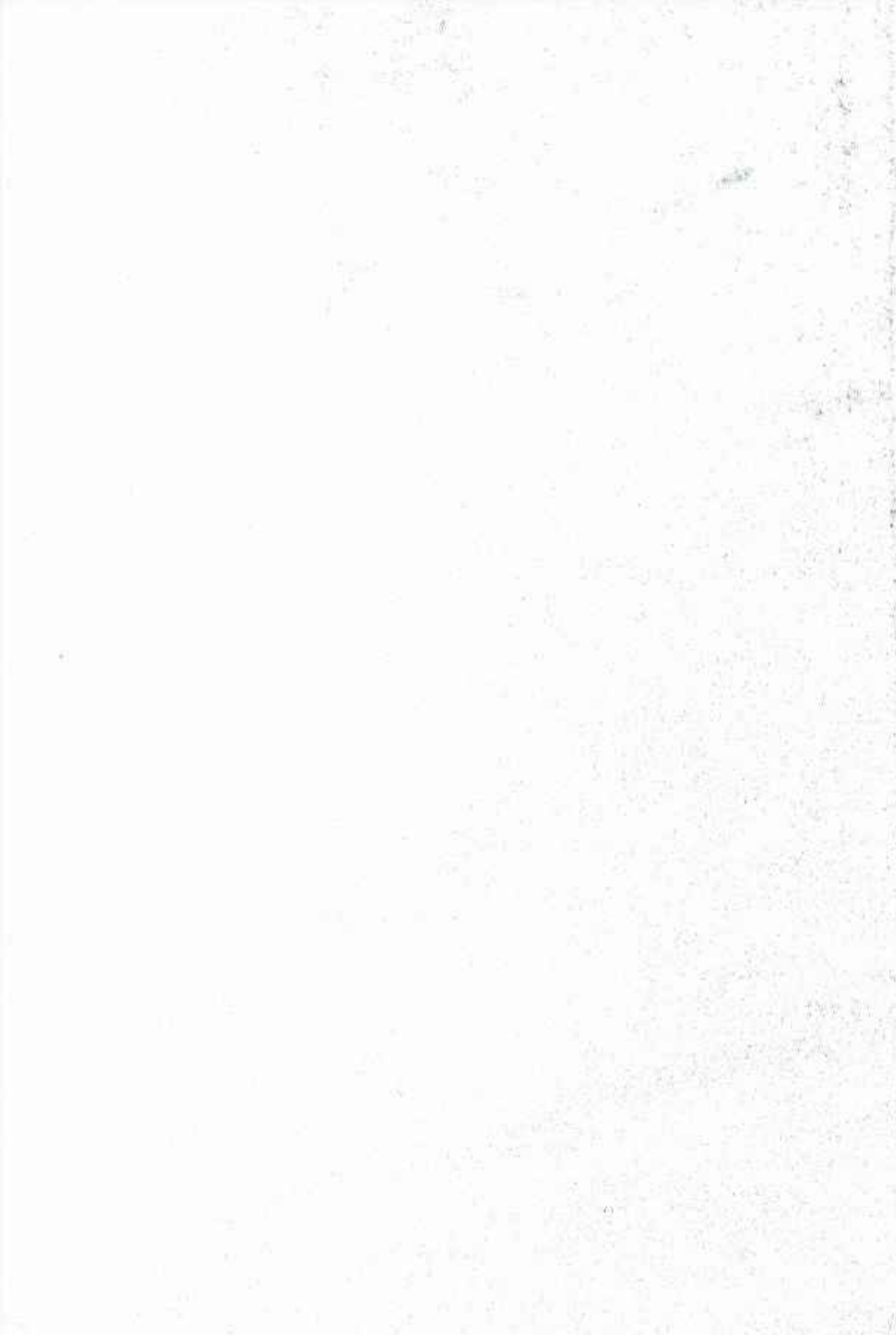
انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷
قم۔ جمہوری اسلامی ایران
فون نمبر: ۷۷۴۱۷۴۴ فیکس نمبر: ۷۷۴۳۶۴۷_۲۵۱_۰۰۹۸
Email.ansarian@noorneda.net
www.ansariyan.org & www.ansariyan.net